

اِنَّ الْمَلَائِكَةَ

عَنْ عَقِيْدَةٍ

عَلَيْهِ الْعَدَسُ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب

مکتبہ صفائیہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
فَلْيَكْفُرُوا فِي الْأَرْضِ الْغَيْبِ (قرآن مجید)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (مسندکرمذی علی شرط مسلم)

وَأَنشَدَ الزَّهَّاقُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي الصَّحِيحِ

تَبَارَكَ مَنْ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ غَيْبٌ وَمَنْ لَا يَنْزِلُ يُشْنَى عَلَيْهِ وَيُنَادَى

٦٠ (مجمع جوشیہ ص ۱۲۳ لابن القیم)

إِزَالَةُ الرَّيبِ

عَنْ عَقِيدَةٍ

عِلْمِ الْغَيْبِ

جس میں بڑی تحقیق و جستجو اور محنت و مشاقق سے قرآن مجید و احادیث و صحاح و تفسیر و عقائد کرام و محدثین اور متکلمین اور بزرگان دین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجماع کی واضح اور روشن و بجا بات اور اقوال و محسوس حوالہ دیتے مستحکم دلائل اور مضبوط براہین کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور بس کسی دلی اور بزرگ کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب ام المانیات تمام انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے اور اس عقیدہ کے مخالف حضرت کے تمام نقلی اور عقلی شہادت مسکت جواب دے کہ لفظ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے مثبت اور منفی پہلو کی علمی بحث کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی اور عطا کی وغیرہ کی تمام دور اندازہ کاغذیں سیک نظر سامنے آجاتی ہیں

ناشر: مکتبہ صفیریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر کوہر انوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع دہم مارچ ۲۰۱۱ء

۹

نام کتاب ازالۃ الريب عن عقيدہ علم الغيب
مؤلف امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تعداد بارہ سو پچاس (۱۲۵۰)
قیمت ۳۱۰/- (تین سو دس روپے)
ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ کتب خانہ صفدریہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- | | |
|--|---------------------------------------|
| ☆ ادارہ الانور بخوری ٹاؤن کراچی | ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی |
| ☆ مکتبہ امدادیہ فی بی ہسپتال روڈ ملتان | ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان |
| ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور |
| ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور | ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور |
| ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی | ☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان |
| ☆ مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی | ☆ مکتبہ علمیہ درہ ہیز وکی مروت |
| ☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور | ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور |
| ☆ اسلامی کتب خانہ ڈاگامی ایٹ آباد | ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوسہ |
| ☆ مکتبہ عثمانیہ میانوالی روڈ تلہ گنگ | ☆ مکتبہ الاعظمیہ انوار رحیم یار خان |
| ☆ اقبال بک سنٹرز وصال مسجد صدر کراچی | ☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال |
| ☆ مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ ٹنک | ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ ٹنک |
| ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور | ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد |
| ☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ | ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ |
| ☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ | ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جی ٹی روڈ گلگت |

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۱۹	۱۵	حضرت عائشہؓ کی حدیث	۵۵
۲	خطبہ کتاب	۲۰	۱۶	شمس الدین اوسؒ	"
۳	سخناتے گفتی	۲۱	۱۷	امام شافعیؒ کا حوالہ	۵۶
	باب اول	۲۷	۱۸	علامہ تفتازانیؒ	"
۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیا و غیب سے	۲۷	۱۹	علامہ علی بن القاریؒ	"
	وآخر حصہ علامہ قطار قرآن کریم اور متعدد صحیح	۲	۲۰	امام عبداللہ بن اصفہانی اور علامہ آلوسیؒ	"
	احادیث سے ثبوت	۵۰	۲۱	شیخ سعدیؒ کا حوالہ	"
	باب دوم	۵۱	۲۲	خدا کیسے عالم الغیب سے جیکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں	۵۷
۵	علم غیب خاصہ خداوندی ہے	۵۱	۲۳	اس کا جواب	"
۶	پہلی دلیل وَعِنْدَ لَاقَاتِرِ الْغَيْبِ الْاٰیۃ	۵۲	۲۴	امام نسفیؒ - شرنوبیؒ - ابو السعودؒ - قسطلانیؒ	۵۷
۷	دوسری دلیل وَاللّٰهُ غَنِیْبُ السَّمٰوٰتِ الْاٰیۃ	۵۲	۵۸	ابن کثیرؒ - ابن جریرؒ - زرقانیؒ - آلوسیؒ	۵۸
۸	اللہ میں طرف کی تقدیم صحر کے لیے ہے	"	"	اور مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ	"
۹	تیسری دلیل لَ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ الْاٰیۃ	۵۳	۲۵	غیب کی تعریف ائمہ لغت سے	۵۹
۱۰	لہ کی تقدیم بھی صحر کے لیے ہے	"	"	فتاویٰ - مطرزیؒ - عبدالقادر رازیؒ	۶۰
۱۱	چوتھی دلیل وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ الْاٰیۃ	"	"	فیروز آبادیؒ - الزمبیدیؒ اور القرشیؒ سے	۶۰
۱۲	یہاں بھی صحر اور اختصاص مراد ہے	۵۴	۲۶	اور قاضی بیضاویؒ سے	۶۱
۱۳	حضرت جابرؓ کی حدیث	۵۵	"	باب سوم	۶۲
۱۴	ابو بکرؓ	"	۲۷	انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص	"

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون
۲۸	لو انہم اور بعثت کے اغراض و مقاصد؟	۶۳	اس حدیث کی فزیتی مخالفت کی طرف سے
۲۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کب تشریف لائے؟	۶۶	بے جا تاویل اور اس کا رد
۳۰	قرآن کریم کیا آئین ہے؟	۶۷	حکم قضیہ شریعی میں اہل عربیت اور مناطقہ کا اختلاف؟
۳۱	قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ الْآيَةِ	۶۹	حمد اللہ اور بحر العلوم کا حوالہ
۳۲	اور اس کی تشریح در بیان منصب نبوت	۷۰	جس معاملہ میں وحی نازل تھیں ہوتی تھی اس
۳۱	پہلی حدیث حضرت ام سلمہؓ سے	۷۲	میں آپؐ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تھے
۳۲	حضرت امام شافعیؒ سے اس کی تشریح	۷۱	علامہ بیہیؒ کی غلطی
۳۱	حضرت نوویؒ	۷۲	باطنی امور کا علم صرف اللہ کو ہے
۳۴	ابن دقیق العیدؒ	۷۳	باطنی امور پر آپؐ کو مطلع نہ کرنے کی حکمت
۳۵	ابن حجرؒ	۷۵	امام نوویؒ اور علامہ عینیؒ سے
۳۶	عینیؒ	۷۴	کیا آپؐ کو اجتہاد کا حق حاصل تھا؟
۳۷	قسطلانیؒ	۷۵	حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ سے
۳۸	العزیزیؒ	۷۶	اشاعرہ، معتزلہ، متکلمین اور محدثین کا اختلاف
۳۹	شیخ عبدالحقؒ	۷۷	توضیح اور حجاجی کا حوالہ
۴۰	نواب قطب الدینؒ	۷۸	المولوی یحییٰ بن محمدؒ اور نور الدینؒ کا حوالہ
۴۱	علامہ خجائیؒ	۷۹	ابن حاتمؒ اور ابن ابی الشریفؒ کا حوالہ
۴۲	شاہ ولی اللہؒ	۸۰	جنی کو تمام اقوام کی لغات اور حرفیں معلوم
۴۳	علامہ النذریؒ		ہونا ضروری نہیں ہے۔
۴۴	الطیبیؒ	۸۱	دوسری حدیث حضرت رافع بن خدیجؓ سے
۴۵	خان صاحب کے اقرار سے آپؐ بشر تھے	۸۹	نیز حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور ابو قتادہؓ سے
۴۶	ان عبارات سے آپؐ کے علم غیب اور مختار کل	۹۲	ہو سکتا ہے کہ امتؓ اپنی نبی سے امور
	ہونیکی نفی صاف طور پر ثابت ہے		دنیوی میں زیادہ عالم ہو۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۳	فریق مخالفت کی تاویل اور اس کا جواب	۹۰	۸۴	امام طحاویؒ کا حوالہ	۱۰۵
۶۴	اس کی تشریح علامہ طبریؒ اور شاہ عبدالغنیؒ سے	۹۱	۸۵	شاہ عبدالعزیزؒ	۱۰۶
۶۵	ملا علی بن القاریؒ سے	۹۲	۸۶	حضرت ملا علی القاریؒ	۱۰۷
۶۶	علامہ خواجهؒ سے	۹۳	۸۷	علامہ قسطلانیؒ	۱۰۹
۶۷	امام نوویؒ اور شیخ عبدالرحمنؒ سے	۹۴	۸۸	مولوی محمد عمر صاحب کا کمال	۱۱۰
۶۸	قاضی عیاضؒ سے	۹۵	۸۹	شیخ عبدالرحمنؒ کا حوالہ	۱۱۱
۶۹	امور دنیائہ جاننے کی علت کیا تھی؟	۹۶	۹۰	حافظ ابی حجرؒ کا حوالہ	۱۱۲
۷۰	اور اس میں کوئی توہین نہیں ہے	"	"	باب چہارم	۱۴۴
۷۱	حضرت شاہ ولی اللہؒ کا حوالہ	۹۷	۹۱	علم غیب ذاتی اور عطائی کی بحث	"
۷۲	سید آوسیؒ	۹۸	۹۲	فریق مخالفت کے مسلم علماء کے چند حوالیات	"
۷۳	قاضی بیضاویؒ	۹۹	۹۳	اور ان کے باطل نظریہ کی تردید	۱۱۵
۷۴	علامہ محمد الدینؒ	"	۹۴	آنحضرتؐ کو عطائی طہریہ بھی علم غیب تسلیم تھا	۱۱۷
۷۵	سید سندؒ	"	۹۵	پہلی دلیل وَمَا عَلَّمْنَاهُ الْتَبْعُ الْآيَةِ	۱۱۸
۷۶	انبیاء و کرامؑ کی نظریہ محفوظ پر نہیں ہوتی	۱۰۰	۹۶	اکثر شعرا کے پیروکار گمراہ قہم کے لوگ تھے ہیں	"
	امام غزالیؒ سے		۹۷	عام شعور کوئی کی مذمت چند احادیث سے	۱۱۹
۷۷	ابن رشدؒ کا حوالہ	۱۰۱	۹۸	حافظ ابن کثیرؒ اور خازنؒ کا حوالہ	۱۲۱
۷۸	علامہ خوجہ زادہؒ کا حوالہ	۱۰۲	۹۹	بغویؒ اور مدرک	۱۲۲، ۱۲۱
۷۹	تمام مصالح و حکم کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو	۱۰۲	۱۰۰	حضرت عمرؓ نے ایک افشہ کو موزوں کر دیا تھا	۱۲۳
۸۰	ہے امام لاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ کا حوالہ		۱۰۱	فریق مخالفت کے جوابات اور ان کا پس منظر	۱۲۴
۸۱	ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۰۳	۱۰۲	شعرا و رجس میں فرق ہے امام نوویؒ سے	"
۸۲	علامہ ابوالسعودؒ	۱۰۴	۱۰۳	میسط الہدایہ اور ارشاد الشافعیؒ سے	۱۲۵، ۱۲۴
۸۳	اسماعیل حقیؒ	"	۱۰۴	امام ابن ربیعؒ سے بحوالہ ابن خلدونؒ	۱۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۵	مفتی احمد یار خاں صاحب کی راگنی	۱۲۷	۱۲۲	علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام	۱۵۸
۱۰۶	اور اس کا جواب	"	۱۲۳	حضرت بلعی بن خراش سے علم غیب عطائی کی نفی	۱۴۳
۱۰۷	دوسری آیت دہمہ من قصصہم الآیۃ	۱۲۸	۱۲۴	علامہ آلوسی رحمہ کی تشریح	"
۱۰۸	حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث	۱۲۹	۱۲۵	ادب المفرد کی روایت	۱۴۴
۱۰۹	علی رضی اللہ عنہ	"	۱۲۶	حضرت علی بن مسعود اور ابن عباس کا حوالہ	۱۴۵، ۱۴۶
۱۱۰	ابن کثیر رحمہ خازن رحمہ امام رازی رحمہ اور	"	۱۲۷	امام عظیم البیہقی رحمہ اور طحاوی کا عقیدہ	۱۴۵
	مشرقی بنی رحمہ کا حوالہ	"	۱۲۸	امام نوویؒ، سفیان بن عیینہؒ، احمد بن حنبلؒ، شیخ حیطیؒ کا حوالہ	۱۴۶، ۱۴۷
۱۱۱	امام صدیقینؒ الحنفیؒ اور مقتزانیؒ کا حوالہ	۱۳۱	۱۲۹	جنید بغدادیؒ، قاسم بن قطلوبغاؒ، قتادہؒ،	۱۴۶
۱۱۲	قریبی مخالف نے کیا کہا؟	"	۱۳۰	سیدی کبیرؒ اور خازن رحمہ کا حوالہ	۱۴۷
۱۱۳	اور اس کا جواب	۱۳۳	۱۳۱	امام رازیؒ، بیضاویؒ، نسفیؒ اور ابوالسعودؒ کا حوالہ	۱۴۷، ۱۴۸
۱۱۴	آیت وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَلَوٰهُ	"	۱۳۲	معین بن صفیؒ، شیخ عبدالحق رحمہ اور قاضی	۱۴۸
۱۱۵	امام سیوطیؒ، بغویؒ، ازغریؒ اور آلوسیؒ کا حوالہ	۱۳۴		ثناء اللہ کا حوالہ	"
۱۱۶	حضرت ابوذرؓ کی روایت کا جواب	۱۳۵	۱۳۳	ابن کثیر رحمہ، نسفیؒ، اور شربنیؒ کا حوالہ	۱۴۹
	امام عبد القادرؒ اور ابن کثیر رحمہ سے	"	۱۳۴	طاعلیؒ، القاضیؒ کی ایک عبارت	۱۵۰
۱۱۷	حضرت ابوامامہؓ کی روایت بھی ضعیفہ ابن کثیرؒ	۱۳۶	۱۳۵	ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۵۱
۱۱۸	انبیاء کرامؑ کے لیے کوئی حد و محصور ثابت نہیں	"	۱۳۶	آلوسیؒ، ابن خلدونؒ اور قاضی ثناء اللہؒ کا حوالہ	۱۵۲
	امام نسفیؒ اور مقتزانیؒ رحمہ سے	۱۳۷	۱۳۷	کشف اور البام کے طرق؟	۱۵۳
۱۱۹	مواقف شرح مواقت اور طاعلیؒ، القاضیؒ سے	۱۳۸		باب پنجم	۱۵۵
۱۲۰	ثلاثون کذا بولی کی ہدایت کا مطلب؟	۱۳۹	۱۳۸	اولیائے کرمؑ کیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے	۱۵۵
۱۲۱	حضرت طاعلیؒ، القاضیؒ کی حدیث کا مطلب؟	۱۴۰	۱۳۹	حضرت آدم علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا۔	۱۵۶
۱۲۲	صادی شریف کا جواب	۱۴۱	۱۴۰	حواء علیہا السلام کو بھی " " "	"
۱۲۳	حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث کا علم غیب	۱۴۲	۱۴۱	علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام	۱۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	فریقِ مخالفت کا استدلال اور اس کا جواب	۱۵۹	۱۶۴	فریقِ مخالفت کا جواب اور اس کا پس منظر	۱۸۳
۱۴۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کی طرف سے جو سب سے	۱۶۰	۱۶۵	حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۸۴
۱۴۴	علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۶۲	۱۶۶	چوبیسوں کے علم غیب کا دعویٰ اور اس کا جواب	۱۸۵
۱۴۵	" " " " سارہ علیہا السلام	۱۶۳	۱۶۷	علم غیب اور حضرت یونس علیہ السلام	۱۸۶
۱۴۶	اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام	۱۶۳	۱۶۸	" " " " عزیز	۱۸۷
۱۴۷	عمری دلائل	۱۶۳	۱۶۹	" " " " زکریا	۱۸۹
۱۴۸	اور ان کے جوابات	۱۶۴	۱۷۰	" " " " عیسیٰ	۱۹۰
۱۴۹	وَكَذَلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ الْاَيَّاتِ مِنْ رَبِّهِ لَعَلَّهٗ يَرْجِعُ	۱۶۶	۱۷۱	مفتی احمد یار خاں صاحب کا مغالطہ	۱۹۱
۱۵۰	يَاٰبَتِ قَدْ جِئْنَا فِىْ	۱۶۸	۱۷۲	اور اس کا جواب	۱۹۱
۱۵۱	علم غیب اور حضرت لوط علیہ السلام	۱۶۹	۱۷۳	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۱۹۳
۱۵۲	" " " " یعقوب	۱۷۱	۱۷۴	يَوْمَ يَخْتٰلُفُ اِلٰهُ الْاَيَّاتِ مِنْ تَمَامِ اٰيٰتِہٖ وَكَرَامِہٖ	۱۹۴
۱۵۳	اور حضرت یعقوب کی نبوت میں اختلاف؟	۱۷۲	۱۷۵	کا عقیدہ کہ علم غیب صرف خدا کو ہے	"
۱۵۴	" " " " کا بھی باپ کے غیب میں ہونے کا عقیدہ تھا	۱۷۳	۱۷۶	اس آیت کریمہ میں اشکال اور اس کا جواب	۱۹۷
۱۵۵	حضرت یحییٰ کی نبوت کا عقیدہ ان ہندوؤں کے دلائل	"	۱۷۷	اس کی پہلی توجیہ حضرت ابن عباسؓ اور رازیؒ سے	۱۹۳
۱۵۶	اور ان کے جوابات	۱۷۳	۱۷۸	شونہیؒ، ابوالسعودؒ، بیضاویؒ، نسفیؒ	۱۹۵
۱۵۷	فریقِ مخالفت کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۷۵	۱۷۹	ابن کثیرؒ اور ابن جریرؒ سے	"
۱۵۸	علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۷۷	۱۸۰	مفتی محمد عبدہؒ سے	۱۹۶
۱۵۹	حضرت نضر علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۷۹	۱۸۱	اس کی دوسری توجیہ متعدد مفسرین کرامؒ سے	"
۱۶۰	" " " " ہارون	۱۸۰	۱۸۲	تیسری توجیہ امام رازیؒ سے	"
۱۶۱	" " " " یوشع	۱۸۱	۱۸۳	چوتھی توجیہ بعض مفسرینؒ سے	۱۹۷
۱۶۲	" " " " شعیب	۱۸۳	۱۸۴	" " " " پانچویں	"
۱۶۳	علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۸۴	۱۸۵	مخالفین کا اس سے استدلال اور اس کا جواب	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۴	چھٹی توجیہ اور اس کی تشریح	۱۹۸	۲۰۰	حدیث جبریل سے اجمالی استدلال	۲۱۲
۱۸۵	امام رازی، غازی، ابو السعد، اور آلوسی سے	۱۹۹	۲۰۱	حضرت عائشہؓ کی احادیث	"
۱۸۶	منہج احمد یار خاں کی رلیک تاویل کا رد	۲۰۰	۲۰۲	فریق مخالف کی بے جا تاویلات اور ان کا رد	۲۱۴
	باب ششم	۲۰۲	۲۰۳	حضرت علیؓ کی ایک روایت	۲۱۴
۱۸۷	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع ما	۲۰۲	۲۰۴	" امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حوالہ	۲۱۵
	کان و مایکون کا علم نہ تھا۔	"	۲۰۵	خال صاحب کمال حضرت غلط استدلال	۲۱۵
۱۸۸	پہلی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَکُمْ عَلٰمُ السَّعَاتِ اَلَا بِیْہِ	"	۲۰۶	حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ	۲۱۶
۱۸۹	علوم خمسہ کی تخصیص کے وجہ	۲۰۳	۲۰۷	علامہ زنجانیؒ کا حوالہ	۲۱۶
	وجہ اول متعدد مفسرین کو امام وغیرہم سے	"	۲۰۸	حضرت مجاہدؒ اور قتادہؒ کا حوالہ	۲۱۶-۲۱۷
۱۹۰	حافظ ابن حجرؒ، یعنی رد اور ابن عبدہؒ سے	۲۰۳	۲۰۹	بس اتنا معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی	۲۱۷
۱۹۱	اور ملا بیونؒ سے	۲۰۴	۲۱۰	آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت امام اعظمؒ سے	۲۱۸
۱۹۲	فائدہ: علوم خمسہ میں ذات خداوندی سے	۲۰۵	۲۱۱	فریق مخالف کی رلیک تاویلیں	۲۱۹
	کلیات کے علم کا اختصاص ہے	"	۲۱۲	پہلی تاویل اور اس کا جواب	"
۱۹۳	علامہ آلوسیؒ رد اور منادیؒ سے	۲۰۶	۲۱۳	دوسری تاویل اور اس کا جواب	۲۲۱
۱۹۴	ملا علی النخاریؒ سے	۲۰۶	۲۱۴	امور خمسہ کا علم اور فریق مخالف کے دلائل	۲۲۲
۱۹۵	چند احادیث حضرت ابن عمرؓ، بریدہؓ	۲۰۷	۲۱۵	یہ حدیث کہ قیامت سات ہزار سال کے	۲۲۵
	اور سلمہؓ سے	۲۰۸	"	بعد آئے گی، جعلی ہے۔	"
۱۹۶	حضرت ابوامامہؓ سے	"	۲۱۶	امور خمسہ میں سے بعض کا اولیائے کرمؐ	۲۲۶
۱۹۷	مولوی محمد عمر صاحب کا اس سے استدلال	۲۱۰	"	کو ظنی علم حاصل ہے مگر قطعی نہیں۔ ملا	۲۲۶
	اور اس کا جواب	"	"	بیونؒ، قاضی شمس الدینؒ، اور ملا علی النخاریؒ سے	۲۲۷
۱۹۸	حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت	۲۱۰	۲۱۷	فریق مخالف کی تاویلات کے جوابات	۲۲۹
۱۹۹	" لقیط بن صبرہؓ سے	۲۱۱	۲۱۸	صوفیاء کرام کی بجا آواز اقوال کے بائیں قول فیصل	۲۲۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۹	اور فریق مخالف کے دلائل		۲۳۴	خال صاحب کا حوالہ	۲۱۹
۲۵۰	ہذا مصحح فلاں کی حدیث کا جواب	۲۳۴	۲۳۴	مولوی سید محمد رات احمد صاحب کا حوالہ	۲۲۰
۲۵۲	حضرت علی رضا کو غیر میں جھنڈا دینے کی	۲۳۵	۲۳۶	وقت علم قیامت اور فریق مخالف کے دلائل	۲۲۱
"	حدیث کا جواب	"	"	اور ان کے جوابات	"
۲۵۵	دوسری آیت ویسکونک عن الساعة الآتیۃ	۲۳۶	۲۳۶	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۲۲۲
۲۵۶	اس کی تفسیر خازن رحمہ اور لغوی رحمہ سے	۲۳۷	۲۳۷	مفتی احمد یار خان صاحب کا اجتہاد اور اس کا جواب	۲۲۳
۲۵۶	مشرقی، رازی رحمہ، بیضاوی رحمہ،	۲۳۸	۲۳۸	انوار الساعۃ کہاتین کی حدیث کا جواب	۲۲۴
۲۵۷	معین بن صفی رحمہ، سیوطی رحمہ، ابو الجود رحمہ	"	"	امام رازی اور شربینی رحمہ سے	"
"	اور لغوی رحمہ سے		۲۳۹	وقت خروج دجال اور طلوع آفتاب از مغرب	۲۲۵
۲۵۷	حافظ ابن کثیر رحمہ اور قاضی شامی رحمہ سے	۲۳۹	"	کا علم لیس اللہ ہی کو ہے۔ دذہبی رحمہ اور	"
۲۵۸	قیامت کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو	۲۴۰	"	ابن حجر سے)	"
"	نہیں (انجیل)		۲۴۰	اکثر اشراط ساعت میں ترتیب کسی کو بجز	۲۲۶
۲۵۹	تیسری آیت قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ رُبِّی	۲۴۱	"	خدا تعالیٰ کے معلوم نہیں ہے۔	"
"	الاستغوات الکیۃ		۲۴۱	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۲۲۷
۲۵۹	اس کی تفسیر لغوی رحمہ، سیوطی رحمہ، لغوی رحمہ	۲۴۲	۲۴۲	لفظ عرض تفصیل کو نہیں چاہتا	۲۲۸
۲۶۰	ابن صفی رحمہ، ابن کثیر رحمہ، اور خازن رحمہ سے	۲۴۳	۲۴۳	مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم	۲۲۹
۲۶۰	قاضی شامی رحمہ اللہ صاحب سے	۲۴۳	۲۴۳	ما فی الارحام اور فریق مخالف کے دلائل اور	۲۳۰
۲۶۱	مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع	۲۴۴	"	ان کے جوابات	"
"	اور اس کا جواب	۲۴۵	۲۴۴	حضرت ابو یوسف کی پیشگوئی	۲۳۱
۲۶۲	حضرت مولانا عبدالحی رحمہ کا حوالہ	۲۴۶	"	اور اس کا جواب	"
۲۶۳	چوتھی آیت ویسکونک عن الساعة الآتیۃ	۲۴۷	۲۴۸	انہوں نے فرمایا کہ میں علم غیب نہیں جانتا	۲۳۲
"	اس کی تفسیر حضرت علی رضا اور عائشہ رحمہ سے	۲۴۸	۲۴۹	علم ما فی خبء و باء ارض تموت	۲۳۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۹	طابق بن شہاب اور امام شافعی رحمہ سے	۲۶۴	۲۴۸	سیوطی رحمہ، ملا علی نقاری رحمہ، خانصاحب	۲۴۸
۲۵۰	ابن کثیر رحمہ، خازن رحمہ، بغوی رحمہ، شرنبلالی رحمہ	۲۶۵	"	اور ابو البرکات صاحب سے	"
۲۵۱	رازی رحمہ اور نسفی رحمہ سے	۲۶۶	۲۴۹	مفتی احمد یار خاں صاحب کا عذر لنگ اور	۲۴۹
۲۵۲	بیضاوی رحمہ، ابو السعود رحمہ، محلی رحمہ اور ابن صفی رحمہ	۲۶۷	"	اس کا جواب	"
۲۵۳	پانچویں آیت قُلْ لَا اَمْلِكُ الْاَلٰیۃَ	۲۶۸	۲۴۹	آیت وَرَانَ تَبْدُؤَاکِ تَشْرِیۡحِ بَغْوٰی رَحْمَہ	۲۴۹
۲۵۴	اس کی تفسیر بغوی رحمہ، خازن رحمہ، بیضاوی رحمہ	۲۶۸	"	اور خازن رحمہ سے	"
۲۵۵	اور نسفی رحمہ سے	۲۶۹	۲۴۹	علامہ نسفی رحمہ سے	۲۴۹
۲۵۶	ابو طاہر رحمہ، ابن صفی رحمہ، ابو السعود رحمہ اور	۲۶۹	۲۵۰	مَا یَفْعَلُ بٰی وَلَا یُکَذِّبُکِ تَفْسِیۡرِ قَاضِی	۲۵۰
۲۵۷	ابن جریر رحمہ سے	۲۷۰	"	ثناء اللہ صاحب رحمہ سے	"
۲۵۸	بغوی رحمہ، ابن کثیر رحمہ، اور قاضی ثناء اللہ رحمہ سے	۲۷۰	۲۵۱	آیت کو منسوخ بتا کر آپ کی توہین کا پہلو	۲۵۱
۲۵۹	علامہ آلوسی رحمہ سے	۲۷۱	"	نکلتا ہے	"
۲۶۰	الحنبی اور السنود سے کیا مراد ہے؟	۲۷۲	۲۵۲	آیت کی تفسیر ابن کثیر رحمہ اور ملا علی نقاری رحمہ	۲۵۲
۲۶۱	جو السنود اس آیت میں بیان ہو رہے	۲۷۲	۲۵۳	اور امام بغوی رحمہ سے	۲۵۳
۲۶۲	وہ آخر حیات تک شامل حال رہا ہے	"	۲۵۴	اگر اس کا مطلب علم آخرت ہی ہو	۲۵۴
۲۶۳	مفتی احمد یار خاں صاحب کی بے جانا دلیل کا جواب	۲۷۳	۲۵۵	ہمارا مدعا یہ بھی ثابت ہے	۲۵۵
۲۶۴	مولوی محمد عمر رحمہ " " " "	۲۷۴	۲۵۶	شیخ ابن عربی کا حوالہ	۲۵۶
۲۶۵	اور اس کا جواب	"	۲۷۵	آئیے کہ اس درایت سے مفصل درایت ہو	۲۷۵
۲۶۶	پہلی آیت قُلْ مَا کُنْتُ بِسَلْمًا الْاَلٰیۃَ	۲۷۶	۲۷۶	اس کی تفسیر ملا علی نقاری رحمہ	۲۷۶
۲۶۷	حضرت ام العلاء الانصاریہ رحمہ کی روایت	"	"	اور قاضی ثناء اللہ رحمہ سے	"
۲۶۸	مَا یَفْعَلُ بٰی وَلَا یُکَذِّبُکِ سے کیا مراد ہے؟	"	۲۷۷	ابن مسعود رحمہ، بیضاوی رحمہ، ابو السعود رحمہ	۲۷۷
۲۶۹	اخبار میں نسخ ناممکن ہے	۲۷۸	۲۷۸	اور نسفی رحمہ سے	۲۷۸
۲۷۰	ابن کثیر رحمہ، ملا یحیٰ رحمہ، ابواب صاحب رحمہ	۲۷۹	۲۷۹	ابن کثیر رحمہ اور ابن تیمیہ رحمہ سے	۲۷۹
				بلکہ خود خانصاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب رحمہ	"

صفحہ	مضمون	غیر شمار	صفحہ	مضمون	غیر شمار
۳۰۲	اور آلوسی رحمہ سے		۲۸۸	اگر فریقِ مخالفت اس آیت کو مفسوخ تسلیم	۲۸۰
۳۰۳	فریقِ مخالفت کی تاویلات۔ خالی صاحب	۲۹۴	"	کہتا ہے تو اس کی ناسخ آیت سے قبل	
"	کی تاویل اور اس کا جواب	"	"	نازل شدہ آیات کے علمِ غیب پر استدلال باطل	
۳۰۶	اللہ تعالیٰ اور رسول کے علم کو برابر کرنا	۲۹۵	۲۸۹	مفتی احمد یار خاں صاحب کا بے بنیاد	۲۸۱
"	کفر ہے۔ ملا علی نقی القاری رحمہ اور	"	"	دعوئے اور اس کا جواب	
"	سیوطی رحمہ سے	۲۹۰	۲۹۰	کیا درایت اور علم میں فرق ہے؟	۲۸۲
۳۰۷	مولوی محمد عمر صاحب کی راگنی	۲۹۶	۲۹۰	سورۃ مائدہ کا آیت لَبِیْہِ اَنْ یَّجُوزَ الْاَیَّہِ	۲۸۳
۳۰۸	اور اس کا جواب	۲۹۷	۲۹۱	اس کا شانِ نزول	۲۸۴
۳۰۹	مفتی احمد یار خاں صاحب کا مقتیانہ	۲۹۸	۲۹۳	اس سے آپ کے لیے اجتماعِ کاشورت	۲۸۵
"	کرشمہ اور اس کا جواب	"	۲۹۳	آھو یتلوت لیکن لک منی الا مہر الایۃ	۲۸۶
۳۱۰	لَا تَقْلُبُہُمُ الْاَیَّہِ اور فَلَمَّا فَتَحُوا الْاَیَّہِ	۲۹۹	"	اور اس کا شانِ نزول	
"	کا محل جدا جدا ہے۔ حافظ ابی کثیر رحمہ	"	۲۹۵	اس کے ایک محمد کل مویشی نفی بھی ثابت ہے	۲۸۷
۳۱۱	اور علامہ آلوسی رحمہ سے	۳۰۰	۲۹۶	نورِ آیت یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تَحْزَنُ الْاَیَّہِ	۲۸۸
۳۱۱	خلیفہ کے موقع پر منافقین کو مسجد سے	۳۰۱	"	اور اس کا شانِ نزول	
"	نکلنے کی حدیث کا جواب	"	۲۹۷	اس مضمون سے حاضر و ناظر، علمِ غیب اور	۲۸۹
۳۱۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اور	۳۰۲	"	مخالف کل کے عینہ کی صراحت سے نفی ثابت ہے	
"	اس کی سند	"	۲۹۹	مفتی احمد یار خاں صاحب کا چٹکلہ اور	۲۹۰
۳۱۳	اسباطِ سدی کبیر و صغیر اور کبھی	۳۰۳	"	اس کا جواب	
۳۱۳	کا پایہ روایت میں	"	۳۰۰	یسرے آیت وَمِنْ اٰہْلِ الْمَدِیْنَةِ الْاَیَّہِ	۲۹۱
۳۱۶	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت	۳۰۴	۳۰۱	اس کی تفسیر بیضاوی، بخاری، حاکم	۲۹۲
۳۱۸	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کیوں رازدار مشہور تھے؟	۳۰۵	"	اور نسفی رحمہ سے	
۳۱۹	گیر حویلیت عفا اللہ عنک الْاَیَّہِ	۳۰۶	۳۰۲	ابوطاہر رحمہ، قاضی ثناء اللہ رحمہ اور مفتی	۲۹۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۵	اور ان کے جوابات	۳۲۰	۳۱۹	اس کی تفسیر سیوطی سے	۳۰۷
"	سیوطی رحمہ کا حوالہ موضوعات کبیر سے	۳۲۱	۳۲۰	ابن صفی رحمہ، ابوالسعود رحمہ، نسفی رحمہ،	۳۰۸
۳۳۷	اس تعبیر کے اقتدار کرنے کا راز	۳۲۲	"	بیضاوی رحمہ، ابن کثیر رحمہ اور ابن عباس رحمہ سے	
۳۳۸	اس حدیث سے جو کچھ ثابت ہے وہ دین ہے	۳۲۳	۳۲۱	مفتی احمد یار خان صاحب کی اُتجیح	۳۰۹
۳۳۸	امام بخاری رحمہ ابن دقیق العید رحمہ ابن	۳۲۴	"	اور اس کا جواب	
"	تیمیمہ اور قرطبی رحمہ سے		۳۲۲	بارس میں آیت: الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا	۳۱۰
۳۳۹	قاضی عیاض رحمہ، عینی رحمہ قسطلانی رحمہ	۳۲۵	۳۲۳	اور ان کا شان نزول	۳۱۱
"	اور شیخ الاسلام ذکر کیا رحمہ سے		۳۲۷	باب ہفتم	
"	یہ دین میں داخل ہے کہ قیامت کا علم	۳۲۶	"	پہلی حدیث متعدد میں ہے کہ کرم سے	۳۱۲
"	بجز اللہ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ عینی رحمہ		"	قیامت کا علم آنحضرت کو نہ تھا	۳۱۳
"	قسطلانی رحمہ اور شیخ الاسلام سے		۳۲۹	ما المسئول عنها باعد من السائل	۳۱۴
۳۴۰	یہ واقعہ آپ کی زندگی کے آخری دور کا	۳۲۷	۳۳۰	کا مطلب۔ ابن حجر رحمہ، عینی رحمہ قسطلانی رحمہ	
"	تھا۔ حضرت ابن عمر رحمہ، ابن حجر رحمہ عینی رحمہ اور			اور شیخ الاسلام سے	
"	شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ		۳۳۰	ابن کثیر رحمہ، نووی رحمہ، اسدی رحمہ اور	۳۱۵
۳۴۲	آپ حضرت جبریل ماکونہ پہچان سکے تھے	۳۲۸	۳۳۱	شیخ عبدالحی رحمہ سے	
"	حضرت عمر رحمہ، ابوذر رحمہ، ابوہریرہ رحمہ اور		۳۳۱	ایک مرفوع حدیث اس جملہ کی تشریح	۳۱۶
"	ابو عمر اشعری رحمہ سے		۳۳۲	مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی کا جواب	۳۱۷
۳۴۲	اور حذت ابو موسیٰ الاشعری رحمہ اور	۳۲۹	۳۳۳	مساوات فی العلم کی صورت میں اس کا	۳۱۸
"	عبد الرحمن بن غنم رحمہ سے		"	کیا مطلب ہے؟ قسطلانی رحمہ، ابن حجر رحمہ	
۳۴۴	حضرت برہنیل نے بھی ایک موقع پر	۳۳۰	"	اور آلوسی رحمہ سے	
"	اس سوال کا یہی جواب دیا تھا		۳۳۵	مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی	۳۱۹
۳۴۴	فریق مخالف کا جواب	۳۳۱	"	محمد عمر صاحب کی خوش گویاں	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۶۶	اور اس کا جواب		۳۳۵	مصنفی احمد یار خاں صاحب کی بے جا	۳۳۲
۳۶۹	تیرھویں حدیث	۳۵۰	"	تادیل کا جواب	
۳۷۰	چودھویں حدیث	۳۵۱	۳۳۷	دوسری حدیث اور اس کی تشریح	۳۳۳
۳۷۲	فقہ کا لغوی معنی	۳۵۲	"	علامہ ابن القاریؒ اور شیخ عبدالحقؒ سے	
۳۷۲	مولوی محمد عمر صاحب کی غلط تادیل	۳۵۳	۳۳۸	تیسری حدیث حضرت حذیفہؓ وغیرہ سے	۳۳۴
۳۷۴	پندرھویں حدیث	۳۵۴	۳۳۹	مولوی محمد عمر صاحب کی ہرزہ سرائی	۳۳۵
۳۷۶	مولوی محمد عمر صاحب کی گپ	۳۵۵	۳۴۰	چوتھی حدیث مذاکرۃ ساعدہ	۳۳۶
۳۷۹	اور اس کا جواب	۳۵۶	۳۴۱	فریق مخالفت کی رلیک تادیل	۳۳۷
۳۷۷	سولہویں حدیث	۳۵۷	۳۴۲	اور اس کا جواب	۳۳۸
۳۷۹	سترھویں حدیث	۳۵۸	۳۴۳	پانچویں حدیث امیران ہوازن وغیرہ	۳۳۹
۳۸۱	اٹھارویں حدیث	۳۵۹	۳۴۴	چھٹی حدیث گوہ کے بارے میں	۳۴۰
۳۸۲	اس کی تشریح - کرمانی رحمہ	۳۶۰	۳۴۵	ساتویں حدیث	۳۴۱
"	عینی رحمہ اور قسطلانی رحمہ سے		۳۴۶	آٹھویں حدیث	۳۴۲
۳۸۲	اور شیخ عبدالحق رحمہ، شاہ عبدالحق رحمہ	۳۶۱	۳۴۷	مولوی محمد عمر صاحب کی تادیل بے جا	۳۴۳
"	اور زر قانی رحمہ سے		"	اور اس کا جواب	
۳۸۲	انیسویں حدیث	۳۶۲	۳۴۸	نویں حدیث	۳۴۴
۳۸۴	بیسویں حدیث	۳۶۳	۳۴۹	دسویں حدیث	۳۴۵
۳۸۵	اکیسویں حدیث	۳۶۴	۳۵۰	گیارہویں حدیث زہر خورانی کی	۳۴۶
۳۸۶	مولوی محمد عمر صاحب کا جواب	۳۶۵	۳۵۱	مصنفی احمد یار خاں صاحب کی تادیل	۳۴۷
"	اور اس کا رد		"	اور اس کا جواب	
۳۸۷	بائیسویں حدیث	۳۶۶	۳۵۲	بارھویں حدیث	۳۴۸
۳۸۹	تیسویں حدیث	۳۶۷	۳۵۳	مزدوری انتباہ - فریق مخالفت کا مغالطہ	۳۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۶۸	اجمیری فلسفہ	۳۹۰	۳۸۲	چھبیسویں حدیث	۴۱۲
۳۶۹	اور اس کا جواب	"	۳۸۳	فریقِ مخالفت کا جواب	۴۱۳
۳۷۰	چوبیسویں حدیث	۳۹۱	"	اور اس کا رد	"
۳۷۱	مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف	۳۹۳	۳۸۴	غیر نافذ علوم کی نشاندہی	۴۱۴
"	اور اس کا جواب	"	۳۸۵	مرفوع حدیث - شاہ عبد الغنی	"
۳۷۲	پچیسویں حدیث	۳۹۴	"	اور خطابی سے	"
۳۷۳	یہ حدیث متواتر ہے	۳۹۷	۳۸۶	امام نوویؒ، ماتریدیؒ، ابن حجرؒ	۴۱۵
۳۷۴	فریقِ مخالفت کی ریکٹ تاویلات	۳۹۸	"	اور ابن خلدونؒ سے	۴۱۶
"	اور ان کے جوابات	"	۳۸۷	ملا علی بن القادیؒ، مولانا عبد الحمیدؒ، شاہ	۴۱۶
۳۷۵	عرضِ اعمال کی حدیث سے استدلال	۳۹۹	"	ولی اللہؒ، انوار صاحبؒ اور ابن خلدونؒ	۴۱۷
"	اور اس کا جواب	"	۳۸۸	امام غزالیؒ سے	۴۱۷
۳۷۶	عُرُضَت عَلٰی اَجْوَدِ اُمَمٍ کا مطلب	۴۰۳	۳۸۹	حضرت امام مالکؒ سے	۴۱۸
۳۷۷	تفصیلی طور پر عرضِ اعمالِ شیعہ کا	۴۰۴	۳۹۰	علم نسب کی ایک قسم بھی ایسی ہی ہے	۴۱۹
"	معتقدہ ہے	"	۳۹۱	ضروری تینہ	۴۲۰
۳۷۸	اما شعرت سے اثباتِ علم عجیب	۴۰۷	"	بابِ ہشتم	۴۲۱
"	حماقت ہے۔	"	۳۹۲	تکثیر و عدم تکثیر کا معیار - اہل قبلہ	۴۲۲
۳۷۹	یہ جملہ دلائل بولا جاتا ہے جہاں مخاطب	۴۰۷	"	کا مفہوم اور فقہاء کرامؒ کی احتیاط وغیرہ	"
"	کو پہلے علم نہ ہو	"	۳۹۳	عتاد میں غلطی	۴۲۳
۳۸۰	مفتی احمد یار خاں صاحب کی تاویل	۴۰۸	۳۹۴	فروع میں خطا اجتہادی	۴۲۳
"	باطل کا جواب	"	"	قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔	"
۳۸۱	مولوی محمد عمر صاحب کی تاویلِ باطل	۴۱۰	۳۹۵	اصول میں ضرورتِ قابلِ مواخذہ ہے	۴۲۳
"	کا جواب	"	"	علامہ ترمذیؒ اور حاکم الدینؒ وغیرہ سے	"

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳۲	مراد الہی کے سمجھنے سے موانع؟	۴۰۹	۴۲۳	ملا علی بن القاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ	۳۹۶
"	شعرانیؒ اور سیوطیؒ سے		۴۲۴	شعرانیؒ اور سیوطیؒ سے	
۴۳۳	اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟	۴۱۰	۴۲۴	ملا علی بن القاریؒ اور شاہ ولی اللہؒ	۳۹۷
۴۳۳	ملا علی بن القاریؒ، علامہ عبدالعزیزؒ،	۴۱۱	"	اور قطعیات کا انکار ہے	
۴۳۴	دوانیؒ، ابن حجرؒ اور طبریؒ سے		۴۲۵	امام محمدؒ، ابن ہمامؒ، ابوالبتاہؒ	۳۹۸
۴۳۵	احتیاط فقہاء کرامؒ	۴۱۲	"	شعرانیؒ اور سخاویؒ سے	
۴۳۵	اگر ایک کلمہ میں کسی پہلو کفر کے اور صفت	۴۱۳	۴۲۵	اور قاضی عبداللہ بنؒ، ابن حزمؒ اور	۳۹۹
"	ایک اسلام کا ہوتے ہی تکفیر نہ ہوگی		۴۲۶	ابن عابدینؒ سے	
۴۳۵	ابن نجیمؒ، عالمگیریؒ، ملا علی بن القاریؒ	۴۱۴	۴۲۶	وزیر میانیؒ، ابن دقیق العیدؒ	۴۰۰
۴۳۶	اور خود خالص صاحب سے		۴۲۷	قاضی عیاضؒ اور حمویؒ وغیرہ سے	
۴۳۷	آنحضرتؐ کی اتنی ترین توفیق بھی	۴۱۵	۴۲۷	تفتازانیؒ، مجد الدلت ثانیؒ	۴۰۱
۴۳۷	کفر ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے		"	خفاجیؒ اور ملا علی بن القاریؒ سے	
۴۳۷	قاضی عیاضؒ، تحفہ شرح منہاج	۴۱۶	۴۲۸	اور شاہ عبدالعزیزؒ سے	۴۰۲
"	اور ملا علی بن القاریؒ سے		۴۲۹	کیا ضروریات دین میں تاویل کفر سے	۴۰۳
۴۳۸	قاضی خاںؒ اور ابن تیمیہؒ سے	۴۱۷	"	بچا سکتی ہے؟	
"	خفاجیؒ اور امام مالکؒ سے	۴۱۸	۴۲۹	ہرگز نہیں۔ خیالیؒ اور عبدالحمیمؒ	۴۰۴
۴۴۰	فقہاء کرامؒ کا تقوق	۴۱۹	۴۲۹	ابن عربیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور	۴۰۵
۴۴۱	اور پھر خصوصیت سے اخافؒ کا	۴۲۰	"	وزیر میانیؒ	
۴۴۲	مسئلہ علم غیب، قاضی خاںؒ	۴۲۱	۴۳۰	حضرت اور شاہ صاحبؒ	۴۰۶
"	دولالہؒ اور ابن نجیمؒ سے		"	مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ	۴۰۷
۴۴۳	عالمگیریؒ، ابن ہمامؒ اور	۴۲۲	۴۳۱	اہل بدعت کے دلائل کا معیار؟	۴۰۸
"	اور ملا علی بن القاریؒ سے		"	سیوطیؒ سے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵۵	تفتازانیؒ اور ابن نجیمؒ سے	۴۴۴	۴۴۳	جوہر اخلاطی اور صاحب دلیہ سے	۴۴۳
۴۵۵	کاہن کی تصدیق بھی کفر ہے	۴۴۴	۴۴۴	اور دیگر متعدد فقہائے کرامؒ سے	۴۴۴
"	نسفیؒ سے	۴۴۶	۴۴۵	یہ عبارات اور فریقِ مخالفت	۴۴۵
۴۵۶	علماء قیروان نے مدعیانِ علمِ غیب	۴۳۸	"	کے اعتراضات	"
"	کی تکفیر کی تھی	۴۴۶	۴۴۶	پہلا اعتراض اور اس کا جواب	۴۴۶
۴۵۶	علماء دیوبند اور مسئلہ علمِ غیب	۴۳۹	۴۴۷	دوسرا " " "	۴۴۷
۴۶۲	اور خصوصاً حضرت گنگوہیؒ	۴۴۸	۴۴۸	تیسرا " " "	۴۴۸
۴۶۳	بابِ نہم	۴۴۹	۴۴۹	اہل قبلہ کی معاصی کی وجہ سے	۴۴۹
۴۶۳	فریقِ مخالفت کے قرآن سے	"	"	تکفیر نہیں کی جاسکتی	"
"	استدلالات	"	"	امامِ عظیمؒ طحاویؒ، ملا	"
"	دلیلِ اول	۴۴۰	"	علی بن القاریؒ اور ابن تیمیہؒ سے	"
۴۶۴	اور اس کا مفصل جواب	۴۴۱	۴۵۰	چوتھا اعتراض اور اس کا جواب	۴۵۰
۴۶۷	لفظِ کل استغراق میں	۴۴۲	۴۵۱	پانچواں " " "	۴۵۱
"	نصِ قطعی نہیں ہے	۴۴۳	۴۵۳	فریقِ مخالفت سے مطالبہ	۴۵۳
۴۷۲	تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ سَيِّئًا مِمَّا يَكُونُ	۴۴۳	۴۵۴	عامِ مشائخ سے متعلق علمِ غیب	۴۵۴
۴۷۳	بغویؒ، نسفیؒ، ابنِ صفیؒ	۴۴۴	"	اور حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا	"
"	اور خازنؒ سے	"	"	بھی کفر ہے	"
۴۷۳	بیضاویؒ - جلال الدینؒ	۴۴۵	۴۵۴	برازیلیہ البحر الرائق اور	۴۵۴
۴۷۴	رازیؒ اور ابنِ کثیرؒ سے	"	"	مجموعہ فتوئوں سے	"
۴۷۴	اور علامہ آلوسیؒ سے	۴۴۶	۴۵۵	اپنے لیے اعدادِ علمِ غیب بھی کفر	۴۵۵
۴۷۶	اسرارِ ذات اور غیوبِ مختصہ بالبدی	۴۴۷	"	ہے امامِ محمدؒ سے	"
"	کو کوئی نہیں جانتا	۴۴۸	۴۵۵	اور قاضی خاںؒ، صدر الدینؒ	۴۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۴۸	خانصاحب کی مطلب پرستی	۴۴۷	۴۶۵	يُظْهِرُكَ الْغَيْبُ	۴۹۳
۴۴۹	حضرت عطاء اللہ اور حضرت ابن مسعودؓ کا	۴۴۷	۴۶۶	دلیل چہارم	۴۹۴
	قرن تفسیر میں پایہ	۴۴۸	"	مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ	"
۴۵۰	دیگر مقامات پر تفصیلاً کُلِّ شَيْءٍ کی	۴۴۹	۴۶۷	اور اس کا جواب	۴۹۴
	مستعد مفسرین کرام سے تفسیر	"	۴۶۸	اس کی تفسیر شاہ عبدالعزیزؒ،	۴۹۵
۴۵۱	لطیفہ	۴۸۲	"	حقانیؒ، بغویؒ اور ابن کثیرؒ سے	"
۴۵۲	دلیل دوم	۴۸۲	۴۶۹	غازیؒ، ابوطاہرؒ، نسفیؒ اور	۴۹۶
	قیاس بر علیہ آدم علیہ السلام	۴۸۳	"	جلال الدینؒ سے	"
۴۵۳	اور اس کا جواب	"	۴۷۰	قاضی ثناء اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ سے	۴۹۶
۴۵۴	وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَيَاتِ کی تفسیر غازیؒ سے	۴۸۴	۴۷۱	بطلین کی قرأت پہی متواتر اور اس	۴۹۷
۴۵۵	بغویؒ، ابوطاہرؒ، اور ابن کثیرؒ سے	۴۸۵	"	کا معنی بھی صحیح ہے اور اس کی تفسیر	"
۴۵۶	نسفیؒ سے	۴۸۵	"	ابن کثیرؒ، ابوطاہرؒ، نسفیؒ، بیضاویؒ	"
۴۵۷	محمد مجیدؒ سے	۴۸۶	"	اور خازنؒ سے	"
۴۵۸	خود خانصاحب کی نقل کردہ تفسیر سے	۴۸۷	۴۷۲	دلیل پنجم	۴۹۸
۴۵۹	مفتی احمد رضا خاں صاحب کی جہالت	۴۸۷	"	بِسْمَاكَ اللَّهُ الْآيَةُ	"
۴۶۰	دلیل سوم	۴۸۸	۴۷۳	اور اس کا جواب	۴۹۹
۴۶۱	اور اس کا جواب	۴۸۹	۴۷۴	اس کی تفسیر بیضاویؒ، خازنؒ	۵۰۰
۴۶۲	مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء	۴۹۰	"	اور بغویؒ سے	"
۴۶۳	فَلَا يُظْهِرُكَ الْغَيْبُ الْآيَةُ	۴۹۰	۴۷۵	ابن صفیؒ اور قاضی ثناء اللہؒ سے	۵۰۰
	کی تفسیر بیضاویؒ - نسفیؒ	۴۹۱	۴۷۶	الغیب سے کیا مراد ہے؟	"
	ابوطاہرؒ اور خازنؒ سے	"	۴۷۷	الف و لام اصل میں عدد کے لیے ہے	۵۰۱
۴۶۴	عزیزیؒ، روح البیانیؒ اور صادیؒ سے	۴۹۲	"	تفسیر حقانیؒ، ابن رقیؒ الحیدرؒ سے	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۷۸	اور عبد الحکیم سے	۵۰۱	۴۹۵	اور فعلیت ما فی السموات (الحديث)	۵۱۶
۴۷۹	دلیل ششم وَعَلَّمَكَ الْآيَةَ	۵۰۲		سے استدلال	"
۴۸۰	اور اس کا جواب	۵۰۳	۴۹۶	اور اس کا جواب	۵۱۷
۴۸۱	کلمہ ماعوم میں نص قطعی نہیں ہے	۵۰۴	۴۹۷	اہم بخاری، بیہقی، ذہبی اور	۵۱۸
۴۸۲	نسبی اور بید سند سے	۵۰۵		ابن حجر وغیرہ سے اس کی تنقید	"
۴۸۳	آیت کی تفسیر مفسرین کرام سے	۵۰۶	۴۹۸	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے اس کی تشریح	"
۴۸۴	دلیل ہفتم اور اس کا جواب	۵۰۶	۴۹۹	در مشور کا حوالہ	۵۲۰
۴۸۵	" ہشتم . . . "	۵۰۷	۵۰۰	فصل الخطاب	۵۲۱
۴۸۶	باب دہم	۵۰۹	۵۰۱	چھٹی حدیث مایحک طائر الحدیث	۵۲۲
۴۸۷	پہلی اور دوسری حدیث	۵۰۹	۵۰۲	اور اس کا جواب	۵۲۳
۴۸۸	تیسری اور چوتھی حدیث	۵۱۰	۵۰۳	ساتویں حدیث مَن ابی الحدیث	۵۲۴
۴۸۹	اور ان کا جواب	۵۱۱	۵۰۴	اور اس کا جواب	۵۲۵
۴۹۰	حضرت حذیفہ کی روایت کی تشریح	"	۵۰۵	مفتی احمد یار خاں صاحب کا ایک استدلال	۵۲۶
۴۹۱	" عشر . . . "	۵۱۴		اور اس کا جواب	"
۴۹۲	لفظ اجمعین کی تشریح	۵۱۵	۵۰۶	آٹھویں حدیث اور اس کا جواب	۵۲۷
۴۹۳	حدیث مذکور کی حضرت شیخ	۵۱۶	۵۰۷	نویں حدیث اور اس کا جواب	۵۲۸
	عبد الحمزہ سے تشریح	"	۵۰۸	دسویں حدیث	۵۲۹
۴۹۴	پانچویں حدیث فقہی لی کل شیئ (الحديث)	"	۵۰۹	اور اس کا جواب	"

انتساب

ہر متواتر کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تالیف کو کسی استاد اور بزرگ یا کسی اور محترم ہستی کی طرف منسوب کیا کرتا ہے۔ یہ ناچیز اپنی اس کتاب کا انتساب حضرت مولانا سید قاری، حافظ مفتی محمود الحسن صاحب (فاضل دیوبند اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ کے غلیظہ) کی طرف کرتا ہے جن کو ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء کو لورالائی (کوئٹہ) میں رمضان مبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بدبخت ازلی اور شقی القلب نے محض اس لیے خنجر سے شہید کر دیا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس کے بغیر اور کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس کے برعکس قاتل کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی غیب دان اور عالم الغیب تھے۔ اور اس معاملے نے ایسا طویل پچڑا جو بالآخر مولانا مرحوم کی شہادت پر منتج ہوا۔ (اخبار نوائے وقت ۱۲ مئی، الاعتصام کوئٹہ اور طلوع اسلام جون ۱۹۵۷ء وغیرہ اخبارات میں یہ اندوہناک واقعہ مذکور ہے) جس پر گویا مرحوم کی قبر کا ایک ایک ذرہ زبانِ حال قاتل کو پکار پکار یہ کہہ رہا ہے کہ

قریب ہے یار روزِ عشر، چمے گامِ شتوں کا خون کیونکر
جو چپ ہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

یوم النہس ۱۶ محرم الحرام
۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء

احقر الناس ابوالزہاد گلشن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي
صِفَاتِهِ وَلَا فِي أَعْمَالِهِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا يَغُوبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي
السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وَهُوَ
مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَلَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ
عَلَى رَسُولِهِ وَنَبِيِّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَمُصَاحِبِ قَابِ قَوْسَيْنِ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الَّذِي
بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِتَعْلِيمِهِ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ (وَهِيَ السُّنَّةُ بِاتِّفَاقِ السَّلَفِ) مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى
وَأَحْمَدَ الْمُجْتَبَى الَّذِي نَفَى عَنْ نَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ نِسْبَةَ عِلْمِ الْغَيْبِ وَصِفَاتِ الْأُلُوهِيَّةِ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَنْوَالِهِ وَجَمِيعِ أُمَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِتَادِ الَّذِينَ اخْتَقَدُوا وَاقَرُّوا بِإِيَّاهُ
لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ.

أَمَّا بَعْدُ

فَأَقُولُ بِلِسَانِي وَأَعْتَقِدُ بِقَلْبِي وَأَكْتُبُ بِكَلَمِي إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مُتَفَرِّدٌ بِصِفَاتِهِ
الذَّاتِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ وَإِنَّ صِفَةَ عِلْمِ الْغَيْبِ مُخْتَصَّةٌ بِهِ تَعَالَى لَا يَجُوزُ أَنْ يُطْلَقَ
عَلَى غَيْرِهِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَإِنْ كَانَ مَلَكًا مُقَرَّبًا أَوْ نَبِيًّا مُرْسَلًا

سُخنہائے گفتنی

(۱)

دینی اور مذہبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر اختلاف تو ہمیشہ ہی سے بنی نوع انسان میں چلا آ رہا ہے مگر کسی صاحب فہم و دانش پر یہ بات ہرگز محض نہیں ہے کہ جو اختلاف مذہبی اور دینی نقطہ نظر پیدا ہوتا یا پیدا کر لیا جاتا ہے، اس میں اتنی قوت اور طاقت ہوتی ہے جو کسی اور اختلاف میں تصور نہیں کی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب سیاست ہمیشہ سے عوام الناس کو مذہب کے نام پر ابھار کر مذہب کو بطور افیون کے استعمال کر کے اپنی سیاسی برتری اور اقتدار کو حاصل کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں اور تاریخ اسلام کا یہ ایک انتہائی تکلیف دہ باب ہے جس کے پڑھنے سے دل شق ہو جاتا ہے۔ آنکھیں پیم ہو جاتی ہیں، جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے۔ اور دور حاضر میں بھی ایسے لوگوں اور ایسے نظریات کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اطراف عالم میں جس طرف بھی نگاہ دوڑائیے، اس کا بخوبی اندازہ اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرم و آذر کی شراب تو وہی پرانی پتلی آ رہی ہے۔ مگر ہاں بوقت اور لیل کا رنگ ضرور بدلتا رہتا ہے۔ شکار کا طریقہ تو وہی پرانا ہے لیکن بسا اوقات حال نیا تلاش کیا جاتا ہے۔ بقول شخصہ:

نیا جال لائے پرانے شکلی

بلاشبک سیاسی زندگی سے تعلق بھی ایک ناگزیر امر ہے مگر مفید سیاست تو وہی ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی پر خوشگوار اثر ڈال کر اسے امن و چین کی دولت سے مالا مال کر دے اور انسانی قدیں اس قدر اُجاگر ہو جائیں کہ ہر فرد و بشر ان کو اپنانے کی تڑپ اور ضرورت محسوس کرے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کا بیشتر حصہ ایسا گزر رہا ہے جس میں مسلمانان عالم کی دینی اور سیاسی، اقتصادی اور علمی، معاشی اور معاشرتی زندگی انتہائی خطرہ میں مبتلا تھی۔ کوئی دن اور کوئی رات اُن کو چین اور امن کا نصیب نہیں ہو سکا۔ اور ہر طرف

اور ہر سمت سے نسیم سحری اور ٹھنڈی ہواؤں کے بجائے ظلم و ستم کی آندھیوں اور جبر و استبداد کی گرم ہواؤں نے ان کے نرم و نازک جسموں کو جھلس دیا تھا۔ دیگر دولِ یورپ کی تعدی اور زیادتی کے علاوہ جابرِ برطانیہ کا تسلط برعِ مسکون کے اکثر حصوں پر تھا جس کی قوت و شوکت کا اندازہ مسٹر گلیڈسٹون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ہماری حکومت میں سورج مغرب نہیں ہوتا۔ کہیں رات ہے اور کہیں دن ہے۔ اور نیز منکرانہ لہجہ میں یہ بھی کہا کہ اگر آسمان ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم اس کو اپنی ٹیگنوں کی ٹوکوں پر تھام سکتے ہیں (محفلہ)۔ اس نازک تر دور میں تمام اکنافِ عالم میں جو طغیان و بربریت مسلمانوں پر روا رکھی گئی اس کی مثال دنیا کے ظلم و جور کی داستانوں میں بالکل ناپید ہے اور چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی اور ارق تاریخِ ہزارہ اس کی ادنیٰ مثال بھی نہیں مل سکتی۔ درودِ دل رکھنے والے مسلمان ہر ملک اور ہر خطہٴ ارضی میں برطانیہ اور اس کے ہمنوا اور کاسہ لیسوں کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئے اور غدارانہ قوتوں کے خلاف صدائے حق بلند کرنے میں انہوں نے ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر اپنا مذہبی اور سیاسی فریضہ ادا کیا۔ ان اساطینِ حق و حریت نے اپنی اپنی شعلہ نوائیوں سے ظلم و جور اور استبداد و استعمار کے مضبوط قلعوں میں آگ لگا دی اور جمود و غمول کی راکھ میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے دے کر شعلہ بنائے اور اقوامِ عالم پر یہ واضح کر دیا کہ دولِ یورپ اور علی الخصوص ظالمِ برطانیہ نے کبھی امن و چین کی گھنٹی نہیں بلکہ ہمیشہ جنگ و جدال کا بگل ہی بجایا ہے اور ان حضرات کی نیک مساعی نے نام نہاد تہذیب و امن کے پرچمے اڑا کر فضائے آسمانی میں بکھر دیئے جن کی خانہ ساز تہذیب و امن کا جنازہ زمانہٴ حال میں بیدار اقوام نے پڑھا ہے اور جس کی گور کے نشان اب بھی موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ خلافتِ عثمانیہ کے مردِ پیار اور سخت جان مر فیض پر عالینِ نزع میں برطانیہ کے نمک خوار عنال اور گورکن بڑی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ اس کے گفنِ دفن کی تیاریاں کر رہے تھے اور سادہ لوح مسلمانوں سے دوسخاوت حاصل کرنے کے درپے تھے اور بہت سے قاصر النظر حاجت مند اس کی جھولی میں پڑ بھی گئے تھے۔ آہ سہ پانی پانی کہہ گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

(۲)

ہندوستان کی سرزمین میں دیگر اہلِ دل اور غنیہ مسلمانوں کی طرح اکابرینِ علماء دیوبند شکر اللہ علیہم اور وہ علماء جو ان کے ہمنوا تھے، انگریز کے خلاف ہر قسم کے جہاد میں سب سے پیش پیش تھے اور ان کو نہ

صرف یہ کہ ہندوستان ہی کے مسلمانوں کی جان و مال اور ایمان و عزت کا احساس تھا بلکہ وہ سیاح کی طرح مضطرب دل اور شارح نازک کی مثل بے قرار روح کی بدولت تمام عالم اسلام کے لیے برطانیہ کی حکومت اور اس کی اہلیساں پالیسی کو جو بلا واسطہ اور بالواسطہ مختلف ممالک میں رائج تھی، اشد خطہ سمجھتے تھے۔ وہ مصر و عرب، شام و فلسطین، ایران اور آزاد قبائل وغیرہ وغیرہ تمام اسلامی ممالک میں جابر برطانیہ کے پاؤں کمزور، اس کی استبدادی گرفت کو ڈھیلا اور مسلمانوں کے پاؤں کو مضبوط اور ان کے غور و انکشاف کو مستحکم کرنے کے لیے انتہا خواہشمند تھے۔ اور نہ صرف خواہشمند ہی تھے بلکہ

اس کے لیے اپنی لیاط کے مطابق کوشاں بھی تھے۔ ریشمی دستاویز کی کہانی آخر کیوں پیش آئی تھی؟ -
 شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب (المتوفی ۱۳۲۹ھ) اور شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد صاحب مدنی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب دام محمد کو آخر مالائیں کس نظر پر لکھے سلسلہ تک قید و بند کے لیے مجبور کیا تھا؟ اور حضرت مولانا ابوالحامد محمد بن عبداللہ انصاری (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کو جلا وطن ہو کر کابل میں کیوں رہنا پڑا؟ اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کو زندگی کا بیشتر حصہ جلا وطنی میں گزارنے پر کن حالات نے اگایا تھا؟ اور علما دیوبند و من حذا و ہم کو دور برطانیہ میں کال کوٹھڑیوں میں کن افکار و عزائم نے محسوس کیا تھا؟ جہاد ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کے خلاف پانی پت، سونی پت اور دہلی و سہارنپور وغیرہ کے اطراف و اکناف میں ہتھیاری پر جان رکھ کر کس نے علم جہاد بلند کیا تھا؟ اور زنداں میں محسوس ہو کر سرائے موت کی خبر سن کر کس نے خوشی کے مارے چلا گئیں لگائی تھیں؟ کہاں تک اس درد بھری کہانی اور داستان کا تذکرہ کیا جائے۔ کسی اہل علم اور صاحب ذوق و منصف مزاج تاریخ دان سے یہ تاریخی حقائق کیونکر اوجھل اور مخفی ہو سکتے ہیں؟ اور سینوں اور سینوں سے تاریخ اسلام کے یہ سنہری حروف اور نقوش کیسے مٹ سکتے ہیں؟ جو اپنی تابانی لہروں میں پکار پکار کر یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ جے اک حرف غلط لیک اٹھے بھی تو نقش اپنا بٹاکے اٹھے

(۳)

اس ظلم و عدوان کے دور میں ان اکابر کے لیے اگر ایک طرف برطانیہ کے طوق و سلاسل زنداں اور کال کوٹھڑیاں تیار تھیں اور ہر وقت تختہ دار ان کے شوق ملاقات کے لیے بیتاب نظر آتا تھا، تو

دوسری طرف برطانیہ کے ایما پر بہت سے اغراض و مقاصد اور معنی مصالح کے پیش نظر ہندوستان کے نہ صرف کلمہ پڑھنے والوں بلکہ مفتیوں اور پیروں، مولویوں اور گدھی نشینوں نے ان اکابر پر تکفیر و تفسیق کے تیرہ سائے اور مختلف قسم کے دیگر الزامات لگائے مثلاً یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں، اس کی قدرت کے قابل نہیں ہیں، ناموس رسالت کے دشمن ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے خلاف گستاخیاں کرتے ہیں۔ شیطان کا علم سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ملتے ہیں بچپان کے ساتھ علم میں آپ کی برابری کرتے ہیں، بزرگان دین کی توہین کرتے ہیں، اور اولیائے عظام کی تحقیر کرتے ہیں، عثم نبوت کے منکر ہیں، وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اس لیے یہ لوگ خدا اور رسول کے دشمن و العدا بے دین، زندیق اور مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے اور پھر یہاں تک لکھ دیا کہ بے شک امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرقوں کے حق میں فرمایا ہے کہ عالم کو ان میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ دین میں ان کی مفسرت زیادہ سخت تر ہے۔

(بلغظم حمام الحرمین ص ۱۶) پھر کیا تھا سادہ لوح اور جاہل مسلمانوں کی مجاہدانہ بغا، قولاً وفعلاً و لاً بہر طریق سے ان اکابرین کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا ہوا اور ان کو وہابی اور گلابی وہابی کے بے خطا ہتھیاروں سے صفحہ ہستی سے مٹانے اور صفحہ اسلام سے نکلانے کی از حد کوشش اور کاوش کی گئی مگر مشورہ ہے جس کو خدا رکھے اُس کو کون چکھے۔ وَاللّٰهُ مَيِّتٌ ثُمَّ نُوَدُّهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۱۰﴾ بتلایے کیا حال ہو گا امت مسلمہ کی کشتی کے اُس طلاح اور ناخدا کا جو موجوں کے اندرونی اور بیرونی تھپیڑوں کا مقابلہ کرتا رہا اور بڑی کم ہمتی، ہستی اور کاہلی کو قریب بھی نہ آنے دیا۔ مگر تھا تو وہ آخر انسان ہی، اس لیے یہ کہنے پر بھی مجبور ہوا کہ: ہ

جملے مری کشتی پہ کیا کرتے ہیں طوفاں دریا کی طرف سے کبھی ساحل کی طرف سے
بانیان دارالعلوم ہند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے دین اسلام کی بقا اور احیاء کے لیے جس لگن و اخلص اور ہمت و ایثار کے پیش نظر جو مرکز علوم اسلامیہ قائم کیا تھا (جو تادم تحریر باحسن وجہ قائم ہے و غلہ اللہ تعالیٰ الی قیام الساعۃ) اس سے سالانہ سینکڑوں شعلہ بیان اور روشن ضمیر عالم تیار ہو کر

علہ ان اصولی اعتراضات کے جوابات میں راقم کی تادم تالیف عبارات اکابر پہلا صہ طبع ہو چکی ہے۔

ممالک اسلامیہ میں تقریر و تحریر، تدریس و خطابت، ذکر و فکر اور تالیف و تصنیف وغیرہ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ کر رہے ہیں جو اپنی خوش بیانی اور حرج کردار اور تبلیغ کے ذریعہ سینکڑوں کے اسلام لانے کا سبب بنے ہیں اور جو برطانیہ کے لیے مصیبت عظمیٰ اور درد و سر پہنچے جنہوں نے ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی اور ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے اسلاف کے بہترین نمونوں پر قائم رہ کر طوفانِ حوادث کو یوں خطاب کیا کہ

ہم کو طوفانِ حوادث کیا ڈرانے کا حیدر جب ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھا کرتے

ان اکابر کی بے لوث خدمت، اولوالعزمی اور تمام کارکردگی حکومتِ برطانیہ کے سامنے تھی۔

اس نے ابنِ پر جو مظالم بلا واسطہ دھلتے، ان کا کوکنا ہی کیا ہے، مگر جو الجھنیں ان کے لیے ابنائے وطن نے لبادۂ اسلام اڑھ کر پیدا کیں، وہ زہرہ گداز ہیں۔ کسی نے تو جہاد کی منسوخت کا باطل دعوے کیا اور ختمِ نبوت پر کاری ضرب لگا کر قصیر ختمِ نبوت کو مترزل کرنا چاہا اور کسی نے ہندوستان کو دارالسلام قرار دے کر برطانیہ کو بلا واسطہ عادل اور منصف حکمران بنا کر اُس کے مخالفوں کو قابلِ گردن زدنی اور قابلِ ہدف قرار دیا اور اپنی ساری ناکام اور بے مُراد زندگی ہی اکابرینِ علماء دیوبند و من مصادوہم کے خلاف زہر اگلنے میں صرف کردی اور پیدل مسائل میں ان کی تکفیر و تفسیق کی گئی بلکہ علماءِ حرمین شریفین کو مغالطہ دے کر ان کی تکفیر کرائی گئی حتیٰ کہ زمانے نے پانسہ بدلا اور حالات نے پٹا کھایا اور سچ اور جھوٹ اصل و نقل اور بے لوث خدمت اور طمع و لالچ کی حقیقت آشکارا ہوئی اور ہر صاحبِ ذوق پر صداقت منکشف ہوئی۔ آخر یہ ہرزہ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف

(۴)

ان تمام مخالفین میں مولوی احمد رضا خاں صاحبِ بریلی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) پیش پیش تھے چنانچہ انہوں نے اپنی متعدد کتابوں میں ان اکابر کے خلاف صریح کفر کے فتوے صادر کئے ہیں۔ ہم ہر دست ان کے صرف دو ہی حوالے درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

”رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے متقدمین و متبعین و پیروان و مدح خواں باطنی علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے، ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔“
(عرفانِ شریعت حصہ دوم ص ۲۹)

اور نیز لکھتے ہیں کہ کیا علماء کرام حرمین شریفین کے مہسوط و مفصل فتاویٰ مبارکہ حسام الحرمین علی امیر الکفر والمین کے بعد کسی اور تفصیل کی ضرورت ہے اس میں نانا تووی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ جِوَان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے (عرفان شریعت حصہ اول ص ۲۷)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ) عالم جذب و جنوں میں بزرگم خود یہ ثابت کر کے کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل (المتوفی ۱۳۵۱ھ) کو سکھوں نے نہیں بلکہ سرحد کے پٹھانوں نے قتل کیا تھا یہ لکھتے کہ ان کے معتقدین دو گروہ ہیں غیر معتقدین و ہابی اور دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا نماز روزہ میں ہماری طرح سنے آئے ان کو کہتے ہیں گلابی و ہابی یا دیوبندی (الحمد للہ کہ غائبی مُشرک تو نہیں کہتے۔ صغیر بھلا میرے آقا و مولیٰ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وَاِلٰی سَعْدِ قُرْنِ الشَّيْطَانِ یعنی شیطان کا گروہ نکلے گا، اُردو میں قُرْنُ الشَّيْطَانِ کا ترجمہ ہے دیوبند (ملفوظہ ج ۱۰ ص ۱۵۷)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر معتقدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں (ملفوظہ ج ۱۰ ص ۱۵۷) شاید اس لیے کہ ان کے علم و تقویٰ، امانت و دیانت، امتانت اور سنجیدگی اور مستحکم اور مضبوط دلائل کے سیلاب میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت کی خود تراشیدہ دلیلوں کی کاغذی کشتیاں بہ جاتی ہیں، ضرور خطرہ ہونا چاہیے اور غم و حزن اور خوف نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے کیونکہ جس سمت نگاہ اٹھی اک حشر بپا دیکھا جو شکل نظر آتی غمگین نظر آتی

لے مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرن الشیطان کے مضمون کی جملہ حدیثیں مرت و رجال عین اور اس کے جہلوں سے متعلق ہیں مولانا الطحان ص ۶۸ کی روایت میں ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یخرج الدجال من ہا هنا و اشار نحو المشرق کہ دجال مشرق کی طرف نکلے گا یہ روایت مستدرک ج ۲ ص ۵۲۹ میں بھی ہے امام حاکم اور علامہ ذہبی و وفی فرماتے ہیں کہ صحیح ہے۔ راقم الحروف اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔ قرن الشیطان کے معنی ہیں شیطان کا سینک اور شیطان کا معاصر وغیرہ اور دنیا جانتی ہے کہ شیطان کا سینک کون ہے؟ مگر انہوں نے بریلوں کی سمجھ ہی الٹی ہے مشہور معاورہ ہے۔ انا بانس بریلی کو۔

اور پھر آگے دیوبندیوں پر مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اور ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاصکر اہل حریم پر ہی ہوئے" (بلغلہ جلد الحقی ص ۱۷)۔ مفتی صاحب! ذرا انصاف اور خوفِ خدا کو ملحوظ رکھ کر اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ تو فرمائیے کہ دورِ برطانیہ میں ترکوں اور مصریوں عربوں اور شامیوں افغانوں اور آزاد قبائل کے مسلمانوں پر کس گروہ کے مولویوں اور پیروں اور گدی نشینوں کے مریدان باصفان مظلوموں پر گولیاں برسائے، ان کے سینوں کو چھلنی کرنے ان کی عورتوں کو بیوہ کرنے اور ان کے بچوں کو یتیم کرنے اور ان کی ماؤں کے قیمتی محل چھیننے کے لیے بھرتی ہوئے تھے؟ مفتی صاحب! جنگِ عظیم میں بغداد شریف پر (بزرگ خود گیارہویں والے کے روضہ پر) کس کے مریدوں نے بھرتی ہو کر حملہ کیا تھا؟ ذرا علامہ کبیر اور مجاہد وقت امیر شکیب ارسلان کی کتاب اسبابِ زوالِ امت ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ ان مقامات مقدسہ پر حملہ آور کس فرقے سے متعلق تھے؟ اور مدینہ طیبہ میں روضہ اقدس پر کس نے گولیاں برسائی تھیں؟ اور مکہ مکرمہ پر کس گروہ نے بمباری کی تھی؟ اور سلطان عبدالحمید خان ترکی مرحوم کی بہو کو حرمِ کعبہ کے گرد سر کے بالوں سے پکڑ کر بس نے گھسیٹا تھا۔ اور اس کے برعکس برطانیہ نے شریفِ مکہ کے توسط سے ترکوں کے خلاف جنگ کرنے کے جواز پر کس سے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تھا اور کس نے اس کا انکار کر کے سالہا سال تک مالٹا میں اسیری کی زندگی بسر کی تھی؟ اور کس کو مالٹا کے زندان میں گھر کی سی لذت محسوس ہوتی تھی؟ جنہوں نے شاید بزبانِ حال یہ بھی کہا ہو کہ:۔

نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے قفص میں بہنے والوں کو خیالِ آشیال کیوں ہو؟
مفتی صاحب! آپ کو تاریخِ عالم سے بھی کچھ اُنس اور لگاؤ ہے؟ آپ نے کس سادگی اور دہل سے یہ کہہ دیا ہے کہ ان (دیوبندیوں) کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاصکر اہل حریم پر ہی ہوئے مفتی صاحب! اس غلط بیانی اور افتراءِ آفرینی سے شاید آپ نے ناخواندہ خواری تو مطمئن ہو جائیں۔ مگر تاریخِ عالم سے ادنیٰ ترین تعلق اور مس رکھنے والے اس دروغگوئی سے کیونکر؟ کیسے؟ اور کب متاثر ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً اس طائفہ منصورہ اور ظاہرین علی الحق گروہ کے خلاف جن کی عزیز زندگیاں ہی اسلام کی والہانہ کلفت اور عقیدت میں مسلمانانِ عالم کی خیر خواہی اور ہمدردی میں اور برطانیہ کے خلاف تختہ دار سے لے کر اسیری تک کے مظالم میں گزری ہیں اور جو آخر تک سب بائگ دہل یہ کہتے رہے کہ۔

بخا کی تیغ سے گردن و فاشعاروں کی کٹی نہ ہے برسرِ میدانِ مگر جھگی تو نہیں

جہاں اور بہت سے مسائل میں ان اکابر کی تکفیر اور پُر زور تردید کی گئی ہے ان میں ایک مسئلہ علم غیب بھی ہے جو اس پیش نظر کتاب کا موضوع و مبحث ہے۔ قرآن کریم، صحیح اماریت، حضرات صحابہ کرام، ائمہ اسلام اور بزرگان دین اور اکابرین علماء دیوبند کا مسئلہ علم غیب کے متعلق کیا بیان اور عقیدہ ہے؟ یہ تو اس کتاب کے مختلف ابواب سے انشاء اللہ العزیز علی وجہ الاتم ظاہر ہوگا۔ سر دست فریق مخالف کا نظریہ خود ان کی اپنی عبارات میں ملاحظہ کر لیجئے تاکہ آپ پر بھی یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اس نازک ترین دور میں جس میں لوگ اسلام ہی کو سلام کہہ رہے ہیں یہ ضخیم کتاب کیوں لکھی گئی ہے؟ اور اس کے لکھنے کا داعیہ کیا پیش آیا ہے۔ چنانچہ کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات !

(۱) قائد فریق مخالف مولوی احمد رضا خاں بریلی قرآن کریم کی ایک آیت سے بشمول اثر و شان نزول از حضرت مجاہدؒ (کہ اگر کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی الخ ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۵۸ اور منشور ج ۳ ص ۲۵۵ وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے مگر فریق مخالف نے اس کی سند اور سند کا حال نہیں بتلایا، اور بتلانا بھی بھلا وہ کیسے؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے! باقی رہا اونٹنی کا واقعہ اور حضرت مجاہدؒ کے اقوال کی تشریح، تو یہ اپنے مقام پر عرض کی جائے گی انشاء اللہ العزیز) یہ حکم کشید کرتے ہیں کہ یہاں اللہ عز و جل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے الخ (بلغظم خالص الاعتقاد ص ۸) اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ مگر غیبات کا مطلق علم تفصیل بعطلے الی ضرورتاً تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔ بلغظم (احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۶۵)

(۲) اسی سابق مسئلہ پر بنیاد رکھتے ہوئے مولوی سلطان محمود صاحب پیلوی (ضلع میانوالی) لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کو کافر فرمایا ہے، اگرچہ کلمہ شریف پڑھتا ہو الخ (بلغظم نجم الرحمن ص ۸) نیز لکھتے ہیں کہ: اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے (کون سے اہل سنت والجماعت؟ اور ثبوت و اتفاق کہاں؟ یہ تو اس کتاب سے روشن ہوگا، انشاء اللہ العزیز صفحہ ۱۰۸) اور اعتقاد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ آقائے نامدار سید البرار احمد غفرلہ ختم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ و عم نوالہ نے اپنے فضل و کرم سے اولین و آخرین

و علم ماکان و مایکون و علم مافی السموات و مافی الارض عطا فرمایا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا مؤمن ہے ۔
 رُکب اور کیسا؟ مفصل بحث آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ (صفحہ ۱) اور جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے ۔ (۱) (بلفظہ بحم الرحمن ص ۵۷) نیز وہ لکھتے ہیں کہ : پس انکار علم غیب نبی کا عین انکار نبی کا ہے ۔ پس وہابی لوگ نبی کے منکر ہیں ۔ (بلفظہ بحم الرحمن ص ۵۷)

(۳) مولوی امام الدین صاحب کو ملی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ) مذکور متدل کی بنا پر لکھتے ہیں کہ : ”مسلمان ہو کر تم یہ بات کہنے سے کہ محمد غیب کیا جانیں کافر ہو گئے“ (الماشیۃ لغیرۃ الحق ص ۱۲) اور پھر متعدد پنجابی کے اشعار میں اس کو بیان کر کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

غیبی علم نبی نول ہیسی ثابت ہو گیا بھائی جیٹرا اوسنوں متے ناہیں کافر شک نہ کائی
 (۴) مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی (ضلع گوجرانوالہ) لکھتے ہیں کہ : ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صفت علم غیب باتفاق اہل حق (بزرگم خدا، صفحہ ۱) بنص قطعی قرآن ثابت ہے اور منکر منصوص کذب نص قرآن کافر ہے“ (بلفظہ علم حقیقت)

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ : ”اے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دیوبندی وہابی کی اقتداء میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنالینا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ماکان و مایکون یعنی اگلا پچھلا جنیں در نہ یاد رکھو کھلی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا ہے گا ۔ جو پھر ہاتھ نہ آئے گا ۔ آپ کی سفارش سے بھی محروم رہو گے اور وہ تو اس عقیدے پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر علی الاعلان ماکان و مایکون کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھا دیں ۔ (رکس دلیل سے ۔ صفحہ ۱) اور تم سرے سے آپ کی ذات عالمہ کو اس سے بے خبر کہہ دو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قعر دیوبندی میں ہی رکھے تاکہ دوسرے سادہ لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو قہر و جہنم میں نہ لے جاوے“ انتہی بلفظہ (مقیاس حقیقت ص ۶۵)

شیعہ حضرات کی مستند کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ماکان و مایکون کا علم مرحمت ہو چکا تھا ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسری بہ لم یہبط حتی اعلمہ اللہ جل ذکرا علمہ ماکان و مایکون ۔ (اصول کافی مع الصافی ج ۱ ص ۱۰۷) (الحجۃ ص ۲۱)
 (۶) کہ حسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ اس وقت تک شیخہ تشریف نہیں لائے ۔

جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہ عطا فرمادیا۔ اور اس کی شرح میں علامہ خلیل قزوینی مشہور شیعی عالم لکھتے ہیں کہ: ”بدرستیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ چوں بردہ شدہ در شب از مسجد الحرام بسوی مسجد قصے و از آنجا باسمان فرود نیامده تا وقتیکہ اعلام کرد اور ا۔ اللہ جل ذکرہ ہرچہ تحقیق شدہ و ہرچہ خواہ شدہ“ (القافی صفحہ اول جز سوم ص ۲۱ طبع نو کشور)

مگر فریقِ مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم غیب کب حاصل ہوا تھا؟ اس سے متعلق بھی ان کے دو حوالے سن لیجئے تاکہ کسی کے دل میں ارمان نہ رہے۔

(۱) مولوی محمد صالح صاحب میترانوالی (ضلع سیالکوٹ) لکھتے ہیں کہ: ”عجائب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں ان دونوں مال کے پیٹ میں تھا الیٰ ان قال اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابتدائے خلق سے علم غیب حاصل ہے لوح محفوظ ان کے روبرو لکھی گئی

آپ کو شکمِ مادر میں ہی علم غیب حاصل تھا“ (علم غیب رسول ص ۲)

(۲) اور مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے مفتیانہ لہجہ میں تحقیق و تدقیق کے جو دریا بہائے ہیں وہ ان تمام سے الزکھے اور نزلے ہیں اور اس قابل ہیں کہ کسی عجائب گھر میں آویزاں کئے جائیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے (اللہ تعالیٰ تو ارشاد فرماتا ہے۔ مَا كُنْتُ تَذَرِي مَا الْكِتَابُ الْاٰیٰتِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن کو پہلے نہیں جانتے تھے۔ صفحہ ۱) اسی لیے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے غارِ حراء میں پہلی بار اگر عرض کیا اِقْرَأْ پڑھئے یہ نہ عرض کیا فلاں آیت پڑھئے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو (سبحان اللہ اگر کسی بچہ سے عہدِ طفولیت میں یہ کہا جائے کہ پڑھو تو وہ اس سے قبل سب کچھ جانتا ہی ہوگا؟ صفحہ ۲) حضور علیہ السلام نے فرمایا اَنَا بِقَارِئٍ میں نہیں پڑھنے والا، یعنی میں تو پڑھانے

علم امام الصابونیؒ لکھتے ہیں کہ غریب سنداً و ملتزماً روایت سنداً و ملتزماً روایت کے لحاظ سے غریب ہے اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اسی سند میں احمد بن ابراہیم جبلیؒ راوی مجمل ہے لہذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں (دلائل البتوۃ بیہقی ج ۲) اور معنوی طبرسیؒ اس پر کلام کیا گیا ہے (دیجئے سیر النبیؐ ج ۲) از میدانِ مذہبی مرحوم۔ اس پر سر پار روایت شیخ ماوریں علم غیب ثابت ہو رہا ہے! افوا اسفا!!

والا ہوں۔ پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں (مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسی حدیث کے بعض طرق میں آتا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اِقْرَأْ اَوْ اَنْصُرْتَ صَلى اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، كَيْفَ اَقْرَأُ؟ میں کس طرح پڑھوں؟ اور ایک روایت میں یوں آتا ہے مَاذَا اَقْرَأُ؟ میں کیا پڑھوں؟ اور علماء اسلام نے تین دفعہ کے تکرار کا یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ پہلی مرتبہ کا فرمانا اقتناع قرأت اور دوسری دفعہ کا کتنا اخبار یعنی المحض اور تیسری بار کا ارشاد استغناء پر محمول ہے دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۷ وغیرہ) لوح محفوظ میں قرآن ہے اور لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ (واہ مے مفتی صاحب سبحان اللہ! صفدر) لہذا ماننا کہ گنا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف تھے الی ان قلل حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی دلیل؟ مگر یہ نہ پوچھتے۔ صفدر) حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں مال کا دودھ نہ پیا، یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ (بلفظہ جاد الحق ص ۱۳) سبحان اللہ! مشہور محاورہ کے پیش نظر آدم بربر مطلب، مفتی صاحب، صاحب قرآن اور معصوم مہتمی صلوات اللہ علیہ وعلیہ وسلم سے ایک ہی جست لگا کر گیارہویں شریعت والے کی طرف چلے گئے ہیں اور بے سرو پا کہانی سے ان کی یہ منقبت اور فضیلت ثابت کی جا رہی ہے کہ غوث پاک نے ماہ رمضان کا دودھ نہ پیا یہ بھی حکم قرآنی ہے، یہ کس قرآن میں ہے کہ غوث پاک نے رمضان میں مال کا دودھ نہ پیا؟ اور یہ بھی نہ بتایا کہ وہ پیدا کب ہوئے اور وفات کب پائی؟ اور کس آیت قرآن میں یہ حکم ہے کہ شیر غلابہ بھی ماہ رمضان میں اس امر کا مکلف ہوتا ہے کہ مال کا دودھ پھوڑے؟ اور اگر کسی بیماری وغیرہ سے ترک کرے تو یہ حکم قرآن کیسے ہو گیا؟ اور یہ فخران کریم کے کس مقام میں ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر غوث پاک ہیں؟ یہ اور اس قسم کی اور کئی قابل توجہ باتیں مفتی صاحب ہی جانیں کیونکہ مشہور ہے المعنی فی بطن الشاعر۔ ظلمات کبضاً فوقی بعض۔ یہ وہ مفتی صاحب ہیں جو بزعم خویش اور خیال متقدین رہبر کامل مفتی اور صوفی اور واصل باللہ ہیں فوا اسفاد اتم نے عوام الناس کی زبان سے ایسے ہی لوگوں کے بارے کیا ہی خوب کہتا ہے کہ رہزن سے تو مرگام پہ رہتا ہوں میں ہشیار خطرہ ہے مگر رہبر کامل کی طرف سے

علہ حضرت مولانا عبدالحی کھنوی اس باطل نظریہ کی پُر زور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بلاشبہ یہ ایک افتراء ہے جسکی آیات و آئینہ اور احادیث، تواتر تکذیب کرتی ہے (الآثار المتبوعہ فی الاخبار الموضوعہ المنفہ مع امام الکلام ص ۲۶۸)

یہ ہیں وہ حالات جنکی وجہ سے علم غیب متعلق اپنا حقیقہ بیان کرنے اور اس کو دلائل سے برحق اور علم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور
فرقِ مخالف کی طرف پیش کردہ دلائل کا جائزہ بھی قدرے تفصیل سے لیا گیا ہے تاکہ علومِ اناس کے سامنے فریقین کے عبادی اور دلائل
سامنے کیا ہیں اور حق و باطل نمایاں ہو جائے۔ پھر سمجھنے کے بعد جس کا بھی پاس ہے جو راستہ اختیار کرے۔ وَاللّٰهُ يَكْفِيهِمْ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

حق ابھرنا ہی رہا نقش بقابن کے نظیر مٹ گیا آپ ہی حق کو مٹانے والا
یہ بحث تو بیسٹ و تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ العزیز۔ مگر یہاں یہ بات بھی
پیش نظر ہے کہ صرف ذاتی اور عطائی اور بالذات و بالواسطہ کے فرق سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ
کو شریک کرنا نہ شرک سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی طرح سے مستحسن ہے۔ چنانچہ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب
گولڑوی رحمن کی تحقیق پر فریقِ مخالف کو کئی احمق دہرے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”ارے علم رسول بشری یا ملکی را مساوی علم الہی دانستن فقط مد بالذات و بالواسطہ متمیزانگاشتن بعید
است از صواب قال اللہ تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ“ (بما عدا کلمۃ اللہ صلا)
مطلب بالکل واضح ہے کہ فرشتہ اور رسول کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی سمجھ کر صرف یہ فرق
کرنا کہ خدا تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور فرشتہ اور رسول کا علم بالواسطہ اور عطا الہی ہے بالکل غلط اور بعید از
صواب ہے بلکہ یوں فرق ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ماکان و مایکون کو محیط ہے اور رسول بشری وغیر
کا علم اِلَّا بِمَا شَاءَ میں داخل ہے کیونکہ جمیع ماکان و مایکون کے دعوائے سے ایک تو اس آیت کا
خلاف ہوتا ہے اور دوسرا دیگر تفصیل قطعہ کا رد لازم آتا ہے جس میں رسول بشری وغیرہ علم کی نفی
ثابت ہے۔ دیگر فرشتوں کا تو کہنا ہی کیا صرف وہ رسول علی اور فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اعمال
اور اقوال پر عالم اسباب میں محافظ اور نگران بنایا ہے۔ وہ انسان کے متعلق بہت کچھ علم رکھتے ہیں مگر جو علم غیب
خاصہ خداوندی ہے اس سے وہ بھی آگاہ نہیں ہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:-
فَالْمَلِكُ يَعْلَمُ مَا يَحْتَرُّ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ حَسَنَةٍ
وَسَيِّئَةٍ وَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ عِلْمِهِمْ بِالْغَيْبِ الَّذِي
اِخْتَصَّ اللَّهُ بِهِ (شرح حدیث النزول ص ۱۰ طبع اترس)
فرشتہ ان خیالات کو بھی جو انسان میں نیکی اور بدی کے
پیدا ہوتے ہیں جانتا ہے مگر یہ وہ علم غیب نہیں ہے جو اللہ
تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

کیونکہ اس کی ذات کے ساتھ جو علم مختص ہے وہ محیط تفصیلی اور علم جمیع ماکان و مایکون ہے اور اس میں اس کا
کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ماحور فرشتہ کو ایک آدمی کے خیالات کا

علم ہو جانا تمام انسانوں اور جنوں کے دلوں کے راز اور عہد بدلنے کا موجب اور اس کو مستلزم نہیں ہے۔ پھر بخاری وغیرہ کی صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے کہ فجر سے عصر تک جن فرشتوں کی اعمال ضبط کرنے کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہ اور ہوتے ہیں اور عصر سے فجر تک کے اور ہوتے ہیں۔ (معمد بخاری، ص ۱۷۱)

(۷)

بعض اہل علم حضرات بھی دیانہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شرک کی زد سے بچنے کے لیے یہ کافی ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ تمام ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھا، بالذات اور بالاستقلال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی صفت آپ کے لیے ثابت نہ ہوئی تو پھر یہ شرک کیسے ہوا؟ کیونکہ علم غیب اور اسی طرح حاضر و ناظر اور مافوق الالباب تصرفات وغیرہ کی صفات تو آپ کی ذاتی نہیں اور نہ خانہ زاد ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص اور خالص عطیہ ہیں۔ اور علم عطائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہو سکتی اس لیے یہ شرک نہیں ہے مگر یہ ایک نہایت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے پوری بحث تو اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ کہ جب موصوف کا خود اپنا وجود ہی ذاتی نہ ہو۔ بلکہ عطیہ خداوندی ہو تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بالذات ہو سکتی ہے۔ اور جب اس کے بالذات ہونے کا تصور ہی نہیں تو پھر اس کی نفی کیونکر صحیح ہوگی؟ اور پھر اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جن حضرات نے بالذات اور بالاستقلال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب ہرگز یہ نہیں لیتے اور نہ کرتے ہیں کہ یہ صفت ان کی ذاتی اور خانہ زاد ہے بلکہ وہ بالذات اور بالاستقلال کا یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت اور طاقت عطا فرما دی ہے اور قدرت ان کی ذوات میں ودیعت کر دی ہے۔ کہ وہ جب چاہیں کسی چیز کو معلوم کر لیں اور جب چاہیں تصرف کر لیں اور جزئی جزئی اشیاء میں وہ اس کے محتاج نہیں کہ فیضان الہی ہو تو وہ کچھ کر سکیں اور عطائی اور غیر مستقل کا یہ مطلب وہ لیتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کی طرح جزئی جزئی معاملہ میں وہ قدرت خداوندی کے محتاج ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کو ان میں اتنا اختیار بھی نہیں ہوتا جتنا کہ عباد کے افعال اختیار یہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً قلم کا تب کے ہاتھ میں لکھتا تو ہے مگر ایک ایک حرف میں وہ کاتب کی تحریک کا محتاج ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کاتب نے اپنا فعل کتابت قلم سے ظاہر کیا ہے نہ یہ کہ قلم میں انسان کی طرح لکھنے کی طاقت ہی آگئی ہے۔ کیونکہ قلم جب تک انسانی صفات کا حامل نہ ہو کاتب نہیں ہو سکتا۔

بخلاف افعال عباد کے، کیونکہ ان میں انسان کو مستقل اور بالذات قدرت حاصل ہے اگرچہ یہ قدرت و اختیار وغیرہ خدا تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس پر مفصل بحث نقل کی گئی ہے۔ ہم اختصاراً دو عبارتیں عرض کرتے ہیں:-

”والسفن مغیبات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام روید ہر ہم ازین قبیل است یعنی متفرع بر قوتے و قدرتے و شانے و صفتے نیست کہ در ذوات طبیبہ ایشان و ولایت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاصہ الہی است کہ ایں عاجلہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۸۷) اور نیز لکھا ہے کہ:-

”آئکہ لفظ علم فاتی و تصرف استقلال و مثل آل کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز نسبت بخمار واقع شدہ مراد ازالہ ہمیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفارنا بکارست ورنہ مشرکین عرب فات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار آہنا عطا فرمودہ جناب کہ بریامید انستہ کہ امر تحقیقہ و وجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہر است زیر کہ مشرکین بدین آل افعال خاصہ اللہ ربہ بسبب اعتقاد تفویض قدرت و اختیار در افعال اختیار یہ و اعمال مقدور یہ داخل نمودند و بر افعال اختیار یہ بندگان جمیع احکام استقلال جاری میشود و استحقاق مدح و ذم طاری گو کہ ہمہ افعال عباد بر قوت خدا و مبین“ (ملفوظ ج ۳ ص ۲۴)

مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ بالذات اور بالا استقلال کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ میا انسانوں کو نیکی اور بدی ایمان و کفر، طاعت و عصیان وغیرہ وغیرہ میں مستقل قدرت حاصل ہے جس پر مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا ترتیب ہوتا ہے۔ اسی طرح مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو علم غیب وغیرہ کی صفات عطا کر دی ہیں اور ان میں وہ افعال اختیار یہ کی طرح تصرف کرنے میں مستقل ہیں۔

اور حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”اور مستقل بالاثیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد کیلئے طے کر دیے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس تفویض و اختیارات سے معزول کر دے“ (بلوار النور ج ۲ ص ۱۸۷) اس کی ایک ناقص سی مثال یوں سمجھیے جیسا کہ موجودہ دور میں ماتحت عدالتیں ہوتی ہیں، ان کے تمام اختیارات حکومت وقت کے قانون ہی سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض

اوقات حکومت کی مرضی کے برعکس وہ حکومت کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حالانکہ کرسی عدالت پر ان افسرول کارسانی حاصل کرنا قانون وقت کا زمین منت ہوتا ہے۔ حکومت جب چاہے ان کو معزول اور معطل یا عہدہ میں گھسی یا اضافہ کر سکتی ہے۔ اس لحاظ سے فریق مخالف نے بالذات علم غیب کی نفی یا بالاحتکال تصرفات کی نفی یا ذاتی طور پر حاضر و ناظر کی نفی کی دواؤں کا رجحان چھین کر جس عذر رنگ یا گلو خلاصی کا بہانہ تلاش کر رکھا ہے وہ سب بے سود و بے کار ہے مگر فریق مخالف کو کیا؟

پہنچ سکا نہ کبھی منزل حقیقت پر صراط عشق میں جو تیز گام ہونہ سکا
اگر ذاتی اور عطائی کا یہی دواؤں کا بہانہ شرک سے بچانے کے لیے کافی ہے تو بتائیے کہ عیسائیوں کا کیا قصور ہے؟ وہ بھی تو بالآخر یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی باپ کی طرف سے تمام اختیارات سونپ دیے گئے تھے جن میں علم غیب بھی شامل ہے، چنانچہ انجیل متی میں ہے کہ یسوع نے پاس آکر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ (متی ۱۸ آیت ۱۸) اور نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا، (متی ۱۸ آیت ۱۸) اور کریمتیوں کے نام پورس رسول کا پہلا خط۔ میں ہے کہ ”لیکن ہم پر خدا نے ان کو (یعنی حکمت کی باتیں اور خدا کی پوشیدہ حکمت کے ہمید بابت آیت ۷۶) روح کے وسیلے سے ظاہر کیا کیونکہ روح سب باتیں بلکہ خدا کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے“ (بابت آیت ۱۰)

صد افسوس ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی جس تقلید کا خطرہ اپنی امت کے لیے محسوس کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔ آپ نے فرمایا تھا لَتَتَّبِعَنَّ سَنَنْ مِنْ قَبْلِكُمْ (بخاری ج ۲ ص ۲۳۷) اور آخر کیونکر پورا نہ ہوا؟ اِنَّمَا يَنْطَلِقُ مِنَ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا كَوْنٌ يُّوْحَلِّ وَ دَعْلِي كَيْتَہ کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی تمام لغزشوں اور گناہوں کو معاف کرے اور تمام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنی میں امت موعودہ بننے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین! اور یہی دل بیقرار کی دیرینہ آرزو ہے۔

دل کو نہیں حقیقت دل کو بغور دیکھ یہ ہی تو ہے وہ قطرہ کہ دیا کہیں ہے

(۸)

اس کتاب میں کچھ حوالیات الکفار الملعونین مصنفہ حضرت علامہ محمد اوز شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) سے اور چند حوالیات حضرت مرشدنا مولانا حسین علی صاحب (المتوفی ۱۳۶۳ھ) کی اعلیٰ تقریر بلغۃ الحیران اور نیز ان کی تفسیر بنی نظیر سے اور کچھ بوارق الغیب مصنفہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی سے ماخوذ ہیں۔
 بقیہ جتنے حوالیات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تفحص اور داغ و سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا غیر اعلیٰ نہیں ہے۔ جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ تعالیٰ ماجر اور عند المحیر مشکور ہوں گے کیونکہ اول تو انسان کا کوئی کام اور فعل بھی لغزش اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا اور پھر کام بھی اس بندہ عاجز کا جو سراپا تفسیر و خطا ہو، لہذا گزارش ہے کہ مجھے ہدف ملامت بنانے کے بجائے مانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حتیٰ کے تسلیم کرنے میں کبھی تاہل نہ کروں گا۔ (انشاء اللہ العزیز)
 اِنْ اُرِیدُ اِلَّا اِلَیْهِ صَلَاحٌ مَّا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ
 ۲۸ جولائی ۱۹۵۹ء

احقر

ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

خطیب جامع گلگیر و مدرس مدرسہ نصرت العلوم

متصل گھنٹہ گھر، گوہر والا

باب اول

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ (پہرہ ۴۴)

(یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبار غیب اور انباء غیب کے جتنے علوم سے نوازا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسرار و حکم کے علوم اور عبادات و معاملات، اخلاق و سلطنت، حلال و حرام، جائز و ناجائز، کار و ثواب و کار و عقاب وغیرہ وغیرہ کے کثیر علوم اور روزِ میثاق اور بدو خلقت اور انبیاء سابقین علیہم السلام اور ان کی امتوں کے بے شمار حالات اور اپنے زمانہ کی لاتعداد خبریں اور قیامت تک کے ان گنت فتن اور زلازل اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور محرکات و دواعی اور شرائط و سعات اور علامات قیامت اور قبر و برزخ کے حالات و کیفیات اور میدانِ محشر کے ہولناک اور ہوش رُبا مناظر اور پیکرِ طاری پر خطر وادی اور جنت و دوزخ کی نعمتیں اور خطرناک مصائب وغیرہ اتنے علوم اور انباء غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مرحمت ہوئے ہیں کہ جن کی پوری حقیقت یا صرف دینے والا مالک جلنے یلینے والا محبوب اور اللہ تعالیٰ کے بعد نہ تو اس قدر علوم کسی فرشتہ مقرب کو عطا ہوتے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔ دوسری مخلوق کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اور دیگر بعض صفاتِ مختصہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان اخبار غیب اور انباء غیب میں بھی ممتاز ہے مخلوق میں کوئی آپ کا اس میں مماثل نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ رُوحِ مصطفیٰ آپ سے وہ آئینہ کہ اب الیا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

بایں ہمہ یہ بات کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ عالم الغیب الشہادۃ اور ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف اور علیم بذات الصدور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ستورہ صفات ہی ہے۔ جس کے علم محیط سے کائنات کا ایک ذرہ بھی مخفی نہیں ہے، اور یہ صفت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو حاصل نہ تھی۔ کئی باتیں اس دُنیلے خاک و گل میں ایسی بھی تھیں جن کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر عمر تک نہیں دیا گیا تھا۔ اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جو آپ کی شان رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہیں چنانچہ آئندہ اوراق میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور سلف و خلف کی واضح اور روشن عبارات سے یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مضمون الگ اور مجزا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مضمون ہے۔ دوسری بات کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے) منکر ملحد اور زندق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبار غیب اور انباء غیب کی صرف بطور غونہ چند حدیثیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں کہ اکابرین علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعت میں (جو اس زمانہ میں صحیح طور پر اہل سنت والجماعت ہیں) کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے تاکہ کسی کوتاہ فہم اور ابلہ فریب کو علم غیب اور انباء غیب کے فرق کو پیش نظر نہ رکھتے ہوئے غلط مباحث کا شکار نہ ہونا پڑے اور ہر منصف مزاج کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع مل جائے، اور محض ضد و عناد اور دھڑے بندی کی وجہ سے اپنی آخرت اور عاقبت ہی ضائع نہ کر بیٹھے اور کہیں اس کا اپنا ہی نقصان نہ ہو۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو فرے

ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

بغیر کسی زمانی ترتیب کے ملحوظ رکھنے کے ہم انباء غیب کی صرف وہ چند باتیں عرض کرتے ہیں جو

صحیح احادیث میں آئی ہیں اور جن کا ہمارے مقصد سے تعلق ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وقت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمانہ بہت جلدی جلدی گزرتا جائے گا کہ عیش و استلذاز اور سائنسی ترقی کی وجہ سے سالِ مینہ میں اور مینہ ہفتہ میں اور ہفتہ ایک دن میں ختم ہو جائے گا، افادہ الخطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) اور گویا حج مینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں (اور علمِ دینی) کم ہو جائے گا اور لوگ بخل سے کام لیں گے اور رفتے بکثرت نمودار ہوں گے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۱۱) یہ سب امور ہمارے مشاہدہ میں آچکے ہیں؛

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سوار ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرانے گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۵۳)، اور یہ صلح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی دونوں جماعتوں کے درمیان حضرت حسنؓ کی کوشش سے انجام پائی تھی۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ ارض حجاز سے آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصری کے مقام پر اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں (بخاری ج ۲ ص ۱۵۴ و مسلم ج ۲ ص ۲۹۱)۔ حسب تصریح امام نوویؒ وغیرہ یہ آگ ۱۵۴ھ میں ظاہر ہوئی ہے اہل ثمام اور دیگر علاقوں کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا اور قواتر کے ساتھ یہ چیز ان میں پھیلی تھی اور بعض اہل مدینہ نے بھی جو وہاں موجود تھے اس کا مشاہدہ کیا تھا۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا جب کہ نمر فرات سے سونا نکلے گا، جو وہاں ہو وہ اس سے ہرگز نہ لے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۵۴) کیونکہ اس خزانہ کے حصول کے سلسلہ میں ایسی زبردست لڑائی اور خونریزی ہوگی کہ صرف ایک فیصد آدمی بچیں گے (مسلم ج ۲ ص ۳۱۱)۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تیسرا کے قریب دجال اور کذاب رسالت اور نبوت کا دعوے نہ کریں حتیٰ کہ علم اٹھتا جائے گا اور زلزلے بکثرت ظاہر ہوں گے اور زمانہ متعارف ہوگا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ اور قتل کثرت سے ہوں گے اور مال کی بیتناں ہوگی۔ یہاں تک کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑے چڑھ کر اپنے اپنے مکانات تعمیر کریں گے اور مصائب کا اٹنا ہجوم ہوگا کہ لوگ قبر کے پاس سے جب گزریں گے تو کہیں گے کاش یہ قبر میری ہوتی اور حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۵۴) اور تیسرا کے قریب دجالوں اور کذابوں کا ذکر مسلم ج ۲ ص ۳۹۹ میں بھی ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہو۔ مگر میں تم سے ایسی بات کہتا ہوں

جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کسی کہ دجال کا نام ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے (بخاری ج ۲ ص ۵۵۵) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۳ھ) کی مرفوع روایت میں ہے کہ دجال کی دو نزل آنکھوں کے درمیان (ماحقہ پر) کافر کے الفاظ لکھے ہوتے ہوں گے۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۵۶)

۷۔ حضرت زینب بنت جحش (المتوفی ۱۲ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن پریشان حالت میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا لا الہ الا اللہ عرب کی بتا ہی کے آثار غوردار ہو چکے ہیں، سداً ہجوع مابجوع سے اتنی مقدار (یعنی انگوٹھ اور شہادت کی انگلی کو ملا کر درمیان میں حلقہ کی ہوتی ہے) کھل گئی ہے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت کیا ہم ہلاک کئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے؟ فرمایا ہاں جب فسق و فجور بڑھ جائے گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۵۷ و ۵۵۸)۔

۸۔ حضرت حفصہ (المتوفی ۲۵ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کو گرانے کے ارادہ سے ایک فوج آئے گی، اور جب بیدار کے قریب پہنچے گی تو سب کو نیزہ ایک قاصد کے جو قوم کو جا کر خبر دے گا زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۸۸)

۹۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (المتوفی ۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرق و مغرب کو میرے سامنے سمیٹ کر رکھ دیا اور مجھے سونے اور چاندی کے خزانے (جو قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کی طرف اشارہ ہے) (نودی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹) عطا فرمائے گئے ہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹) و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۳ھ) اور ان کے بعد دیگر خلفاء اور سلاطین اسلام کے ہاتھوں یہ اشارت پوری ہوئی۔ (نودی وغیرہ)

۱۰۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ قیامت تک جو فتنے برپا ہونے والے ہیں میں ان کو جانتا ہوں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وہ بتائے ہیں (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اور ان کی دوسری روایت میں اتنی فتنوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی، جو ایک خطبہ میں کھڑے ہو کر بیان نہ کر دی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اس مضمون کی روایت حضرت ابو زید بن عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے بھی ہے، (مسلم ج ۲ ص ۳۹) اور ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲ کی روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں قائد فتنہ کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث کی مزید تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۱۔ اور حضرت نواس بن معان کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبال شام اور عراق کے درمیان کسی درہ سے نکلے گا۔ اور دائیں بائیں ہر طرف شہر و فساد بپا کرے گا اور چالیس دن تک زمین پر پڑے گا۔ پہلا دن ایک سال کا ہوگا۔ جس میں پورے سال کی نمازیں پڑھنی ہوں گی، اور دوسرا دن ایک مہینہ کا اور تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے، عجیب و غریب شعبہ بانیاں دکھاتا پھرے گا۔ مال و زراعت کے پیچھے چل پڑے گا، جو اس پر ایمان لائے گا وہ خوشحال ہے گا اور جو اس کی بات نہیں مانتے گا وہ مصائب و آلام کا شکار ہوگا، ایک آدمی کو وہ قتل بھی کرے گا۔ اس اثنا میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سینہ دینار پر (صبح کی نماز کے وقت کمانی المستدرک ج ۴ ص ۵۸۷) وقفاً صبح نازل ہوں گے اور اس وقت انہوں نے دوزخ فرانی رنگ کے کپڑے اوڑھے ہوتے ہوں گے حتیٰ کہ دجال لعین کو باب لہ (جو بیت المقدس کے قریب ایک بستی ہے، نووی ج ۲ ص ۲۷۱) میں قتل کر دیں گے اس کے بعد یاجوج ماجوج کا خروج اور ان کا زمین پر شرو فساد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع اپنے ساتھیوں کے طور پر پناہ لینا اور پھر یاجوج ماجوج کی تباہی و بربادی کا طویل واقع بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۵۸۷ و مستدرک ج ۴ ص ۵۹۱)

۱۲۔ حضرت حنیفہ بن اسید (المتوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تم کس بحث میں مشغول تھے! ہم نے کہا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک اس سے قبل دن مل علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ مشرق میں زمین کا ایک خطہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ایک حصہ مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور ایک قسم کا عالمگیر دھواں نکلے گا، دجال، دابۃ اللہ من اور

علیہ مسجد دمشق میں سو فیصدیر میں واقع ہے۔ یہ دینار عبد الملک الاموی (المتوفی ۱۷۵ھ) کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اس کی تعمیر کو پانچ کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا۔ مگر سوا اتفاق سے وہ مسجد مل کر شہید ہو گئی تھی اس وقت کی تعمیر بعد کی بناوٹ ہے مسجد کی بیانیہ نقش مع صحن کے شرقاً و غرباً پانچ سو فٹ اور شمالاً و جنوباً تین سو فٹ ہے مسجد کے اندر ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے، اور یہ سفید دینار اس وقت بھی موجود ہے۔ راقم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہاں کے لوگ اس کو منارۃ المسیح سے یاد کرتے ہیں۔

یا جوج ویا جوج کا خروج ہو گا۔ سورج مغرب طلع کرے گا، قمر عین سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو عسکر کی طرف لے جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) :

۱۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، قحط سالی صرف یہی نہیں کہ بارش نہ ہو، قحط سالی یہ بھی ہے کہ بارش تو بکثرت ہو مگر کوئی چیز زمین سے (کثرت سیلاب وغیرہ کی وجہ سے) پیدا نہ ہو۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

۱۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ حضرات ام حرام بنت ملحان (المؤنفاہ)ؓ حضرت عبادۃ بن الصامت (المؤنیؓ) کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ کے تلبسم اور ضحک کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھ پر میری امت کا ایک ایسا گروہ پیش کیا گیا ہے جو بھرپور دنیا میں کشتیوں پر سوار ہو کر (جیسے بادشاہ کرسیوں پر جلوہ گرہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا۔ حضرت ام حرامؓ نے فرمایا، حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شریک ہونے کی توفیق دے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ (المؤنیؓ) کے عہد حکومت میں مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہوا، اور کشتیوں کے ذریعہ سے اپنا سفر طے کر کے جب جزیرہ قبرص کے ساحل پر اُترا تو حضرت ام حرامؓ اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کو شہادت نصیب ہوئی۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

۱۵۔ غزوہ خندق کے مشہور واقعہ میں اس کا ذکر ہے کہ جب خندق میں ایک بہت سخت چٹان سلنے آئی اور حضرات صحابہ کرامؓ اس کے توڑنے سے عاجز آگئے تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گینتی لے کر خندق میں اُترے، ایک ضرب لگائی تو ایک چمک پیدا ہوئی، آپ نے فرمایا، میرے کھیلنے کسریٰ کے شہر اور اس کے آس پاس کے ملائ پیش کئے گئے ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کرے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر دوسری ضرب لگائی تو فرمایا میرے سامنے قیصر کے اور اس کے آس پاس کے شہر پیش کئے گئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا۔ حضرت دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ قیصر کا ملک بھی ہم کو عنایت فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر تیسری ضرب لگائی، اور فرمایا، میرے سامنے حبشہ کا علاقہ پیش کیا گیا ہے، جب تک حبشی ہمارے ساتھ مصالحت کریں تم بھی ان سے نہ لڑو اور جب تک ترکہ تم سے جنگ نہ کریں تم بھی ان سے جنگ کرنا

تک کر دو۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

۱۶۔ حضرت ذی مخبرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم (مسلمان) عیسائیوں اور رومیوں کے ساتھ مصالحت کرو گے اور یہ صلح بڑی پُر امن ہوگی، تم اور رومی و عیسائی ایک ایسی قوم سے ٹٹو گے جو تمہارے پیچھے کی جانب ہوگی، کئی سال لڑائی کے بعد تم اُن پر غالب ہو گے اور بہت سا مازو مسلمان تمہارے ہاتھوں میں آئے گا۔ جب تم ایک سرسبز و شاداب علاقہ اور اُونچے ٹیلوں پر فروکش ہو گے تو ایک عیسائی کہنے کا صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی، ایک مسلمان اس پر ناراض ہوگا اور صلیب کو توڑ دے گا، اور کہے گا کہ قربانی کے دُنبے تو ہم بنے ہے اور فتح صلیب کی ہوئی؟ اس کے بعد عیسائی اور مسلمان آپس میں لڑ پڑیں گے اور ایک بہت بڑی خوریز جنگ کا آغاز ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۳) یہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ حرفاً مناسب پورا ہوگا۔

۱۷۔ حضرت معاذ بن جبل (المتوفی ۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی کا بڑھ جانا عرب کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ اور عرب کی تباہی عالمگیر جنگ کا ذریعہ ہوگی اور اس عالمگیر جنگ کے بعد (فقار کے استیلاء کے بعد) قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا اور اس فتح کے بعد دجال کا خروج ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۳) اور حضرت عبداللہ بن بسر (المتوفی ۸۸ھ) کی روایت میں ہے کہ اس عالمگیر جنگ اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال کا وقفہ ہوگا۔ اور ساتویں سال دجال نکلے گا (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۳)

۱۸۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ دوسری اقوام تم پر ایسی مجتمع ہو کر حملہ آور ہوں گی جیسے بڑے پیلے اور دسترخوان پر لوگ کھانے پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، ایک سال نے آپؐ دریافت کیا کہ حضرت کیا ہم اس وقت محفوظ رہیں گے؟ فرمایا نہیں تم بہت ہو گے، مگر خس و خاشاک کی طرح تمہاری کوئی وقعت نہ ہوگی تمہارا رعب و شمنوں پر نہیں ہوگا اور تمہارے دلوں میں وہیں ہوگا۔ سال نے پوچھا، حضرت وہی کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور میرٹ کا ڈر۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۳)

۱۹۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ (المتوفی ۳۸ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا۔ (اس کا وہ نام ہوگا جو میرا ہے یعنی محمدؐ) اور اس کے باپ کا وہ نام ہوگا

جو میرے باپ کا نام ہے یعنی عبداللہ۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲)۔ اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی، زمین کو صل و انصاف سے بھرے گا، جیسا کہ اُس سے پہلے زمین ظلم و جور سے اٹی پڑی ہوگی سات سال تک وہ حکمرانی بھی کرے گا۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۳)

۲۰۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عثمانؓ اللہ تعالیٰ تجھے (خلافت کا ایک) کُرۃ عطا فرمائے گا، لوگ تجھ سے چھیننا چاہیں گے مگر تو اُس کو نہ اُتارنا (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴) یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تم فحش سے وہ کُرۃ چھیننا چاہتے ہو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ بخدا میں اس کو کبھی نہیں اُتاروں گا (دارقطنی ج ۲ ص ۵۰۵) حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص ایک فتنہ میں مظلومیت کی حالت میں شہید کیا جائے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱)

۲۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمارؓ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱) حضرت عمارؓ کو حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت اور گروہ نے شہید کیا تھا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۰ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹ والبلد والنبایہ ج ۱ ص ۱۷۰ و وفاء الوفا ج ۱ ص ۳۳۳) حضرت امیر معاویہؓ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے کہ واقعی ہم باغیتہ امی طالبتہ لدم عثمانؓ یعنی حضرت عثمانؓ کے خون ناحق کا مطالبہ کرنے والے گروہ سے ہیں (مراقات ہامش مشکوٰۃ ج ۳ ص ۵۳۲) امام حاکمؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک دوسرا جواب خود قاتلین عمارؓ سے ان کی زبانی نقل کیا ہے (دیکھئے مستدرک ج ۳ ص ۲۸) یہ یاد ہے کہ حضرت عمارؓ کو کسی صحابیؓ نے قتل نہیں کیا بلکہ ان باغیوں نے قتل کیا جو اپنے باطل مقاصد کے تحت اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں بغیر ان کے علم کے خیر خواہ بن کر گھسے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا لا یقتلک امعابی ولكن تقتلک الفتنۃ الباغیتہ (وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۳۵) کہ تجھے میرے صحابی قتل نہیں کریں گے لیکن تجھے باغی قتل کریں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ بلوایتوں اور باغیوں نے ان کو شہید کیا۔

۲۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسے سال آئیں گے جن میں مکرو خداع کی بہتات ہوگی، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، امانت دار لوگوں کو خائن سمجھا جائے گا اور خیانت کرنے والے امین تصور کئے جائیں گے اور دُویضہ قسم کے لوگ

عوام کی گتھیاں سلجائیں گے۔ دریافت کیا گیا حضرت، رُوْبَيْعِنَہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ رذیل، حقیر اور خود غرض قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت ہوگی۔ (ابن ماجہ ص ۳۱۲ منہ احمد ج ۳ ص ۲۳۰ و مستدرک ماہک ج ۴ ص ۶۱۹ قال المحاکمہ والذہبی صحیح) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جتنا خوف گمراہ حکمرانوں کا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۱ و قال اسناد بخاری قوی) ۲۳۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہیں کہ علم (دین) کم ہو جائے گا جہالت بڑھ جائے گی، زنا عام ہوگا۔ شراب نوشی بھڑکتی ہوگی۔ مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک ہی مرد ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۵۴ و بخاری ج ۲ ص ۴۸۷ و ابن ماجہ ص ۳۳۳ و طحاوی ص ۲۶۶) اور اس کی وجہ سے ایک تو عورتوں کی شرح پیدائش زیادہ ہوگی اور دوسری وجہ بقول امام نووی جنکوں میں مرد زیادہ ہلاک ہو جائیں گے (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۴)

۲۴۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ، جبل حرار پر تھے کہ یکایک اس پر زلزلہ آیا۔ آپ نے فرمایا: اے حارث تم جا تجھ پر تو اللہ کا نبی یا صدیق بنایا (دو) شہید ہیں۔ (ابوداؤد طحاوی ص ۲۶۶ والذہبی قطنی ج ۲ ص ۵۰۱)

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طویل روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال لعین کے خروج کی صدا بلند ہوگی تو مسلمانوں کا امیر اس وقت تحقیق حال کے لیے دس آدمیوں کا ایک دستہ بھیجے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان کے اور ان کے ابا کے نام جانتا ہوں، ان کے گھوڑوں کا رنگ اور علیہ بھی جانتا ہوں، وہ اُس وقت شہسواروں میں اعلیٰ فضیلت کے مالک ہوں گے۔ (ابوداؤد طحاوی ص ۵۰۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۹۹ و مستدرک ج ۴ ص ۴۸۷ و منہ احمد ج ۱ ص ۳۸۵)

۲۶۔ حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگ سلام خاص خاص لوگوں کو دیں گے جن سے جان پہچان ہوگی اور تجارت بھڑکتی ہوگی حتیٰ کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹائیں گی اور قطع رحمی عام ہوگی اور جھوٹی شہادتیں اور کتمانِ حق کا زور ہوگا۔ (مستدرک ج ۴ ص ۹۸، قال المحاکمہ والذہبی صحیح)

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بعد اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی عام نہ ہو اور پڑوسی کے حقوق پامال نہ کئے جائیں اور قطع رحمی نہ ہو حتیٰ کہ جس کو امین تصور کیا جائے گا وہی خیانت کرے گا اور خائن کو امین سمجھا جائے گا۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵) قال المحاکمہ والدہ صبی صبیحہ

۲۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی صدا کو بجتی ہے گی۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵) وجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۷۱

۲۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں کہ سلام خاص ہوگا، تجارت عام ہو جائے گی اور قطعی رحمی بکشت ہوگی اور قلم زیادہ ہو جائیں گے (فسوا القلم) اور جھوٹی گواہیاں پھیل جائیں گی اور سچی شہادتوں کو چھپایا جائے گا وغیرہ وغیرہ (ادب المفرد ص ۱۵۵)

۳۰۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ بتوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ کُلْ اَنْشَادَ اللّٰهِ تَعَالٰی بتوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دوپہر کے قریب دہاں تم جاؤ گے مگر کوئی شخص اس چشمہ کو ہاتھ نہ لگائے، دو آدمیوں نے نادانی سے اُس چشمہ کو ہاتھ لگا دیا۔ آپ نے ان پر اظہار ناراضگی کیا، پھر آپ نے فرمایا، اے معاذؓ اگر میرے بعد تیری حیات طویل ہوتی تو تو دیکھیں گے کہ اس چشمہ کا پانی کئی باغوں کو سیراب کرے گا۔ (موطا امام مالک ص ۵۸) ۛ

۳۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امین کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ ملائم ہوگی اور جس کے دل میں ایک رانی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی جان نکال دے گی۔ (ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۷۱) اور اس کے بعد قیامت صرف ان لوگوں پر قائم ہوگی جو کافر اور مشرک ہوں گے اور کہ حول کی طرح سڑکوں پر جھنکی کرتے پھریں گے۔ (متدرک ج ۴ ص ۵۱۵)

۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بہت سخت آندھی چلی، آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی کسی بڑے منافق کی موت کے لیے آئی ہے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق فوت ہو چکا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۲) وقال دواۃ المسلم

۳۳۔ حضرت سہل بن سعد (المتوفی ۱۹۱ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں کل جہنم ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ سب لوگ اس سعادت کے منتظر رہے۔ مگر یہ فضیلت حضرت علیؓ کو نصیب ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۱ وقال متفق علیہ)

۳۴۔ حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے فاطمہؓ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۸ وقال متفق علیہ۔ اور فرمایا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے میری ملاقات کرنے وہ ہوگی جو ہاتھ کی سخی ہوگی، چنانچہ حضرت زینبؓ بنت جحش کی سب سے پہلے وفات ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۵ وقال رواہ البخاری ومسلم)

۳۵۔ غزوہ بدر میں ایک دن پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس مقام پر کل فلال کافر اور اس جگہ پر کل فلال کافر قتل ہو کر گرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۸۵ والوداؤد ج ۲ ص ۵ و طیبی ص ۱)

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت نیک لوگوں کی قدر نہیں کی جائے گی، اور شریر قسم کے لوگوں کی تعظیم ہوگی باتیں زیادہ کی جائیں گی مگر عمل کم ہوگا اور لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر بکثرت ناول پڑھیں گے۔ اور ان میں کوئی ان سے نفرت کرنے والا نہ ہوگا۔ (مسند ج ۴ ص ۵۵۵ قال المحکمہ والذہبی صحیح)

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہوگی تو اس قوم میں طاعون اور اس قسم کی بیماریاں رونما ہوں گی جو پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرے گی تو ان پر قحط سالی اور اشیاء کی گرانی مسلط کر دی جائے گی، اور سمعت پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان پر بادشاہ کی طرف سے ظلم اور جور روا رکھا جائے گا اور جب کسی قوم میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کی جائے گی تو آسمان سے بارش ان پر روک دی جائے گی۔ اگر جانور اور چوپائے نہ ہوتے تو ان پر ایک قطرہ بھی بارش کا نازل نہ کیا جاتا اور جب بھی کوئی قوم خدا اور اس کے رسول سے عداوت رکھتی ہے تو اس پر دوسری اقوام مسلط کر دی جائیں گی حتیٰ کہ جو حق خالص ان کا ہوگا وہ بھی غیر ان سے چھین لیں گے (جیسے کشمیر اور جو ناگزیر اور سنگھ دیش وغیرہ۔ مسند) اور جب حکام وقت اللہ

تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کریں گے تو ان کی آپس میں رسوے کشی اور جوتا پینا ہوگا۔ (مستدرک ج ۴ صفحہ ۵۵۵۔ قال المحاکمہ والدہ بھی صحیح)

۳۸۔ حضرت ابو امامہ رضی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امرت کے کچھ لوگ رات کو کھانے پینے اور لہو و لب میں مشغول ہوں گے، جب صبح اٹھیں گے تو ان کی شکلیں خنزیر کی شکل میں مسخ کر دی جائیں گی اور کئی قبائل اور مکانات کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ صبح ہوگی تو لوگ باتیں کریں گے کہ فلاں قبیلہ اور فلاں بستی زمین میں دھنسا دی گئی ہے۔ اور ان پر آسمان سے اس طرح پتھر برسیں گے جیسے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پر برسے تھے اور ان پر ایسی تند و تیز آندھی مسلط کی جائے گی جو ان کو بکھر کر رکھ دے گی کیونکہ یہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے، ریشمی لباس پہنتے ہوں گے اور ایکٹرسوں کا گانا سنیں گے اور قطع رحمی کا ارتکاب کریں گے۔ (مستدرک ج ۴ صفحہ ۵۱۵ قال المحاکمہ والدہ بھی صحیح)

۳۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ ایسے ہیں جو دوزخ میں جائیں گے مگر میں نے وہ دیکھے نہیں ہیں، ایک وہ گروہ ہوگا جس کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح ہنسر ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (یعنی محکمہ پولیس کے وہ افراد جو بلا وجہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی (یعنی باریک لباس نہیں گی) غیر مردوں کی طرف مائل ہوں گی۔ اور ان کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۲۸۳) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے اپنے زمانہ کے محکمہ پولیس اور عورتوں کی بے پردگی کی بڑی شکایت کی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۲ صفحہ ۲۵۵) مگر اس زمانہ میں ہوتے تو خدا جانے وہ کیا ارشاد فرماتے؟

۴۰۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے حکام پیدا ہوں گے جو میری سیرت اور میری سنت پر نہیں چلیں گے دل ان کے شیطانوں کے سے ہوں گے مگر شکل اور صورت میں انان ہوں گے۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲)

یہ اور اس قسم کے قبر حشر، نشر، قیامت، جنت، دوزخ اور پل صراط وغیرہ کے ہزاروں واقعات اپنے مقام پر صحیح ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے، ان کا ہرگز کوئی مسلمان منکر نہیں ہے، یہ انباء غیب اور اخبار غیب میں اور یہ نبی کے نبوت اور رسالت کی علامات اور نشانیاں ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

معجزات میں شامل ہیں۔ ان صحیح واقعات اور اخبار اور انباء کا منکر نہ اٹھ اور نہ ذلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین! صرف بطور اعتبار اور شاہد کے ایک اور روایت عرض کی جاتی ہے اور پھر اس بحث کو اس پر ختم کیا جاتا ہے۔

۴۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۴۰ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک ملک کے مال کو جاگیر بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو ٹیکس گردانا جائے اور غیر دینی علوم پڑھے جائیں اور علم دین پڑھا جائے مگر اس سے مقصود دین نہ ہو بلکہ طلب دنیا اور ناموری ہو اور جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگ پڑے، اور مال کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو اپنے سے الگ کر دے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور فاسق لوگ قبیلہ کے سردار بن جائیں اور کھینچہ آدمی قوم کا لیڈر بن جائے اور جب کسی آدمی کی محض اس کے شر سے بچنے کے لیے عزت کی جائے اور ایک کڑیٹیں عام ظاہر ہو جائیں اور گانے بجانے کے آلات بکثرت نمودار ہو جائیں اور شراب نوشی زیادہ ہو اور کچھلے لوگ پہلوں کے حق میں طعن و لعن کریں تو اس وقت تم ایک سرخ آندھی اور زلزلہ اور ضعف و مسخ اور آسمان سے پتھر برسنے کے منتظر رہو، اور اس کے علاوہ کئی اور ناگمانی مصیبتیں لگنا ظاہر ہوں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کا ایک ایک میڑکا تسلسل کے ساتھ نیچے گرتا رہتا ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۷ وقال رواہ الترمذی ج ۲ ص ۴۷۷)

احکام و شرائع، عبادات و اخلاق، نصح و مواعظ کے علاوہ (کیونکہ یہ سب کچھ بتانا تو نبی کا منصب ہے ہی) ہم نے مشتے نمونہ از خروارے۔ اکتالیس حدیثیں باحوالہ عرض کی ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں خبریں جناب امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم و معارف، اسرار و رموز، حکم و مواعظ آپ کو عطا فرمائے ہیں، اور ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے، یہ سب اخبار غیب اور انباء غیب ہیں، عالم الغیب اور حقیقی عالم ماکان و مایکون الگ اور جدا مفہوم ہے۔ اہل بدعت یونہی بلا وجہ عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنا اُتو سیدھا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سمجھ اور بصیرت عطا فرمائے، تاکہ وہ حق و باطل میں فرق ملحوظ رکھ سکے۔ اور حق کی صدا سے باطل کو پھوپکا کر

نیست و نابود کر سکے ۔

شعلہ بن کر پھونک دے غاشاک غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ جب غارت گر باطل بھی تو

باب دوم

(علم غیب خاصہ خداوندی ہے)

خدا تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، لہذا اس کا علم ہر چیز کی کُنہ اور حقیقت پر حاوی ہے اور کسی چیز کا کوئی حصہ بھی اس کے علم محیط سے نہاں اور غیر مکتوف نہیں ہے، وہ غیب اور شہود اور ماضی حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہے، کوئی تاریخ، کوئی حجاب اور کوئی مانع اُس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کے علم محیط کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس کا نام علیم عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب اور اللہ اعلم بما یکتمون ہے عالم غیب اور شہادت کی کوئی خشک دتر اور چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کے علم انہی محیط سے خارج ہو اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس پر اس کا کامل علم منطوی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے علوم اور اسرار و رموز اس نے اپنے بعض بندوں پر منکشف فرماتے ہیں جن میں خصوصیت سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص جناب امام الانبیاء فخر المرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل ہیں تاہم غیب کے اصول اور کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کہا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں وہ ہر طرح اور ہر لحاظ سے متغیر ہے کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَا
اور اُسی ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو
الَّا هُوَ (پ۔ انعام)

بعض حضرات مفسرین کرام نے مفاتیح کو مفتوح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا

مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے، اُس کے بغیر اُن کو اور کوئی نہیں جانتا اور بعض نے اس کو مفتوح بحر المیم کی جمع کہل ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس میں اپنا تفرّد بیان کیا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی مزید تشریح اپنے مقام پر بیان ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

(۲) وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں کی اور
وَالَّذِي يُرْجِعُ الْاَمْوَالَ - (پہلا - ہود - ۱۰) زمین کی اور اسی ہی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔
اس میں بھی ظرف (للہ) کی تقدیم صر کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کے کل مخفیات کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اُسی کی یہ شان ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔ متعدد حضرات مفسرین کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں ظرف (للہ) کی تقدیم جبر اور اختصاص کے لیے ہے، چنانچہ علامہ علی بن محمد الخازن الشافعی (المتوفی ۷۸۸ھ) اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی (المتوفی ۷۸۸ھ) اور علامہ خطیب شربینی (المتوفی ۷۸۸ھ) اور علامہ معین بن صفی (المتوفی ۸۹۰ھ) اور علامہ قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۸۵۶ھ) اس آیت کے پہلے حصّہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

(وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) خَاصَّةٌ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو آسمانوں اور زمین کا غیب
لَا يُخْفٰی عَلَیْهِ خَافِیَةٌ فِیْهِمَا۔ ہے یہ اُسی کے ساتھ خاص ہے اور زمین و آسمان

(خازن ج ۳ ص ۲۱۱ - مدارک ج ۲ ص ۱۶۱ - السراج المیز ج ۲ ص ۸۵)

جامع البیان ج ۱ ص ۸۷ اور تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۳ واللفظ لہ

اور حضرت کعب (بن ماتع) الاجلدر (المتوفی ۳۲۲ھ) جو کتب قدیمہ کے بڑے ماہر عالم تھے فرماتے ہیں کہ:-

خَاتَمَةُ التَّوْرَةِ لَا خَاتَمَةَ هُودِ یہ آیت خبر سورت ہود کی آخری آیت ہے تو رات کا نام نہ
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۶۶ و قد مشور ج ۲ ص ۲۵۴ و معالم ج ۳ ص ۳۰۰) بھی اسی پر ہوا ہے۔

ص ۲۱۱ و مدارک ج ۲ ص ۱۶۱ و السراج المیز ج ۲ ص ۸۵

اس حوالہ کے پیش نظر گویا تو رات مقدس کا آخری اعلان بھی بس یہی ہے کہ زمین و آسمان کے کل

غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ علماء عربیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ الف و لام کی طرح کبھی اضافت بھی استعراق کا فائدہ دیتی ہے دریکھے مطلقاً و عبد الغفور صلاً وغیرہ) اور غالباً حضرات مفسرین کرام نے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے اسی اضافت (غَیْبُ السَّمَوَاتِ) کی بناء پر غیر اللہ کے لیے علم کئی کی نفی ثابت کی ہے۔ فریق مخالف کا یہ دعوئے کہ اس میں کل غیوب کے علم کو تو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے۔ لیکن اس کی غیر اللہ سے نفی نہیں کی گئی، سراسر باطل ہے۔ کیونکہ یہ دعوئے طرف کی تقدیم (جو صرف حصر کے لیے ہے) اور اضافت (جو مفید استعراق ہے) سے صرف نظر کر کے کیا گیا ہے اور طفل تسلی سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ذاتی اور عطائی کا مفصل بیان اپنے مقام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اور ان آیات کے نزول کے بعد بھی غیر اللہ کے لیے کل غیوب کا علم کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہے، جس کی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

(۳۴) لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْبَصِيرُ اور اُسی ہی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے وَاصِعُ (الآیہ پ ۱۵۔ کتب ۴۰)

اس کا مضمون بھی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے غیب کا کُلّی علم صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہ اس میں متفرد ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین علی (المتوفی ۸۶۴ھ) اور علامہ ابوالسعود محمد بن محمد الحمادی (المتوفی ۹۸۲ھ) اور علامہ نسفی (اور علامہ خازن) لکھتے ہیں کہ:

یعنی انہ تعالیٰ لا ینحی علیہ شیئ من احوال یعنی اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کے باشندوں کے حالات اہلہما فانہ العالم وحد لا بہ۔ (جلالین ۱۸۴) سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اور بس وہی متہالان کو ابوالسعود ۶ مش ۵۵۔ ملکہ ج ۳ ص ۳۰۰ و خازن ج ۴ ص ۱۶۹ واللفظہ) جلنہ والا ہے۔

اس میں بھی لہ کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیب السموات والارض کے علم کا اختصا صرّف حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی اس کو نہیں جانتا۔

(۳۵) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَنَفْثِ الْأَنْفُسِ الْآلِیۃ اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے اور نہیں ہے قیامت کا معاملہ مگر ایسا ہی جیسے یک (پ ۱۴۔ النمل ج ۱۱)

اس میں بھی غیب السموات والارض کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۷۱۰ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

قوله تعالى وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حق تعالیٰ کا یہ فرمان اللہ غیب السموات والارض یفید الحصر معناه ان العلم بهذه الغيوب خاص کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام لیس الّا للہ تعالیٰ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۹)

اور علامہ معین بن صفی رحمہ کی عبارت بھی اس موقع پر یہی ہے (دیکھئے جامع البیان ص ۲۱) اور علامہ نسفی الخفیٰ لکھتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ای مختص اور اللہ ہی کو ہے غیب آسمانوں اور زمین کا یعنی اس کے ساتھ خاص ہے ان تمام چیزوں کا علم جو آسمان اور زمین کے اندر بہ علم ماغاب فیہما عن العباد وحقی علیہم علمہ (مدارک ج ۲ ص ۲۴)

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاوی رح تحریر فرماتے ہیں (دیکھئے تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹) اور علامہ خطیب شرنبلہ رح ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ لَا لِغَيْرِهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ و اور صرف اللہ ہی کو ہے نہ اس کے سوا کسی اور کو زمین و آسمان ہو ماغاب فیہما عن العباد بان لم یکن محسوسا ولم یدل علیہ محسوس محسوسا و لم یدل علیہ محسوس (الشرح المیزج ۲ ص ۲۵)

اور علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں کہ:-

وَلِلّٰهِ تَعَالٰی خَاصَّةٌ لَا لِاحَدٍ غَيْرِهِ اسْتِقْلَالًا و لا اشتراكًا غیب السموات والارض ای الامور الغائبة عن علوم المخلوقین قاطبة (ابوالسعود ج ۲ ص ۳۵)

یہ اقتباسات بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں مضمون کی متعدد آیات قرآن کریم میں مذکور ہیں مگر ہمارا مقصد صرف اپنے دعوے کو مبرہن کرنا ہے۔

تمام دلائل کا استیعاب مقصود نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی پکار پکار کر یہ بتلا رہی ہیں کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ستوودہ صفات ہے، اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں قرآن کریم کی سورتوں کی طرح تمام امور میں استخارہ کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ اس دعائے استخارہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ:-

فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم
وانت علام الغيوب -
اے اللہ تو قادر ہے اور میں نہیں قدرت نہیں رکھتا، اور
تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو ہی ہے غیب
کا جاننا والا۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۹۹ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۱)

(۲) حضرت ابو بکر الصديق (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح و شام پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی، جس میں یہ بھی آتا ہے کہ:-

اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب
والشهادة رب كل شيء ومليكه، الحديث
اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور
عالم الغیب و الشہادہ ہے، اور ہر چیز کا رب اور ہر
چیز کا مالک ہے۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۵ و ترمذی ج ۲ ص ۱۵۸ و قال حسن صحیح)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) و المتوفاه (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ لیل کا اختتام کرتے ہوئے اس میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:-

اللهم رب جبرائيل وميكائيل واسرافيل
فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة
اے اللہ تو حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل
کا رب ہے اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور
عالم الغیب و الشہادہ ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۵۸)

حضرت شداد بن اوس بدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی ہے کہ:-

واعود بك من شر ما تعلم انك انت
علام الغيوب - الحديث ج ۱ ص ۱۱۱ - قال الحاكم
اے ہاں! میں تیری ذات کی بدولت ان چیزوں کے
شر سے پناہ چاہتا ہوں جن کو تو جانتا ہے، کیونکہ غیبوں کا

والذہبی علی شرط مسلم)

جاننے والا تو صرف تو ہی ہے۔

اس قسم کی احادیث کا استقصاء بھی یقیناً ایک دشوار امر ہے۔ تبلا ناصرف یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے اس امر پر صراحت سے دلالت موجود ہے کہ عالم الغیب و الشہادہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس صفت میں وہ متفرد ہے اور سب کچھ اکابرین علماء امت سمجھے ہیں چنانچہ حضرت امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ:-

ان الله تعالى امتاثر بعلمه الغيب
رکتاب الام ج ۲ ص ۲۱۱)

علامہ سعد الدین قفازانی الشافعی (المتوفی ۷۹۲ھ) اور حضرت ملا علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) کہتے ہیں کہ:-

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به
الله تعالى لا سبيل اليه للعباد الا باعلام
منه او الهام بطريق المعجزة او الكرامة
او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما
يمكن فيه ذلك - (شرح عقائد ص ۱۲۳) و
شرح فقه اکبر ص ۱۸۵)

امام المتکلمین علامہ صدر الدین اصفہانی (المتوفی ۵۹۸ھ) سجدہ الطال منج الباطل و اجمال کشف الباطل
میں فرماتے ہیں کہ:-

من ضروریات الدین ان علم الغيب
مختص بالله تعالى (بحوالہ تفسیر فی ظہیر ص ۱۸۵)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی (المتوفی ۱۲۶۰ھ) کہتے ہیں:-

بالجملة علم الغيب بلا واسطة کلاً او بعضاً
مختص بالله جل و علا لا يعلمه احد من المخلوق
اصلاً (تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۲۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطہ کلاً ہو یا بعضاً
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ مخلوق میں سے اس
کو ہرگز کوئی نہیں جانتا۔

ان مذکورہ بالادلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسرا ہرگز عالم الغیب نہیں ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا، خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:-

علم غیبیہ کس نمی داند بحسبہ پدور و کار ہر کے گوید کہ میب افم از و باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل جبرائیل ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کمر و کار
(کلیات سعدی) ماخوذ از سرورق لوارق الغیب مولانا منظر احمد صاحب نعمانی

بعض جاہل لوگوں سے قدیم و حدیثاً یہ اعتراض نقل کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہی نہیں ہے اور جب اس سے کوئی چیز غائب نہیں تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا؟ لہذا یہ عالم الغیب کی صفت مخلوق کی ہو سکتی ہے نہ کہ خالق کی۔

ایک اعتراض

عالم الغیب والاشہادہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو چیز خدا تعالیٰ سے غائب ہے اور اس کا جواب ہے وہ اس کو بھی ویسے ہی جانتا ہے جیسے وہ عیاں اور آشکارہ چیز کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس سے تو کوئی چیز مخفی غائب اور پوشیدہ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیز مخلوق اور عباد سے غائب ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو بھی جانتا ہے جیسا کہ وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو الناس، العباد اور مخلوق کے سامنے ہے مگر ہے وہ ہر حال عالم الغیب والاشہادہ۔ اس باطل توجہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عالم الغیب کی صفت کی نفی ہرگز جائز اور درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف دیا اور علامہ ابوالسعود کی عبارتوں میں ملاخاب فیصفا عن العباد اور الامور الغائبة عن علوم المخلوقین کے الفاظ گزر چکے ہیں ملاحظہ کر لیں۔

اور علامہ ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی المصری الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ای انہ تعالیٰ یعلم ملاخاب عن العباد من عالم الغیب کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب و عقاب
الشباب والعقاب والاحوال والاحوال آجال و احوال ان تمام امور کو جانتا ہے جو بندوں سے
غائب ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹۵)

اور حافظ عمامہ الدین اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:-

و عن اناس من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اما الغيب فما غاب عن العباد من امر الجنة و امر النار و ما ذكر في القرآن -
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حضرت محدث کے ہر
 سے مروی ہے کہ غیب ہر وہ چیز ہے جو بندوں سے مخفی ہو
 مثلاً جنت اور دوزخ کے حالات وغیرہ اور جو کچھ قرآن
 میں بیان کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۱)

امام محمد بن جریر طبری (المتوفی ۳۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-
 عالم ما غاب عن البصار خلقه فلم يروا
 (تفسیر ج ۲۹ ص ۱۷۱)
 وہ اُس چیز کو بھی جانتا ہے جو اس کی مخلوق کی نگاہوں
 سے اوجھل ہے۔

اور علامہ محمد بن عبد الباقي زرقانی رح (المتوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-
 ما غاب عن العباد (زرقانی ج ۱ ص ۱۹۹)
 علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح (المتوفی ۱۲۷۰ھ) اپنی بے نظیر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-
 وكون ذلك غيبا باعتبار ما عن الناس و هو
 لا بالله عز وجل فانه لا يغيب عنه شيء و
 لكن لا يجوز ان يقال انه لا يعلم الغيب
 قصدا الى انه لا يغيب بالنسبة اليه .
 اور اس کا غیب ہونا انسانوں اور اسی طرح دوسری مخلوق
 کی نسبت ہے خدا کی نسبت غیب نہیں ہے۔ کیونکہ اس
 سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے لیکن اس معنی کے پیش نظر
 کہ خدا سے کوئی چیز غائب نہیں ہے یہ کہنا جائز نہیں
 ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب نہیں جانتا۔ (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۰۱)

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح (المتوفی ۱۰۲۴ھ) ایسے ہی کسی غالی کی تردید کرتے
 ہوئے فاروقی جلال میں آکر اپنے خاص مجددانہ رنگ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”لو شئت بوددك شيخ عبد الكير يعني گفته است کہ
 حق سبحانه تعالیٰ عالم غیب نیست مخدوم فقیر را با
 استماع امثال این سخنان اصلا نیست بے اختیار رگ
 خاند قیوم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجہ نمی دہد
 قابل آن سخنان شیخ عبد الکیر یعنی باشد یا شیخ اکبر شلمی
 کلام محمد عربی در کار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و نہ کلام
 لکھا گیا ہے کہ شیخ عبد الکیر یعنی کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب
 نہیں ہے مسیحکہ مخدوم فقیر تو اس قسم کی یہودہ
 باتوں کے سننے کی طاقت بھی بالکل نہیں رکھتا اور بے اختیار
 میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے اور وہ تاویل و توجہ
 کی مصلحت ہی نہیں دیتی ایسی بات کہنے والا شیخ عبد الکیر یعنی
 ہو یا شیخ اکبر شامی رح حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام درکار

ہے کہ محمد بن الدین ابن عربیؒ اور صدر الدین قونویؒ اور عبدالرزاق کاشیؒ
 کا میں قریض قطعی درکار ہے۔ ابن عربیؒ کی خصوص الکلم کی ضرورت
 نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کلمہ دینہ کی حدیثوں نے
 ابن عربیؒ کی فتوحات مکہ سے ہیں بے پروا کروا رہے، حق تعالیٰ نے
 کلام مجید میں علم غیب اپنی تعریف کی اور اپنے کو عالم الغیب فرمایا ہے
 علم غیب کی اس سے نفی کرتی نہایت قبیح اور بڑی حرکت ہے کہ حضرت
 حق تعالیٰ کی تکذیب سے قیوب کا کوئی اور معنی بیان کرنا اس
 بڑائی سے ہرگز نہیں سہا سکتا، بڑی (بڑی) باتیں ہیں جو
 ان کی زبان سے نکلتی ہیں۔

قونوی و عبدالرزاق کاشی مار انص کا راست نہ بغص
 فتوحات مدینہ از فتوحات مکہ مستغنی سائنہ اند حق تعالیٰ
 در کلام مجید خود را بعلم غیب ستاید و خود را عالم الغیب
 سے فرمایہ نفی علم غیب کر دن از و بسیار مستغنی
 و متشکر است و فی الحقیقت تکذیب است
 مرحوق را غیب را معنی فریگر گفتن از شاعت
 نے بر آرد کبروت کلمۃ تخرج من
 اقوالہم الا

(دکتر بات حصہ دوم ص ۱۱۱ مکتوب ۱۱)

قاریین کرام! اتنی واضح تر عبارتیں سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی اہلہ فریب اللہ تعالیٰ کی صفت
 عالم الغیب کا انکار کرتا ہے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ مگر ایک دن ضرور آنے والا ہے جس میں
 حق و باطل حقیقت بن کر سامنے آہلے گی نہ

بوقت صبح شود پھو روز معلومت کہ باکہ باختر عشق در شرب دیوچور

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔

غیب کی تعریف ائمہ لغت

قرآن کریم اور صحیح حدیث اور ائمہ دین سے اس کا روشن ثبوت
 موجود ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ مگر وہ اس معنی میں عالم الغیب ہے۔ کہ جو چیز
 الناس المخلوقین اور العباد سے غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور خود اس سے کوئی چیز پوشیدہ
 نہیں۔ مناسب معلوم ہوا ہے کہ تکمیل بحث کے لیے ائمہ لغت سے بھی غیب کی تعریف نقل کر دی
 جائے۔ مشہور امام لغت ابو منصور عبد الماکث بن محمد۔ الثعالبیؒ (المتوفی ۳۲۹ھ) لکھتے ہیں کہ:-

کل ما غاب عن العیون وکان محصلا فی
 القلوب فهو غیب (فہمۃ اللغة للثعالبی ص ۱۱)

امام لغت ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی الحنفیؒ (المتوفی ۳۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

الغیب ما غاب عن العیون وان کان محصلا
 غیب وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو، اگرچہ

فی القلوب - رمز ج ۲ ص ۸۳ قلوب میں حاصل ہو۔

امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازیؒ (المتوفی ۶۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

الغیب ما غاب عنک (مختار الصحاح مثلاً) غیب وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

اور علامہ محمد الدین فیروز آبادیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

الغیب کل ما غاب عنک (القاموس ج ۱ ص ۱۱۱) غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ) لغوی طور پر وہ سابق معنی بیان کر کے جو ہم نے امام ثعالبیؒ اور مطرزیؒ سے نقل کیا ہے، یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وقد تکرر فی الحدیث ذکر الغیب وهو کل (علم) حدیث میں بار بار غیب کا ذکر آیا ہے اور غیب ہر

ما غاب عن العیون وسواء کان محصلاً فی وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو برابر ہے کہ وہ دلوں

القلوب اور غیر محصل (آج العروس ج ۱ ص ۴۱) میں حاصل ہو یا حاصل نہ ہو۔

اور پھر یونوں بالغیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ای بما غاب عنهم فاخبرهم به التبی یعنی جو چیز ان سے غائب ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنة علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے وہ غیب ہے مثلاً بعث ،

والتار وكل ما غاب عنهم مما انبأهم به جنت اور نار اور ہر وہ چیز جو ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے

فہو غیب (ج ۱ ص ۱۲۱) مگر ان کو اپنے اس کی خبر دی ہے۔

اور علامہ ابوالفضل محمد بن عمر الجمال القرشیؒ (المتوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ:-

غیب ناپدید شدن (مراح ج ۱ ص ۱۷۷) کسی چیز کا ظاہر نہ ہونا غیب کہلاتا ہے۔

ائمہ لغت نے ان عبارات میں غیب کی جو تعریف کی ہے وہ اس بات کو ملحوظ رکھ کر کی ہے کہ غیب

کا تعلق جو ناپدید شدن یا غائب ہونے کی ہے وہ مخلوق کی بہ نسبت ہے نہ کہ خالق کی بہ نسبت اور وہ

العیون، القلوب اور عنک وغیرہ کے الفاظ سے اسی حقیقت کو اشکارا کہنا چاہتے ہیں، اگرچہ ان عبارات

کے پیش نظر غیب کے مفہوم میں بعض صورتوں میں جزی طور پر کچھ اختلاف ہو گا مگر اصل مسئلہ پر اس کی کوئی

نو نہیں پڑتی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

اس لغوی بحث کے بعد یہ ملحوظ خاطر ہے کہ شرعی طور پر غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ

رکھتے ہوئے حضرت قاضی بیضاویؒ کی ایک عبارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ غیب کی مراد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

والمراد به الخفى الذى لا يدركه الحس ولا يقتضيه بدهة العقل وهو قمان قسم لا دليل عليه وهو المعنى بقوله تعالى وَعِنْدَ لَا مَفَاحِ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وقسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته واليوم الآخر واحواله وهو للرب في الآية (تفسير بیضاوی ج ۱ ص ۱۸)

غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جو حس کے ساتھ مدرک نہ ہو اور اس کو بدامت عقل نہ پہنچے اور غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور عندہ مفاہغ الغیب لا یعلمها الا هو سے قسم مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو جیسے صانع اور اس کی صفات اور یوم آخرت اور آخر کے احوال کہ ان پر دلیل قائم ہے) اور یمنون بالغیب میں غیب کی یہی قسم مراد ہے۔

ان تمام اقتباسات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے مگر صرف اس معنی میں جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور اس صفت میں وہ ہر کیفیت متغیر ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور یہ بات بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ عذاب قبر، جنت، دوزخ، حشر اور بطراط وغیرہ بے شمار چیزیں غیب ہیں، اگرچہ ان پر مخبر صادق کی تخلیفات و تبشیر کے دلائل موجود ہیں مگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، اور مفاہغ الغیب کی جملہ اشیاء جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی (اور ان میں سے جن کی اطلاع دی ہے وہ معدودے چند جزئیات ہیں اور بس، باقی پر کسی کو اس نے مطلع نہیں کیا اور نہ ان پر دلیل قائم کی ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہو گا انشاء اللہ العزیز) وہ غیب کی اس قسم میں داخل ہیں جو کسی دلیل کے تحت داخل نہیں ہیں اور جن کو غیب مطلق کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ فربیع مخالفت کی عبارتیں اس میں بہت ہی زیادہ پراگندہ اور مختلف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کب علم غیب ملا اور کتنا ملا؟ ان کے اس گورکھ دھندے کو دیکھ کر کوئی آدمی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اتنی بات سب میں مشترک ہے کہ وہ بہت سی نصوص قطعیہ کے منکر یا ماوّل ہیں اور دونوں صورتیں بجائے خود دلیل کفر ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے گنہگاروں کو عقیقہ سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ خدا تعالیٰ

علم مطلق غیب اور غیب مطلق میں علمی طور پر بڑا فرق ہے حافظ ابن قیمؒ نے الامر المطلق اور مطلق الامر اور العلم المطلق اور مطلق العلم وغیرہ میں دس دس وجوہ فرق بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو بدائع الفوائد ج ۲ ص ۱۶)

اور اس کے رسولِ برحق کے احکام کے سامنے غیر مشروط طور پر گردن جھکا دینے ہی کا نام اسلام ہے، اسے
 مال و زر و دل و ہجر کرنے سے بھی کو وقف در
 بندگی اور بقیدِ سر، تنگ ہے بندگی نہیں

باب سوم

حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص اور لوازم اور ان کی بعثت کے اغراض و مقاصد

حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت بالکمال و مصدقیت سے کی جاتی ہے اور پھر انہی کے واسطے سے مخلوق خدا دائرہ علم و عمل سے آشنا اور تمہید ہوتی ہے۔ ان میں گونا گوں کمالات اور مجربات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو تمام حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صفات کمال اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہر ایک نبی اور رسول کے کمالات کا ایک مخصوص رنگ اور اس کی پاکباز زندگی کی ایک نئی شان ہے جو اسے دوسرے حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے الگ اور ممتاز کرتی ہے، مثلاً کسی کی نبوت و رسالت، اسطوت اور کثرت اور سلطنت و حکومت کی قبایں نمایاں ہوتی ہے تو کسی کی فقر و فاقہ کی کملی اور حب مساکین کی فخل میں، کسی میں جاہ و جلال کا ظہور ہے تو کسی میں مجربیت اور جمال کا، کسی نے خلوت اور انقطاع کی صودت میں اعلان حق کیا تو کسی نے جلوت اور تعلقات کی کثرت میں مخلوق خدا کی دینی تربیت کی، غرضیکہ صفات کمال کی جامعیت کے باوجود ہر ایک نبی اور رسول میں کوئی نہ کوئی صفت ایسی ضرور غالب رہی ہے۔ جو ان کے لیے دیگر تمام حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ماہرہ الامتیاز بنی رہی ہے۔ ہم تمام حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور احترام کرتے ہیں، اور ان سب کے پیغمبر ہونے کا دل میں یقین اور مذہبان سے اقرار کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری اندوختی دنیا کو آباد کرنے اور کفر و شرک کو

منانے اور حرص و ہوا کی باطنی چالیں درست کرنے کے لیے انتھک کوشش فرمائی، ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے بتائے اور ہمارے جذبات و احساسات اور اردوں کے نقشے درست کرنے کی بلیغ سعی کی، ہمارے نفوس اور قلوب کے عروج و تنزل کے صحیح اسباب سے ہمیں روشناس کرایا، جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور بہترین معاشرت کی تکمیل ہوئی جس سے اخلاق و سیرت انسانیت کا جوہر نمایاں ہوا، نیکی اور بھلائی الیوان عمل کے نقش و نگار ٹھہرے خداوند کا تعلق باہم مضبوط ہوا اور روزِ اکسٹ کا بھولا ہوا سبق اور وعدہ ہمیں یاد آیا۔ اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کی ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی روحانی تکمیل کو پہنچ سکتی تھی؟ اس لیے اس چنیدہ اور پاک طبقہ انسانی کے احسانات اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے بعد ہم سب پر سب سے زیادہ ہیں اور اس لیے ہر فرد انس و جن پر خواہ وہ کسی قوم اور صنف سے متعلق رکھتا ہو۔ ان کی شکر گزاری کا اظہار لازم اور واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہمیشہ سے طریق مشروع پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کے ساتھ ہم ادا کرتے آئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اللہمَّ صَلِّ عَلَیْہِمْ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ اَجْمَعِیْن۔

فی الحقیقت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیمات کے یہی روحانی تغیرات دنیا کے اصلی اور صحیح انقلابات ہیں جن سے کائنات انس و جن کا نقشہ بدلا ہے اور جن کی بدولت دنیا کی سعادت و بہریت کا قیام اور عالم کو ابدی روحانیت حاصل ہوئی ہے۔ ان روحانی انقلابات کے آگے مادی انقلابات بالکل پیچ ہیں ان کی ہستی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ زمین کے چند رقبوں کو بدل دیں یا چند لاکھ نفوس کو نیست و نابود کر دیں لیکن یہ روحانی انقلابات کہ وڑول نفوس کے اُن اعتقادات و اعمال کو بدل دیتے ہیں جو صدیوں سے ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتے ہیں اور ان عالمگیر گمراہیوں اور تاریکیوں کو مٹا دیتے ہیں جو تمام سطح زمین پر پھائی ہوئی ہیں۔ دریاؤں کو خشک کر دینا آسان ہے اور زمین کو سمندر بنا دینا کچھ مشکل نہیں، پر کروڑوں روحوں اور دلوں کو اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ بدل دینا بہت ہی زیادہ مشکل ہے، جس کی قوت مادہ کی طاقتوں کو نہیں دی گئی۔ سکندر اعظم نے نصف دنیا تو فتح کر لی، لیکن وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکا۔ رومیوں نے بڑے بڑے عظیم الشان شہر تو بسا دیے مگر وہ دلوں کی اُجڑی ہوئی بستی کو نہ بسا سکے۔ بخت نصر نے ایک پوری قوم کو سالہا سال تک توقید کر لیا پر وہ ان میں سے ایک دل کو

جی اپنا غلام نہ بنا سکا۔ ایرانیوں نے بابل کے لاکھوں انسانوں کو قتل کر دیا، لیکن وہ ایک روح کی
گھراہی کو بھی قتل نہ کر سکے۔ تاتاریوں کے عظیم فتنہ نے لاکھوں ناکرہ گناہ نفوس کو تو صفحہ ہستی سے ناپود کر
دیا مگر وہ ہی اور ایرانی کے ایک پیکر کو بھی مٹانہ سکے، اقوام یورپ کی حیرت انگیز میحانی اور ہولناک سائنسی
ترقی نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے تو ملا دیے۔ معہذا ان کی طاقت یہ نہ کر سکی کہ ایک نفس کو بھی اس کے
مالک بھیتی اور جان آفرین سے ملائے حالانکہ وہ اس سے دور نہیں ہے غنۃ اقرب الیہ من حبیل
الودیدہ موجودہ سائنس کے ہوشربا طلسم نے بیسیوں من کے ہوائی جہاز اور راکٹ بلکہ مصنوعی سیارے تو
فضائے آسمانی میں اڑ دیے۔ لیکن ایلین لینن کی ناپاک کوششوں کے ایک پرزہ کی دھیمیاں بھی وہ جو میں نہ
بکھیر سکے۔ بتلیئے ان ہادی انقلابات نے قیام امن کا کوئی نا علی ثبوت پیش کیا ہے؟ یا بدلیوں کے کتنے لشکروں
کو شکست دی اور فتن و فحور اور ضلالتوں کے کتنے بُت توڑے ہیں؟ ان انقلابات کی فتح و تسخیر جسم اور
زمین کی ہوتی ہے مگر روحانی انقلابات قلب و روح کا اعاطہ کرتے ہیں جن سے دلوں کی اچڑھی ہوتی
بستیاں آباد ہوتی ہیں وہ زمین کی تبدیلیاں ہیں جن کو زمین والے انجام دیتے ہیں۔ مگر یہ آسمانی تبدیلی ہے
جو رحمن و رحیم کی طرف سے بتوسط حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پائے تکمیل تک پہنچتی ہے۔ یہ نفوس
قدسیہ بغیر حضرت علیؑ علیہ السلام کے اپنے اپنے وقت پر آئے اور گزر گئے کیونکہ اس عالم غانی کی کوئی چیز
ابدی نہیں، ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم تھیں تاہم وہ دوام و بقا کی دولت سے سرفراز نہ
تھیں۔ ان کے بعد دنیا پر تقریباً چھ صدیاں ضلالت کے سناپے اور کفر و شرک کی خاموشی کی گزر چکی تھیں تقذیس
الہی کا وہ خاص مقام جو ولدی غیر ذی ذرع یعنی بن کھیتی کی سرزمین میں کعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور رحمت
حق کا وہ گنوارہ جس کی بنیاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام جیسے پاک معاروں کے
مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ دنیا کے بُت کدوں میں وہ سب سے بڑا اور عظیم تنگہ بن گیا تھا۔ جہالت و
ضلالت کے تاریک اور گھٹکھو بادل تہ بہ تہ جمع ہوتے اور کفر و شرک کی بارش برسا جاتے، کسی قوم یا کسی
خاندان، کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں، عرب ہو یا عجم، مشرق ہو یا مغرب، کائنات کا ذرہ ذرہ
خواب غفلت میں سرشار اور پردہ ظلمت میں متور تھا۔ شکل و صورت میں اگرچہ وہ انسان تھے مگر خصال اور
شمال میں وہ حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ اُولَئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔
کوئی لات و منات پر شیدا تھا کوئی عزیزی اور ناکہ پر کوئی مہادیو اور کرشن کی مورتیوں کا پجاری تھا۔

تو کوئی شمس و قمر اور آگ پر مفتون، کوئی اجار و مہبان کو ارباب بنائے بیٹھا تھا تو کوئی اہرمن اور یزدان کی ثنویت کا قائل تھا کوئی کاہن و منجم سے غیب کی باتیں پوچھتا تو کوئی عشق و معاشقہ اور مدح و مجوی کی شاعرانہ داستانیں سننے کا شائق، غرض ربیع مسکول کا چہرہ چہرہ خدائے واحد اور مالک حقیقی کو فراموش کر کے خود ساختہ اصنام و اوثان پرستی میں منہمک اور اجار در مہبان کی عبادت میں مشغول و مصروف تھا اُس وقت شجر زندگی کی ہر شاخ سے نئی خشک ہو چکی تھی، تہذیب و تمدن کے پھول و وحشت اور بربریت کی بادِ سموم سے مرہ جاپکے تھے۔ جن عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہو چکے تھے۔ زمین پر جوہر انسانیت کی سرسبزی اور شادابی کا کہیں نشان باقی نہ تھا۔ کشت مذہب و اخلاق کے برائے نام محدود تو باقی تھے لیکن فعلیں بالکل اُبڑا چکی تھیں اس وحشت اور سرسبکی کے عالم میں خاسر و نامراد انسان ادھر ادھر مارا مارا پھرتا تھا۔ لیکن خدا کی اس وسیع زمین پر اُسے کیسے روحانی زندگی کا نشان اور تازگی کا کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اس کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھتی تھیں اور صرف ایک پکار سننے والے کو پکار پکار کر کہتی تھیں۔ متی نصراً اللہ۔ یہ وقت تھا کہ فطرت کے اُل قانون کے مطابق اس افسردگی اور پُرمردگی کو پھر سے تازگی اور شیفنگی میں بدل دیا جاتا اب وہ وقت آگیا تھا کہ آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کر دیے گئے تھے یہاں تک کھل جائیں۔ چنانچہ ربّ ذوالمنن کا سحابِ کرم رحمت باری کا مہبطِ عظمیٰ، بحرِ سخا، پیکرِ مہدی اور رہبرِ صادق زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جلیتیں اپنے آغوش میں لیے ۹ ربیع الاول کے مقدس مہینے میں کوہِ سیر اور فاران کی چوٹیوں پر جھوم جھوم کر آیا اور بلدِ امین کی مبارک وادیوں میں کھلکھلا کر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ اخلاق و تمدن کے پُرمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آگئی، عمرِ انیت اور مدنیت کے سبزۂ پامال میں نزہت اور لطافت پیدا ہو گئی۔ عالم کے اطراف و جوانب نورِ نبوت اور آفتابِ رسالت کی بے پایاں روشنی سے منور ہو گئے اور توحیدِ خالص کا علم بلند ہوا۔ اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے خشک چشمے حیات تازہ کی جوئے روان میں تبدیل ہو گئے۔ طغیانی اور سرکشی کی بادِ سمومِ عمل و انصاف کی جان بخش نسیمِ سحری میں بدل گئی، ظلمتِ کدوں کی ظلمت مٹ گئی۔ بتکدوں کے بُت فنا ہو گئے۔ آشکدوں کی آتش بجھ گئی اور سینکڑوں برس کے بھگتے تھکے

غلاموں کو ان کے حقیقی مالک اور آقا کے آگے سر اور جبین نیاز جھکانے کا شرف نصیب ہوا، فضائے عالم متزلزل کے لغو سے گونج اٹھی، نفوس کو نئی زندگی اور زندگی کو نئے دلوں نے عطا ہوئے۔ آسمان نے زمین کو مبارکباد دی کہ تیرے بخت بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذروں کو اس ذات اطہر و اعظم اور اس بلند پایہ اور بزرگ ترین مقدس ہستی کی پالوسی کی سعادت نصیب ہو گئی جو عالم موجودات کے سلسلہ میں ارتقار کی آخری منزل ہے، مشرف و مجد الانسیت کی آخری کڑی ہے جو علم و بصیرت کے اس افق اعلیٰ پر جلوہ گر ہے کہ عقل و دانش، فکر و نظر کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی جو دانش اور حکمت برہانی کے اس مقام بلند پر فائز ہے جہاں غیب اور شہود کی وادیاں و امن نگاہ میں سمٹ کر آ جاتی ہیں۔ وہ دیکھئے عالم میں خدا تعالیٰ کی تعلیم و ہدایت کا شاہد کوہ صفا پر کھڑا ہے، نیکو کاروں کو فلاح و سعادت کا مبشر بشارتیں سنارہے جو ابھی تک بے خبر ہیں اعلان کو ہشیار اور بیدار کرنے والا نذیر، خدا تعالیٰ کے عذاب ڈرارہے بھٹکنے والے مسافر دل کو خدا کی طرف پکارنے والا داعی دعوت حق پیش کر رہا ہے۔ نگاہ اٹھا کر دیکھئے رہبر راہ صداقت، ہادی صراط مستقیم اور داعی حق سوق عکاظ میں کھڑا ہو کر ایک گم کردہ راہ قوم کے سامنے اپنی حجت اور دلیل قائم کر رہا ہے، ارشد و ہدایت پر لانے کے لیے نور صداقت سے ان کے قلوب کو روشن کر رہا ہے، حکمت اور موعظہ حسنہ کا دل نشین اور موثر پیرایہ اختیار کر کے قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا سبق پیش کر رہا ہے تاکہ تشنہ کا ماں رشد و ہدایت کو سیرابی نصیب ہو اور توحید خالص ان کے سویدائے قلب میں اتر جائے۔ تصور کی عینک سے دیکھئے ہادی حق طاقت کی گلیوں میں خدا کا آخری پیغام فلاح و نجات کا آخری سرچشمہ ابلاغ و اعلان حق کا بحر بے پایاں، توحید الہی کی آخری شمع قرآن مجید اور فرقان حمید ان کو سنارہا ہے جس نے مذہبی دنیا کے تمام قوانین کو یک قلم منسوخ کر دیا، وہ حق و باطل میں امتیاز، شرک و توحید میں تفریق، کھڑے اور کھوٹے میں تمیز دینے آیا ہے۔ قرآن کریم وہ عظیم الشان و جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی اور معنوی ہر حیثیت سے نہایت سچائی باؤں تولد پاؤرتی ہیں۔ نہ ان میں نقص ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے، نہ معجزانہ فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے اس کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مضمون اور مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا گیا ہے، محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے، الفاظ کی قبا، معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن عقائد و اعمال، اصول و فروع اور اخلاق و نعائج پر قرآن کریم مشتمل ہے، اور جو دلائل اور براہین اثباتی حاوی

کے لیے پیش کئے گئے ہیں وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تنے ہوئے ہیں، مبالغہ اور تصنع سے بھر خالی ہیں۔ قرآنی حقائق اور دلائل ایسے مضبوط اور محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پٹلیاں کھائے، ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں اس میں ضروریات اور معامات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے یہ کتاب ایک محتمہ اور چستان بن کر رہ گئی ہو۔ اگر حکیم مطلق اور خیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہوں گی تو اور کس کے کلام میں توقع کی جاسکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ پاک کتاب کے ذریعہ مادی برحق نے صدیوں کے بھولے ہوئے سلق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتش شوق بھڑکائی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس کی صدائے حق ظلم و عسایاں کے محلوں میں زلزلہ طاری کر دیا اور جہالت و ضلالت کی ایک ایک زنجیر کو کاٹ کر رکھ دیا وہ انقلاب پیدا کیا جس نے ریت کے ایک ایک ذرہ کو ہلا دیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ مادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
الحاصل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک سلسلہ کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی سب سے آخری نخت جس نے ابدی طور پر قصر نبوت کو مکمل کر دیا ہے، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مبارک صورت میں اس دنیا کے سامنے رونما ہو چکی ہے، قیامت تک دنیا کی تمام قوموں کے لیے آپ کی پیش کردہ کتاب اور سیرت طیبہ اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے اور ہر حیثیت سے مکمل اور ہمیشہ کے لیے محفوظ اور ناقابلِ ترمیم و تنسیخ ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ اور حیات نیرہ میں کوئی پڑیچ و خم راہ نہیں کوئی راز مستور نہیں، کوئی ستر پس پردہ نہیں۔ ایک جگہ گاتے ہوئے چراغ کی روشنی (سر اجاڑنیرا) جو ایک طرف خود اس چراغ کے ہر پہلو کو دیدہ بینا کے سامنے بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا اصلی مقام بھی متعین کر دیتی ہے لیکن جس طرح ہم ہمارے مسلمانوں نے نورِ مبین (قرآن کریم) جیسے نیر درخشندہ کو خود ساختہ تصورات اور تخیلات کے سیاہ بادلوں میں چھپا رکھا ہے، اور اس کی روشنی سے نہ صرف اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے محروم کر دیا ہے اسی طرح انہوں نے سیرت طیبہ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے باطل معتقدات اور توہمات کے تہ و بالا دیزیرِ بدول میں مستور کر رکھا ہے، آج ساری دنیا اس روشنی کے لیے مضطرب و بے قرار پھر رہی ہے اور آنے والے صیہب اور ہولناک طوفانوں سے نجات صرف کتاب و سنت ہی پر

عمل پیرا ہونے سے مل سکتی ہے اور بس یہ

ہواؤں کا رخ بتا رہے ضرور طوفان آ رہا ہے

نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں مومنین کدھر سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عموماً اور غائب امام الانبیاء اور خاتم
الرسال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً جو جو مزایا اور فضائل عطا فرمائے ہیں وہ ہمارے
فہم و ادراک سے بالاتر اور ہماری عقل و دانش سے وراد اور اہم ہیں ان کو گننے والا گننے تو کیسے، ان کی
تہ تک پہنچنے تو کیونکر؟ اس قادر مطلق نے جن صفات سے آپ کو فوازا اور جو عنایات آپ پر کیں۔
اور جو علوم اور اسرار و حکم آپ کو مرحمت فرمائے، خدا کی مخلوق میں ان خصائص اور انعامات میں حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی بھی شریک و سہم نہیں ہے اور بلا بالغیر ایک حقیقت ہے کہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر خزانوں کا مالک اور ان میں مقرب اور اسی طرح عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اوصاف
میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصۃ خداوندی ہے جس کی سمجھ پہلے گزر چکی ہے
اللہ تعالیٰ نے سید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پال زبان سے
اپنی اہل اور علم کتاب کے ذریعہ قانونِ کلی کے طور پر یہ صریح اعلان کر دیا کہ:-

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا
أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ
إِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُؤْتَىٰ إِيَّايَ قُلْ هَلْ يَسْتَعْوِ
الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝

(پک۔ الانعام۔ رکوع ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے منصب اور اس کے خواص و لوازم پر روشنی
ڈالی ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے، اس کا یہ دعوئے نہیں ہوتا
کہ تمام مقدرات الہیہ کے خزانے اس کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی
جاتے تو وہ ضرور ہی کر دکھائے، اور یہ بھی نہیں کہ تمام معلومات غیبیہ اور شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض

رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا جائے کہ تم جو کچھ پوچھو وہ فرما بتلادیا کرے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نوع بشر کے علاوہ کوئی اور نوع ہو اور ملک فرشتہ اور نور ہونے کی وجہ سے لوازم اور خواص بشریہ سے اپنی برأت اور نزاہت کا ثبوت پیش کرے، اس آیت کرمیہ میں بصر احست یہ امور واضح کر دیے گئے ہیں کہ:-

- ① تبی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامر نہیں ہوتا۔
- ② یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔
- ③ یہ کہ نبی اور رسول ملک، فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-
خَلَقْتُ الْمَلَائِكَةَ مِنْ نُورٍ (اور انکو) قَالَ مُسْلِمٌ کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ج ۲ ص ۳۱۳، درود احمد ج ۶ ص ۶۸، ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۷

و منتخب کنز العمال بر منہ احمد ج ۲ ص ۴۵۳، الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵

جب بحکم خداوندی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ملک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی نفی بھی کر دی۔ اس آیت کرمیہ میں جن تین امور کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے بصراحت کی گئی ہے، انہی میں اہل بدعت حضرات ٹھوکرین کھا رہے ہیں اور سر سے لے کر پاؤں تک ایڑی چھٹی کا نور لگا کر ان کے اثبات کے درپے ہیں باقی فریق مخالفت کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے غلطی کی نہیں (جاء الحق ص ۸۵ و مقیاس ص ۳۰) اور تفسیر قرآن کریم از مولوی نعیم الدین صاحب ملو آبادی ص ۱۹ وغیرہ) تو یہ محض بے بنیاد اور بے حقیقت بات ہے۔ اس دفع الوقتی اور طعل تسلی سے شاید ان کے ماؤف دل تو مطمئن ہو جائیں لیکن سمجھ دار اور متین آدمی کا ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ علم غیب ذاتی اور غطائی کی مبسوط بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، انشاء اللہ العزیز مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں دعویٰ علم غیب کی نفی ہے علم غیب کی نفی نہیں عجیب بدایونی منطق ہے اور تواضع و انکسار کا بہانہ بھی بے سود ہے، جیسا کہ جاء الحق ص ۸۵ میں ہے، اس کی بحث بھی اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ، کہ تواضع سے کیا مراد ہے؟ نیز اہل بدعت کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ مومنوں سے یوں نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک خالص افسردہ اور بہتان بلکہ قرآن

کریم کی تحریف ہے، دلائل وبراہین کا ذخیرہ اپنے مقام پر آئے گا، انشاء اللہ العزیز، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے بھی صریح الفاظ میں اس کا اظہار فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا اور حضرت رافعؓ بن خدیج کی مرفوع روایت جو عنقریب آ رہی ہے۔ اس میں خطاب ہی صریح مسلمانوں کو ہے۔ پھر یہ بات بھی تہ بھول جاسیے کہ نبی اور رسول کا مقام بہت ہی بلند ہوتا ہے ان کا دل اور زبان ظاہر اور باطن عقیدہ اور عمل ایک ہوتا ہے، جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے، وہی زبان پر ہوتا ہے اور جو زبان پر ہوتا ہے وہی عمل میں ہوتا ہے، اپنے منصب کے بیان میں وہ جو کچھ کفار کو کہتے ہیں وہی کچھ مومنوں کو بھی کہتے ہیں، دلائل و دوزخی کا مطلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایک سے کچھ کہیں، اور دوسرے سے کچھ کہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ سے

نمی باشد مخالفت قول و فعل راستاں باہم
کہ گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا

غرضیکہ اہل بدعت کی طرف سے اس آیت کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تو آج تک دیا گیا ہے اور نہ قیامت تک دیا جاسکتا ہے، انصاف اور دیانت کے ساتھ آزمائش کر لیں۔ دیدہ باید!

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَیَّ مِنْ رَبِّیْ فَقَدْ کَانَ حُکْمُ اللّٰهِ عَلٰی شَیْءٍ کَثِیْرٍ مِّنْهُ لَیْسَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْهُمْ جَهَنَّمُ اَوْ یَتَّخِذُ مِنْ دُونِهَا اِلٰهًا ۚ فَاُولٰٓئِکَ لَیْسَ لَهُمْ شَرَفٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ ۚ وَهُمۡ فَاکِرٌ ۝۱۰

بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ انسانی قوتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، علمی اور عملی۔ قوت علمی کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے کہ نبی اور غیر نبی میں اعلیٰ اور بعیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت ہے، نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مریضیات الہی اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جس کے بلا واسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت اور سکون میں رضائے الہی اور حکم خداوندی کے تابع ہوتے ہیں (ذلات اور اجتہادی لغزشوں کا معاملہ الگ ہے جس کی بحث عنقریب آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز) وحی الہی اور حکم خداوندی کے خلاف نہ تو کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے اور نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیمات ربانی اور مریضیات الہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مومن اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

و مایکون کے عالم نہ تھے اور نہ آپ کے منصب میں یہ بات داخل تھی کہ آپ امیر باطن کو بھی جانتے ورنہ اس کا مطلقاً احتمال ہی نہ ہوتا کہ آپ کسی فریق کی چرب لسانی کی وجہ سے جھوٹے کو سچا سمجھ لیتے اور عدا اور دیدہ دانستہ دوسرے مسلمان کا حق اس کو دلائیے، اس سے آفتاب نیروز کی طرح یہ بات آشکارہ ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری امیر اور قرائن اور دلائل و شواہد کے مکلف اور پابند تھے۔ باطنی امور اور حقیقت حال و نفس الامر پر اطلاق پانا آپ کے خواص اور لوازم میں شامل نہ تھا۔ یہ صحیح اور صریح روایت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم مزید تسلی اور اطمینان کے لیے ائمہ حدیث، فقہاء کرام اور شرح حدیث کی چند عبارتیں اس پر نقل کرتے ہیں۔

① حضرت امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

فہذا القول في هذا البيان الذي لا اشكال معه بحمد الله تعالى ونعمته على عالمه فنقول ولي السرائر الله عز وجل فالجلد والمحرار على ما يعلمه الله تبارك وتعالى والمحكمة على ظاهر الامر وافق ذلك السرائر او خالفها كتاب الامم ۴ ص ۳۳

ہم اس کے قائل ہیں اور اس کے اندر ایسا واضح بیان ہے جو محمد اللہ تعالیٰ و احسانہ کسی عالم پر باعث اشکال نہیں ہو سکتا، سو ہم کہتے ہیں کہ رازوں اور بھیدوں کا جاننے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (حقیقت) حلال و حرام تو فقط اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، حاکم کا فیصلہ تو ظاہر پر ہی محمول ہے یہ اندرونی بھیدوں اور رازوں کے موافق ہو یا مخالف۔

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

الناكف في الحكم الاجتهاد على الظاهر دون الغيب والله تعالى اعلم

مجتہد اجتہادی اور قیاسی حکم میں صرف ظاہری امور کا مکلف ہے، باطن، غیب کا مکلف نہیں ہے۔

(رسالہ فی اصول الشافعی ۲ ص ۶۸)

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ :-

وهو صواب على الظاهر ولا يعلمه الباطن الا الله تعالى (رسالہ ص ۶۸)

نکتہ کا قیاس اور فیصلہ ظاہری امور پر مبنی ہے۔ باطن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور ظاہر و باطن کا فرق کرتے ہوئے اس نکتہ کی وضاحت فرماتے ہیں کہ :-

ولا يعلم الغيب فيه الا الله (رسالہ ص ۶۸)

اس میں باطن اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا

غور فرمیتے کہ حضرت امام شافعیؒ جو ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام اور اہل سنت والجماعت کے بلا ملاحظت مقتدا اور پیشوا ہیں، فصل خصوصیات میں ظاہر اور باطن کا فرق کر کے رازوں بھیدوں اور نفس الامر کی حقائق کو ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور حاکم کے فیصلہ کو ظاہری قرائن اور شواہد پر مبنی قرار دیتے ہیں، عام اس سے کہ حاکم کا فیصلہ نفس الامر کے موافق ہو یا مخالف، کیونکہ حاکم باطنی امور کا ہرگز مکلف اور پابند نہیں ہے۔

② حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النودی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

معنا لا تنبيه على حالة البشرية وان البشر لا يعلمون من الغيب ولواطن الامور شيئاً الا ان يطلعهم الله تعالى على شيء من ذلك وانه يجوز عليه في امور الاحكام ما يجوز عليهم وانه يحكم بين الناس بالظاهر والله يتولى السرائر فيحكم بالهينة وباليمين ونحو ذلك من احكام الظاهر مع امكان كونه في الباطن خلاف ذلك (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ نہ کی جائے اور بتلا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتا لے کہ فصل خصوصیات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندر نفی رازوں کا معاملہ خدا سے سوا کس کا ہے اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

یہ عبارت بھی اپنی مراد پر نہایت واضح اور صریح طور پر دلالت کرتی ہے۔

③ شیخ الاسلام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی ابن وقیع العبد الشافعی الماکلیؒ (المتوفی ۷۵۰ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

فيه دليل على اجراء الحكم على الظاهر واعلام الناس بان النبي صلى الله عليه وسلم كغيره في ذلك وان كان يفتقر مع الغير في اطلاعه على ما يطلع الله من الغيوب

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائے گا اور نیز اس کو لوگوں کو یہ بتا لے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسروں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیب باطن پر مطلع

الباطنة وذلك في امور مخصوصة لافى الاحكام العامة وعلى هذا يدل قوله عليه السلام انما انا بشر (احكام الاحكام ج ۲ ص ۱۳۲)

کرتا ہے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی پر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

(۴) حافظ الدنيا ابو الفضل احمد بن علیؒ - ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قوله انما انا بشر - ای کو احد من البشر فی عدم علم الغیب (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۹)

میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں اور دوسرے مقام پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ایٰ یہ ودا علی من زعم ان من كان رسولاً فانہ يعلم کل غیب (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۱)

انما انا بشر کا جملہ خاص طور پر ان لوگوں کے باطل خیال کی تردید کے لیے حضرت نے ارشاد فرمایا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے۔

(۵) علامہ بدر الدین محمود بن احمد - العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر - یعنی کو احد منکم ولا اعلم الغیب ولباطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية وانا احکم بالظاهر (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۲۷۱)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملہ کے اندر وہی احتمال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے اور میں تو صرف ظاہری حالت پر ہی فیصلہ دیتا ہوں

اور اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ :-

انما انا بشر - ای من البشر ولا ادري باطن ما تحت اكمون فيه عندی و تحتصمون فيه لدى و انما اقفى بينكم على ظاهر ما تقولون فاذا كان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لا يعلمون ذلك فغير جائز ان يعصم دعوى غيرهم من میں انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہوں اور جو مقدمات تم میرے پاس لاتے ہو تو ان کے باطن کو میں نہیں جانتا اور میں تو تمہاری ظاہری باتوں کو سن کر ہی فیصلہ کرتا ہوں و لا عینی فرماتے ہیں کہ جب حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اور باطنی امور نہیں جانتے تو بخیر اور کاہن وغیرہ کا غیب

کاہن اور مقیم العلم وانما یعلم الانبیاء اور باطنی امور کے علم کا دعویٰ کیسے جائز اور صحیح
من الغیب ما اعلموا بہ بوجه من الوحی — ہو سکتا ہے؛ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عجیب
(مجموعۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۱)
کی شہرہ بی باتیں مانتے ہیں ہنسا نہر لہر وحی انکو علم عطا کیا گیا ہو۔

⑥ امام قسطلانیؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

انما انا بشر۔ مشارک لکم فی البشریۃ میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ عجیب کے ان
بالنسبۃ لعلم الغیب الذی لم یطلعنی اللہ امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے
علیہ وقال ذلک توطنۃ لقولہ وانہ یتلئ الخ اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد وایہ یتلئ الخ الخضم
الخضم الخ فلا اعلم باطن امر الخ کے قول کے لیے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا
(ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱)
علم نہیں رکھتا

یہی علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

انما انا بشر۔ وهو رد علی من زعم ان من کان محسولاً فانه یعلم کل غیب حتی لا یتغنی آپ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کے لیے ارشاد
علیہ المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱) فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا
اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:- ہے حتی کہ اس پر مظلوم اور ظالم معنی نہیں ہوتے۔

انما انا بشر۔ آپ نے ان لوگوں کی تردید کے لیے ارشاد فرمایا
کان وسولاً یعلم الغیب فیطلع علی البواطن جو یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کو غیب کا علم ہوتا ہے اور وہ بطن
ولا یخفی علیہ المظلوم ونحو ذلک فاشاد ان پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر مظلوم وغیرہ معنی نہیں رہتا آپ نے
الوضع البشری یقتضی ان لا یدرک من اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وضع بشری اس
الامور الاظاہر ما فانه خلق خلقاً لا کی مقتضی ہے کہ وہ صرف ظاہری امور کا اور ان کے کیونکہ
یسلم من قضایا تجبہ عن حقائق الاشیا بشر ایک ایسی مخلوق ہے کہ اس کے اور حقائق اشیا کے اور ان کے
فاذا ترک علی ما جبل علیہ من القضایا کے درمیان چمکے ہوئے حامل ہو جاتے ہیں جب اس کو جبلت
البشریۃ ولم یؤید بالوحی السماوی طراً بشری کے تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے اور وحی سماوی سے
علیہ ما طراً علی سائر البشر۔ تائید نہ ہو تو اس پر باوجود رسول ہونے کے وہی کچھ طاری ہوتا

دارشاد الساری ج ۴ ص ۱۷۱ ہے جو تمام النازل پر طاری ہوتا ہے۔

اور یہی علامہ قسطلانیؒ ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ولكن انما انا بشر مثلكم - اى بالنسبة الى
الاطلاع على بواطن الخاطبين لا بالنسبة
الى كل شئ

دارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۱

یہ تمام عبارتیں علامہ قسطلانیؒ کی ہیں اور بغیر کسی شک اور شبہ کے اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ وہ حضرت
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے عموماً اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خصوصاً علم غیب کے
ہرگز قائل نہ تھے، نہ جیسا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خالص الاعتقاد ۲۵ وغیرہ میں اور دیگر اہل عہد
کو مغالطہ ہوا ہے۔

⑤ علامہ علی بن احمد الغزیریؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر اى من البشر والمراد انه مشارك
البشرى اصل الخلقة وان زاد عليهم بالمزايا
التي اختص بها في ذاته قاله رداً على من
زعم ان من كان رسولا فانه يعلم كل غيب
حتى لا يخفى عليه المظلوم

(السراج المنير ج ۲ ص ۱۷۱)

⑧ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

” آنحضرت گفت نیستم من مگر آدمی و عارض میشود بر من احکام و عوارض بشریت و باقی گزاشته شدہ
است و من احکام جبلت جز آنچه تأمید کردہ میشود بوحی و تعلیم نمودہ میشود از جانب حق سبحانہ
و نزدیک است کہ بعضے از شما باشد زبان آور و بیان کنندہ ترجمت خود را از بعضے دیگر

پس حکم میکنم من مراداً بر مانند آنچه میشود از دے الہی ۴۱ راشدة اللغات ج ۳ ص ۱۷۱

⑨ حضرت ذاب قطب الدین خاں صاحب دہلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۹ھ) لکھتے ہیں کہ :-

فتاویٰ میں آدمی ہوں، یہ اشارہ ہے اس امر پر کہ سوا اور نیاں بعید نہیں ہے آدمی سے اور وضع بشری مقتضی ہے اس کی کہ نہ ادراک کرے امور کو سوائے ظاہر اُن کے کے یعنی میں آدمی ہوں عارض ہوتے ہیں مجھ پر احکام و عوارض بشری اور ماتی چھوڑے گئے ہیں مجھ میں احکام جبلیت کے سوائے اُس چیز کے کہ تائید کیا جاتا ہوں ساتھ وحی کے اور تعلیم کیا جاتا ہوں حق سبحانہ سے حاصل یہ ہے کہ میں بحسب ظاہر کے حکم کرتا ہوں بموجب تقریر مدعی کے کہ پس اگر اُس کا حق نہ تھا اور اُس کی چرب زبانی سے میں سمجھا کہ حق اسی کا ہے اور اس کو دلوادیا تو وہ اس کو اپنے حق میں حلال نہ جانے بلکہ یہ جانے کہ ٹکڑا آگ کا مجھے ملا ہے، پرہیز کرے اس سے، انتہی بلفظ (منظاہر حق ج ۳ ص ۲۲۳)

⑩ علامہ شہاب الدین احمد الخفاف الحنفی رحمہ (المتوفی ۸۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ :-

واللہ انا بشر۔ لا اعلم الغیب وانکم تحقّقون میں تو بشر ہی ہوں۔ میں غیب نہیں جانتا اور تم اپنے اِلٰہ الخ (نہیم الریاض ج ۴ ص ۲۷۱)

⑪ حضرت حکیم الامت احمد بن عبدالرحیم الشاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی رحمہ (المتوفی ۱۲۷۹ھ) اس حدیث کی تشریح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جزایں نیست کہ من آدمی ام و ہر آئینہ شما خصوصت می کنید بایکدیگر پیش من پس شاید بعض شما وانا تر باشد بحجت خود از دیگر پس حکم کنم برائے او مثل آنچه شنیدم از دوسے پس ہر کہ حکم کروم برائے او از چیزے بحق برابر او پس باید کہ دیگر و ازاں چیزے جزایں نیست کہ جدا میکنم برائے او بارہ از آتش (مصنفی ج ۲ ص ۱۷۱)

نیز حضرت شاہ صاحب رحمہ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وفي الحديث دليل على ان كل مجتهد ليس بمصيب انما الاصابة لواحد وانما الخطا موضوع عن الآخر لكونه معذورا فيه و عليه اكثر اهل العلم

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا۔ اصابت رستے صرف ایک مجتہد ہی کی ہوتی ہے ہاں (اس مثلیں) دوسرے مجتہد پر خطا کا گناہ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ معذور (بلکہ ماجر) ہے اور یہی اکثر اہل

علم کی تحقیق ہے۔

(الموسیٰ ج ۲ ص ۹۷)

⑫ الشیخ المحدث العلامة منی الحنفی رحمہ (المتوفی ۱۱۳۹ھ) لکھتے ہیں :-

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف
اُسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ
آگاہ کر دیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

والما انا بشر۔ ای لا اعلم من الغیب الا
ما علمنی ربی کما هو شان البشر۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۶۷)

(۱۳) اور علامہ الحیدر بن عبداللہ بن محمد الطیبی الحنفی (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ ۱۔

میں تو بشر ہی ہوں اور وضع بشری اس کو نہیں چاہتی کہ وہ
امور ظاہرہ کے علاوہ امور باطنیہ کا بھی ادراک کرے۔
رب آپ کا معصوم ہوتا تو وہ گناہوں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو ان احکام میں جن میں وحی نازل نہیں ہوئی
بقی۔ اُسی چیز کو مکلف قرار دیا ہے جس کا دوسروں کو
مکلف بنایا ہے اور وہ اجتہاد ہے۔

انما انا بشر۔ ان الوضع البشوی یقتضی
ان لا یدرک من الامور الا ظاہرها وعصمتہ
انما هو عن الذنوب فانہ صلی اللہ علیہ
وسلم لم یكلف فیما لم ینزل فیہ الا ما
كلف غیرہ وهو الاجتہاد
(بحوالہ انجاء المجاہدہ ص ۱۶۹)

اس حدیث سے اور اس کی شرح میں اکابرین علماء اُمت کی تصریحات اور عبارات سے جو ہم نے
نقل کی ہیں، بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے۔
مگر خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل۔ چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان
صاحب کو بھی اس کا صاف اقرار ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ
اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطیف، وہ خود فرماتے ہیں لبست
مشکم میں تم جیسا نہیں دیوئی لست کہیتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں دیوئی ایکہ مشلی تم میں
سے کون مجھ جیسا ہے (بلغ غلطہ لغی الغنی مثلاً)

لقد ادر بشر کا مسئلہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے، اسی کیلئے ہماری کتاب تنقید متین اور اعلام البرہان
دیکھیں، یہ امور اس میں واضح ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ کہ لڑکی کون سی حدیث صحیح ہے؟ اور اس کا
مطلب کیا ہے؟ اور سایہ نہ ہونے کی روایت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ مگر خالصاً اُنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر اور انسان تسلیم کر لیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ فضائل اور خصال و شائل میں آپ
کی کوئی مثل نہیں اور یہی کچھ ہم کہتے ہیں۔

اب وہ ہنس کر سامنے آتے تو ہیں

خمس اے بیباک اتنا تو ہوا

نیز اس روایت سے اور اس کی تشریح میں منقولہ بالا عبارات سے یہ بات بھی آفتاب نمرؤز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون اور ظاہر و باطنی اندر و بیرون تمام بھیدوں کا علم حاصل تھا مگر صرف اسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقت حال پر مطلع کر دیا ہو، اور فضل خصوصیات میں آپ باوجود اتفانت تام اور پوری توجہ کے اس امر کے ہرگز مکلف نہ تھے کہ حقیقت حال سے آگاہ ہو کر باطنی امور کے موافق فیصلہ صادر فرماتے بلکہ اس معاملہ میں آپ عام دوسرے انسانوں کی طرح مدعی کے ظاہری قول اور قسم و شہادت وغیرہ دیگر ظاہری قرائن پر نگاہ رکھتے تھے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو باطنی حقیقت اور علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ منصب نبوت اور فرائض رسالت میں علم غیب داخل ہے جیسا کہ عبارات بالا میں صراحت سے اس کی حقیقت پیش کی جا چکی ہے اور انما انما لبشر الا کما جملہ ہی آپ نے ایسا باطل اور غلط عقیدہ رکھنے والوں کی تردید ہی کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔

نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار کل بھی نہ تھے کہ جو چیز چاہتے کسی کے لیے حلال کر دیتے اور جو چاہتے حرام فرما دیتے، اگر ایسا ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے یعنی کہ اگر میں کسی جھوٹے کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دوں تو وہ اس کو نہ لے، کیونکہ وہ اس کے لیے آتش دوزخ کا ایک ٹکڑا ہو گا۔ جو اس کے لیے کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ رہا قضائے قاضی کا ظاہر و باطنی نفاذ یا عدم نفاذ، اور اسی طرح نکاح و طلاق اور دیگر معاملات میں فرق و امتیاز کا وجود یا عدم، تو یہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے فتح القدر، عمدۃ القاری اور مرقات وغیرہ کی طرف مراجعت کرنی چلے۔ حضرت شیخ المصنوع نے اس پر خاصی علمی بحث کی ہے (ملاحظہ ہو ایضاح الادلہ) اہل بدعت کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو سب کچھ معلوم ہے مگر آپ ظاہری روضہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے، قطعاً اور یقیناً باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسی حدیث میں یہ جملہ فاحش انہ صادق فاقضی لہ بذا لک رکہ اس کی چرب لسانی کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (اس باطل تاویل کی بیج گنی کے لیے کافی اور شافی ہے مولوی محمد عمر صاحب اس جملہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے (دیکھیے مقیاس ۵۵۹) وثانیاً کیا فریق محض کا ایمان اور عشق اس کو گوارا کرتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدہ و انتہ اور حقیقت حال

سے آگاہ ہو کر بھی صاحب حق کو حق سے محروم کر دیں اور جھوٹے کو دوسرے کا حق دلوادیں؟ ہمارا ایمان اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

باقی مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی (المتوفی ۱۳۶۷ھ) کا یہ جواب کہ فمن قضیت له بحق مسئلہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت نے علی سبیل الغرض فرمایا (محصلاً الکلمۃ العلیا۔) تو یہ سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یا آسانی کے ساتھ گھوٹلا سی اور دفع الوقتی کا ایک ناکام بہانہ ہے اور عقلاً و نقلاً ہر طرح سے باطل اور مردود ہے۔ عقلاً تو اس لیے کہ اہل عربیت اور منطقہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی دونوں کے درمیان ہوتا ہے یا حکم صرف تالی میں ہوتا ہے اور مقدم جزاء اور تالی کے لیے قید ہوتی ہے۔ جیسے حال اور ظرف وغیرہ منطقہ اول کے قابل ہیں اور اہل عربیت ثانی کے لیکن جس وقت مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یا ایک واجب اور دوسرا ممکن یا دونوں ممکن ہوں تو استلزام میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور منطقی اور معقولی محقق ملا محمد النذری بن شکر النذری سندیلوی (المتوفی ۱۱۶۷ھ) اپنی دقیق تالیف میں لکھتے ہیں کہ:-

واعلم انه لا خلاف فی استلزام المقدم الصلوق
للتالی الصادق۔ (محمد اللہ ۱۲۷ھ)
اور علامہ عبد العلی بحر العلوم (المتوفی ۱۲۳۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-

والتلازم بین الواجب والممكن والممكنین
مسا لا شک فیہ (بحر العلوم رحمہ اللہ ۱۲۷ھ)
واجب اور ممکن کے درمیان نیز دو ممکنوں کے درمیان تلازم میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔

اس کی مزید تشریح سلم، امرأة الشروح، قاضی اور رسالہ قطبیہ وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ہاں اگر مقدم محال اور کاذب ہو تو اس کے لیے استلزام میں اختلاف ہے مگر وہ ہماری بحث سے خارج ہے اور فمن قضیت له میں مقدم نہ صرف ممکن ہے بلکہ محقق الوقوع ہے جیسا کہ حضرت رفاعة رحمہ اللہ اور ابو بقر وغیرہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے قضیہ شرطیہ کی آرٹینا سرسراہٹ باطل ہے۔

اور نقلاً اس لیے کہ اسی حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے کہ:-

فقال انی انما اقضی بیدکم برائی فیما لم یغزل جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں معلوم

علیٰ فیہ (البراد و ج ۲ ص ۱۴۹)

میں مجھ پر خدائی طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی اس میں اپنی رائے سے میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔

اور اُساری بدرتحمول شہد، تائید نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن ارقم اور عبداللہ بن ابی کے درمیان جو فیصلہ آپ نے صادر فرمایا، اور اسی طرح جو فیصلہ آپ نے حضرت رفاعہؓ اور بنو امیرق کے درمیان صادر فرمایا تھا اس میں بھی آپ کی رائے مبارک درست نہ تھی اور حضرت رفاعہؓ کے واقعہ میں آپ نے ان کا حق بھی ابتداء بشیر نامی منافق کو دلوا دیا تھا، بعد کو کابستہ قحطانی کے نزول پر حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ ان میں سے بیشتر واقعات شرح و بسط کے ساتھ اپنے مقام پر بیان ہوں گے انشاء اللہ العزیز ان واضح دلائل اور براہین کی موجودگی میں کیسے باور کر لیا جائے کہ مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے اہل فریق مخالف اپنے دل کی تسکین اس سے حاصل کر سکتا ہے۔ ع دل کے بھلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

نوٹ۔ اصل میں یہ غلطی علامہ سبکیؒ (المتوفی ۸۴۰ھ) سے ہوئی ہے۔

قال السبکی هذه قضية شرطية لا تستلزم وجودها بل معناها بيان ان ذلك جائز ولم يثبت لنا قط انه صلى الله عليه وسلم حكم بحكم ثم تبين خلافه وقد صان الله تعالى احكام نبيه عن ذلك مع انه لو وقع لم يكن فيه محذور انتہی۔

سبکیؒ کہتے ہیں کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے، یہ اس نے وجود کو نہیں چاہتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور ہمارے علم میں اگر گمراہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہو اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں کو اس سے محفوظ فرمایا ہے لہذا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

(بحوالہ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۴۳)

جن واقعات کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے اور نیز تائید نخل کا مفصل واقعہ جو عنقریب آ رہا ہے۔ علامہ سبکیؒ کے اس نظریہ کے بطلان پر کافی ثبوت ہے کہ آپ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جو واقع کے خلاف ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ خطا پر آپ کو برقرار نہیں رکھا گیا۔ مگر معذرا علامہ سبکیؒ نے اس امر کو مراحت کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر کوئی ایسا فیصلہ صادر ہو تب بھی نہ صرف یہ کہ ایسا جائز ہے بلکہ اس میں کوئی محذور بھی نہیں ہے۔ ع مانتے جس کو نہ تھے پیچھے ہٹنے والے۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاملات کی اصل حقیقت اور اندرونی کیفیت پر مطلع کر دینا مگر اس کی بے شمار حکمتیں اس کو نہیں چاہتی تھیں کیونکہ وہ علیم و حکیم ہے اور اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ مثلاً ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ہادی اور بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اُمت کو آپ کی اقتداء اور اتباع کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اور چونکہ باطنی امور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی، چنانچہ متعدد آیات اور احادیث اس پر دال ہیں، اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

احوال باطن ہر کس و خاتمہ او بیچ کس را بغیر از علم الغیب ہر ایک کے باطنی حالات کا بغیر ہر ایک کے خاتمہ کا علم معلوم نیست (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۱) علامہ الغریب کے بغیر کسی کو کسی نہیں ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی امور، اندرونی بصیرت اور سرگڑ پر مطلع نہیں کیا، تاکہ آپ کی اُمت آپ کی اقتداء کر سکے۔ چنانچہ امام نوویؒ اور علامہ علی بن ابی طالبؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ولو شاء الله لا طلعه على باطن الامور حتى يحكمه باليقين لكن امر الله امته بالاعتدال به فاجرى احكامه على الظاهر (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ و عمدة القاری ج ۶ ص ۱۲۳ واللفظ له) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی معاملات کی حقیقت پر مطلع کر دیتا، حتیٰ کہ آپ یقین ہی سے فیصلہ صادر فرماتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کی اُمت کو آپ کی اقتداء کا حکم دیا ہے اس لیے آپ کے فیصلوں کو ظاہر پر رکھا گیا ہے تاکہ اُمت آپ کی اقتداء کر سکے۔

یہ جملہ دلائل اس امر کو روز روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ منصب نبوت میں علم غیب اور باطنی امور پر مطلع ہونا داخل نہیں ہے، اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس میں کسی شک اور شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر کو تاہ فہم کے لیے کیا شود؟

مکافاتِ عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بیشک
ہمارا کام ہے نیک اور بد کا اُن کو سمجھانا

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا حق بھی تھا؟
چونکہ ابو داؤد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا جا چکا ہے کہ آپ پر جن احکام میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی، اُن میں آپ اجتہاد اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے، اس لیے زیادہ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کے اجتہاد کے متعلق یہاں علماء اصول کا نظریہ عرض کر دیں۔ حافظ ابن حجر (حدیث اُم سلمہؓ کی شرح میں) لکھتے ہیں کہ:-

وفیہ اندہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقضى بالاجتهاد فیما لم یُنزل علیہ فیہ وحی (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۶۱)
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس معاملہ میں حضور پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی اس میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عینی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-
وفیہ دلالة علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالاجتهاد (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۲۴۱)
یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بھی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے

① اشاعرہ اکثر معتزلہ اور متکلمین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب صرف وحی کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا تھا، کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے اور مہبط وحی کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ راستے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

② حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) اور عام محدثین اور علماء اصول اس کے قائل ہیں کہ آپ وحی اور اپنے اجتہاد دونوں سے برابر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

③ مشہور محقق علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المجہوبی الحنفیؒ (المتوفی ۷۸۸ھ) اپنی دقیق اور بے نظیر کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

والمنظار عندنا انه مأمور بانتظار الوحی ثم العمل بالترای بعد انقضاء مدة الانتظار (التوضیح ص ۴۸۵)
ہمارے علماء اخاف کا فخر مسک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار کرنے کے مامور تھے پھر اس مدت انتظار کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کے مامور تھے۔

علامہ حمام الدین الحنفیؒ (المتوفی ۷۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

والصحيح عندنا انه عليه السلام كان يعمل
بالاجتهاد اذا انقطع طمعه عن الوحى فيها
ابتلى به وكان لا يقرر على الخطاء
(دعوى ص ۹۷)

ہمارے (علماء اخاف کے) نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ
کی جب وحی سے اُمید منقطع ہو جاتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد
پر بھی عمل فرمایا کرتے تھے جن کی ضرورت درپیش ہوتی تھی
مگر آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

اس کی شرح میں علامہ محمد یعقوب البہبائی الحنفی ر (المتوفى ۸۰۰) لکھتے ہیں کہ :-
وان كان اجتهادا لا يحتل الخطاء هذا
عند اكثر اصحابنا لقوله تعالى عني الله
عَنْكَ لَمْ أَذْنُكَ لَمْ فانه يدل على
الخطاء واكثر العلماء على انه لا
يحتل الخطاء لما امرنا باتباعه عليه السلام
ولا اتباع في الخطاء
(المولوى على الحامى ص ۹۷)

اگر یہ ضرورت کے اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہوتا تھا۔ اور یہی
ہمارے اکثر اخاف کا مسلک ہے، کیونکہ وعز وہ ترک کے ایک
خاص واقعہ میں (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
متاکر دیا آپ نے ان کو جانتے کہ وہ وحی ہے؟ یہ حکم آپ کے اجتہاد
کے خطا ہونے پر صریح دلیل ہے اور دیگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ کے
اجتہاد میں خطا کا احتمال نہیں ہے کیونکہ ہمیں آپ کے اتباع کا حکم
ہے اور خطا میں اتباع اور پیروی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

اور علامہ سعد الدین قناتزانی الشافعی ر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے کے ثبوت
پر اساری بدر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-
وهذا يدل على كونه خطأ من كل وجه و
عدم وقوع العذاب لادينا فيه لانه مبني على
وجود المانع وهو سبق الكتاب
(التلويح ص ۷۷)

اور بدر کے قبیلوں کا واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجتہاد میں کل الوجہ خطا تھا اور عذاب کا
نہ واقع ہونا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ اس پر مبنی ہے کہ
وہاں ایک اور مانع موجود تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا فیصلہ تھا۔

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد الشافعی الحنفی ر المتأخر میں اور شیخ احمد المدنی و ابلیجیون الحنفی ر (المتوفى ۱۱۳۰ھ)
نور الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ :-

وعندنا هو ما مويد بانتظار الوحى فيما يلوح اليه
ہمارے (علماء اخاف کے) نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جن احکام میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں وحی کی انتظار کرنا نہیں
 مامور تھے یعنی آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو آپ پر تو
 وحی کی انتظار ضروری تھی تین دن تک یا جس وقت کہ فرض کے وقت اپنے
 کاخوت ہوتا پھر آپ کی امت انتظار کے انتہام کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے
 کا حق تھا اگر آپ کو رائے درست ہوتی تو نہ عمل وحی کی ضرورت تھی واقعہ میں نہ
 رہتی تھی مامور اگر کسی خطا پر نہ ہوتی تھی تو خطا پر توبہ کیلئے وحی نازل
 ہوتی تھی مامور آپ کو خطا پر گروہ قرار نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بخلاف دیگر سب
 مجتہدین کے کہ چونکہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تو قیامت تک
 ان کی خطا باقی رہتی ہے۔

(نور الانوار ص ۲۱۸)

ان علماء اصول سے دریافت کیجئے کہ جو ہستی کل غیب پر مطلع ہو اور جمیع ماکان و مایکون کی عالم ہو اس کیلئے
 ایسے امور میں جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو، اجتہاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کیا
 کرتا ہے؟ اور پھر اس اجتہاد میں خطا اور غلطی کا احتمال کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا عالم جمیع ماکان و مایکون سے بھی
 خطا اور غلطی ہو سکتی ہے؟

امام کمال الدین محمد بن ہمام الحنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) مسایرہ میں اور شیخ کمال الدین محمد بن محمد
 المعروف بابن ابی شریف المقدسی الشافعی (المتوفی ۹۰۵ھ) مسامرہ میں دینی اور دنیوی امور میں تھریق
 کرتے ہوئے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتہاد پر اور اس اجتہاد میں خطا واقع ہونے
 کے احتمال پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

و اما غیر ذلك فہم

بہر حال ان امور (تبلیغ دین اور تعلیم امت وغیرہ) کے علاوہ
 سو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دوسرے انبیا کی طرح ہیں کہ
 ان پر بھی سوا در غلط جائز ہے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے
 ہاں اس میں متصوفہ کی ایک جماعت اور متکلمین کے
 ایک گروہ نے اختلاف کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم پر سہو و نسیان اور غفلت و فرات کلیتہ طاری نہیں ہوتے

فيه كغيرهم من البشر في جواز السهو والغلط
 هذا الذي عليه اكثر العلماء خلافا لجماعة
 المتصوفة وطائفة من المتكلمين حيث منعوا
 السهو والنسيان والغفلت والفرات جملۃ في
 حق النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال القاضي

ابوبکرؓ تفویہا ما علیہ الاکثر فیجوز ای عقل
 کونہ ای التبی غیر عالم بشرائع من قدمہ
 من الانبیاء و کونہ غیر عالم ببعض المسائل
 التي یفرضها الفقہاء والمتکلمون لا مطلقا
 ولكن المسائل التي لا یغل عدم العلم بها
 بمعرفة التوجید ویجوز کونہم ای الانبیاء
 غیر عالمین بلغات کل من بعثوا الیہم
 الا لغة قومہم و جمیع عطفت علی لغات ای
 یجوز عقلا کونہم غیر عالمین بجمیع مصالح
 امور الدنیا و مفاصلہا و جمیع الحروف
 و الصنائع اھ کلام القاضی الی بکرہ و لاشک
 ان المراد ای مرادہ ما ذکرہ عدم علم بعض
 المسائل لعدم الخطو ای خطو تلك المسائل
 ببالہم فلما اذا خطرت لہم فلا بد من علمہم
 بہا ای باعھا ما و اصابتہم فیہا ان یجتہدوا
 بناء علی الروایح ان للانبیاء ان یجتہدوا مطلقا
 و علیہ الاکثر او بعد انتظار الوحی و علیہ الخفیة
 واختار المصنف فی التعمیر فاذا اجتہدوا
 فلا بد من اصابتہم ابتداء او انتہاء لان
 من قال کل مجتہد مصیب او منع الخطا فی اجتہادہ
 الانبیاء خاصة فہم مصیبون عند ابتداء
 من جاوز الخطا فی اجتہادہم قال لا یقرون
 علیہ بل ینبہون فہم مصیبون عند اما

تحتی اللہ الباقی فی الماکل المتوفی ۲۴۴ھ فرماتے ہیں کہ
 اکثر علماء کی تحقیق کے پیش نظر عقلی طور پر جائز ہے کہ نبی صلی
 حضرت ابنی علیہم السلام کی شرائع کا علم نہ رکھتا ہو اور یہ بھی جائز ہے
 کہ بعض ان مسائل کو بھی نہ جانتا ہو جن کو فقہاء اور متکلمین نے
 استنباط کیا ہے۔ لیکن مطلقاً نہیں بلکہ صرف وہ مسائل جن کے
 عدم علم کی وجہ سے معرفت توحید میں خلل نہ واقع ہوتا ہو
 اور یہ بھی جائز ہے کہ حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کی لغت
 کے علاوہ ان تمام اقوام کی لغت کو نہ جانتے ہوں بلکہ جسکی طرف ان کو
 مبعوث کیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انبیاء کرام
 علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر ذیل کے تمام مصالح اور مفاسد کو نہ تمام صنوع
 اور حرفتوں کو بھی نہ جانتے ہوں (الکلام فی بکرہ) اور کوئی شک نہیں ہے
 کہ قاضی ابوبکرؓ کی مراد یہ ہے کہ بعض مسائل کا ان کو اس لیے
 علم نہیں ہوتا کہ ان مسائل کی طرف حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کے قلوب متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر ان مسائل کی طرف ان
 کی توجہ ہو تو انکا معلوم کرنا ناگزیر ہے اور اگر ان میں انہوں نے
 اجتہاد کیا ہے تو اصابت رائے بھی ضروری ہے کیونکہ اگرچہ ملک
 یہی ہے کہ حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجتہاد کرنے کا مطلق
 حق حاصل ہے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے، اور اختلاف یہ کہتے
 ہیں کہ حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے انتظار کے بعد
 اجتہاد کا حق ہے اور اسی کو ابن ہمام نے اپنی کتاب تحریر الاصول
 میں اختیار کیا ہے اور جب انہوں نے اجتہاد کیا تو ابتداء یا انتہاء
 ان کا مصیب ہونا ضروری ہے کیونکہ جو علماء اس کے قابل ہیں کہ ہر
 مجتہد مصیب ہوتا ہے یا حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجتہاد

ابتداءً حیث لم يتقدم خطأ داماً انتصار
 حیث یبقوا علی الصواب فوجعوا الیه
 (المائزہ مع المامہ ج ۲ ص ۸۶-۸۷ طبع مصر)
 خلصے پاک ہوتا ہے تو ان کے نزدیک وہ ابتداء ہی
 معصیب ہیں اور جو ان کے اجتہاد میں خلصے بھی قائل ہیں،
 تو وہ کہتے ہیں کہ تنبیہ کے بعد ان کے صحیح راستے کی طرف
 رجوع کر لینے سے انتہاء اصابت راتے لازم ہے۔

پوچھتے امام ابو جبر الباقلائیؒ اور رئیس المتکلمینؒ سے اور دریافت کیجئے حافظ ابن ہمام الحنفیؒ بقول مولوی احمد
 رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق اور المحقق حیث اطلاق سے اور اسی طرح کمال الدین ابن ابی شریفؒ وغیرہ سے
 کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ نے یہ کیا فرمایا کہ متوفی نبی کو سابق انبیاء کی شریعت کا
 علم نہ ہوتا بھی جائز ہے اور جن مسائل کی فقہاء اور متکلمین نے تخریج کی ہے جائز ہے کہ وہ بعض مسائل بھی ان کو
 معلوم نہ ہوں، اسی طرح اپنی قوم کی لغت کے علاوہ دیگر اقوام کی لغت اور دنیا کے تمام مصالح و مفاسد اور
 جمیع حرفتیں اور صنعتیں بھی معلوم نہ ہوں، بدین وجہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک قلوب
 ان غیر ضروری اشیاء کی طرف ملقت ہی نہیں ہوتے، اور نیز ان کو اجتہاد کا بھی حق ہے، عالم الغیب
 اور عالم جمیع ماکان و مایکون کے اجتہاد کا کیا معنی؟ اور حضرات فقہاء کرامؒ کے ایک گروہ کے نزدیک ان کے
 اجتہاد میں غلطی بھی ممکن ہے، جمیع ماکان و مایکون کا عالم ہونے کے ساتھ اجتہاد میں غلطی کیوں؟ اور اس
 غلطی کی گنجائش کہاں سے؟ اور پھر اس غلطی پر تنبیہ کا کیا مطلب؟ مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم
 ہی نہ لالہ ہے، ان کے تمام عقائد اور مسائل خود تراشیدہ اور صدی ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ اکابرین علماء دیوبند
 ہمہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ حقیقی نہیں بلکہ دغا بی ہیں، سبحان اللہ تعالیٰ! مگر یہ نہ سوچا کہ حقیقت کا رقبہ (پتہ) گردن
 سے کس نے اُتار کر پھینکا ہے اور حقیقت کے ساتھ وفا کس نے کی ہے اور جفا کس نے؟

وفائیں کیں آپ نے کہ میں نے جفا میں کیں آپ نے کہ میں نے
 خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عہد ٹوٹا کدھر سے پہلے

دوسری حدیث

حضرت رافعؓ بن خدیج (المتوفی ۳۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ:-

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 المدینۃ وهم یأبرون النخل یقولون
 جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ
 تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں اس کے معبود و معبود

النخل فقال ما تصنعون قالوا كنا نصنعها قال
لعلكم تولدوا ففعلوا كان خيرا فتركوا ففقت
قال فذكروا ذلك له فقال انما انا بشر اذا
امر بكم بشيء من دينكم فخذوا به
واذا امر بكم بشيء من داني فانها انا بشر
(مسلم ج ۲ ص ۲۸۱ و ابن ماجه ص ۱۸ و مسند ج ۲ ص ۲۸۱)

طبرستان پر قلم لکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم کیا کرتے ہو انہوں نے جواب
دیا کہ ہم یونہی کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو میری عینک
ہو، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو کجیریں ناقص آئین انہوں نے آپ کے
سامنے اس کا ڈکریا سو آپ نے فرمایا بس میں ایک بشر ہوں جب میں
تم کو دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر ضرور عمل کرو اور جب میں
کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو بس میں ایک بشر ہی ہوں۔

اور حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ (المتوفی ۳۱ھ) کی اسی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-
قال انتم اعلم بامور دنيا كم من امر دنياكم فانتهم اعلم
اور ان کی یہی روایت ان الفاظ سے بھی آئی ہے :-

اذا كان شيء من امرو دنياكم فانتهم اعلم
به واذا كان شيء من امرو دينكم فاني ركنز الحال ج ۲ ص ۲۸۱
اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ (المتوفی ۳۳ھ) کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-
فانما انا بشر مثلكم وان الظن بخلقى ولعيب
(طحاوی ج ۲ ص ۲۵ و ابن ماجه ص ۱۸)

جب تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو تم اس کو زیادہ جانتے ہو اور
جب کوئی دینی امر ہو تو اس میں تم میری طرف رجوع کرو۔

اور حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-
فقال ان كان شيئا من امرو دنياكم فشا نكم
به وان كان من امرو دينكم فاني ركنز الحال ج ۲ ص ۲۸۱
اور حضرت ابو قتادہؓ (المتوفی ۵۴ھ) کی روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

ان كان امرو دنياكم فشا نكم وان كان امر
دينكم فاني ركنز الحال ج ۲ ص ۲۸۱
جب تمہارا کوئی دینی معاملہ ہو تو تم جانو اور تمہارا کام اور
اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔

اس صحیح روایت سے (مع اس کے متابعت و شواہد کے) معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو جمع ماکان و مایکون کا علم نہ تھا اور نہ دنیاوی معاملات سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق تھا۔ یہی
وجہ ہے کہ دینی اور دنیوی امور کا فرق کرتے ہوئے جب تاہیر و تحمل کے بارے میں آپ کی رائے صحیح نہ نکلی تو

صاف الفاظ میں آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمادیا فاما انا بشر مثلكم میں تو بس تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، اور نیز فرمایا کہ انتم اعلموا بما مردنیا کہ اگر دنیوی معاملات کو تم ہی زیادہ جاننے والے ہو۔ شیخ محی الدین محمد بن علی المعروف بابن عربیؒ (المتوفی ۵۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحاب سے فرمایا کہ وہ دنیا کے کامل کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں کہ یہ تجربے پر موقوف اور علم جزئیات سے ہے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا تجربہ کہنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ کیونکہ آپ کی توجہ ضروری تر سے ضروری تر رہتی۔ (ترجمہ فضول الحکم من افصح حکمت علویۃ فی کلمۃ موسویہ طبع حیدر آباد دکن)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف کافروں کو ہی خطاب کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دنیوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا بھی، اور نیز آپ نے "انا بشر مثلكم" حضرات صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے لہذا اہل حکمت کا یہ فقرہ اور بہتان ہے کہ آپ نے لا اعلم الغیب اور انا انا بشر مثلكم کافروں سے کہا ہے خالص افک اور سفید جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ ملاحظہ کیجئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور امور دنیا سے اس قدر بیزار ہوں کہ ان کی نسبت بھی اپنی طرف ایک حد تک گوارا نہ فرمائیں اور مدعیان عشق و محبت آپ کے قلب مبارک کو علوم دنیا کا گنہگار نہ بتائیں۔ جیعت بر جیعت اس عشق و محبت پر عجب

بہیں تفاوت راہ ہست از کہا تا بجا!

نوٹ ضروری | ہمارا استدلال تا بیز نخل کے واقعہ سے نہیں ہے تاکہ اس کے جواب میں شیخ سنوسیؒ یا ملا علی قاریؒ یا شیخ عبدالحقؒ یا علامہ قیصریؒ وغیرہ کا تعلیم توکل سے متعلق عارفانہ یا شارحانہ نکتہ پیش کیا جائے جیسا کہ دوسرے اہل بدعت حضرات نے عموماً اور معنی احمد یار خان صاحبؒ نے خصوصاً یہ کہہ کر گلو خلاصی کی بالکل ناکام کوشش کی ہے (دیکھئے جہاد الحق و ذہق الباطل ص ۱۱) بلکہ ہمارا استدلال انا انا بشر مثلكم کے جملہ سے ہے کہ میں بشر ہوں غیب نہیں جانتا، اور وضع بشری کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ متعدد حوالجات سابق حدیث میں اس پر نقل کئے جا چکے ہیں۔ نیز ہمارا استدلال حدیث کے اس حصہ سے ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امور دین اور امور دنیا میں تفریق کر کے

دونوں کے متعلق اپنی پیغمبرانہ پوزیشن اور منصب متعین فرمایا ہے اور امت کے عمل کے لیے ایک مستقل قانون اور منابطہ مقرر فرماتے ہوئے اختتامِ علم یا مردنیا کما (کہ تم دنیوی معاملات کو زیادہ بہتر جانتے ہو) فرمایا ہے اور اس حصہ کا اطمینان بخش جواب نہ تو اہل بدعت نے آج تک دیا ہے اور نہ اقامتِ ان سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حقیقت کھودینے کے بعد سراسر میں اس کو ڈھونڈنے سے کیا حاصل ہے؟

عجبت ہے جب تجوئے بیدلو اکوئے محبت میں
جو در کھوئے گئے وہ ڈھونڈ کر لائے نہیں جاتے

اس حدیث کے پیش نظر شرح حدیث نے دینی اور دنیوی امور میں تفویض کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سن لیجئے

① علامہ طیبی الحنفی فرماتے ہیں کہ:-

وفي الحديث دلالة على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ما التفث الى امور الدنيوية قط وما كان على بال منه سوى الامور الاخرية (بجوالہ انجاء الحاجۃ ص ۱۸)

اس حدیث میں اس امر کی دلالت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امور دنیوی کی طرف کبھی التفات ہی نہ کیا اور امور دنیوی کو آپ دل میں جگہ ہی نہیں دیتے تھے، آپ کی توجہ تو امور آخرت کی طرف ہی رہتی تھی۔

② حضرت شاہ عبدالغنی صاحب الحنفی (د المقتنی ۱۲۳۴ھ) علامہ طیبی رحمہ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قلت ان كان مراد من الامور الدنيوية ما يتعلق باهل الحرفة كالمنارح والتجارة مثلا فسلم وان كان المراد بهما ما يتعلق بقوم الاهدان واصلاح ما بينه فله صلى الله عليه وسلم ذلك شان خاص يتخير فيه الفهم والمراعاة احكام الملوذات واقامة الحروب والمعاملات الدنيوية من البيع والشراء فذاك الا من مدد سجاوي فامل انتهي (انجاء الحاجۃ ص ۱۸)

میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد امور دنیوی سے مثلاً مزارعت اور تجارت وغیرہ کی حرفتیں ہیں تو یہ بالکل مسلم ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ جو چیز اہل ان کے قوام اور اصلاح مابین سے متعلق ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خاص شان حاصل تھی جس میں فہم و حیرت و نگاہ رہتی ہے مثلاً وراثت کے احکام، الزانی کے فزون بیع اور شرا وغیرہ معاملات دنیوی جو بغیر تائید آسمانی کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۳) حضرت ملا علی نقاری الحنفیؒ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

انما انا بشر مثکم فقد اصیب وقد اخطی (شرح شفا ج ۴ ص ۲۵۹)

اور یہی ملا علی نقاریؒ لکھتے ہیں کہ:-

ومن هذا القبيل احديث تلقينهم القدر وقال ما انا لوتزكمتم ولا يصنع شيئا فتركوا فجاد شيئا فقال انتم اعلم بئنا كم بدوا بميلكم عن عائشة بن وقد قال تعالى قل لا اقول لكم عندئذ خزان الله ولا اعلم الغيب وقال - ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير - (موضعات کبیر ص ۱۱)

حضرت ملا علی نقاریؒ کی یہ عبارت اس مسئلہ پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ہرگز قائل نہ تھے بلکہ وہ اس غالی فرقہ پر نفیر کرتے تھے، اور ایسے فرقہ کی تکفیر ہتہاء احاف سے نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوگا، انشاء اللہ العزیز۔ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب (وغیرہ) کی اشد جہالت ہے کہ وہ ان کو اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے خالص الاعتقاد ص ۱۲)

اور یہی حضرت ملا علی نقاریؒ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذلک شیئی قلته بحسب الظن لشهودی اذ ذاک الی مسبب الاسباب فی الحدیث دلالة علی انه علیہ السلام ما کان یلتفت الی امور الاخریہ .

(مرقات ج ۱ ص ۱۸۳ ہاش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸۹)

حضرت ملا علی نقاریؒ کی یہ عبارت بھی اپنے معنوم اور مطلب کے لحاظ سے بالکل واضح اور صاف ہے اور

اور اسی مد (مدہم علم غیب) میں مجبوروں کے قلم کرنے کا معاملہ ہے اور اپنے فرمایا، اگر تم اس کو چھوڑ دو تو اس کو کبھی بھی ضرر نہ ہوگا انہوں نے چھوڑ دیا تو پھر وہی اوکھ آیا اپنے فرمایا تم اپنے دنیوی حلال کو زیادہ جانتے ہو جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ سے مروی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ اعلان کروایا ہے کہ فرادیس کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور ہرگز فرمایا۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

وہ تصریح کرتے ہیں کہ آپ کو مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہوتی مگر قہنی کہ خدا تعالیٰ بتلائے اور ایسے لہجہ تادی اور میں آپ کی رائے میں لغزش بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ یہی تاہیر نخل کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔
اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:-

اِنَّ فِيْهَا لَمَدِيْجٍ اِلٰى كَلْحَدٍ كَمَا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ رَوٰی
الکبیر و ابن شاپین، قال ابی نعیم حشیم السمری المیزج ۵۵
میں جس طرح تمہاری رائے میں خطا اور غلطی واقع ہو سکتی ہے اسی طرح مجھ سے بھی لغزش کا وقوع ممکن ہے، یہ الگ بات ہے (جیسا کہ اپنے مقام پر باحوالہ عرض کیا جائے گا، انشاء اللہ) کہ آپ کو کبھی خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

یعنی جس طرح تمہاری رائے میں خطا اور غلطی واقع ہو سکتی ہے اسی طرح مجھ سے بھی لغزش کا وقوع ممکن ہے، یہ الگ بات ہے (جیسا کہ اپنے مقام پر باحوالہ عرض کیا جائے گا، انشاء اللہ) کہ آپ کو کبھی خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

(۴) اور علامہ شہاب الدین احمد الخجائی الحنفی رحمہ (المتوفی ۷۱۵ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

(فقال انما انا بشر) اصیب و اخطئ فی امور
الدنیا التي لم یُوحَ اِلٰی فیہا شیءٌ (ولکن اذا
امرکم بشیء من دینکم فخذوا به و اذا امرکم
بشیء من رأی) ای یكون رأیانی امور الدنیا
الصرفة (فانما انا بشر) مثکم قد اذی رأیا
والامر بخلافه فی امور الدنیا فلا یجب اتبعه
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر ہی ہوں جن
دنوی امور میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی تو ان میں میری رائے ٹھیک بھی ہوتی
ہے اور غلطی بھی کر جاتی ہے لیکن جب میں تم کو کسی دینی بات
کا حکم دوں تو اس کو مضبوطی سے پکڑو اور جب میں کسی خالص
دنوی معاملہ میں اپنے خیال سے کوئی بات کہوں تو بس میری
شان تمہاری طرح ایک بشر کی ہی ہے کبھی میں ان دنوی امور میں
ایک رائے قائم کرتا ہوں اور معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔
(نیم التریاض ج ۲ ص ۲۵۶)

لہذا اس باب میں میری رائے کی پیروی ضروری نہیں ہے۔
یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی سینہ زوری بھی دیکھئے کہ وہ الخجائی رحمہ کو اپنا ہم نوا سمجھتے
ہیں (دیکھئے خالص الاعتقاد ص ۲۹)

(۵) اور امام نووی الشافعی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

قالوا و رأی صلی اللہ علیہ وسلم
فی امور المعاش و مقلته کثیرہ فلا یمنع وقوع
مثل هذا و لا نقص فی ذالک و سببہ
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ امور معیشت میں نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتی رائے کو سکرانوں کی رائے کی طرح ہے سوائے
وقوع میں کوئی امتناع نہیں بلکہ کسی وجہ سے آپ کے مرتبہ عظیم میں

تعلق مہمہم بالآخرۃ و معارفہا
 (نودی شرح سلم ج ۲ ص ۲۱۵)

کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ والوں
 کی تمام تر توجہ آخرت اور معارف آخرت کی طرف ہوتی ہے۔

⑥ اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی الحنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

واذا امرتک بشیئ من رأی حولہ فامرک بشیئ من رآہ
 از رائے واجتہاد خود فانما انا بشر پس نیست من مگر بشر
 شاید کہ خطا بچم بچنیں آمدہ است صریحا در روایت احمد
 و در حدیث دلالت است بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 را التقاتی بنود با مثال این انا موردیاد و متعلق بنود غرض
 بدل از جهت عدم تعلق سعادت دنیا و آخرت بدل و لہتمام
 دے بنود مگر یہ بیان امور متعلق برین ۔

اور جب میں تمہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ کہوں تو میں
 میں ایک بشر ہی ہوں، ہو سکتا ہے کہ خطا کر جاؤں اسی طرح
 صراحت کے ساتھ منہ اندام کی روایت میں آیا ہے۔

اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کو دنیاوی امور کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ اور انہی غرض
 ان دنیاوی امور سے اس لئے متعلق نہ تھی کہ ان کا تعلق سعادت
 دنیا و آخرت کے ساتھ نہ تھا اور آپ تو صرف ان امور کا اہتمام
 فرمایا کرتے تھے جو دین سے متعلق ہوتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۸۱)

⑦ قاضی عیاض مالکیؒ (المتوفی ۵۴۴ھ) انہی دنیوی امور کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ :-

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا یشرط فی
 حق الانبیاء العصمة من عدم معرفة الانبیاء
 ببعضها او اعتقادها علی خلاف ما ہی علیہ و
 لا وصم علیہم فیہ اذ ہمتہم متعلقة بالآخرۃ
 و اہانتہا و امر الشریعة وقوانینہا و امور الدنیا
 تغاوا و دخلت غیرہم من اهل الدنیا الذین
 یعلمون ظاہراً من الحیوة الدنیا و ہم عن الآخرۃ
 ہم الغافلون ۔ (شفار ص ۲۵۴)

بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہو سوال میں سے
 بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد
 قائم کر لینے سے حضرت انبیاء کو اہم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معصوم ہونا ضروری
 نہیں ہے اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی وصیہ
 نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تربیت اور توجہ آخرت اور اس کی
 خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے
 اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اہل دنیا کے جو
 اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

پھر اسی مسئلہ کی مبسوط بحث کر کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

ولیس فی هذا حلا تقيصة ولا محلة
 انما هي امور اعتيادية يعرفها من

ایسی باتوں کے نہ جاننے سے نہ کوئی نقص پیدا ہوا ہے اور
 نہ وجہ میں کوئی کمی آتی ہے ایہ امور تو عادت پر موقوف ہیں

ان کو وہ شخص خوب جاننے لگا جس نے تجربہ کیا ہوا اور انہی کو
اپنا مقصد بنالیا ہوا جس نے اپنے نفس کو انہی باتوں میں مشغول
کر دیا ہوا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت
الہیہ سے اور سیدہ فیض گنجینہ علوم شریعت سے لبریز تھا۔

حربہا وجعلها همہ وشغل نفسه بها و
النبي مشغول القلب بمعرفة الربوبية
ملان الجوامع بعلوم الشريعة
(شفار ص ۳۲)

اور اس سے قبل یوں لکھتے ہیں کہ:-

دینی امور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال یہ ہے کہ کبھی
ان معاملات میں حضرت ایک خیال ظاہر فرماتے اور بعد میں اس کے
خلاف ظاہر ہوتا تھا نیز ان دنیوی امور میں آپ کو ظن اور شک
بھی ہوتا تھا۔ بخلاف شرعی امور کے کہ وہ یقین
ہی یقین ہے۔

اما احواله في امور الدنيا فقد
يعتقد في امور الدنيا الشيء على وجه
ويظهر خلافه اذ يكون منه على شك
او ظن بخلاف امور الشرع
(شفار ص ۳۱)

حضرت قاضی صاحب رح کی یہ عبارتیں نفی علم غیب پر نص صریح ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب
کی جہالت ہے کہ انہوں نے قاضی عیاض رح کو بھی اپنا جھوٹا بنانے کی ناکام سعی کی ہے۔ (دیکھئے حاصل التوفیق ص ۱۱۱)
یہ حدیث اور اس حدیث کی شرح میں اکابر علماء دین کے یہ اقوال اس امر کو بخوبی آشکارا کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں تفریق کر کے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ دنیوی
امور میں میری رائے اور اجتہاد صرف ایک انسان اور بشر کی رائے ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہے۔ ہو
سکتا ہے کہ اس میں مجھ سے خطا ہو جائے اس لیے تم اپنی معلومات کی بنیاد پر سوچ سمجھ کر ان پر عمل کرو اور
چونکہ دنیوی امور کی طرف آپ نہ التفات فرمایا کرتے تھے اور نہ ان سے کوئی معتبرہ عرض متعلق ہوتی ،
اس لیے ان کے عدم علم سے یا ان میں خطا کر جانے سے آپ کی شان رفیع پر نہ تو کوئی حرف آتا
ہے نہ نقص جیسا کہ امام نووی رح اور قاضی عیاض وغیرہ کی عبارات میں لا نقص ولا وسم کی تصریح
گذرا چکی ہے۔ یہ عبارات بھی ملاحظہ کر لیجئے اور مفتی احمد یار خاں صاحب کی خود فریبی اور مغالطہ آفرینی بھی
ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ”حضر علیہ السلام کا اُتُّہ اُخْلُہُ بِاُمُورِ دُنْيَاکُمْ۔ اظہار ناراضی
ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو (جاء الحق ص ۱۱۶) مفتی صاحب کو معلوم ہونا
چاہیے کہ آپ نے صرف ہی نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں تمہیں دینی امور کے متعلق حکم دوں تو

ان کو مضبوطی سے پکڑو اور جب دُنیوی امور کی بابت اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ کہوں تو چونکہ میں بشر ہوں، مجھ سے خطا کا احتمال بھی ہو سکتا ہے لہذا تم اپنے دُنیوی امور کو بہتر جانتے ہو جیسے صوابدید ہو اس پر عمل کرو۔ یہ ندامتگی نہیں بلکہ اپنے منصب کی وضاحت اور امت کے لیے ایک ضابطہ اور قانون پیش کرنا ہے۔

نوٹ :- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دُنیوی معاملات کو نہ جاننا یا ان میں رائے کا اظہار ہو جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ آپ میں قابلیت اور لیاقت اور معاملہ فہمی کی استعداد موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے جو نعم و ذکاوت اور بصیرت و استعداد آپ کو عنایت فرمائی تھی وہ مخلوق میں اور کس کا حصہ ہو سکتا ہے؟ مگر آپ کی وجہ اور التفات چونکہ دُنیوی امور کی طرف نہ تھا اور ان امور سے کوئی غرض اور اہتمام بھی متعلق نہ تھا۔ اس لیے آپ کو ان کا علم نہ تھا کیونکہ سعادت و ابرین ان سے وابستہ نہ تھی۔ اگر واقعی ان امور کا دین اور دنیا میں کوئی مفید فائدہ ہوتا تو مخلوق خدا میں آپ سب سے زیادہ ان امور کو جاننے والے ہوتے۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۷ لکھتے ہیں کہ :-

والقائے بدال نیست و إلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دانا تر است از ہمہ در ہمہ کار ہائے دنیا و آخرت ۸ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۸)

چونکہ دُنیوی امور کی طرف آپ کی توجہ نہ تھی اس لیے آپ نے فرمایا انتم علم بامدنیام، ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا و آخرت کے سب کاموں میں سب سے زیادہ دانا اور زیرک تھے۔

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دُنیوی امور اور معاملات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دنیا کے صرف ان امور سے آپ کا گاؤ تھا جو دین کے سلسلہ میں کار آمد و مفید ہو سکتے تھے، اور ان دُنیوی امور کے نہ جاننے کی وجہ سے آپ کی شان رفیع میں نہ تو کوئی نقص آتا ہے نہ تو مہین ہوتی ہے، نہ ایسا عقیدہ رکھنے والا گستاخ ہے اور نہ بے ادب، اور نہ یہ تمام محدثین کرام جن کا ذکر خیر ہو چکا ہے بے ادب اور گستاخ ہوں گے، اور جب یہ بے ادب ہوئے تو آپ کا ادب اور احترام کہنے والا کون ہو گا؟

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ظاہر کئے فلک نے تھے جو خاک چھان کر

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب راقم فرماتے ہیں کہ:-

والا نبیہم علیہم السلام فضل اللہ
بعضہم علی بعض فالفاضل لا محالة
حکمال یختص بہ لیس فی المفضول و
ولیس المفضول یناقض ثم لیمعلم
انہ یمجب ان ینفی عنہم صفات
الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب
والقدرة علی خلق العالم الی غیر ذلک
ولیس ذلک ینقص وثبت انصاف الانبیاء
علیہم السلام بالجموع والظلمة والفقر والحاجات
وامثالہا ولیس ذلک ینقص وعدم اتصافہ
صلی اللہ علیہ وسلم بصفات یمدح بہا
الناس فی بعض امورہم لتبوت ماہو
أشرف منہا کالخط والشعر وما یناسب ذلک
لیس ینقص -

(تفہیمات الیہ ج ۱ ص ۲۴)

اہل علم اور فہم حضرات کو بخوبی اور اہل بدعت کو خصوصاً حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت بار بار
اور بغور و فکر پر مبنی چاہیے جو بلا مبالغہ اس قابل ہے کہ آپؐ زہد سے اس کو لکھا جائے اور بھلے سینوں
کے سینوں میں محفوظ رکھا جائے، آخر اہل بدعت کو یہی تو مغالطہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض امور کا علم نہ تھا تو اس سے آپؐ کی توہین اور تنقیص ہوتی ہے۔ اعلیٰ باللہ
تعالیٰ! مگر آپؐ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت نے اس غلط اور باطل نظریہ کا کیا پوسٹ
مادہ کیا ہے اور ان کی خود فریبی کے کیسے نیچے اُدھیرے ہیں؟ اور کس طرح ان کی مغرور اور خود ساختہ
توہین کی دھجیاں فضلے آسمانی میں بکھری ہیں؟ اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو
بعض بر فضیلت دی ہے تو لامحالہ فاضل اس کمال سے محض ہو گا
جو مفضول میں نہیں ہے محمدؐ اس میں مفضول کی کچھ توہین
نہیں ہے۔ پھر اچھی طرح جاننا چاہیے کہ وہ ایسے کہ حضرات انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان صفات کی نفی کی جائے۔
جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں مثلاً علم غیب اور جہاں کو پیدا
کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں ان کی کوئی تنقیص نہیں
ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام بحکمہ دیاس اور فقر و حاجت وغیرہ سے بھی متعفف رہے
ہیں اور یہ ان کی کوئی تنقیص نہیں ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کا بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف نہ ہونا بھی وجہ
سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی بعض امور میں تعریف کیا کرتے
ہیں مثلاً غلو کہتے اور شعر مانتا رہی کوئی نقص نہیں ہے
کیونکہ آپؐ کو ان سے بدرجہا اعلیٰ و اشرف دوسری صفات
اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوئی ہیں۔

والسلام سے علم غیب کی نفی جائز ہی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ ان سے علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے
فرمائیے اہل بدعت حضرات! قلب مبارک پر کیا گزری ع

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علامہ دہلوان منیر قرآن سید محمود آلوسی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وقد عُدَّ عدم علمه صلى الله عليه وسلم بامر
النبيا كما لا في منصبه اذا الدنيا باسرها
كحال منصفى من شمار کیا گیا ہے کیونکہ دنیا بتواضع اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی (لہذا اس نہ پایدار اور

تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۱۲)

اپنے فہم و تدبر کو ہوش میں لا کر اس عبارت کو بار بار اور غور سے پڑھئے کہ علامہ موصوف سننی ہو کر کیا کہہ
گئے ہیں؟ جناب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند و بالا ہستی اور امور دنیا سے لاعلمی؟ صرف لاعلمی ہی نہیں
بلکہ اس لاعلمی میں آپ کا مرتبہ اور شان؟ اور صرف شان ہی نہیں بلکہ خاصہ نبوت اور کمال منصبی؟ نفی علم غیب
کی وجہ سے تو ہیں حضرات! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ناکام ادبے سود رٹ لگا لگا کر عوام الناس اور سادہ لوح
مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی کرنے والے ذرا غور فرمائیں کہ یہ اکابر علماء امت اور لطف یہ کہ حنفی کیا فرماتے ہیں؟
اہل بدعت کو حجاب سے باہر ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ حنفی ہیں یا ہوی پرست؟ عاشقِ خدا اور عیبِ رسول
ہیں یا فریب خوردہ؟ مگر کیا کیا جائے کہ

خوب پڑھ ہے کہ چلن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف پھپھتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

قارئین کرام! نطاقِ میان دراز سے دراز تر ہوا جارہا ہے اور خوف ہے کہ کہیں دائرہ صی سے منحرف
نہ بڑھ جائیں اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں آپ اکتانہ جائیں کیونکہ اسی ہم نے بہت کچھ عرض کرنا ہے ع
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اور ضرورت بھی نہیں کہ نص قطعی اور مدعوہ شمول کے (جن کی شرح میں محققین علماء امت کے مستند
حوالجات بھی پیش کر دیے گئے ہیں) علاوہ کچھ اور بھی عرض کیا جائے مگر اتمام فائدہ کے لیے محقق علماء اہل
المنہج والجماعت کے چند اقوال ہم اور بھی عرض کئے دیتے ہیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے اور کسی کم فہم کو

شبه باقی نہ ہے۔

قاضی بیضاویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

فذهب الحکماء الی ان النبی من کان مختصاً
بثلاث الا ولی ان یکون مطلعاً علی الغیب بعضاً
جوہر لغزم وشدۃ اتصالہ بالمیادی العالیۃ
من غیر سابقۃ کسب و تعلیم و تعلم الی قولہ
وقد اورد علی هذا ینہم ان ارادوا بالاطلاع
الاطلاع علی جمیع الغائبات فہو لیس بشرط
فی کون الشخص نبیا بالافتاق وان ارادوا بہ
الاطلاع علی بعضہا فلا یکون ذلک خاصۃ
للسنی ان من احد الا ینبغذ ان یطلع علی بعض
الغائبات من غیر سابقۃ تعلیم و تعلم وایضاً النقول
البشریۃ کلہا متحدۃ بالنتیج فلا یتخلف حقیقتہا
بالصفاء والمکدر فہا جاز لبعض جاز ان یکون
لبعض آخر فلا یکون الاطلاع خاصۃ للسنی
و مطلع الا نظار شرح طوابع الانوار مشہور

للبیضاویؒ طبع استبول)۔

حکماء اور فلاسفہ کو یہ فہم پہنچ کہ نبی تین اوصاف سے مختص
ہوتا ہے، پہلی یہ کہ وہ اپنے جہد نفس کی صفائی اور مبدی عالم
کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے بغیر کسی سابق کسب اور
تعلیم و تعلم کے علم غیب پر مطلع ہوتا ہے مگر اس پر اعتراض وارد
کیا گیا ہے کہ فلاسفہ اطلاع علی الغائبات سے کیا مراد
لیتے ہیں؟ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ نبی تمام مغیبات پر مطلع
ہوتا ہے تو فریقین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی جوئے کے لیے
تمام خوب پر مطلع ہونا ہرگز شرط نہیں ہے اور اگر وہ بعض
مغیبات پر اطلاع مراد لیں تو یہ نبی کا خاصہ نہیں ہو سکتا کیونکہ
ہر ایک شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر کسی سابق
تعلیم و تعلم کے بعض مغیبات پر مطلع ہو۔ علاوہ بریں
جب کل انفس بشریہ نبی کے لحاظ سے متحد ہیں تو ان کی حقیقت
مغائی اور کدست کی وجہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ سو جو چیز
بعض کے لیے جائز ہے وہ بعض دیگر کے لیے بھی جائز ہے
تو بعض غائبات پر اطلاع نبی کا خاصہ مختص نہ ہوا۔

علامہ محمد الین عبد الرحمن بن احمد الایچی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۷ھ) موافقت میں اور علامہ سید شریف علیؒ
بن محمد الجرجانی الحنفیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) شرح موافقت میں انہی فلاسفہ اور حکماء کے اس باطل نظریہ
کی تردید کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ:-

قلنا ما ذکرتمہ مردود بوجوب اذا الاطلاع
علی جمیع المغیبات لا یمحی للسنی افتاقا منا
ومنکم ولہذا قال سید الدینیاء و لو کنت

ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے وہ کئی دیکھ کر مردود
ہے کیونکہ تمام مغیبات پر نبی کا مطلع ہونا واجب نہیں ہے اس
پر جملہ اور تمہارا فریقین کا اتفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ

أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا شَكَّ لَكُمْ مِنْ الْخَيْرِ وَمَا
مَشَرْنِي السُّؤَالُ - والبعض اى الاطلاع على البعض
لا يختص به اى بالتبى كما اقررت به حيث
جوزتموه للمؤمنين والمؤمنات والذين آمنوا
فلا يميز به التبتى عن غيره -

سيد الانبياء عليه السلام في جميع الصلوة والسلام في غير ما به اور اگر میں
غیب جان ہوتا تو بہت سی جہالتی جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی
اور بعض مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ تمام
خود اقرار ہے کہ تم نے ریاضت والوں، بیماروں اور سونے
والوں کے لیے بھی بعض مغیبات پر مطلع ہونا ہمارا کھلم ہے،

(شرح مواقف ص ۶۶۳ طبع نو کشور)

اہل السنۃ والجماعت کے یہ تینوں (قاضی بیضاوی، علامہ محمد الین، اور سید شریف علی) وکیل
اور محقق عالم جو محدث اور مفسر ہونے کے علاوہ علم کلام کے بلا مراءعت امام تسلیم کیے جاتے ہیں، اس
امر کی تصریح کرتے ہیں کہ تمام مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے منصب میں داخل نہیں ہے اور اس پر نہ
صرف یہ کہ متکلمین کا اتفاق ہے بلکہ فلاسفہ کو بھی اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی تاہل نہیں ہے اور وہ بھی
اس پر متفق ہیں تعجب ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے صرف اتنا لکھ کر کہ یہ بکلام انکار کے طور
پر ہے (جاء الحق ص ۱۸) اپنی جماعت اور ناکامی پر کیا پروہ ڈال رہے اور نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ اور علماء
ملت کی ان صاف اور صریح عبارات کو کس طرح انہوں نے نظر انداز کیا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فلاسفہ اور متکلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خواص اور لوازم نبوت میں
سے یہ نہیں کہ کل غیب کا علم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہو، لیکن فلاسفہ کو یہاں ایک
اور غلطی ہوئی کہ انہوں نے لوازم نبوت سے یہ سمجھ رکھا کہ ہر وقت نبی اور رسول کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی
ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ صرف اسی
طریقہ سے معلوم ہوتی ہیں منعقد علماء اسلام اور متکلمین نے ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کی اور دلائل
سے یہ بات ثابت کی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی خبریں حاصل ہوتی ہیں
وہ ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ حاصل ہوتی ہیں لوح محفوظ پر ان کی نگاہ نہیں
ہوتی۔ چنانچہ سید الفلاسفہ والمتکلمین امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ
وذهبوا ان التبتی ایضا یطلع علی الغیب
بہذا الطريق (ای لا اتصالہ بالوح المحفوظ و

فلاسفہ کا یہ گمان ہے کہ نبی غیب پر اس طریق سے بھی مطلع ہوتا ہے
یعنی چونکہ لوح محفوظ کے ساتھ ان کا تعلق ہوتا ہے اور وہ ان کے

ومطالعہ ملاء الى ان قال والجواب ان
نقول بما تنكرون على من يقول ان الشی
يعرف الغیب لتعريف الله عز وجل على
سبيل الابداء وكذا من يدعى في المنام
فانما يعرف بتعريف الله او تعريف
ملك من الملائكة فلا احتیاج الى شی
مما ذكرتموه فلا دلیل فی هذا۔

(ترجمت الفلاسف للفرالی، ملا)

مطالعہ میں رہتا ہے (لہذا ان کو غیب معلوم ہوتا ہے) اس کے
جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ تم کو دلیل ہے اس شخص کی بات کا
انکار کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ ابتداءً غیب پر مطلع کرتا
ہے اور اسی طرح نیند کی حالت میں خواب دیکھنے والے کو اللہ
تعالیٰ خود حقیقت محل پر مطلع کر دیتا ہے (نہ یہ کہ لوح محفوظ
سے وہ انکار کرتا ہے) یا کوئی فرشتہ اس کو انکار دیتا ہے مثلاً
مذکور طریقہ (لوح محفوظ کے مطالعہ) کی مطلقاً نہ تو کوئی ضرورت
ہے لہذا نہ احتیاج اور نہ اس پر کوئی دلیل موجود ہے۔

امام موصوف کی اس عبارت سے یہ بات واضح کر دی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے پیش نظر ہر وقت لوح محفوظ نہیں رہتا اور نہ یہ خواص نبوت اور منصب رسالت میں داخل
ہے۔ اس کی حاجت اور ضرورت بھی نہیں اور اس پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے چونکہ امام غزالی
فلاسفہ کی تردید کرتے ہیں جن کا اتفاق نقل کیا جا چکا ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ضروری نہیں اور
جتنا ہے وہ ان کو لوح محفوظ سے حاصل ہوتا ہے اس کی تردید امام موصوف کر رہے ہیں لہذا ان کی عبارت سے
جمع غیب مراد لینا اور اس کی نفی کا قصد کرنا زری جہالت ہوگی۔

فیلسوف اسلام علامہ ابن رشد الامدسی المالکی (المتوفی ۵۲۰ھ) امام غزالی کے ساتھ مشاجرہ کرتے ہوئے
اور ان کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے غلطابی سے فلاسفہ کے اس نظریہ کا اعلان ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

معنی النبی نبیا الذی هو الاعلام بالعیوب و
وضع الشرائع المرافقة للحق والمفيدة من
الاعمال ما فیه سعاده جمیع الخلق۔
نبی کو اس لیے نبی کہا گیا ہے کہ ان کو غیب کی خبریں
بتائی جاتی ہیں اور وہ احکام جو حق کے موافق ہوتے ہیں
اور وہ اعمال مفیدہ جن میں تمام مخلوق کی سعادت ہوتی
ہے بتائے جاتے ہیں۔

(ترجمت الفلاسف لابن رشد، ص ۱۲)

یعنی اگر نبی براہ راست لوح محفوظ کا مطالعہ کر کے علوم اخذ کرے تو نبی کا مضمون ہی باقی نہ رہا، کیونکہ
نبی وہ ہوتا ہے جس کو وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں۔ اس مسئلہ میں فیصل
بعضی مضحکہ خیز قلیل اور عروج اور اگر فاعل کے معنی میں ہوتا ہے تو کوئی اشکال نہیں کہ نبی کو جو

غیب کی خبریں اور احکام وغیرہ خدا کی طرف سے بتائے جاتے ہیں، وہ ان کی اطلاع لوگوں کو دیتے ہیں مگر کل غیب ان کے منصب میں داخل نہیں بلکہ ان کے منصب میں بقول ابن رشد رحمہ وہ غیب داخل ہیں جن کا تعلق شرائع و احکام اور اعمال مفیدہ کے ساتھ ہوتا ہے جن میں مخلوق کی سعادت ہو، اور پہلے گذر چکا ہے کہ جن امور دنیوی میں سعادت نہیں وہ آپ کے منصب کے مناسب ہی نہیں ہیں۔ علامہ خو جہ زادہ (رحمہ) علماء الروم فی عصرہ تھے۔ المتوفی ۸۹۳ھ) فلاسفہ کے سابقہ نظر یہ کی تردید کرنے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ إِبْلَاحُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْغَيْبِ وَالْإِبْلَاحُ فِي
نَوْحِهِ بَسَا يَكُونُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ بِتَعْرِيفِ اللَّهِ
إِبْلَاحًا أَوَّلًا بِإِسْطِ مَلِكٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مِنْ غَيْرِ حَاجَتِهِ
إِلَى شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرَ (شفاة فلاسفہ نحو جہ زادہ ص ۶۷)

یہ کیوں جائز نہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور
خواب دیکھنے والوں کا غیب پر اور آئندہ آنے والے واقعات
پر مطلع ہونا ابتداء اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یا کسی فرشتہ
کے واسطے ہو اور جو چیز تم نے ذکر کی ہے اس کی کیا
ضرورت اور حاجت ہے؟

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے خواص و لوازم اور مناصب میں یہ بات ہرگز داخل نہیں ہے کہ ان کی نگاہ ہر وقت لوح محفوظ
پر ہو اور ان کو جو غیب کی خبریں حاصل ہوں وہ لوح محفوظ کے مطالعہ سے حاصل ہوں، جیسا کہ مفتی احمد
یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: "اور ہر وقت وہ (لوح محفوظ) حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔"
(جاء الحق ص ۲۹)

امام فخر الدین محمد رازی (المتوفی ۸۰۵ھ) احکام کے اندر مصالح اور مفاسد کی علتوں اور حکمتوں پر
بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

لَا تَقْنِي بِمَعْرِفَتِهَا عَقُولُ الْبَشَرِ لِأَنَّهَا
لَا تَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ سَجَانَهُ
(مناظرات امام رازی ص ۷۷)

انسانوں کی عقلیں ان علتوں اور حکمتوں کی نہ سمجھ سکتی
رسائی نہیں کر سکتیں بلکہ حق بات صرف یہ ہے کہ ان کو لینے
اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی دقیق بلند پایہ اور عظیم الشان کتاب میں احکام الہی کی حکمتیں اور
مصالح بیان کرنے کے بعد اعتراف عجیب کرتے ہوئے آخر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:-

ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جو علوم جمع کیے ہیں وہ بھلا ان تمام علوم کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نازل کئے گئے تھے اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مورد وحی اور وہ ذات ہیں پر قرآن کریم نازل ہو ایسے، ان کی نسبت ایک انبی کی طرف کی جا سکے؟ ماشاء اللہ اویا حکام خداوندی کے اندر جو کمالیں اور مصلح مرعہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں جو علوم ہیں وہ ان کو کبھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ (محدود وغیرہ محدود چیز نسبت دارد؟)

اور یہی حضرت شاہ صاحبؒ اپنی بے نظیر کتاب میں حقیقت نبوت اور اس کے خواص پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ سیرت ہے کہ وہ ایسے علوم میں ہرگز مشغول نہیں ہوتے جن کا تعلق تنزیب نفس اور سیاست اور سیاست کے ساتھ نہ ہو جیسے یہ بیان کرنا کہ حج کے اندر عمارت ہوئے والے نمونہ بارش سورج گمن چاند کے اور گرو پکار اور اسی طرح نباتات اور حیوانات کے عجائبات اور سورج اور چاند کے سیر کی مقادیر وغیرہ کے اسباب معلوم کیا ہیں؟ اسی طرح حوادثِ یومیہ اور قصص انبیاء اور سلاطین اور شہر و

ومن سیرتہم ان لا یشغلوا بما لا ینتقلی بہتذیب النفس و سیاست الامۃ کیان اسباب حوادث الجو من المطر والکون والہالۃ وحجائب التبت والحمیان و مقادیر سکن الشمس والقمر و اسباب الحوادث الیومیۃ وقصص الانبیاء والملوک والبلدان ونحوھا الا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۶) کے تفصیلی باب اور محرکات کیا ہیں؟

مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ تنزیب نفس اور امت کی دینی اور دنیوی اصلاح اور سیاست ان امور کا براہ راست تعلق نہیں ہوتا اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ان لایعنی اور غیر مقصود باتوں میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ فرائض نبوت اور منصب رسالت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا مشہور فیلسوف اور متون اسلام علامہ عبد الرحمن بن خلدونؒ (المتوفی ۸۰۵ھ) صنعت نجوم کی

کہتے ہیں کہ :-

اَلرَّسُوْلُ ارْتَضَاهُ وَارْتَضَاهُ لَظَهَارًا عَلٰی بَعْضِ غُيُوْبِهِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهِ كَمَا يَعْزُبُ عَنْهُ بَيَانُ مَنْ ارْتَضَىٰ بِالرَّسُوْلِ تَعَلُّقًا مَا اِمَّا لِكُونِهِ مِنْ مَّيَادِي رِسَالَتِهِ بَاَنْ يَكُوْنَ مَبْعُوْثًا دَالَةً عَلٰی صِحَّتِهَا وَ اِمَّا لِكُونِهِ مِنْ اَرْكَانِهَا وَ احْكَامِهَا كَعَامَةِ التَّكْلِيفِ الشَّرْعِيَّةِ الَّتِي اَمْرُهَا الْمَكْلُوْفُوْنَ وَ كَيْفِيَّاتِ اَعْمَالِ وَ اجْزِئَتِهَا الْمُرْتَبِيَّةُ عَلَيْهِا فِي الْاٰخِرَةِ وَ مَا يَتَوَقَّعُ مِنْ عَلَيْهِ مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ الَّتِي مِنْ جِلَّتِهَا قِيَمُ السَّاعَةِ وَ الْبَعَثِ وَ غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ اَلْاُمُوْدِ الْغَيْبِيَّةِ الَّتِي بَيَانُهَا مِنْ وُظَايِفِ الرِّسَالَةِ وَ اِمَّا مَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا بِجَهْلٍ مِنْ الْغُيُوْبِ الَّتِي مِنْ جِلَّتِهَا وَقْتُ قِيَامِ السَّاعَةِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَيْهِ اَحَدًا اِبْدًا .

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۰۲ طبع کوئٹہ)

کسی کو کبھی اطلاع نہیں دیتا۔ (اود نہ دے گا)

اس عبارت سے صاحب روح البیان کا اپنا عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم عطائی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کسی کو عنایت نہیں فرماتا اور اس سے منصب نبوت بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان امور کا نہ جاننا رسالت کے منصب کے منافی نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض الموت میں صرف ایک نماز باجماعت پڑھی ہے اور حسب تحقیق حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ بیماری کے دنوں میں آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی (دیکھئے کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۵ وفتح الباری ج ۲ ص ۱۸۵) یہ کوئی سی نماز تھی ستری یا جہری؟ حضرت امام احمد بن محمد بن سلیمان البیضاوی المحامدی الحنفیؒ و المتوفی ۳۲۱ھ اس پر شریعت کے ساتھ مصر میں کہ یہ نماز جہری تھی کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مگر وہ رسول جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور جس کو اللہ نے اپنے بعض ایسے غریب کے اظہار کے لیے چن لیا ہو جن کا رسالت کے ساتھ تعلق ہو جیسا کہ من ارتضیٰ الا اس پر دلالت کرتا ہے، تعلق نام ہو یا اس طور کہ وہ رسالت کے پہلو میں ہے کہ رسالت کے صحیح ہونے پر بطور معجزہ کے حال ہے اور یا اس لیے کہ رسالت کے ارکان اور احکام میں سے ہے جیسا کہ اکثر امور شرعیہ جن کے مکلف ملتہم میں ما ذی اس طرح ان کے اعمال کی کیفیت اور جزاء جزا آخرت کو ان پر مرتب ہوگی اور وہ کہ جس پر لڑنے آخرت مرتب ہیں جن میں سے مثلاً قیام قیامت اور بعثت وغیرہ بھی ہے اور یہ سب کے سب امور غیب ہی سے متعلق ہیں جن کا بیان کرنا منصب نبوت میں داخل ہے باقی میں غیب کی وہ اشیاء بھی کہ تعلق ان دونوں سے نہیں ہے مثلاً جن میں ایک وقت قیام ساعت بھی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ

وتم نے پسے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اقتدا کی تھی اور پھر جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مات کا فریضہ انجام دیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر پھر صرف مکبر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں ہی سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابوبکر قرأت کر چکے تھے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ :-

لأن تلك الصلوة كانت صلاة يحضر فيها بالقلوة
ولولا ذلك لما علم رسول الله صلى الله عليه
وسلم الموضع الذي انتهى إليه أبو بكر من القراءة
ولا علم من خلف أبي بكره (بلنظم طحاوی ج ۱ ص ۲۳۶)

یہ وہ نماز تھی جس میں ہر سے قرأت کی جا رہی تھی اور اگر سنا
جہری نہ ہوتی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نہ معلوم ہو سکتا
تھا کہ ابوبکر اس مقام تک قرأت کر چکے ہیں؟ اور اسی طرح مقتدی
کو کیا معلوم تھا کہ وہ کس جگہ تک قرأت کر چکے ہیں؟
دریافت کیجئے حضرت امام طحاویؒ احناف کے وکیل اعظم سے کہ آپ کو یہ کیا سوچھی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی آخری باجماعت نماز کے وقت تک بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا عالم اور مطلع علی
السر تسلیم نہ کیا؟ اور یہ لکھ دیا کہ آہستہ قرأت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے؟ اور لطف کی بات یہ ہے
کہ قرأت افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکرؓ کی ہو۔ اور یہ کہ پیچھے حضرات صحابہ کرامؓ کا پاک گردہ اقتداء کر رہا
ہو مگر ان کو بھی معلوم نہیں تھا (ولا علم من خلف ابی بکرؓ)؟ فریق مخالف ارشاد فرمائے کہ حضرت امام طحاویؒ بھی
مسلمان رہے یا نہیں؟ عر کلک مانیز زبانیے وار د۔

حضرت شہداء عبدالعزیز صاحب المحقق (المتوفی ۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

و اول کیکہ قرآن بر او نازل می شد یعنی ذات مطهر
یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس ہستی وہ دیگر
اقوام کے معانی اور لغات بلکہ ہر فرقہ کے خارج حروف
اور لہجہ کلام کو مگر نہ جانتی تھی۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۳۱)
امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان محمدؐ اسلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ما کان عالماً بهذه اللغات بأسرها الخ
اور قاضی ثناء اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔

ولم یکن علیہ الصلوۃ والسلام عالماً بجمیع
اللغات (تفسیر مظہری ص ۵۱)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لغات کو نہیں
جانتے تھے ۔
بلکہ وہ علم کو تمام مکلف مخلوق اور اقوام عالم کے لیے رسول

بنا کر بھیجا گیا ہے مگر آپ اُن کی زبانوں، لغات اور لب و لہجہ کو بھی ہرگز نہ جانتے تھے، اور یہی کچھ مسائرہ میں ابن حمام الحنفیؒ نے کہا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب اہل بدعت حضرات کو چاہیئے کہ وہ حافظ ابن حمام الحنفیؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحب الحنفیؒ، امام رازیؒ اور قاضی شمس الدینؒ (ذخیرۃ) پر تکفیر کا ایک مضبوط اور غیر مبہم فتویٰ لگائیں۔ کیا ایک خواب کے پیش نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردو زبان سے واقع نہ ہونے کی بنا پر یہ تکفیری فتویٰ صرف مظلوم دیوبندیوں پر ہی لگ سکتا ہے؟ اور حافظ ابن حمامؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (ذخیرۃ) کے لیے تکفیر کا یہ ترکش خالی ہو جاتا ہے۔ آخر تباہیۃ قصہ کیا ہے؟ دیوبندیوں کے ساتھ تمہارا اتنا بیر کیوں ہے؟ للہ تعالیٰ کچھ تو فرمائیے!۔

عقل کی روشنی میں مرے اضطراب سے

پردانے کے لباس میں شمع لگن ہول میں

حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ عقائد باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

یاد رہے اللہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و
اماموں اور ولیوں کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
برابر جاننا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے
لازم الوہیت جیسے علم غیب اور ہر ایک کی فریاد کو ہر جگہ سُننا
اور تمام مقدرات پر قدرت ثابت کرنا۔

(تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۵۲)

اور یہی تین عقیدے (حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب، حاضر و ناظر اور عقائر کل ہونا)۔
اہل بدعت نے پہلے باندھ لیے ہیں حالانکہ یہ باطل عقائد ہیں اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ
تینوں صفیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ مختص اور لازم الوہیت سے ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ کے راز اور بھید کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔

حجاب دریا ہے دہر فانی اجل کی خاطر ہے زندگانی

یہ راز کی بات کس نے جانی عروج کیا ہے زوال کیا ہے

حضرت ملا علی القادی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولما جرى لأم المؤمنين عائشة
اور جب حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا
ما جرى وماها اهل الافك لم يكن
اور بتان تراشوں نے ان کو متہم کیا تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یَعْلَمُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ حَتَّىٰ جَاءَهُ الْوَحْيُ
 مِنْ اللَّهِ تَعَالَىٰ بِبَرَاءَتِهَا وَعَنْدَهُوَلَا
 الْفَلَاةُ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْلَمُ
 الْحَالُ وَإِنَّهُ غَيْرَهَا بِلَا رَيْبٍ وَاسْتِثَارِ
 النَّاسِ فِي فِرَاقِهَا وَدَعَا رِيحَانَةَ فِي مَنَازِلِهَا
 وَهُوَ يَعْلَمُ الْحَالُ وَقَالَ لَهَا إِنَّ كُنْتُ
 الْمَهْمُ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَهُوَ
 يَعْلَمُ الْحَالُ عَلَىٰ يَقِينٍ إِنَّهَا لَمْ تَلَمْ
 بِذَنْبٍ وَلَا رَيْبَ أَنَّ الْحَالُ لَهَا وَلَدَاعٍ
 عَلَىٰ هَذَا الْغُلُوِّ اعْتِقَادُ هَذَا يَكْفُرُ
 عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ
 وَكُلَّمَا غُلُوا كَانُوا أَقْرَبَ إِلَيْهِ وَاحْضَمَّ
 بِهِ فَنَهَمَ أَحْمَصَى النَّاسِ لَا مَرَّةً وَاشْتَدَّ
 — مَخَالَفَةُ لِسَانِهِمْ وَهُوَ لَا فِيهِمْ
 شَبَهٌ ظَاهِرٌ مِنَ النَّصَارَىٰ غُلُوا عَلَىٰ
 الْمَسِيحِ اعْظَمَ الْغُلُوِّ وَخَالَفُوا شَرْعَهُ
 وَدِينَهُ اعْظَمَ الْمَخَالَفَةُ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ
 هُوَلَاءَ يَصْدُقُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْمَكْدُوبَةِ
 الصَّرِيحَةِ وَيَعْرِفُونَ الْإِحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ
 وَاللَّهُ وَلِيَّ دِينِهِ فَيَقُومُ مَنْ يَقُولُهُ بِحَقِّ
 النَّصِيحَةِ .

(انتہی بلغۃ موععات کبیر ص ۱۲)

کو اصل حقیقت کا علم ہو سکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 وحی نازل ہوئی اور اس میں حضرت عائشہؓ کی برکت کا ذکر کیا گیا
 مگر اس خالی فرقہ کا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ و بڑے حقیقت مال
 سے آگاہ تھے اور معتمد لوگوں سے حضرت عائشہؓ کی جہانی
 اور طلاق کا مشورہ کرتے رہے اور باوجود علم کے حضرت ریحانہ
 سے بھی آپ نے دریافت کیا اور آپ نے یقینی علم کے باوجود یہ بھی
 کہہ کر لے عائشہؓ اگر تجھ سے گناہ صادر ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ
 سے معافی مانگ لے حالانکہ آپ ﷺ کو علم یقینی حاصل تھا کہ حضرت
 عائشہؓ میں کوئی عیب نہیں ہے اور اس میں شک کی کوئی
 گنجائش نہیں ہے کہ اس فرقہ کا باوجود اس غلو کے یہ عقیدہ
 ہے کہ وہ ان گناہوں کو مٹائیں گے اور ان کی رحمت میں داخل
 کریں گے اور یہ بھی اس خالی فرقہ کا خیال ہے کہ وہ جتنا بھی غلو کریں
 اتنا ہی ان کو حسنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل ہوگا اور وہ آپ کے
 خاص ترین لوگوں میں ہونگے درحقیقت یہ لوگ رسول خدا ﷺ کے قطر
 علیہ السلام کے حکم کے سب سے زیادہ نغز ان لوگوں کی سنت کے سب سے
 بڑھ کر مخالفین ہیں اور ان میں نصاریٰ کی سی مشابہت پائی جاتی
 ہے انہوں نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارگاہ میں انتہائی غلو
 کیا اور ان کے دین اور شریعت کی بڑی مخالفت کی اور ان لوگوں
 کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ وہ خاص جعلی اور مجبوی دعویٰ توں کو
 تسلیم کرتے اور صحیح احادیث کی تکریف کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ خود
 اپنے دین کا ان کا حق وہ گروہ اہل حق کو دین کی حفاظت کیلئے ضرور
 کھڑا کر دے گا جو ناصح دین لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں گا۔

قارئین کرام حضرت قاضی علی القاریؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بلا کم و کاست حروف بحرف فرقہ بہرہ یوں

میں موجود ہے۔ عجز قیاس کن زنگستان من بہار مرا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خالص الاعتقاد صلاۃ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاد الحق^{۱۵} میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس خفیت صلاۃ^{۱۶} میں اور مولوی محمد عظیم صاحب نے علم حبیب صلاۃ^{۱۷} میں (وغیر ہم فی غیر ہا) حضرت ملا علی نقی القاریؒ کی غیر متعلق عبارت سے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر جو استدلال کیا ہے، ان کو یہ عبارت بغیر ذکر و تفسیر بھی چاہیے تھی تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ حضرت ملا علی نقی القاریؒ کی مزید عبارتیں اپنے موقع پر پیش مہل گی۔ انشاء اللہ العزیز علامہ قسطلانیؒ و بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

وقول الداؤدی ما اظن قوله في هذا الطريق من حديثك ان محمدًا يعلم الغيب محفوظًا وما احدث يدعي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم الغيب الا ما علمه الله متعقب بان بعض من لم يرسخ في الايمان كان يظن ذلك حتى يرى ان صحة النبوة تستلزم اطلاع النبي على جميع المخفيات ففي مقاضی ابن اسحاق و ان ناقبة صلی اللہ علیہ وسلم منلت فقال ابن الصلیت بوزن عظیم يزعم محمد انه نبي ويخبركم عن خير السماء وهو لا يدري اين ناقبة فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلاً يقول كذا وكذا واني والله لا اعلم الا ما علمني الله وقد دلي الله عليها وهي في شعب كذا قد جستها شجرة

امام داؤدی کا یہ کہنا کہ اس ہند میں یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جو شخص تجھ پر کہے کہ آپ غیب جانتے تھے کیونکہ الیا تو کوئی شخص نہ تجا جو یہ دعویٰ کرتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل تھا مگر خدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا، قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ داؤدی کا یہ قول مردود ہے کیونکہ بعض وہ لوگ ہیں کا ایمان راسخ نہیں تھا یعنی وہ منافق تھے وہ یہ خیال کرتے تھے سنی کہ ان کا نظریہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو تمام مغیبات پر اطلاع ہو چنانچہ ابن اسحاق کے مقاضی میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوٹنی گم ہو گئی تو ابن صلیت (بوزن عظیم) منافق نے کہا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتا رہا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایسا اور ایسا کہتا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا مگر صرف وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی

قد هبوا فجاؤا بها فاعلم صلى الله عليه وسلم انه لا يعلم الغيب الا ما علمه الله تعالى۔

فلان گھائی میں ہے اور ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے جب لوگ وہاں گئے تو اس اونٹنی کو وہاں سے لے آئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف بتا دیا کہ یہ غیب

(ارشاد الساری، ج ۱۰، ص ۲۹)

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ھ) نے زید بن اللصیت منافق کا یہ واقعہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۵۲۴ اور جلد ۲ ص ۵۲۳ میں نقل کیا ہے اور کم و بیش یہی الفاظ ہیں جو علامہ قسطلانی نے نقل کئے ہیں اور اس میں زید بن اللصیت کا لفظ ہے اور تاریخی طور پر یہی صحیح ہے

فریق مخالفت پہلے تو یہ بتائے کہ امام شیخ الاسلام ابو جعفر احمد بن سعید داؤدی (المتوفی ۷۲۳ھ) نے جو یہ کہا ہے کہ ایسا کوئی تھا ہی نہیں جو یہ کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے مگر صرف اتنا جتنا خدا نے آپ کو بتایا تھا۔ کیا امام داؤدی اس کہنے کے بعد مسلمان ہے یا کافر اور گستاخ ٹھہرے؟ اور نیز فریق مخالفت یہ بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کہ آپ کو کل غیب کا علم ہونا چاہیے یہ کسی صحابی کا عقیدہ تھا یا ابن اللصیت منافق کا؟ اور کیا یہ عقیدہ کہ صحت نبوت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ہو، کسی نسخہ الایمان کا عقیدہ ہے یا بے ایمان کا؟ فریق علامہ قسطلانی نے کیا فرمایا ہے؟ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خالص الاعتقاد ص ۳۷ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاء الحق ص ۱۱ میں اور اسی طرح دیگر اہل بدعت نے امام قسطلانی کی غیر متعلق عبارات سے جو علم غیب کا مسئلہ کشید کیا ہے، وہ آئیں اور ہمیں اس واضح عبارت کا جواب دیں۔

ستعلم لیلی ای دین فدا ینت

وای غریہم فی التقاضی عزیہما

مولوی محمد عمر صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ) کا کمال اور شریفہ کے مطابق مسئلہ علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے انتہائی دربانیت کا ثبوت دے کر اپنے کمال کو چارچاند لگائے ہیں۔ وہ اثبات علم غیب پر اقوال بزرگان دین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

«قسطلانی رحمہ اللہ ان صحۃ النبوة تستلزم اطلاق النبوة علیہ وسلم علی

جَمِيعُ الْمُخْتَلَبَاتِ (بے شک ثبوت کی صحت مستلزم ہے کہ تمام معنیات پر مبنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہو) باعظم انتہی (مقیاس الخفیت ۲۸۵) آپ نے دیکھا کہ علامہ قسطلانی کیا فرماتے ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب عبارت میں قطع و برید کر کے کیا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی علمی دیانت، لاجعل ولا قوة الا باللہ! اور ان کا تقریر و تحریر میں یہی طریقہ ہے۔ جیسا کہ ایسی دیانت پر اہل افسوس ہے ان لوگوں پر جو مولوی محمد عمر صاحب جیسے کورہبر تعلیم کئے ہوئے ہیں۔ شاید وہ جوش حمیت میں یہ کہہ دیں کہ وہ چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ

پہچانتا ہوں ابھی راہبر کو میں

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث و ملوی درملکی حالت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نمازیوں کو دیکھنے کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”بدانکہ ابن دینک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق علقہ بود روحی یا بالہام و گاہ گاہے بود نہ دائم و مؤید آن است آنچه در خبر آمدہ است کہ چوں ناقہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدہ و در بیافت کہ کجارت منافعان گفتند کہ محمد مگوید کہ خبر اسماں میرسانم و منی دانند کہ ناقہ او کجاست پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ من نیدانم مگر آنچه بلاندم را پروردگار من انکس بنمود مرا پروردگار من کہ دے در جائے چین و چال است و مدارے در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است کہ من بشر نمی دانم کہ در پسو این دیوار چیست یعنی بے دانانیدن حق سبحانہ“ (اشعۃ المعاجز ص ۱۸۷)

تنبیہ

حضرت شیخ صاحب رحمہ کا اس مقام پر یہ حوالہ بالکل صحیح پورا اور مکمل ہے۔ دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کی روایت پر اشعۃ المعاجز میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ رہا یہ کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ شیخ صاحب نے مدارج النبوة میں لا اصل لہ لکھ کر کیا فرمایا ہے؟ (جس پر اہل بدعت نے بہت لے دے کی اور بلا وجہ غلّ مچایا ہے دیکھئے انباء المصطفیٰ ص ۱۷ وغیرہ) تو اس کا جواب صرف علماء دیوبند ہی پر ضروری اور لازم نہیں ہے جو جواب اہل بدعت حضرت شیخ صاحب کی ان دونوں عبارتوں کی تطبیق کے لیے پیش کریں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب تصور کر لیں۔ بعض محدثین کرام نے ما اعلیٰ خلف جہادی کی حدیث کو اس لیے لا اصل لہ کہا ہے کہ اس کی سند نہیں نیز یہ اس حدیث سے متعارض ہے جس میں آتا ہے کہ آپ پیچھے

بھی دیکھ لیتے تھے لیکن تذکرۃ الموضوعات ص ۸۸ وغیرہ) میں ہے کہ تیچھے دیکھنا نماز کی حالت سے مخصوص تھا اور نیز لکھتے ہیں کہ :-

وصان له عینان فی ظہرہ فیبری
من وراء ظہرہ لا وراء الجدار
آپ کی پھلی جانب بھی دو آنکھیں تھیں ان سے آپ
دیکھتے تھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہذا ان
(فلا منافاة)

اس بحث کا یہ مقام نہیں ہے کہ یہ آنکھیں حتیٰ قیس یا معنوی؟ اور یہ کہ محقق اور قول اکثر کیا ہے۔ قطع نظر اس سے تطبیق کی ایک صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام داؤدیؒ کے سابق قول کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

وما ادعاه من النفی متعقب فان بعض من
لہ یرمغ فی الایمان کان یظن ذلک حتیٰ کان
یری ان صمۃ النبوة تستلزم اطلاع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المخبیات کما فی
امام داؤدیؒ نے جو نفی کی ہے وہ باطل ہے کیونکہ بعض
ایسے لوگ بھی تھے جن کا ایمان اس نہ تھا وہ یہ خیال کرتے تھے
بیان تک الہ کا یہ عنبر تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مخبیات پر اطلاع
فی المغازی الخ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۸۸)

پھر آگے وہی اوتھنی والا واقعہ بیان کیا ہے جو ہم نے علامہ قسطلانیؒ اور امام ابن ہشامؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال دیکھیے کہ وہ جمہور سلف و خلف کی تفاسیر کو کھوڑ کر حضرت مجاہد کی ایک غیر مشہور روایت کو لے کر اور اس کو قرآن بنا کر لکھتے ہیں کہ: بیناں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے۔ وہ اللہ اور رسول سے ٹھٹھا کر رہا ہے وہ کلمہ کوئی کر کے مرتد ہو رہا ہے (بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۷۱) خان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ منافی جزئی غیب کا منکر تھا یا کُلّی کا؟ پھر کیا یہ سابق آئمہ کرامؒ جن کا ذکر ہوا، سب کافر و مرتد ہیں یا مسلمان ہیں؟ صاف بتائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کب اور کہاں فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے؟ اتنا صریح مخالفہ بلکہ نرا افتراء اور بتان بجز خان صاحب کے اور کون باوجود کرتا ہے؟ یہ خان صاحب ہی کا اصول اور ہمت ہے۔

حضرات! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم صحیح امدیہ شہ اور اکابرین علماء امت کے متن ارشاد

سے یہ بات واضح سے واضح تر ہو گئی ہے کہ علم غیب نبوت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں ہے
 نیز دینی اور دنیوی امور میں تفریق اور اجتہاد کی گنجائش اور اس میں خطا کا احتمال اور ظاہر اور باطن کا
 فرق اور تمام لغات اور صنائع و حرفوں کا علم نہ ہونا وغیرہ سب امور باحوالہ عرض کر دیے گئے ہیں
 اور جن اکابر سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے ان میں سے پیچیدہ ہیں جن کی غیر متعلق عبارات سے تفریق
 مخالفت نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے مسئلہ علم غیب کشید کیا ہے اس لیے خصوصیت
 کے ساتھ ان کی عبارات کو پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ اہل بدعت کو بھی سوچنے کا موقع مل سکے ہم نے ان
 کی جو عبارتیں عرض کی ہیں وہ اپنے مفہوم میں بالکل نص صریح ہیں اب ہم اس باب کو یہیں ختم کرتے
 ہیں اگرچہ یہ

راہرواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم راہ ہست و ہم خود غفلت است

باب چہام

قرآن کریم اور صحیح احادیث میں جہاں کہیں اس کا ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ يَا لَا اَذْهَبُ عَنْهُ وَغَيْرُهُ تَوْفِيقِي غَالِبٌ کی طرف سے (جن میں فریقِ مخالفت کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائتہ حاضرہ مولوی احمد رضا خاں صاحب، مولوی حشمت علی خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عظیم صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ سب شامل ہیں) یہ مغالطہ عامۃً اور دودھ پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا۔ میں مستقل طور پر علم غیب نہیں رکھتا، بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب عطا ہوا ہے اور ہم ذاتی علم غیب کے قائل نہیں ہیں بلکہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں بلکہ ذاتی ہے اس لیے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے علم غیب کی صفت ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں اور نہ خاصہ خداوندی میں شرکت لازم آتی ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”ہم نہ علم الہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الہی سے بھی بعض علم ہی ملتا مانتے ہیں نہ کہ جمیع کا (خالص الاعتقاد ص ۲۳۷)

اور خان صاحب کے نزدیک بعض علم کیا ہے جو عطائی طور پر آپ کو ملا ہے۔ تمام ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامۃ کا علم حاصل تھا۔ اور ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر حنت و نار کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ (انباء المصطفیٰ ص ۱۰۷) اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس علم عطائی کی بحث میں لکھتے ہیں کہ: ”تمام ممکنات حاضرہ و غائبات کا علم عطا فرمایا گیا“ (الکلمۃ العلیاء ص ۱۷) اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی

نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں،
(۴) جس کے لیے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہوا، ورنہ کل صفات اللہ اور بعد
قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے انہیں کرتے؟ (ملاحظہ جاد الحق ص ۳۴)
اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”باتی رہا ارشاد الہی ذلک اغلظ الغیب فرما دیجئے یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں غیب
نہیں جانتا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات اس واسطے کہلوائے کہ کوئی کج طبع آپ کے علم غیب
ذاتی کا معتقد نہ ہو جائے، کیونکہ شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو اور ملاحظہ تین
ان جملہ عبارات کو سامنے رکھ کر ہم فریق مخالف سے دریافت کرتے ہیں کہ :-

① کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا؟ اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا تو آپ نے
علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟ یہ کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ لست بموجود۔ یعنی
میں موجود نہیں ہوں۔

② اور کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے
عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ العیاذ
باللہ تعالیٰ کیونکہ بقول مولوی محمد عمر صاحب کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو۔

③ اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا
اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟ اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے قرآن کریم نہیں ملا؟
محاذ اللہ تعالیٰ۔

④ اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں
تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی؟ وجہ فرق بالکل یقین ہونی چاہیے۔

⑤ اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو
سکتا ہے۔ جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور
با اتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

⑥ اور اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الہ اور خالق کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان ہے گا؟ اور اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمائیے کہ اس پیچھے سے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا۔ پھر وہ کافر کیسے ہوا؟

⑤ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریفی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت ثلاثوں کذابوں و کذابوں کی مد میں ہے) بالقع اور غیر تشریفی نبی مانتا ہوں، اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور ظل ہے کیا ایسا شخص مسلمان ہے گا یا نہیں؟ اس کا جواب فریق مخالف کو سوچ کر بتانا ہو گا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدارتے باطل ہی بلند کرنی ہے۔

اس چمن میں پیر و بیل ہو یا تلمیذ گل

یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

بانی جن بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتی طور پر اور بالاکستقلال تو کل غیب کو نہیں پہنچتے مگر عطائی اور غیر مستقل طور پر کل مغیبات کو جانتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق منفی اور مثبت آیات اور احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور محیط تفصیلی کے ساتھ متعلق ہے، ذاتی علم کی ہے اور اثبات جو صرف اخبار غیب و انباء غیب اور جزئیات سے متعلق ہے وہ عطائی علم کے ساتھ وابستہ ہے حالانکہ اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزئی یا علم غیب اور انباء غیب یا محیط تفصیلی اور بعض بعض خبروں کے علم کا فرق ملحوظ رکھ کر تطبیق دی جا سکتی ہے اور محققین علماء نے اسی طرح تطبیق دی ہے جیسا کہ اس کتاب کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اس سے آگاہ ہوں گے، چنانچہ بیشتر وہ حضرات جو ذاتی اور عطائی کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ صاف طور پر یہ لکھتے ہیں کہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا جن کے اکثر حوالے ہم نے باب سابق میں باحوالہ درج کر دیے ہیں اندیش حالات یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ وہ عطائی طور پر کل مغیبات کے علم کے قائل ہیں اور فریق مخالف کو بھی اس کا اقرار ہے کہ باری تعالیٰ کے محیط علم تفصیلی پر مخلوق کا احاطہ محال ہے۔ چنانچہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

۰ ہم قاهر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا ہمیں معلومات الہیہ کو محیط ہونا عقل و شریع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔ (غائص الاعتقاد ص ۲۳)

مگر خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی قطعاً اور سراسر باطل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تا دخول جنت و نار سب واقعات کا علم جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ کیونکہ اس عقیدہ کی رو سے بے شمار نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوص قطعیہ کا، اور آپ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اس باطل نظریہ کی تردید متعدد نصوص قطعیہ سے ملاحظہ فرمائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دیگر اہل بدعت سے عموماً اور مولوی احمد رضا خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب سے خصوصاً یہ پوچھئے کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل صفات الہیہ کا بھی علم نہیں اور بعد قیامت کے تمام واقعات کا علم بھی نہیں ہے کیا اس لاعلمی میں جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور تنقیص شان تو نہیں؟ محبوب خدا کی ذات اور پھر یہ لاعلمی؟ بات کیا کہہ دی؟ ذرا سوچ کر اور ہوش میں آکر جواب دینا کہ اس کا کیا داعیہ پیش آیا؟ یا کیا اس مفروض توہین و تنقیص کے اعلام دیوبند ہی مرتکب ہو کر کافر ہیں جو نصوص قطعیہ کی بنا پر بعض بعض امور سے آپ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ وہ قرآن و سنت سے وابستگی اور اسلام کی والہانہ محبت کی وجہ سے کرتے ہیں اور وہ اعلان پر صحیح طور پر گامزن ہیں جس کے تم صرف مدعی ہونے سے بھول کر بتانا ہوگا۔ دیکھئے کیا جواب ارشاد ہوتا ہے۔

پھیٹرو نہ مجھ کو دور حادث کی آمد صیو!

ہے بھی دو وطن میں کہ خاک وطن ہوں میں

مگر ان تمام امور سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کیا قرآن کریم، صحیح احادیث اور معتبر اور مستند علماء اہل سنت کے اقوال سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی طور پر علم غیب کے عطائی علم کا ثبوت ملتا ہے یا اس کی نفی ہوتی ہے، اختصار کے ساتھ بعض دلائل ذکر کئے جاتے ہیں:-
ملاحظہ فرمائیں:-

قرآن کی پہلی آیت | اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ○
اور ہم نے اُس (یعنی جناب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا، اور یہ اُن کے لائق بھی نہیں ہے۔ یہ تو ناعلم نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف اور روشن۔ (پ ۲۳ - یسین - رکوع ۴)

اس نص قطعی سے یہ بات بالکل آشکار ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی، تو اور کمال سے یہ تعلیم عطا ہوتی یا ہو سکتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا کہ شعر کی تعلیم آپ کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی لغت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرنا تھا ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا، کیونکہ شاعری کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں، اور آپ کو جو قرآن کریم دیا گیا وہ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں، وہ تو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے، کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا۔ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تمکینیاں ہوں بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اُس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی نوڈیاں بھی اُس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے طور پر مقفی عبارت آپ کی زبان مبارک سے کہیں نکلی تو اور بات ہے، اُسے شعر و شاعری سے مطلقاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ○ اَنْتُمْ فِي حُلٍّ وَاِذٍ يٰمُؤْمِنُونَ ○ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَالًا يَفْسُقُونَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ ○
اور شاعروں کی اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سرماتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے۔ (الشعرہ - ۱۹-۱۰۶)

مطلب یہ ہے کہ شاعری کی باتیں اکثر محض تخیلات ہوتی ہیں، تحقیق اور واقعیت سے ان کا کوئی

لگاؤ نہیں ہوتا، اس لیے شعرا کی باتوں سے بجز گرمی محض یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل بہایت حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں پر چلنے والے کچھ اور گمراہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ ان بلند اخلاق کے ملک ہیں جن کی نظیر مٹی و شوار ہے، اور جن کی نیکی اور پرہیزگاری کی مثال چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر شاعر کسی کلام کو پکڑتے ہیں تو اس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو آسمان پر چڑھاتے ہیں اور جب مذمت اور بوجھ کرتے ہیں تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور محفل کے جس جھنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا اس لیے شعر کی نسبت مشہور ہے۔

چوں کذب دوست احسن او

جب ان کے شعر پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ ولی ہیں۔ جاگر ملو تو پرے درجہ کے نامور اور دلچوک۔ اخلاقی سبق پیش کرینگے تو حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی بھول جائیں گے۔ جاگر دیکھو تو اعمال و اخلاق کا آئینہ بالکل خالی، اور بڑے بڑے مسلم شاعر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

گفتاد کاغانی بن تو گلیا اگر دار کاغانی بن نہ سکا

ہاں مگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ایمان اور اعمال صالحہ کے لباس سے مزین ہوں، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ اور انہی حضرات کے اشعار کے متعلق اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٍ اور حسنہ حسن کے ارشادات وارد ہوئے ہیں جو شریعت کی حد بندی میں رہ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بالکل حقیقت اور نفس الامر کے مطابق حقائق کو نظم میں پیش کرتے ہیں اور اس کے جائز اور درست ہونے کا کوئی انکار بھی نہیں کرتا۔ مگر

چشم بینا تو پہلے کمر پیدا

پھر یہ کہنا کہ کوہ طور نہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح حدیثیں بھی شعر و شاعری سے متعلق سن لیں۔

① حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

لان یمتلی جوف رجل قیما یریه خیر من
ان یمتلی شعرا (بخاری ج ۲ ص ۹۹ و مسلم ج ۲ ص ۲۴)
واوب المفرد ملا وسن الکبری ج ۱۰ ص ۱۰۴ و مندا محمد
ج ۲ ص ۲۹ و غیره

البتہ یہ کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جو اس
کو بالکل فاسد اور برباد کر دے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ
اپنے پیٹ اور سینہ کو شعر سے پر کرے۔

(۲) حضرت ابو سعید الخدری رضی (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
ساتھ جا رہے تھے جب مقام عرج پر پہنچے تو ایک شاعر نے کچھ اشعار پڑھے۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا الشیطان
لان یمتلی جوف رجل قیما خیر لہ من ان یمتلی
شعرا (مسلم ج ۲، مشکوٰۃ ج ۲ و سنن الکبری ج ۱۰ ص ۱۰۴ و غیره)
تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس
شیطان کو پکڑو یہ کہ تم میں سے کسی کا سینہ پیپ سے بھر
جائے، بہتر ہے اس سے کہ وہ شعر سے پر ہو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی (المتوفی ۳۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ:-

لان یمتلی جوف احدکم قیما خیر لہ من ان
یمتلی شعرا قال اللہ تعالیٰ یجزل الشعراء یتبعہم
الغاون (بخاری ج ۲، ادب المفرد و مندا محمد ج ۲ ص ۱۰۴)
تم میں سے کسی کا سینہ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے
کہ وہ شعر سے پر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شاعروں کی اتباع
وہی لوگ کرتے ہیں جو کج روادگر ہوتے ہیں۔

(۴) اسی مضمون کی انہی الفاظ سے روایت حضرت سعد رضی (المتوفی ۵۵ھ) سے بھی مرفوعاً مروی
ہے (مسلم ج ۲ ص ۲۴)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی عنہما (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:-
ما ابالی ما ایت ان انا شریبت تریاقا او
تعلقت تریحۃ او قلت الشعر من قبل نفسی
(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۹)
یعنی میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ میں تریاق
استعمال کروں یا شکرہ تعویذ گلے میں لٹکاؤں یا اپنی طرف
سے شعر بنا کر کہوں (ان سب کا گناہ ایک ہی ہے)
اگر جائز اور برے تریاق تیار ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حرمت اس صورت
میں ہے جب کہ:-

لاجل ما يقع فيه من لحم الافاعي والخنس وغيرها اس میں سانپ کا گوشت، شراب اور اسی قسم کی دوسری
من المجزئات (عاشق شکر ج ۲ ص ۲۸۹ و تعلیق الموحج ۲ ص ۱۸۴) حرام اشیاء ڈالی گئی ہوں۔

اسی طرح جائز قسم کے تعویذات لکھنے اور گلے میں لٹکانے درست ہیں۔ ہاں البتہ شرکیہ قسم کے تعویذات
ہرگز جائز نہیں ہیں اور تعویذات پر اجرت بھی لی جاسکتی ہے جیسا کہ واقعہ المعروف نے المنتہاج الواضح
میں باحوالہ تصریح کی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حرام قسم کا تریاق اور شرکیہ تعویذات جائز
نہیں اسی طرح جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اشہد بنا بھی حرام ہے۔ اسی حدیث کی شرح
حضرت ملا علی بن القادی نے اس کے حرام ہونے کی صاف تصریح کی ہے

⑥ حضرت ابو نوفل فرماتے ہیں کہ:-

سألت عائشة رضي الله عنها عن رجل قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم
يسألني عن شعرة فقلت كل البغض الحديث اليه
میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر سے کوئی لگاؤ تھا؟ تو وہ فرماتے گئیں کہ شعر
آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا۔
(رواہ احمد بن حنبل ج ۲ ص ۵۸۸ و سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۵ و طائس ص ۱۹۹)

اور حضرت عائشہ رضی عنہا ہی سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بھی طرفہ
کا شعر و یا تیک بالا اخبار من لم تزود پڑھا کرتے تھے۔ لیکن

فيجعل أوله أخيرة وأخيرة أوله فقال أبو بكر
ليس هذا هكذا يا رسول الله فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم إني والله ما أنا بشاعر وما
يبلغني لي (رواہ ابن ابی ماتم وابن جریر وذا النظار ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۵)

آپ اُلٹ پلٹ کر کے مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر کے
پڑھتے تھے حضرت ابو بکر رضی عنہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ شعر
یوں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہ لی قسم میں شاعر نہیں ہوں
اور نہ یہ میری شان کے لائق ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی الزناد (المتوفی ۱۷۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ایک مرتبہ حضرت عباس بن مرواس کا ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت ابو بکر رضی عنہ نے فرمایا:-

بأبي أنت وامي يا رسول الله ما أنت بشاعر ولا
لأبيه ولا يبلغني لك (درمنثور ج ۳ ص ۳۱۱)

اے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ پر میرا مال باپ قرآن ہوں نہ تو آپ
شاعر ہیں نہ شعر کے راوی ہیں اور نہ آپ کے لیے یہ سزا وار ہے۔

اور حضرت حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ) کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت صدیق اکبر رضی عنہ حضرت عمر رضی عنہ نے فرمایا کہ:-

اشھد انک رسول اللہ يقول تعالیٰ ما علمنا
الشعر وما ینبیٰ له (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۷) ومعالم
التنزیل ج ۳ ص ۲۱۰)

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ
تعالیٰ نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کی
شان کے لائق ہے۔

رئیس المحدثین والمفسرین فی عصرہ حافظ عماد الدین بن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-
يقول الله عز وجل أخبر عن نبيهم محمد صلى الله
عليه وسلم انه ما علمه الشعر وما ينبیٰ له
ای ما هو فی طبعه فلا یحسب ولا یحسب ولا
تفتقیرہ جبلتہ ولهذا ورد انه صلى الله عليه
وسلم كان لا یحفظ بیتا علی وزن منتظم بل
ان الشدة زحفه اولیٰ تمه۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۷)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے
خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ
ان کے لیے مناسب ہے یعنی وہ آپ کی طبیعت کے موافق ہی نہیں
اس لیے نہ تو وہ آپ کو پسند ہے اور نہ آپ کی فطرت اس کی
مقتضیٰ ہے اور اسی ہی لیے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ آپ
اگر پڑھتے تو یا اس کا کچھ گرا دیتے یا ناقص پڑھتے تھے۔

علامہ علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-
ای ما یسئل له ذلک وما یصلح منه
بحیث لو اذاد نظم شعر لم یثبات
له ذلک كما جعلناه امیالا یکتب
ولا یحسب لتكون الحجة اثبت و
الشبهة اضعف قال العلماء ما كان یتزن
له بیت شعروان تمثیل ببیت شعر جرری
علی لسانہ منکسرا۔
(غزوان ج ۶ ص ۱۵)

یعنی نہ تو آپ کے لیے شعر سہل ہے اور نہ آپ سے بنتا ہے یا اس
طور کہ اگر آپ ایک شعر نظم کرنا چاہیں تو آپ سے یہ نہیں ہو
سکتا، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ہم نے آپ کو امی بنایا ہے
نہ تو آپ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب کر سکتے ہیں اور یہ اس لیے کہ
حجت پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے اور ٹھیک و شبہ کے لیے
گنجائش نہ ہے۔ علامہ کرام نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے کوئی شعر موزون نہ ہوتا تھا اور اگر کسی کا کوئی شعر
کبھی پڑھا تو بے وزن ہو کر آپ کی زبان سے جاری ہوا۔

اور علامہ ابو محمد حسین بن محمد البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) نے بھی اس موقع پر یہی مضمون کچھ اختصار کے ساتھ
ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۱۰)
اور علامہ نسفی الحنفی لکھتے ہیں کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ - اے دماغ! ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری کا علم نہیں سکھایا ان کو شعر یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کے قول کا علم نہیں عطا کیا، یا یہ کہ ہم نے قرآن کی تعلیم سے شعر کی تعلیم نہیں دی اس معنی کے کہ قرآن شعر نہیں ہے۔ (دارک ج ۲ ص ۶)

قرآن کریم کی مذکور یا اور یہ تمام احادیث روایات اور تفاسیر اس بات کی واضح ترین دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی لگاؤ اور تعلق نہ تھا اور نہ یہ آپ کی شان رفیع کے لائق اور مناسب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر و شاعری کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ اس کا علم عطا کیا ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دور خلافت میں حضرت نعمان بن عدی بن نضله کو صوبہ بصرہ کے ضلع میسان کا عامل مقرر کیا۔ انہوں نے وہاں شاعرانہ تخیلات کی بنا پر بے ساختہ کچھ شعر کہہ دیئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا۔

أَذْهَلْ أَتَى الْحَسَنَاءُ خَلِيلَهَا بَيْسَانَ يُسْقِي زَجَاجَ وَحْنَهَا
”کیا خوب روگدست کہ یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا رفیق حیات میسان میں شیشے کے گلاسوں اور سبز رنگ کی صراحیوں میں شراب پلایا جا رہا ہے“

حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوری طور پر ان کو معزول کر دیا۔ جب نعمان مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت بخدا میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ بات یہ ہے کہ بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

أُظِنَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ اللَّهَ لَا تَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ
”میرا بھی یہی گمان ہے لیکن واللہ تجھے اس قول کے بعد وقد قلت ما قلت (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۴) کبھی بھی عامل اور افسر نہیں بنایا جائے گا۔“

ان اشعار کی وجہ سے ان کی معزولی کا ذکر علامہ ذہبی وغیرہ نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو تجرید اسماء الصحابة ج ۲ ص ۱۱۷ واستیعاب ج ۳ ص ۵۱۵ واصابہ ج ۳ ص ۵۳۳)

سبحان اللہ تعالیٰ! ایک وہ مبارک وقت تھا کہ زبانی طور پر شراب نوشی کا اداء کرنے والے افسر بھی فوراً معزول کر دیے جاتے تھے مگر آج ہر وقت شراب میں غمور رہنے والوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔

کس نبی پر سد کہ بھیا کون ہو سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو
 فریق مخالف کی طرف سے قرآن کریم کی اس آیت
 کی جو بے تاویل (یا تحریف) کی گئی ہے، وہ بھی
 ملاحظہ کر لیجئے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا جواب بھی دیکھ لیجئے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی متعدد
 کتابوں میں اس آیت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ: اس میں ملکہ شعری نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے
 اپنے رسول کو شعری گونی کا ملکہ نہیں دیا۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ کہا کہ اس آیت میں منقطع شعر مراد
 ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو قیاس شعری نہیں سکھایا جو مقدمات مثلاً اور قضا یا کاذبہ سے
 مرکب ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ ان دونوں تاویلوں سے ہمارے استدلال پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ
 شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو یا شعر منطقی دونوں چیزیں ماکان و مایکون میں داخل ہیں اور جب ان میں
 سے کسی ایک کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو گئی تو جمیع ماکان و مایکون کا دعویٰ باطل ہو گیا
 اور فریق مخالف کی کلی ٹوٹ گئی۔

کفر ٹوٹا خدا کر کے

مولوی حسرت علی صاحب وغیرہ نے پینتر بدل کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے شعر کہنا ثابت ہے۔ آپ نے غزوہ خنین میں فرمایا تھا

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

اور اسی طرح آتا ہے کہ آپ نے فرمایا

هل انت الا اصبع دمیت وفي سبیل الله مالیت وغیرہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ متفق کلمات جو صادر ہوئے ہیں، یہ شعر
 نہیں بلکہ رجز ہیں اور قرآن کریم میں نفی شعر و شاعری کی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ:-

الجواب

واختلف اهل العروض والادب فی التجز
 هل هو شعرا م لا؟ واتفقوا علی ان الشعر
 لا یكون شعرا الا بالقصد اما اذا جری کلام
 موزون بغیر قصد فلا یكون شعرا وعلیه
 اهل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہے
 یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک
 شعر نہیں کہلاتے گا جب تک اس میں قصد اور ارادہ نہ ہو۔
 اگر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی کلام موزون زبان پر جاری ہو

يحمل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم گیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
من ذلك لان الشعر حرام عليه صلى الله عليه جو ثابت ہے اس کا بھی یہی محل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
وسلم (نوی ج ۱ ص ۱۷۱) تعالیٰ علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام ہے۔

لیجئے مولوی حسنت علی خان صاحب اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور امام نوویؒ اس کی حرمت۔
بات کس کی قابل قبول ہوگی؟ اور دلائل کس کا ساتھ دیتے ہیں۔
دیکھئے جب ساتھ دے تقدیر بھی
راہ پر اس بُت کو ہم لائے تو ہیں

اور دوسرے مقام پر امام نوویؒ لکھتے ہیں، جس کا مفہوم اور خلاصہ ہماری عبارت میں یوں ہے
کہ شعر وہ ہے جس میں قصداً اور ارادہ کا فرما ہو اور انسان اس کو موزون پیش کرے اور قافیہ بندی کا پورا
خیال رکھے۔ عام لوگوں کی زبان پر موزون الفاظ جاری ہو جاتے ہیں، لیکن نہ ان کو شعر کہا جاتا ہے اور نہ
بولنے والے کو شاعر۔ ایک قوم کا جن میں خلیلؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) کے بعد فن عروض کا امام علامہ
انفخؒ (المتوفی ۷۲۵ھ) بھی شامل ہے۔ یہ خیال ہے کہ مشطوریہ اور منوک (فن عروض کی اصطلاحیں
ہیں) شعر نہیں ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ اور
نیز فرمایا۔ هل انت الا اصبع ودمیت۔ وفی سبیل اللہ مالعتیت اور نیز فرمایا۔ انا النبی
لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب وغیرہ۔ ابن قطلعہؒ اپنی کتاب الشافی فی علم القوافی میں لکھتے ہیں کہ
انفخؒ وغیرہ کا حرف انا کہنا ہی کا ذرا نہیں کیونکہ شاعر کے لیے چند شرطیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ کلام موزون قافیہ
بندی کے طور پر اس فن سے واقف ہوتے ہوئے قصداً اور ارادہ سے پیش کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام شعر
نہیں ہوگا۔ اور قائل شاعر نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص صرف عرب کے طریقہ کے مطابق موزون
کلام کہے، بغیر قصداً سے یا کہے تو اراداً مگر قافیہ بندی نہ ہو تو نہ یہ شعر ہوگا اور نہ قائل شاعر ہوگا۔
باجماع العلماء والشعراء تمام علماء اور شعراء کا اس پر اتفاق ہے (نوی ج ۲ ص ۱۷۱)

امام نوویؒ وغیرہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ فن عروض کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ عروض کی درسی
کتاب محیط الدائرہ ص ۱ میں شعر کی یہ تعریف کی ہے کہ :-

”الشعر كلام يقصده الوزن والتقفية : شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا جائے

اور پھر آگے یقصد بہ الوزن کی قید کا فائدہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ جس کلام کا وزن اتفاقی ہو جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات مثلاً لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ آلیتہ وغیرہ تو ان کو شعر نہیں کہا جائے گا۔ پھر آگے لکھا ہے:-
ومثل ذالک لا یسلی شعراً لان الوزن
فیه غیر مقصود
اور فن عروض کے مشہور امام علامہ السید محمد الدہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

وقولنا قصداً یخرج ماکان وزنه اتفاقاً
ای لم یقصد وزنه فلا یکون شعراً
کایات شریفۃ اتفق وزنها ای لم یقصد
وزنها بل قصد کونها قرآناً وذكرنا کقولہ
تعالی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا رَحِمْتُمْ
فانہا علی وزن مجزوالرمل المسبغ فلا تكون
شعراً لا ستمالۃ الشعریۃ علی القرآن قال
اللہ تعالیٰ ان ہوا لا ذکر وقرآن مبیین وکمیکت
بنویۃ اتفق وزنها ای لم یقصد وزنها
بل قصد کونها ذکر مثلاً کقولہ صلۃ اللہ
علیہ وسلم هل انت الا اصبع دمیۃ
وفی سبیل اللہ مالیت۔ فانہ علی وزن الریز
المقطع فلا یکون شعراً قال اللہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْتُمُ
الشَّعْرَ وَمَا یَنْفَعُ لَہٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَتَذٰکُرٌ
مُّبِیِّنٌ وکذا لویکون شعراً لوقوع من متکلم
لفظ موزون لم یقصد کونہ علی طریقۃ الموزون
کما یتفق لکن من الناس ویقع مثل ذالک
حتی الغوام لا شعور لہم بالشعور ولا امام

اور قصدا کی قیمت سے وہ کلام شعر سے خارج ہو گیا جس میں
وزن مقصود نہ ہو بلکہ محض اتفاقی ہو جیسے قرآن کی آیتیں
جن میں وزن مقصود نہیں بلکہ مقصود تو صرف یہ ہے کہ وہ قرآن
ذکر لیسیمت کا اندیس ہے، جیسے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ آلیتہ
اس کا وزن رمل مسبغ کے مجزوپہ ہے لیکن اتفاقی ہے اس لیے
شعر نہ ہو گا کیونکہ قرآن کریم پر شعر کا اطلاق محال ہے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم تو صرف نصیحت اور صاف دشمن قرآن
ہے اور جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پاک سے
نکلے ہوئے کرب کلمات حق میں وزن محض اتفاقی ہے اور
ان میں وزن کا ہرگز قصد نہیں کیا گیا بلکہ مقصود تو صرف پند و
نصیحت ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
هل انت الا اصبع دمیۃ۔ وفی سبیل اللہ مالیت
اگرچہ اس کا وزن رجز مقطوع پر ہے مگر شعر نہیں ہے، کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کے لائق ہے، وہ تو صرف
ذکر اور دشمن قرآن ہے اور اسی طرح وہ کلام بھی شعر نہیں ہو گا۔
جو بغیر قصد کے کسی متکلم سے موزون صادر ہو جیسا کہ بہت لوگوں
سے حتیٰ کہ عوام الناس سے بھی لیا وکالت الیاموزون کلام صلا

لحم بالوزن البتة - ہو جائیگا حالانکہ اُن کو شعر کا شعور تک نہیں ہوتا اور نہ ان

(ارشاد الشافعی علی متن الکافی ص ۱۱۱) کو وزن سے لگاؤ ہوتا ہے لہذا وہ بھی شعر نہ ہوگا۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت پر شعر کا اطلاق صحیح ہے اور نہ مرکباتِ نثریہ (علی صاحب الف الف الف تہتیم) پر۔ پہلے تو رجز اور شعر میں فرق ہے، پھر محض اتفاقی طور پر علم عروض کے کسی وزن پر کسی کلام کے مطابق ہونے سے شعر نہیں کہلاتا۔ یہی وجہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدتِ العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ (رہی امام مہدیؑ کی وہ روایت جس میں ہے کہ آنسے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اپنے ساری زندگی میں صرف ایک شعر بنایا تھا فاعول بمانہون الا تو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے استاد محترم جلیل حفظہ امین حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علامہ الحافظ ابو الجراح المزنی الشافعیؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) سے نقل کر دیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں دو راوی مجہول ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۱) لہذا منکر اور غیر ثابت روایت سے نقل قطعی کا کیا مقابلہ؟ اور کیا تقابلی؟ الغرض گوئکہ قسم کے اشعار حکمت اور دانائی سے مملو ہوتے ہیں مگر مجموعی لحاظ سے اشعار میں بہت سی قباحتیں بھی ہیں۔ علامہ ابن خلدونؒ نے امام ابن رشیقؒ (المتوفی ۳۲۰ھ) سے کیا خوب نقل کیا ہے جس میں فنِ شاعری کا اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

لعن الله صنعة الشعر ماذا من صنوف الجهال منه لقينا

اللہ تعالیٰ صناعتِ شعر پر لعنت کرے، اس کی وجہ سے ہمارا کیسے کیسے جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے

يؤثرون الغريب منه على ما كان سهلا للسا معين بينا

شاعر غریب الفاظ کو ایسے سلیس الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں جو سامعین کے سامنے واضح ہوتے ہیں

ويرون أفعال معنى صميما وخسيس الكلام شيئا ثميناً

اور مجھو کہ کو ایک صحیح معنی سمجھتے ہیں۔ اور گھٹیا قسم کے کلام کو قیمتی سمجھتے ہیں (مقدمہ ابن خلدون ص ۵۱۱)

یہ بالکل نامناسب ہوگا کہ آپ کے کان مفتی احمد یار خاں صاحب کی راگنی

خال صاحب کی راگنی سے نا آشنا ہیں۔ چلتے چلتے

وہ بھی سن لیجئے۔ وہ آیت وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتاتے ہیں۔

اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں جاننا، ملکہ (مشق تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا بڑا صحیح غلط شعر پہنانے کا شعر نہ دیا۔

دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معنی اور اجمالی باتیں، وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (بلفظہ جاء الحق ص ۹۷ و ص ۹۸)

الجواب معنی صاحب ہی ازراء و دیانت یہ فرمائیں کہ کیا شعر گوئی کا ملکہ جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں اور معنی وغیرہ جمیع ماکان و مایکون میں داخل نہیں ہیں؟ مفتی صاحب معاف فرمائیں تقابلی سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی، شعر سے کچھ ہی مراد لیں اتنا تو ماننا ہی پڑا ہے کہ مَا عَلَّمْنَاكَ الشَّعْرَ کے مطابق اس دنیا میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ یہ آپ کی شان کے لائق ہی نہ تھا اور اس کے نہ جاننے سے ہرگز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص اور توہین نہیں ہوتی اور اسی کا دوسرے اہل بدعت کو ٹھوکا اور مفتی احمد یار خاں صاحب کو خصوصاً اقرار ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

رہا یہ کہ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے کس کس چیز کی تفصیل مراد ہے؟ تو اس کی مبسوط بحث اپنے مقام پر عرض کی جائے گی، انشاء اللہ العزیز۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ
مَنْ قُصِّصْنَا عَلَيْكَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ

اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے

جاتی ہیں آیا محض ملکی امن کو بحال رکھنے اور سیاست مڈن کو محفوظ رکھنے کے لیے ہیں یا یہ سزائیں کفارہ بن کر عذاب دوزخ سے رہائی کا ذریعہ بھی ہوں گی۔ حدود کے کفارہ بننے نہ بننے سے متعلق سراج الامت حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ (المتوفی ۱۵۰ھ) اور دوسرے آئمہ کا کیا اختلاف ہے؟ اور کیا دلائل ہیں؟ یہ موقع ان کے بیان کا نہیں ہے۔

حضرت علی رحمہم اللہ (المتوفی ۴۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

بعث الله عبداً جشياً نبياً فهدو من الله تعالى نے اپنے ایک مبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا، اور لم يفتق علي محمد صلى الله عليه وسلم وہ ان نبیوں میں سے ہیں جن کا قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (کنز العمال ج ۲۱ ص ۲۱۲ و درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵) کو نہیں بتایا گیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ای منهم من اوحينا اليك خبرهم و قصصهم مع قومهم كيف كذبوا و هرقوا كانت للرسول العاقبة والنصرة ومنهم من لم نقصص عليك وهو اكثر ممن ذكر باضعاف اضعاف (ابن کثیر ج ۴ ص ۸۹)

یعنی رسولوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جن کی خبریں ذریعہ وحی ہم نے آپ کو دی اور بتلایا کہ ان کی قوم نے ان کی کیسے تکذیب کی اور کس طرح انجام کار رسولوں کی کامیابی اور نصرت ہوئی، اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور وہ ان سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔

اور علامہ علی بن محمد الخازن رحمہم اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ای ولم نذكر لك حال الباقيين (خازن ج ۶ ص ۵۱)

یعنی باقی رسولوں کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

ای لم نسمهم لك ولم نعرفك اخبارهم (خازن ج ۱ ص ۵۱۹)

ہم نے آپ کو ان کے نام اور حالات کی اطلاع نہیں دی ہے

اور بالکل یہی الفاظ اس مقام پر حضرت امام رازی رحمہم اللہ کے ہیں۔ (دیکھئے کبیر ج ۲ ص ۲۳)

اور علامہ خطیب شرنوبی رحمہم اللہ اسی جگہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ومنهم من لم نقصص عليك - لا اخبارهم ولا اخبار اممهم ولا ذكرنا ههنا باسمائهم ولا رسولوں میں ایسے بھی ہیں کہ وہ نہیں بتائے ہم نے آپ کو نہ تو ان کے حالات بتائے ہیں اور نہ ان کی اقوال کے اور

وان كان لنا العلم التام والقدرۃ الكاملة
(تفسیر سراج منیر ج ۳ ص ۹۵۸)
نہ ہم نے ان کے نام آپ کو بتائے ہیں مگر ہم خود ہم کو پورا
علم اور کامل قدرت حاصل ہے۔

اور علامہ صدر الدین الدمشقی الحنفی (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

فعلینا الايمان بان الله ارسلهم وارسل
رسلا سواهم وانبياء لا يعلم اسمائهم و
عددهم الا الله الذي ارسلهم۔
(شرح عقيدة الطحاوی ص ۲۴)
ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو اور ان کے علاوہ دوسرے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا ہے
جن کے نام اور گنتی و تعدد سوائے اُس خدا کے اور کوئی بھی
نہیں جانتا جس نے اُن کو مبعوث کیا ہے۔

اور چار مشہور آسمانی کتابوں (قرآن کریم۔ انجیل۔ زبور اور تورات) کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:-
لا يعرف اسمائهم الا الله۔ (ص ۲۴)
باقی کتابوں کے نام یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی نہیں جانتا۔
اور علامہ تغلثالی (ر) لکھتے ہیں کہ:-

ظاھر الكتب وهوان بعض الانبياء
لم يذكر للنبي عليه الصلوة والسلام
(شرح عقائد ص ۲۸)
کتاب اللہ کا ظاہری مضموم اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بعض حضرات
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے سامنے پیش نہیں کیے گئے۔

قرآن کریم کے قطعی مضمون اور صحیح حدیث اور حضرات مفسرین کرام کی واضح عبارات سے یہ بات بالکل
بے نقاب ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے تفصیلی حالات اور صحیح تعدد اور نام بھی نہیں بتائے جن کے ساتھ آپ کا کوئی گونہ نہ گہرا تعلق ہے۔
اور جن کو آپ نے شب معراج میں اجمالی طور پر دیکھا بھی اور ان کو امامت بھی کروائی۔ یہ ارشاد بھی علم عطائی
کی نفی کی ناقابل تردید دلیل ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی میں انصاف اور دیانت بھی ہو۔

میں ہوں بیگانہ مضبوط وفا سچ ہے مگر وہ بھی

ذرا انصاف سے اپنا طریق امتحان دیکھئے

فریق مخالف نے کیا کہا؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم فریق مخالف کا جواب اور اس کی
حقیقت بھی آپ کے سامنے عرض کر دیں۔ مولوی محمد نعیم الدین صاحب

مراد آبادی الکلیۃ العلیا ص ۱۱۱ میں مولوی محمد عمر صاحب مقیاس خفیت ص ۲۹۶ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب

جلد الحق ص ۹۵ میں لکھتے ہیں، واللغظ لہ۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجہیں فرمائی ہیں، ایک
 یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں بلکہ قرآن کریم میں صراحتہ ذکر کی نفی
 ہے یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحتہ بیان نہ فرمائے، دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے، اور اجمالی
 ذکر سب کا فرمایا گیا۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا تفسیر
 صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے۔ صغیر) حضور
 علیہ السلام دُنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں، وہ سب
 پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم ممکن ہے
 اور ان پیغمبروں کے قبضے چھوڑ دیئے امت کے لیے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے
 زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۵ میں ہے (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک
 کر دی ہے۔ صغیر) یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَلْقَ أَهْلًا وَلَكِنْ كُنِيَ عَلَيْكَ يَوْمَئِذٍ
 الْمَوْتُ فَكَفَىٰ يَوْمَئِذٍ لَّكَ غَمًّا وَكَفَىٰ تَعْلِيلًا (قرآن) کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث)
 کا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ كَلَّمَ اللَّهُ نُوْحًا وَقَالَ اٰتٰىكَ مِنْ اٰیٰتِي الْاٰنْۢبَاۗءَ الرَّسُوْلَ مَا تَشْتٰى بِہٖ فَاٰذَلٰکَ۔ اور سب
 کچھ تم کو رسولوں کی خبریں بتاتے ہیں جس سے تمہارا دل مطمئن رہے۔ (انہی بلفظ جاد الحق ص ۹۵) اور مولیٰ
 محمد صراحت فرماتے ہیں۔ وَکَلَّمَ نُوْحًا عَلٰی رُءُوسِ الْاَنْۢبَاۗءِ الرَّسُوْلَ (اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم ہم نے آپ پر تمام رسولوں کی تھوڑی تھوڑی خبریں بیان کی ہیں) تاکہ کلام طول نہ ہو جائے۔ اس
 آیت کو میرے سے صاف ظاہر ہے اور منکرین کا منہ اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم
 تھا کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انبیاء کے علم کے متعلق معترض ہوں گے اسی واسطے اللہ تعالیٰ
 نے الرُّسُلَ کو جمع بیان فرمایا اور اس جمع پر ال کو داخل کیا، جو فائدہ عموم کا دیتا ہے، پھر تمام شکوں کا
 رفع کرنے کے واسطے لفظ کل کو داخل فرمایا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کو کل رسولوں کا علم عطا فرمایا ہے۔ بعض جہال سے یہ اعتراض کرتے ہیں جو اپنی کم علمی کا ثبوت
 دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ من انباء الرُّسُلَ میں من تعینہ ہے۔ لیکن وہ بیچارے ایسے علم سے کورے ہیں
 کہ من تعینہ انباء پر داخل ہے نہ الرُّسُلَ پر۔ رسل کا تعلق تو کل کے ساتھ ہے یعنی کل رسولوں کے حضور
 تھوڑے واقعات آپ پر بیان کیے گئے ہیں (بلفظ مقیاس حقیقت ص ۳۹)

پھر متدک ج ۲، ص ۵۹ کے حوالہ سے حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (عربی عبارت ہم نے اختصاراً نقل نہیں کی۔ صغیر) یا رسول اللہؐ تمام انبیاء کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں میں نے عرض کی کہ ان سے رسول کہتے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا تین سورتیں۔ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ آپؐ کو انبیاء اللہ کا علم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اللہ کی تفصیل تو بولنے خود جھوٹے نبیوں کی تعداد بھی فرما دی کیا تم اس حدیث کو بھول گئے ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جو نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے، کیا تم نے یہ حدیث مرزا یوں کے مقابلہ میں پڑھنے کے واسطے یاد کی ہوئی ہے یا اپنے عقیدے کو درست کرنے کے واسطے کیا یہ حدیث کافی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جھوٹے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرمادی، کیا یہ بغیر علم غیب کے فرمان صحیح ہو سکتا ہے۔ (المنظہر میناس ۳۹۷)

الاجواب | فریق مخالف کے اس بیان میں جو امور قابل جواب اور قابل توجہ ہیں وہ یہ ہیں۔
 ① کہ آیت وَكَلَّمَ اللَّهُ نَارًا عَلَيكَ مِنْ أُنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَحْنُ بِمُؤَدَّكَ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔

② حضرت ابوذرؓ (المنظہر ص ۳۲) کی روایت سے معلوم ہوا کہ کل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ جب آپؐ نے تعداد بتادی تو یہ کیسے صحیح ہوا کہ آپؐ کو ان کا علم نہ تھا
 ③ آپؐ نے پچھتے نبیوں کے علاوہ قیامت تک آنے والے جھوٹے نبیوں کی اطلاع بھی دے دی ہے کہ وہ تیس کی تعداد میں ہوں گے تو پھر یہ کیسے درست ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا۔
 ④ حضرت مکارم علیہ القاریؓ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کو اجمالی علم تھا یا حدیث کے ذریعے سے یہ علم عطا کر دیا گیا تھا۔ پھر کیسے یہ تسلیم کر لیا جاتے کہ آپؐ کو ان حضرات کا اور ان کے حالات کا علم نہ تھا۔
 ⑤ صادی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپؐ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہیں عطا کر دیا گیا اور ان کا علم کیوں نہ ہو جب کہ سب پیغمبر ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر اپنی اولاد کا

علم کیوں نہ ہو؟

ہم اسی ترتیب کے ساتھ ایک ایک چیز کا جواب عرض کرتے ہیں؟ غور فرمائیں :-

① آیت وَكَلَّا نَقْصُ سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل رسولوں کے حالات بتائیے گئے تھے قطعاً اور سرسری باطل اور قلت تدبر یا جہالت کا حیرت ناک مظاہر ہے۔

اولاً اس لیے کہ یہ آیت سورہ ہود کی ہے جو مکی ہے اور وَدُسْلًا كَذْ نَقْصُصُہُمْ عَلَيْكَ سُوْرًا کی آیت ہے جو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر پہلی آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام رسولوں کے حالات بتا دیے ہیں تو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی کہ کئی رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا پہلا ارشاد یاد نہ رہا تھا کہ میں نے تو سب رسولوں کے حالات اپنے محبوب کو بتا دیے ہیں، پھر کیوں یہ فرماتا ہوں کہ بعض رسولوں کے حالات آپ کو نہیں بتائے؟ العباد باللہ تعالیٰ کیا خدا کے کلام اور قرآن کریم میں بھی تعارض اور تضاد کا احتمال ہے؟ حاشا وکلا الیہا مطلب خالص ایجاد بندہ اور تحریف قرآن ہے۔ ثانیاً لفظ کل کا تعلق الرسول سے نہیں اور نہ لفظ کل الرسول کے لفظ پر داخل ہوا ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور دوسروں کی بے رحم خود کم علمی اور جہالت کا رونا رو ہے ہیں ان کو خود اپنی جہالت کا ماتم کھڑا چلبیٹے تھا اور یہ کہنا چاہیے تھا کہ

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا لکل آیا

چند جہالت ہم معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام کے عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :-

علامہ جلیل الدین سیوطی (دالمونی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ :-

وَکَلَّا نَصَبْ بِنَقْصٍ وَتَنْوِيْہٍ، بَدَلِ عَنْ
الْمُضَافِ اِلَيْهِ اِیْ کُلِّ مَا یَحْتَاجُ اِلَيْهِ نَقْصٌ
عَلَيْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الرَّسْلِ مَا یَبْدَلُ مِنْ کَلَّا
مَا یُثْبِتُ بِہِ فَوَادِکَ نَطْمِنُ بِہِ فَوَادِکَ
لفظ کل کو نصب نقص نے دی ہے اور لفظ کل میں تو بین
مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے، یعنی ہر وہ خبر جس کی
حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں سے آپ کو بتاتے
ہیں اور لفظ ما کَلَّا سے بدل ہے یعنی جس سے ہم آپ کے

دل کو تسکین دیتے ہیں۔

قلیب (جلالین ص ۱۸۹)

اور علامہ بغوی (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ :-

معناہ وكل الذی یحتاج الیہ من انباء الرسل
ای من اخبارہ و من اخبار اُمتہ نقص
علیک (معالم التنزیل پر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انبیا کرام علیہم السلام اور
ان کی امتوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر ہم آپ کے بیان کرتے
ہیں جس کی حاجت اور ضرورت ہو۔

اور علامہ زعفرانی محمد بن عمر (المتوفی ۵۲۸ھ) لکھتے ہیں :-

وَكَلَّا نَقْعُنُ التَّنْوِينَ فِيهِ عَوْضٌ مِنْ مَضَافٍ
الیہ كانہ قیل وكل نبی نَقْعُنُ عَلَیْكَ وَمِنْ
أَنْبَاءِ الرُّسُلِ بَيَانٌ لِكُلِّ وَمَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ
مِدَلٍّ مِنْ كَلَّا (كشف ج ۲ ص ۹۱)

کہ کَلَّا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ
نبی ہے اور مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ، کُلِّ کا بیان ہے
اور مَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ، ہلہ
سے بدل ہے۔

نوٹ :- ہم نے اس کتاب میں مسئلہ علم غیب کے سلسلہ میں علامہ زعفرانی سے ان کے غلو فی الاغترال کی وجہ سے
کوئی استدلال نہیں کیا بلکہ صرف امام عربیت ہونے کی وجہ سے حل عبارت میں استدلال کیا ہے اور ان کے امام اہل عربیت
ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفی لکھتے ہیں کہ :-

وَكَلَّا أَيْ وَكُلِّ نَبِيٍّ فَالتَّنْوِينَ لِلتَّعْوِيلِ مِنَ
الْمَضَافِ إِلَيْهِ الْمَحْذُوفِ وَنَصَبُ كُلِّ عَلَى أَنَّهُ
مَفْعُولٌ بِهِ لِقَوْلِهِ نَقْعُنُ عَلَیْكَ أَيْ نَخْبِرُكَ
وَقَوْلِهِ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ صِفَةً لِذَلِكَ
الْمَحْذُوفِ لَا لِحُكِّ لَا ذَهَابًا تَوْصِفُ فِي الْفَصِيحِ
كَمَا فِي الْإِضَاحِ الْمَفْصَلِ وَمِنْ بَتَّيْضِيَّةٍ وَ
قِيلَ بَيَانِيَّةٌ وَقَوْلُهُ مَا نُنَبِّئُ بِهِ فَوَادِكُ
قِيلَ عَطْفٌ بَيَانٌ لِكَلَّا بَيَانٌ عَلَى حَذْمِ اشْتِرَاطِ
تَوَافُقِ الْبَيَانِ وَالْمُبِينِ تَعْرِيفًا وَتَكْمِيلًا وَ
الْمَعْنَى هُوَ مَا نُنَبِّئُ بِهِ الْوُجُوهَ (روح المعانی ج ۱ ص ۱۴۹)

کَلَّا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اور وہ لفظ
نبی ہے اور کَلَّا کی نصب اس لیے ہے کہ وہ ناقص
کا مفعول بہ ہے، یعنی ہم آپ کو خبر دیتے ہیں، اور مِنْ
انباء الرسل اس محذوف کی صفت ہے کَلَّا کی صفت
نہیں ہے۔ کیونکہ ایضاح شرع مفعول میں لکھا ہے کہ فصیح
استعمال یہ ہے کہ کل موصوف نہیں واقع ہوتا، اور مِنْ
بتعیضیہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیانیہ ہے اور مَا نُنَبِّئُ
بِهِ فَوَادِكُ کہا گیا ہے کہ عطف بیان ہے بدین وجہ کہ بیان
اور مبین میں تعریف اور تہجیر کی مطابقت شرط نہیں ہے،
اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ خبر ہم آپ کو بتاتے ہیں جس سے
آپ کے دل کو تسکین دیں۔

اور اس آیت کی مزید تفسیر کیلئے جامع البیان ص ۱۸، کمالین ص ۱۸۹ اور مدارک ج ۲ ص ۲۹۹ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۹۵۵ اور بیضاوی ج ۱ ص ۲۸۹ وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔ ہمارا مقصد حوالہ کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف احقاقِ حق اور الباطل باطل کے لیے بطور نمونہ چند ضروری حوالے درج کرنے ہیں جو کر دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے نہ تو لفظ حَلَّ کا تعلق التَّوَسُّل سے ہے اور نہ یہ اس پر داخل ہے، معنی یہ ہیں کہ ہم پیغمبروں اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر آپ کو ملتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم مطمئن کر دیں۔ نہ تو اس میں سب رسولوں کے حالات کا علم ہے اور نہ ان کی خبروں کا۔

ثالثاً حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ تبع اور ذوالقرنین بنی تھے یا نہیں؟ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حبشہ کے ایک نبی کا قصہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیان نہیں کیا، جب ان کی نفسِ نبوت اور رسالت کا علم ہی نہیں تو ان کے حالات کا علم کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگا؟ علاوہ بریں مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ کل رسولوں کے متھوڑے متھوڑے واقعات آپ پر بیان کئے گئے ہیں۔ بخو اور گریہ کے لحاظ سے سلسلہ باطل ہونے کے علاوہ ان کے معنی کے خلاف جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی صاحبِ علم اور فہیم پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جمیع ماکان مایکون کے علم کی صریح نفی لازم آتی ہے۔

خوش نوا یاں چین کو غیب سے مشرودہ بلا

دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

(۲) رہی حضرت ابوذرؓ وغیرہ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کل تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی تو حضراتِ محدثین کرامؓ کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے، چنانچہ امام ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفیؒ (المتوفی ۷۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجواہر ج ۲ ص ۲۴۷)

اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابو حاتم بن حبانؒ (المتوفی ۳۵۵ھ) اس کی تصحیح کی طرف مائل ہیں (ملاحظہ ہو موارد الظمان ص ۵۵ و ۵۰۸) مگر:-

خالفه ابو العزج بن المجوزیؒ فذكر هذا الحديث
حافظ ابو العزج بن المجوزیؒ (المتوفی ۵۹۹ھ) نے اس
حدیث کو اپنی موضوعات کی کتاب میں درج کیا ہے، اور
فی کتابہ الموضوعات واتمسر بہ ابراہیم بن ہشام

هذا ولا شك انه قد تكلم فيه غير واحد من ائمة الجرح والتعديل من اجل هذا الحديث (تفصيل ابن كثير ج ۱ ص ۵۸۶)
اس میں ابراہیم بن ہشام کو متہم کیلئے اور کوئی شک نہیں کہ بہت سے ائمہ جرح و تعدیل نے اس حدیث کی وجہ سے ابراہیم بن ہشام میں کلام کیا ہے۔

امام ابو حاتم اور علامہ علی بن حسین بن الجلیدر اور محمد بن ابوزر عترہ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا اور علامہ ذہبی (المتوفی ۳۸۵ھ) جو بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی ائمہ شمس الدین ذہبی رحمہ کہ علم حدیث و اسما الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار (انوار الانتباه ص ۲۵) اس کو مترک کہتے ہیں (ریختہ بحوالہ سان المیزان ج ۱ ص ۷۷)

حضرت ابوذرہ کی ایک روایت امام حاکم نے بھی پیش کی ہے، لیکن اس کی سند میں یحییٰ بن سعید السعدی البصری ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ کہتے ہیں یس بشقة (تفہیم المتذکرہ ج ۱ ص ۵۹) اور امام عقیلی فرماتے ہیں۔ اس کی روایت میں اس کا کوئی اور متبذل نہیں ہوتا۔ محمد بن ابی حاتم رحمہ کہتے ہیں کہ وہ اٹل پلٹ اور غلط سلسلہ روایات پیش کیا کرتا ہے۔ جب وہ منفرد ہو تو اس کی کسی روایت سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ امام ابن عدی رحمہ فرماتے ہیں، اس کی یہ روایت منکر ہے بلکہ کہتے ہیں و هذا انكر الروایات (معملہ سان المیزان ج ۶ ص ۲۵۷ و ۲۵۸) کہ یہ اس کی تمام روایات میں منکر ترین روایت ہے۔

حضرت ابو امامہ رحمہ (المتوفی ۸۶ھ) سے بھی سرفراغ ایک روایت آتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی۔ (رواہ احمد بن منددہ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۷) مگر خود حافظ ابن کثیر رحمہ نے تصریح کر دی ہے۔

معان بن دفاة التلوی ضعیف وعلی بن یزید ضعیف والقاسم ابو عبد الرحمن ضعیف ایضا (تکلیفی، علی بن یزید اور قاسم ابو عبد الرحمن)۔

(ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۶)

یہی وجہ ہے کہ علماء عقائد نے ان روایات پر عقیدہ کے بارے میں کوئی اعتقاد نہیں کیا۔ چنانچہ امام بخاری البیہقی ابو حفص عمر بن محمد نسفی رحمہ (المتوفی ۵۳۷ھ) عقائد نسفیہ میں اور علامہ تفتازانی رحمہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

والله ولي ان لا يقتصر على عدد في التسمية فقد انتهى به حضرات انبياء كرام عليهم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد

قال الله تعالى منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ولا يؤمن في ذكر العدد ان يدخل فيهم من ليس منهم ان ذكر عدد اكثر من عددهم او يخرج منهم من هو فيهم ان ذكر اقل من عددهم يعني ان خبر الواحد على تقدير اشتراكه على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقادات.

(شرح عقاید مسلم)

میں محصور نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے احوال نہیں بتائے۔ اور عدد اگر ان کے صحیح عدد اور تعداد سے زیادہ ذکر کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ غیر نبی کو نبی مان لیا جائے اور اگر ان کی صحیح تعداد سے کم کا عدد بیان کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کی نبوت کا انکار لایا جائے یعنی خبر واحد اگرچہ تمام ان شرائط سے موصوف ہو جو اصول فقہ میں بیان ہوئی ہیں تب بھی اس سے ظن ہی کا فائدہ ہو سکتا ہے اور اعتقادات میں ظن کا سرے سے کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ یہ روایت صحت کے معیار پر مگرز پوری نہیں اُترتی تو اس کا اعتقاد کے باب میں کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ امام ابن ہمام الحنفیؒ، مسائلا میں اور کمال الدین المقدسی الشافعیؒ اس کی شرح مسامرہ میں لکھتے ہیں کہ:-

ولا ينبغي في الايمان بالانبياء القطع بمصهرم في عدد هما اذ لم يرد بمصهرم دليل قطعي لان الحديث الوارد في ذلك اى في عدد هـ خبر واحد لم يقترب بما يفيد القطع (المسامر مع المائر ج ۲ ص ۴۸)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ مناسب نہیں ہے کہ قطعیت کے ساتھ ان کی تعداد کو کسی عدد میں منحصر سمجھا جائے کیونکہ ان کے کسی عدد میں منحصر ہونے پر کوئی قطعی دلیل وارد نہیں ہوئی جو حدیث آئی ہے وہ خبر واحد اس میں ایسے قرائن موجود نہیں ہیں جن سے قطعیت کا ثبوت ملتا ہو

اور اسی کے قریب قریب عبارات موافق کی ہے۔ (دیکھئے مسئلہ طبع نو لکھنؤ)

اور حضرت ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

نعم لا ولي ان لا يقتصر على الاعداد فان الاحاط لا تفيد الاعتماد في الاعتقاد بل يجب كما قال الله كل امن بالله وملئكته ورسوله ان يؤمن ايماناً اجمالياً من غير تعرض لتعدد

ہاں مناسب یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کو کسی معین عدد میں بند نہ کیا جائے کیونکہ خبر واحد پر اعتقاد کے باب میں کوئی اعتقاد نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہی وجہ ہے کہ اجمالی طور پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب ایمان

الصفات وعدد الملئكة والكتب والانبياء
لأن الله تعالى پر اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں اور اسکی

دروازوں پر اور بعض تعداد کے (اور فرشتوں کتابوں، نبیوں اور

ان میں سے ہوتے رسولوں کی گنتی اور تعداد کے بارے میں بھی ہونا چاہیے
(شرح فقہ اکبر ص ۲۵، طبع کا پور)

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً علم، سمیع، بصیر اور قدرت و ارادہ وغیرہ متعدد ہیں لیکن ان میں حضرات
اشاعرہ اور ماتریدیہ کا فطری اور فرعی اختلاف ہے کہ یہ صفات کتنی ہیں؟ مگر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے
اس کی تفصیل ضروری نہیں ہے۔

اور دوسرے مقام پر حضرت ملا علی بن القاری یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فیجب الايمان بجميعهم من غير تعيين لعلم
ان تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا واجب ہے

وان كان ورد في مسند احمد ان الانبياء مائة
بغیر اس کے کہ ان کی گنتی میں تعین ملحوظ رکھی جائے۔ اگرچہ مسند احمد

الف واربعة وعشرون الف نبی صلوٰۃ اللہ تعالیٰ
کی روایت میں آئے ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد

شرح بدر اللہ علی بن عثمان الدوسی الحنفی ص ۲۵
ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے (مگر گزرجیکہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے)

یہی وجہ ہے کہ آج تک محتاط مسلمان جب بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کا ذکر

کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث

کئے ہمارا ان پر ایمان ہے اور ہم صرف اسی حد تک کے مکلف ہیں، اس تحقیق کو بھی پیش نظر رکھتے اور

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے کہ؟ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے یا کیسی کھلی جہالت اور باب عقائد سے ناواقف ہے، اور

دوسروں کو عقائد کی درستگی کا درس دے رہے ہیں کیا خوب؟

نگاہِ شعخ کی کوتاہیوں کو کیا کہا جائے

کہ اپنی جنبش پیہم کے اوٹنے نہیں دیکھے

(۳) مولوی محمد عمر صاحب کا ثلاثون کذا الوان کذا الوان کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ: جی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جہولے انبیاء کی بھی پیشی اطلاع فرمادی۔ فری جہالت

اور خالص ہدیانتی پر محمول ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا

کہ قیامت تک جتنے جہولے نبی پیدا ہوں گے، ان کی تعداد صرف تیس ہوگی۔ بلکہ اپنے مبالغہ کے صیغوں

سے کذابوں اور دجالوں یعنی بڑے بڑے مجھوٹوں اور بڑے بڑے دھالوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کا فتنہ امت کے لیے نہایت خطرناک ہوگا جیسے غلام احمد قادیانی وغیرہ ان کی تعداد تیس ہوگی (بلکہ بعض روایتوں میں تیس کے قریب کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ و مسلم ۲ ص ۲۹۷) یہ نہیں کہ سب جھوٹے نبیوں کی تعداد ہی صرف تیس ہوگی، مولوی محمد عمر صاحب کو کم از کم ائمہ تبلیس (موتہ مولانا ابوالقاسم محمد رفیق صاحب) کا مطالعہ ہی کہ لینا چاہیے تھا۔ جس میں تاریخی طور پر سیکڑوں جھوٹے نبیوں کا بحوالہ تذکرہ کیا گیا ہے، تاکہ مولوی محمد عمر صاحب کی آنکھیں کھل جائیں۔

ہم نے یہ روایت صرف مرزاٹیوں کے مقابلہ کے لیے ہی یاد نہیں کی بلکہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کے مقابلہ میں بھی یاد کی ہوئی ہے جیسا کہ ان کی آنکھیں کھل چکی ہوں گی۔ حتیٰ کو تسلیم نہ کرنا تو مولوی محمد عمر صاحب کا کمال ہے۔

آپ ناصح اُن کو سمجھاتے تو ہیں

خبر سے لیکن وہ باز آتے نہیں

(۴) رہا حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ کا اجمال اور تفصیل یا وحی جلی اور غنی وغیرہ سے آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق دینے کی سعی کرنا تو ان کی سابقہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعالی کی عبارت کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم اس کے حل کی طرف بھی ہم اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی کوتاہ فہم اور کوڑمغز کو مغالطہ نہیں کا موقع نہ ملے۔

حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ نے جو پہلا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں جو نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل یا ان کے تفصیلی حالات ہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اور حدیث میں بصورتِ صحت صرف اتنا آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی تعداد کا اجمالی علم تھا کہ وہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہیں اور رسول ان میں تین گنوتیرہ ہیں، اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جو چیز ثابت ہے وہ اور ہے اور جس کی نفی ہے وہ اور ہے۔ چنانچہ خود حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ نے اس اشکال کو لول حل فرمایا ہے کہ:-

وورد فی مسند احمد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام منہ احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سئل عن عدد الانبياء فقال مائة واربعة و
 عشرون الفا الرسل منهم ثلاث مائة وثلاثة
 عشا وبعدهم آدم عليه السلام واخوهم محمد صلى الله
 عليه وآله وسلم وهو لا ينافي قوله تعالى وَلَقَدْ
 اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَن قَصَصْنَا
 عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ فَاَن
 ثَبُوتِ الاجمال لا ينافي تفصيل الاحوال .

(شرح فقہ اکبر ص ۱۵۸)

منافی نہیں ہے۔

اور اسی اشکال کا دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ لَمْ نَقْصُصْ کی نفی کو وحی جلی سے مقید کیا جاتے
 یعنی ان کے تفصیلی حالات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں نہیں بتائے۔
 اور جس حدیث میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صرف عدد کا ثبوت آیا ہے اس کو وحی خفی یعنی
 حدیث سے ثابت تسلیم کیا جائے کہ نہ بینک گئے نہ پشکری۔ اس سے مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا ان کے
 تفصیلی حالات کے علم پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے جب کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے
 مٹو کر یہ مت کھائیے چلئے سنبل کہ دیکھ کر
 چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پروردیگر کر

⑤ اب رہی صاوی شریف کی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے
 تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہ
 دے دیا گیا تھا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ سب غیر ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے
 ہیں تو آپ کو علم کیوں نہ ہو۔ تو اس کا مختصر اور اصولی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث
 متواترہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں صاوی شریف اور پہلی شریف نیلی شریف اور گلابی شریف
 کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہم ایسی غیر مستند اور غیر معتبر بلکہ مردود تفسیروں کو ہرگز ہرگز ماننے
 کے لیے تیار نہیں ہیں، کیا مفتی احمد یار خان صاحب کو اپنا لکھا ہوا مطالبہ جو دوسروں سے وہ
 کرتے ہیں قبول کیا ہے کہ۔ وہ آیت قطعی الدلالت ہو، جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں

اور حدیث ہو، تو متواتر ہو (ملفوظ جواد الحق ص ۱۷۱) صاوی کس قطعی الدلالت آیت یا حدیث متواتر کا نام ہے مفتی صاحب یہ کیا قصہ ہے کہ دعویٰ کرتے وقت تو گاؤں زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریشہ خلی۔ وہ کونسی نص قرآنی قطعی الدلالت یا حدیث متواتر بلکہ صحیح حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم عطا کیا گیا اور پھر دنیا سے آپ کا انتقال ہوا؟ فریق مخالفت کے تمام پیروں، معتزلوں اور مولویوں کو تاقیامت اعلان ہے کہ ایسی ایک ہی قطعی الدلالت آیت یا متواتر بلکہ ایک ہی صحیح اور صریح حدیث بتا دے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان؟
فصل من مبارزہ؟ دیدہ باید!

فریق مخالفت بگوش ہوش سُن لے کہ عراقی البیان، جمل اور صاوی وغیرہ سے اپنے ماؤف اور بیمار لول کی تسکین تو شوق سے پوری کیجئے مگر اہل حق کے مقابلہ میں ایسی غیر معتبر اور غیر مستند تفسیریں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں بلکہ ان کی ایسی تفسیروں کا جو نصوص قطعہ احادیث صحیحہ اور اجماع کے مقابلہ میں ہوں بقول علامہ اقبال درجہ فسطیہ ہے کہ ع

اٹھا کر پھینک دو یا ہر گلی میں

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا اور ذاتی و عطائی کا غیر محصور آثار کے تحت خود ساختہ جھگڑا ختم ہوا۔

اب آپ چند حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
اَوْتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا الْخَمْسَ اَنْ
مُجِبَّ مَرْجِرٍ كِي يَابِيَا عَطَا كِي كِي هِي گمان پانچ چیزوں کی
اللہ عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما
عطا نہیں کی گئی، اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور
فی الارحام الی قولہ خبیبر۔
بارش نازل کرنے کا اور مافی الارحام کا خبیبر تک (جو سورہ

نعمان کی آخری آیت ہے۔

دکنز العمال ج ۶ ص ۲۸۵ و سند احمد ج ۲ ص ۸۵ قلت و سند

صحیح و در منثور ج ۵ ص ۵۴، وابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۔

امام سیوطی کہتے ہیں بسند صحیح خصائص اکبری ج ۲

ص ۱۹۵، اور علامہ عزیزیؒ کہتے ہیں قال الشیخ حدیث

صحیح (السراج المنیر ج ۲ ص ۹۹) اور علامہ آلوسیؒ

کہتے ہیں: بسند صحیح (روح المعانی ج ۲ ص ۹۹)

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ان پانچ پیغروں کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہی نہیں کیا گیا۔ رہا یہ سوال کہ ان پانچ پیغروں کے علاوہ کُلّ شیئی کا علم تو آپ کو اس حدیث کے رو سے ثابت ہے تو اپنے مقام پر باحوالہ مبسوط بحث آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ کہ لفظ کُلّ سے استغراق حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ عرفی مراد ہے۔ حضرت ربیع بن خراش (المتوفی ۳۸ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

مجھ سے بنی عمر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی باقی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی غیر کی تعلیم دی ہے اور بے شک علوم میں سے وہ بھی ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا چنانچہ پانچ باتیں جو سورہ نعمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں، ان کا پورا علم میں خدا ہی کو ہے کسی حدیث کو نہیں۔

حدثني رجل من نبي عامر انه قال يا رسول الله هل بقي من العلم شيء لا تعلمه؟ قال قد علمني الله عز وجل خيرا وان من العلم ما لا يعلمه الا الله عز وجل الخمس ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام الآية درواه احمد في مندر ج ۳ ص ۸۵ و قال ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵ هذا اسنود صحیح و در منثور ج ۵ ص ۵۴

علامہ آلوسی الخفنیؒ کہتے ہیں کہ:-

بعض احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ اشیاء کا علم عطا ہی نہیں کیا گیا تھا اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا علم عطا نہیں کیا گیا تو

وفي بعض الاخبار ما يدل على ان علم هذه الخمس لم يؤت للنبي صلى الله عليه وسلم ويلزمه انه لم يؤت لغيره عليه الصلوة والسلام من

باب احلی (روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۹)

دوسروں کو بطریق اولیٰ نہیں عطا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد علامہ اگوسی نے حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ربیعؓ بن خراشؓ کی یہ مذکورہ حدیثیں اس پر نقل کی ہیں۔

اور حضرت امام بخاری رحمہ (المتوفی ۲۵۶ھ) کی روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

لَقَدْ عَلَّمَ اللَّهُ حَبِشًا وَانَ مِنَ الْعِلْمِ مَا بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى فِي خَيْرِ كِتَابٍ عَلِيمٍ دِي سَهْمٍ - لَكِنِ الْإِسْلَامُ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ (الحديث)

(ادب المفرد ص ۱۵۹) (جیسا کہ سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ہے)

ان دونوں صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اُرُنْتِیَ عَلَّمَنِي اللَّهُ فَمَا كَرَّمَ أَنْفُسَتِ صَلَّی اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے علوم کی تعلیم عطا کی ہے مگر ایسے علم بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، بالفاظ دیگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کا علم دیا ہی نہیں۔ لیجئے مفتی احمد یار خان صاحب کی منہ مانگی مراد پوری ہو گئی کہ - اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا (بلفظ جاد الحق ص ۱۸) قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ اس علم کے عطا کی نفی کی ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے بھی ثابت ہو گیا۔ کہ آپ نے فرمادیا کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا، ع۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔

حضرت علیؓ کا ایک حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حبشہ کے ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لم یقتض علیہ (ان کا قصہ نہیں بیان کیا گیا) اور حضرت علیؓ سے یہ بھی مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ :-

لَمْ يَعْصِ عَمَلُ نَبِيِّكَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم إِلَّا خَمْسَ مِنْ سَوَائِرِ الْغَيْبِ هَذِهِ الْاٰیَةُ فِي الْاٰخِرِ لَقَمَانِ اِلَى الْاٰخِرِ الْاٰیَةِ (در مشرق ج ۵ ص ۱)

میں مذکور ہیں۔

اور رئیس المفسرین علی الاطلاق حضرت عبداللہ بن مسعود (المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں :-

اَعْطَى نَبِيِّكَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَفَاتِيحَ الْغَيْبِ كَمَا تَمَارَسَ نَبِيَّ صَلَّی اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَسَلَّم كَمَا غَيْبَ كَمَا تَمَارَسَ

عطا کئے گئے ہیں مگر یہ پانچ امور عطا نہیں کئے گئے جو سورۃ لقمان کے آخر میں ہیں۔

إِنَّ الْخَمْسَ إِنْ أَلَّفَهُ اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمَ السَّاعَةِ دَارَ الْآخِرَةِ السُّورَةُ طه مائیس ۵۱ وفتح الباری ج ۸ ص ۳۹۵ و

منذ احمد ج ۴ ص ۴۳۸۔

نیز فرماتے ہیں کہ:-

کہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مہینہ کا علم عطا کیا گیا ہے سوائے ان پانچ چیزوں کے کہ ان کا علم کسی کو بھی عطا نہیں ہوا۔

اَوْ نَبِيَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ سَوَىٰ هَذِهِ الْخَمْسِ رَفَعُ الْبَارِي ج ۸ ص ۳۹۵ ورح ۱۳ ص ۳۸۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۵ و قال هذا اسناد حسن و در مشور ج ۵ ص ۵۲۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی (المتوفی ۶۸ھ) فرماتے ہیں:-

کہ جب لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اس طرح سوال کیا کہ گو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اُس نے اپنے لیے اس علم کو خاص کر لیا ہے نہ تو اس پر کسی فرشتہ کو اس نے اطلاع دی ہے اور نہ کسی رسول کو۔

لَمَّا سَأَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا عَنْ السَّاعَةِ سَأَلُوهُ سَوَالًا قَوْمٌ كَانُوا يَرْوُونَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِيَ بِهِمْ فَادَّخَى إِلَيْهِ أَنْهَا عِلْمُهَا عِنْدَ لَا تَأْتِرُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۲۵ و در مشور ج ۳ ص ۵۲۵ و ذکرہ الثانی ج ۲ ص ۵۶۵)

حضرت امام طحاوی الحنفی رحمہ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے سلسلہ میں ایک مختصر بار سالہ لکھا ہے اُس میں وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اور حضرت امام محمد رحمہ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

اور تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے جس پر نہ تو کوئی مقرب فرشتہ مطلع ہو سکا ہے اور نہ ہی مرسل۔

وَأَصْلُ الْقَدَرِ عِلْمُ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ لَمْ يُطْلِعْ عَلَى ذَلِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (حقیقۃ الطحاوی ص ۱)

حضرت امام نووی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم تمام عالم سے اوجھل کر رکھا ہے اس کو نہ تو کوئی بنی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ۔

وَقَدْ طَوَى اللَّهُ تَعَالَى عِلْمَ الْقَدَرِ عَنِ الْعَالَمِ فَلَمْ يَعْلَمْ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ (نووی ج ۲ ص ۳۳۴)

حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمہ (المتوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ماکان فی القرآن وما ادراك فقد اعلمه
وَمَا قَالَ وَمَا يَذْرِيكَ فَانْه لَمْ يَعْلَمْه
(بخاری ج ۱ ص ۲۸۴)

قرآن کریم میں جہاں وَمَا اَذْرَاكَ آتا ہے سو اس کا علم اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا ہے اور جہاں وَمَا
يَذْرِيكَ آتا ہے اس کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فكل ما في القرآن وما ادراك فقد اعلمه
الله اياها وما فيه وما يذريك فلم يُدرك
ولم يطلع عليه كقولہ عز وجل وَ
مَا يُذْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَ
مَا تَسْبِيحٌ لَهُ وَقْتُهَا۔

ہر وہ چیز جو قرآن میں وَمَا اَذْرَاكَ کے لفظ سے مذکور ہے
تو بے شک اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
دے دیا ہے اور جو چیز قرآن میں وَمَا يُذْرِيكَ کے لفظ سے بیان کی گئی
ہے اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیا
اور نہ اس پر مطلع کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز نے تجھ کو

الطالع دی ہے شاید کہ قیامت قریب ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
کو قیامت کا وقت نہیں بتایا۔
(غنیۃ الطالبین ص ۵۵ طبع لاہور مع الادبیت)

سید الصوفیاء حضرت عبید بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۹۸ھ) سے حافظ ابن حجر مہر نقل کرتے ہیں کہ :-

الروح استأثر الله بعلمه فلم يطلع عليه
أحدٌ من خلقه (فتح الباری ج ۸ ص ۲۸۳)

روح کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے
اور مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس پر اس نے مطلع نہیں کیا۔
الشیخ الامام قاسم بن قطلوبغا الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ :-

قال عبد الله بن بريدة ان الله تعالى لم يطلع
على الروح ملكاً مقرباً ولا نبياً مرسلًا
(شرح صائرہ ج ۲ ص ۱۸ طبع مصر)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا اور نہ کسی
نبی مرسل کو۔

حضرت قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۱ھ) قیامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

ولعمرى لقد اخفاها الله من الملائكة
المقربين ومن الانبياء المرسلين۔ (ابن جریر ج ۴ ص ۹۵)

مجھے اپنی جان (کے مالک) کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت
کے وقت کو طوطے مقربین اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ و
السلام سے بھی مخفی رکھا ہے۔
(دینشورہ ج ۲ ص ۲۹۷ و ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۴)

اور یہی حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

خمس من الغیب استأثر بهن الله فلم یطلع
 علیهن ملكاً مقرباً ولا نبیاً مرسلًا (درمنثور: ج ۵ ص ۱۸۱، السراج المنیر ج ۳ صفحہ ۲۷۵)

پانچ چیزیں غیب میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے
 خاص کر لیا ہے سوال پر اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتہ
 کو اور کسی نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی۔

اور سدی کبیر (المفتی ۱۲۷) فرماتے ہیں کہ :-

لیس من اهل السموات والارض احدا لا
 وقد اخفی الله عنه علم الساعة (درمنثور: ج ۴ ص ۲۹۴، وابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۱)

آسمانوں اور زمین میں جس قدر مخلوق ہے (یعنی جنوں ،
 انسانوں اور فرشتوں میں سے) ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے
 جس سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی نہ رکھا ہو۔

علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

لا یعلم الوقت الذی تقوم فیہ الا الله الذی
 استأثر بعلمہ فلم یطلع علیہ احدا
 (خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

قیامت کے خاص وقت کو جس میں وہ قائم ہوگی اللہ تعالیٰ
 کے بغیر کوئی نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ اس
 کو دیا ہے کسی ایک کو بھی اُس نے اس کی اطلاع نہیں دی۔

خطیب شریفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

فلم یطلع علیہ احدا من خلقہ
 (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۵۴۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کے وقت
 پر اطلاع نہیں دی۔

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

واعلم انه تعالى بیّن فی القرآن انه لا یطلع
 احدا من المخلوق علی وقۃ المعین
 (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۷۷)

معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف طور سے
 بیان فرمادیا کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے
 وقت مقرر کی اطلاع نہیں دے گا۔

اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

استأثر به لم یطلع علیہ ملكاً مقرباً ولا نبیاً
 مرسلًا - (بیضاوی ج ۳ ص ۳۰۵)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے ہی ساتھ خاص کر لیا ہے کسی مقرب
 فرشتہ کو اس کی اطلاع دی ہے اور نہ نبی مرسل کو۔

علامہ نسفی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

قد استأثر به لم یخبر به احدا من ملك
 الله تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے لیے خاص کر لیا ہے اُس نے

مقرب و نبی مرسل (مارک ج ۲ ص ۵۷) اس کی اطلاع کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو نہیں دی۔
علامہ ابوالسعود الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

معنی کونہ عندہ تعالیٰ خاصۃً انہ تعالیٰ قد استأثر بہ بمیث لدیخبر بہ احدًا من ملک مقرب و نبی مرسل (ابوالسعود ج ۴ ص ۵۴۲)
علم قیامت کے صرف خدا ہی کے پاس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنے ہی واسطے اس کو خاص کر دکھا ہے یا اس طرح کہ کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو بھی اُس نے اس کی خبر نہیں دی۔

اور علامہ معین بن صفیؒ (المتوفی ۸۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ:-
لما یطلع علیہ احدًا (جامع البیان ج ۲ ص ۲۵۵) اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کسی کو بھی نہیں دی۔
اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ وقت قیامت ہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
”وہ تعالیٰ ہیج کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نہ آو“ اس باری تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی
(اشعة اللغات ج ۱ ص ۱۷۱) وقت قیامت پر مطلع نہیں کیا۔

اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ آشکارا ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فی طور پر بھی وقت قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔

نوٹ :- حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی اس صریح عبارت کے ہوتے ہوئے ان کی اس عبارت سے کہ ”عبارت از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطۃً آن (اشعة اللغات ج ۱ ص ۲۹۸) استغراق حقیقی کا مفہوم سمجھنا قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔ اس سے صرف استغراق عرفی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق اور مناسب تھے یا بالفاظ دیگر یوں کہنے کہ آپ کو بہت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں اور کلی طور پر علوم کلی کا ثبوت اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۳۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-

إِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي — استأثر بعلمہا لا قیامت کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے، اُس نے
یَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ لَمْ يَطْلَعْ عَلَيْهِ مَلَكًا مَّقْرِبًا وَلَا قیامت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اس کو اس کے بغیر
نَبِيًّا مَّرْسَلًا — اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس نے اس کی اطلاع نہ کوئی فرشتہ

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۴۹۵)

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولكن أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ان علمها استشارة
الله ولم يؤتته احدًا من خلقه۔

(مظہری ج ۳ ص ۴۹۶)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي مَسْرًا وَلَا نَفْعًا
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ اى لا اقول لكم الا
ما علمنى ولا اقدر على شئ مما
استأشربه الا ان يطلعنى الله عليه
فانا عبده ورسوله اليكم وقد اخبركم
ببعثى الساعة وانها كاشنة

ولم يطلعنى على وقتها (ابن کثیرؒ ج ۲ ص ۴۹۶)

اور قیامت ہی کے متعلق علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

اى لا ادرى متى يكون يوم القيمة لان
الله تعالى لم يطلعنى عليه (ملاک ج ۲ ص ۴۹۶)

اور خطیب شریانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وان كنت لا ادرى متى يكون ذلك لان الله

تعالى لم يعلمنى علمه ولم يطلعنى عليه و

انما يعلمه الله تعالى (السراج المنير ج ۲ ص ۵۲۲)

قاریین کہرام! آپ یہ ٹھوس حوالے پڑھو کہ کتابچے ہوں گے، مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں
کیونکہ ہمیں ایسے کہ وہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو علم و تقویٰ سے سراسر خالی مگر فریب کاری اور مخالطہ
آفرینی میں بے نظیر ہے، ان عبارات سے ہمارا مدعا علم قیامت کی نفی نہیں ہے کیونکہ اس کی تو

مقرب کو دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

اور اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ قیامت کے علم کو اللہ
تعالیٰ نے اپنے لیے مختص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس
نے عطا نہیں فرمایا۔

اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ خود ہیچے کہ میں اپنے نفس کے
ضرر اور نفع کا بھی مالک نہیں ہوں یعنی میں تمہیں نہیں کہتا مگر وہی کچھ
جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے تعلیم دی ہے اور میں اس چیز پر قادر نہیں
ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کر لیا ہے۔ ہاں مگر
وہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کر دے سو میں اللہ تعالیٰ
کا بندہ اور اس کا رسول ہوں تمہیں قیامت کے آنے
کی خبر دیتا ہوں کہ وہ لا محالہ آئے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ
نے اس کے وقت پر مطلع نہیں کیا۔

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہو گا کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی۔

اگرچہ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ کو یہ علم عطا ہی نہیں کیا اور اس کی اطلاع ہی جیسا کہ
اور اس کو پس اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔

مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا مدعا ان عبارات سے صرف اس قدر ہے کہ یہ اکابرین امت اور معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام رب بھی صراحت کے ساتھ یہ ارقام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بعض علوم عطائی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیے جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔ صرف چند عبارتیں اور نقل کر کے ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی نقی القاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

بلاشبہ غیب کے لیے کچھ مبادی ہیں اور کچھ لواحق ہیں غیب کے مبادی پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی جاتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو اور جو لواحق ہیں تو ان میں اپنے علم کی ایک جھلک اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں پر ظاہر کرتا ہے اور یہ غیب مطلق کی مد سے خارج ہو کر غیب اضافی کی مد میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہ جب کہ روح قدسی متنور ہو جاتی اور اس کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ فانی عالم کی عظمت سے وہ اعراض کرتی ہے اور طبیعت کے رنگ سے دل صاف ہو جاتا ہے اور علم و عمل پر مواظبت اور انوار الہیہ کے فیضان کی وجہ سے نور قوی ہو کر دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے اور دل میں ان نقوش کا عکس پڑتا ہے جو لوح محفوظ میں مرتسم ہوئے ہیں اور مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فہوما اظہر لا اللہ تعالیٰ علی بعض احیاء لوحۃ علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنورت الروح القدسیۃ وازداد نورانیتہا واشراقہا بالاعراض عن ظلمۃ عالم المحدث وجملیۃ القلب عن صداء الطبیعة والمواظبۃ علی العلم والعل فیضان الانوار الالہیۃ حتی یتقوی النور وینسبط فی فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات اھ

(مرقات ج ۱ ص ۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کے جو مبادی ہیں مثلاً تقدیر اور قیامت اور دیگر امور خمسہ وغیرہ تو ان پر کسی بھی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی جاتی، ہاں جو اس کے لواحق ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ان بعض نفوس پاک کو اطلاع دے دیتا ہے جن کی علم و عمل کی کیفیت اعلیٰ اور فیضان الانوار الہیہ کی بنا پر روحانی ترقی بلند درجہ پر فائز ہوتی ہے مگر وہ غیب مطلق نہیں بلکہ غیب اضافی ہے جو صرف اجمالی طور پر بعض بعض جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے، اُمور خمسہ کے کلیات اور اسی طرح بے شمار اشیاء یقیناً اس سے مستثنیٰ ہیں اور لیا اوقات لوح محفوظ کا عکس ان کے قلوب پر پڑتا ہے اور وہ غیب اضافی پر مطلع

بھی ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن خلدونؒ اپنی بے نظیر کتاب میں علم تصوف کی فصل میں ریاضت، مجاہدہ، ذکر اور خلوت وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

ثم ان هذه المجاهدة والخلوة والذكر
يتبعها غالباً كشف حجاب المحس والاطلاع
على عوالم من امر الله ليس لصاحب المحس
ادراك شيئ منها والروح من تلك العوالم
سبب هذا الكشف ان الروح اذا رجع عن
المحس الظاهر الى الباطن ضعفت احوال المحس
وقويت احوال الروح وغلب سلطانه وتجدد
نشوة واعان على ذلك الذكر فانه كالغذاء
لتنمية الروح الى ان قال وهذا الكشف كثيراً
ما يعرض لاهل المجاهدة فيدركون من
حقائق الوجود ما لا يدرك سوادهم وكذلك
يدركون كثيراً من الوقائع قبل وقوعها۔
(بقدر الحاجة مقدمہ ۱۹۶۹ء و ۱۹۷۰ء)

پھر اس مجاہدہ، خلوت اور ذکر کے بعد غالباً ایسا ہوتا ہے کہ
جس ظاہری کے حجب اٹھ جاتے ہیں اور ان کو عالم امر اللہ
پر اطلاع ہو جاتی ہے اور صاحب حس کو ان میں سے کسی
چیز کا ادراک نہیں ہوتا اور روح بھی عالم امر میں سے ایک چیز
ہے اور اس کشف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب روح جس
ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتی ہے اور جس کے احوال
کمزور ہو جاتے ہیں تو روح کے احوال غالب آ جاتے ہیں، اور
اس کا تسلسل ہو جاتا ہے اور اس کی نشوونما میں تجدید پیدا
ہو جاتا ہے اور ذکر اس کا مؤید و معاون ہوتا ہے کیونکہ ذکر
روح کی نشوونما کے لیے بمنزلہ غذا کے ہے (پھر فرمایا) اور
یہ کشف با اوقات اہل مجاہدہ کو پیش آتا ہے اور وہ
حقائق وجود کو ادراک کر لیتے ہیں اور دوسروں کو خبر تک
نہیں ہوتی اور اسی طرح وہ بہت سی واقعات کو وقوع سے قبل
بطور کشف ملاحظہ کر لیتے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

یعنی حضرات اولیاء کرامؒ کی کرامات اور ان کے معجزات کی
اطلاع دینے اور اسی طرح کائنات میں تعریف کرنے کی بابت اگرچہ
بعض علماء انکار کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ
یہ سب کچھ صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

واما الكلام في كوامات القوم واخبارهم بالمعيات
وتصرفهم في الكائنات فامر صحيح غير منكر
ان مال بعض العلماء الى انكار ما ليس ذلك
من الحق (ص ۷۷ مقدمہ)
نیز لکھتے ہیں کہ :-

التصرفات فی العوالم والا کو ان بالو اع الکرامات
 عوالم اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات
 کے تحت ہوتے ہیں۔ (ص ۴۷)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ کشف وغیرہ کے ظنی ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-
 وکذا يقال فی علم بعض المرتاضین من الملیین
 الصوفیة والبکفرة الجکیة فان کل ما یحصل
 لهم من ذلک فانما هو بطریق الغیض ومراتبه
 واحواله لا تخصی والتاهل له قد یكون فطریا
 وقد یكون کبیا وطرق اکتابه متشعبة لا
 تکاد تستقصی (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۱۰)

اور اسی طرح ریاضت کرنے والے مسلمان صوفیوں اور کافر جوگیوں
 کے علم سے متعلق کہا جائے گا کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ
 بطریق فیض حاصل ہوتا ہے اور اس کے مراتب اور احوال
 بے شمار ہیں گفتے میں نہیں آتے اور اس کی الینت بھی کبھی
 فطری اور کبھی کسی ہوتی ہے اور کسب کے طریقے بھی لاتعداد
 ہیں بہت ممکن ہے کہ ان کا استقضاء بھی نہ کیا جاسکے۔

اور اس ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے بے اوقات کافر اور کاسن بھی بعض غیب کی خبریں قبل از
 وقت دے دیتے ہیں، اور اس ریاضت کا تعلق نہ تو تقرب خداوندی سے ہے اور نہ نجات اُخروی سے
 چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ ہی لکھتے ہیں کہ :-

ونفوس الکھمة لها خاصیة الاطلاع علی
 المعبیات بقوی شیطانیة (مقدمہ ص ۴۹)

کھنوں کے نفوس کو کبھی مغیبات کی اطلاع دینے میں ایک
 خاصیت حاصل ہے مگر وہ صرف شیطانی قوتوں کے ماتحت ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

والمراد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل
 للالہ والیاء بالادہام وغیرہ ظنی لیس بقطعی
 (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۹)

اور علم سے قطعی علم مراد ہے۔ اور جو علم حضرات
 اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے، وہ
 علم ظنی ہے قطعی نہیں۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ :-

واعلم ان ما ذکرک لک ان العلم الحاصل
 للادویا ظنی المراد به العلم الحاصل علما حصویا
 وذلك قد یكون بالادہام بتوسط الملك وبغیر
 توسط وقد یكون بکشف الحجب کما ذکرنا فی

مجھے معلوم ہوتا چاہیے کہ میں نے تیرے مسئلے میں جو یہ چیز پیش
 کی ہے کہ حضرت اولیاء کرام کا علم ظنی ہوتا ہے تو اس سے مراد علم
 حصوی ہے اور یہ کبھی الہام سے بواسطہ فرشتہ یا بغیر واسطہ حاصل ہوتا ہے
 اور کبھی درمیانی حجاب اٹھانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے

حدیث عمرو یا ساریۃ بن الجبل ومن هذا القبیل
ما قبل انه قد ينكشف على بعض الاولیاء فی
بعض الاحیان اللوح المحفوظ فیظرون فیہ
القضاء المبرم والمعلق وقد یكون بمطالعة
عالم المثال فی المنام او المعاملة -

(تفسیر منطوی ج ۱ ص ۶۹)

اور حصول اور کسب کے طریقے بھی حضرت قاضی صاحب کے بتائے ہیں کہ وہ
واما بالمحجج والریاضة ومخالفة النفس
فینفذ تنكشف المحجج عن بعض
المغیبات فی بعض الاحیان او عن الصور
المثالیة فیزیر ذالك عیاناً فیهومن العلو
بالشهادة وليس من الغیب فی شیئ
(تفسیر منطوی ج ۱ ص ۱۰۸)

عالم مثال پر علماء اسلام میں سے حضرت امام غزالیؒ، حضرت امام سیوطیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ
صاحبؒ وغیرہ نے مبسوط بحث کی ہے اور حضرات اولیاء کرامؒ کے کشف کے صحیح ہونے کی تصوفانہ
رنگ میں حضرت سید احمد شہیدؒ (المتوفی ۱۲۲۶ھ) نے اپنے ملفوظات میں قدرے تفصیلی بحث
کی ہے۔ (دیکھئے صراط مستقیم ص ۱۲۴)

اور مرادوت زلیخا کے وقت حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ و
والسلام کا مثل بھی اس مثالی صورت کا مؤید ہے۔ (دیکھئے مستدک ج ۲ ص ۲۷۷۔ قال الحاکم روالذہبی
علی شرطہما دنی ابن کثیر ص ۴۴۰ و جلالین ص ۱۹۲ واللفظ قال ابن عباس مثل لک یعقوب الخ
اور ایسی ہی عبارات سے فریق مخالف کو دھوکا ہوتا ہے کہ لوح محفوظ اور بطح علی المغیبات کا
لفظ جو دیکھا تو نہ آؤ دیکھا نہ ناؤ، جھٹ سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو تمام غیوب پر مطلع
کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ نے دیکھ لیا کہ وحی کے بغیر جو مغیبات کسی پر نہ کشف ہوتے ہیں وہ صرف بعض

ہوتے ہیں تمام اور سب نہیں ہوتے، اور ان میں کوئی خاص کمال بھی مضر نہیں ہے، اور نہ تقرب خداوندی اور نجات اخروی میں ان کا کوئی دخل ہے کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ کے بعد ایسے ظنی کشفیات مسلمانوں کے علاوہ جوگیوں اور کاهنوں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے مردود ہونے میں کس کو شک ہے؟ حضرت اولیاء کرامؑ کا کشف والہام حق ہے، وہ عمل نزاع نہیں ہے، مگر وہ بھی ظنی ہونے کے علاوہ بعض بعض امور سے متعلق ہوتا ہے سب سے نہیں۔

فریقِ مخالفت کے علمد کی طرف سے حضرت ملا علی نقی القاریؒ کی یہ سابق عبارت بھی درجہ ۱۴۹

فائدہ میں نقل کی گئی ہے، اپنے باطل دعوے کے اثبات پر پیش کی جاتی ہے، مگر خط کشیدہ الفاظ کو جو شیر ماور سمجھ کر بالکل مبہم کر جاتے ہیں اور اس کا ذکر تک نہیں کرتے تاکہ ان کے باطل مرسوم کی قلعی نہ کھل جائے۔ اس تصریح اور تحقیق کے بعد وہ ضرور مبہم ہوں گے مگر یہ طبعی امر ہے، ان کو ضرور پریشان اور مبہم ہونا چاہیے۔

لب ہائے زخم دیکھتے اور خوب رویئے
امید واری لب خندان نہ کیجئے

الحاصل قرآن کریم، صحیح احادیث، اقوال حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ اور حضرات تبع تابعینؒ اور معتز اور مستند حضرات مفسرین کرامؒ سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ کسی فرشتہ مقرب، نبی مرسل اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطائی طور پر بھی کل مغیبات پر اطلاع نہیں دی تھی، لہذا ذاتی اور عطائی کا دور از کار جگہ چھوڑ کر لوگوں کو دھوکہ دینا یا بعض اکابر کی عبارات میں جہاں اطلاع اور انوار علی الغیب یا عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں (اور وہ صرف بعض بعض امور اور جزئیات سے متعلق ہیں) سے کل مغیبات کا عطائی طور پر علم ثابت کرنا جہالت اور انتہائی بددیانتی ہے۔ مگر فریقِ مخالفت کی ہمت وہ تو اپنی ساکھ اور علوے مانڈے کے لیے بدعادت کو سنگینوں کے پیرہ سے محفوظ رکھنے کے درپے ہے۔ اس کے مقابلہ میں توحید و سنت کا گلستان اجڑتا ہے تو ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہاں گیارہویں شریعتِ ختم، میلاد اور عرس وغیرہ پر کوئی زونہ پڑے آہ۔

کس نے اپنے آشتیاں کے چارنگوں کے لیے
بسق کی زو میں گلستان کا گلستاں رکھ دیا

باب پنجم

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں جو مرتبہ اور شان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے، وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے خصوصیات ان کو مرحمت فرمائے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان کا مقام بہت اونچا دکھائی دیتا ہے جیسے ان کے کسی دوسرے مخصوص فضل و شرف کو کوئی نہیں حاصل کر سکتا بعینہ اسی طرح ان کے علمی مقام تک کوئی رسائی نہیں کر سکتا۔ انمول نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنت و دوزخ اور قبر و حشر اور اس ختم کے دیگر بے شمار غیوب جو بتائے ہیں وہ یقیناً انہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا، مگر بایں ہمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فوات عالم الغیب نہ تھیں، اس لیے کہ عالم الغیب تو صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے تو ایک منصف مزاج کو یہ سمجھنا چنداں دشوار نہیں کہ حضرات اولیائے کرام اور بزرگان دین و شہدائے عظام کس طرح عالم الغیب ہو سکتے ہیں؟

حضرت قاضی شہاد اللہ صاحب پانی پتی الحنفیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ: مسئلہ: اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا، ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادت کے طور پر کشف یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ اولیاء کو غیب کا علم ہے، کفر ہے (بلغتہ ارشاد الطالبین ص ۲) اور نیز فرماتے ہیں کہ: "اولیاء کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے" (مصلح)

مگر جمالت کا خدا برا کرے آج انھوں قلعے کے مقابلہ میں فیہ مضمون اقبال پر بنیاد رکھ کر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ شرط ہے کہ لا تستقر لطفہ فی فرج انشی الا یغلظ ذلک الرجل الیہا۔ رحم الرحمن بوالاعتراف ان شیء کسی ماہ کی شرمگاہ میں کوئی لطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔ اور اس شرط پر ہم ہمیشہ

مشہور اور نامور اٹھارہ مولوی صاحبان اور گھڑی نشین حضرات کے نام درج ہیں، اور ان شہوت پرستوں کو یہ بھی معلوم نہیں (یا فرج کے ذکر سے استلزام منظور ہے) کہ استقرارِ نطفہ کا عمل رحم سے فرج نہیں۔ ہم اس باب میں قرآن کریم کی قطعی نصوص سے یہ بات واضح کریں گے (اور بطور تائید اور تشریح کے صحیح احادیث بھی عرض کریں گے) کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہیں تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علم غیب

یٰٰعِلْمُ مَاکَانَ وَمَا یَکُونُ

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا اور سجود ملائکہ بنایا۔ پھر حضرت آدم اور حضرت تنوٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں رہنے کا حکم دیا، اور ان کو اجازت دی کہ بلا روک ٹوک جو وہ چاہیں کھائیں اور پیئیں۔ بحر ایک معین درخت کے جس کا کھانا ان کی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا اور فرمایا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ابلیس لعین نے ان دونوں کو سب زباغ دکھانے کی کوشش کی اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ۔ اگر اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم فرشتے بن کر ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ اس کے ساتھ اس نے قسم بھی کھائی اور ان کو ہر طرح کا لالچ اور حرص دلا کہ ان کو یقین کر دیا لہذا ان سے لغزش صادر ہوئی اور اس ممنوع درخت کا میوہ وہ کھا گئے۔ اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور ان کو جنت کی اُس آسودہ زندگی اور خوشی سے جنت کا لباس ان سے چھین کر نکال دیا گیا (آخر خدا کو ان کا زمین میں خلیفہ بنانا بھی منظور تھا) وہ درختوں کے پتے جوڑ کر اپنی شرمگاہوں کو ڈھانک کر وہاں سے نکلے بلکہ نکالے گئے۔ قرآن کریم کے اہل الفاظ ملاحظہ کیجئے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ الْبَدِيءَ لَهُمَا مَا وَدَّيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاقِبِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمْ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ

پھر یہ بکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے لورہ ہوا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اگر حضرت حواء کو علم غیب ہوتا تو یہ لغزش کر کے نہ اپنے لیے تکلیف خریدتیں اور نہ اپنی لڑکیوں کے لیے یہ وبال برداشت کرتیں۔

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ اَسْمَاءَ كُلِّهَا آیت سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب یا عالم ماکان و مایکون ہونے پر دھوکہ ہوا ہے (دیکھیے جاد الحق ص ۷ وغیرہ) ہم آئیدہ لفظ کُل پر مفصل بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ کہ اس سے اکثر چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ ہر مقام پر یہ استغراق کُل کے لیے ہی نہیں آتا اور اس آیت کا مطلب بھی حضرات مفسرین کرام سے عرض کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب کُل سے ثابت ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابلیس کے قریب ہیں کیوں آتے کیونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناموں کی تعلیم اور فرشتوں کا امتحان اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرشتوں کا مسجد پھڑنا پہلے تھا اور جنت سے ان کا نکلنا اور شیطان کا ان کو دھوکا دینا بعد کو ہوا تھا۔ قرآن کریم نہایت صاف طریق سے اس کو بیان کرتا ہے۔ تو اگر پہلے لفظ کُل سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کُل غیب دیا جا چکا ہوتا تو بعد کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام شیطان کے قریب اور مکرمین کیوں آتے؟ اور اس کی جھوٹی قسموں پر کیوں اعتبار کیا؟ اور ممنوع درخت کے ناج سے کیوں دیدہ والنسہ انعامن بربتا؟ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ہر چیز کا علم حاصل نہ تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے اور نہ اس معنی عالم ماکان و مایکون تھے جس کا معنی فریقِ مخالف ہے

علم غیب اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔ جب اُن کی نبوت اور رسالت کی ڈیوٹی کا حقہ پوری ہو گئی تو مجرم قوم پر طوفان اُمڈ آیا اللہ تعالیٰ نے طوفان سے قبل ہی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کو اند آپ کی آل کو میں بچاؤں گا، جب طوفان کی تلاطم خیز موجیں نظر آئیں تو شفقت پذیری نے جوش مارا اور اپنے بیٹے کنعان سے فرمایا، بیٹا ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے گستاخانہ لہجہ میں جواب دیا۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے

طوفان اور سیلاب سے بچائے گی۔ فرمایا، آج وہی بچے گا جس کو خدا بچائے۔ بیٹے کی غرقابی کو دیکھ کر بروٹ نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ اے اللہ! میرا لڑکا میری آل سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اس کو بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ تیری آل میں داخل نہیں، کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کر جن کا تمہیں علم نہیں، ورنہ تم بے سمجھ لوگوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنِّي
أَهْلِي ۖ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ
الْمُكْدِمِينَ ۝ قَالَ يَبْنَوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنِّي أَهْلِكَ ۖ
إِنَّهُ عَلٰى عَهْدٍ صٰلِحٍ فَلَا تُسْئَلُنِي مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعْطٰكَ أَنْ تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمٰهِلِيْنَ
قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ
لِيْ بِهِ عِلْمٌ وَإِنَّهُ لَا تَفْعَلُنِيْٓ أَمْرًا
مِّنَ الْغٰثِثِيْنَ ۝ (پہ۔ ہود۔ ۴)

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا، اے رب میرا بیٹا میرے گھر
والوں میں ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے
بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس
کے عمل خراب ہیں سو مت طلب کر مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں
میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں،
بولائے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ مانگوں تجھ
سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو اور اگر تو نہ دیکھے مجھ کو اور رحم نہ کرے
تو۔ تو میں ہو جاؤں نقصان اٹھانے والوں میں۔

ان آیات میں اس چیز کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
ہر مہربان کا علم حاصل نہ تھا حالانکہ نبوت کی ڈیوٹی پوری ہو چکی تھی اور تمام حجت ہو چکی تھی، دوسروں کے
بارے میں تو انہیں کیا علم حاصل ہوتا خود اپنے گھر پر معاملات کے بارے میں بھی اگر حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ و
السلام کو پہلے سے یہ علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کنعان کو نہیں بچائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ میرے اس
مطالبہ اور سوال ہی سے ناراض ہوگا تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے بلکہ
توصیہ منظور میں اپنی لاعلمی کا مآلیس، بی ہم علم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کے متعلق تو کیا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طوفان سے اپنے بیٹے
کی نجات کا علم بھی پہلے نہ تھا۔ اگر آپ عالم ماکان و مایکون ہوتے تو آپ کو ضرور یہ معلوم ہوتا۔

لطیفہ :- فریق مخالف نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم ماکان و مایکون ہونے پر سورۃ
نوح کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جہاں ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ اے

بہ زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑا۔ اگر تو ان کو چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد سے کوئی مسلمان نہ پیدا ہوگا بلکہ سب کافر اور فاجر ہی ہوں گے۔ فریق مخالف کا کہنا ہے کہ:-
 ”دیکھئے محل کا حال تو ایک طرف رہا یہاں ابھی ٹخم بھی نہیں پڑا، نسل بعد نسل آپسے معلوم کر کے عرض کر دیا کہ ان سے کوئی مسلمان نہ ہوگا۔“

نصرة الحق ص ۲۴ مولوی امام الدین صاحب سیالکوٹی اور مقیاس حقیقت ص ۲۲۶ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ
 گویا اس مضمون سے محل کی حالت کا معلوم ہوا اور آئندہ آنے والے واقعات کے علم کا بھی اثبات کیا گیا ہے
 فریق مخالف کا اس سے استدلال باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم مافی غدا اور علم مافی الاحرام حاصل تھا تو اس سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف اپنی قوم کی عورتوں کے ارحام کا اور ان کی اولاد اور اولاد کے ایمان نہ لانے کا علم تھا۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا جو قومیں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے گزر چکی تھیں، ان کی عورتوں کے ارحام کا علم اور ان کے مافی غدا حالات کا علم بھی ان کو حاصل تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان دہائیوں اور صدیوں گزر چکی تھیں۔ (متحدک ج ۲ ص ۵۹۹ وغیرہ) علاوہ
 یہیں ان کیلئے کیڑوں مکوڑوں اور تمام دیگر حیوانات اور جانوروں کے محل کا علم اس سے کیسے ثابت ہوگا۔ کیونکہ آیت میں تو ذلک یلد ذوالا کافجرا کفارا ○ مذکور ہے اور یہ نہ تو گذشتہ اقوام کے حالات پر دلالت کرتی ہے اور نہ انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق پر اس لیے کہ فاجر اور کافر کیڑے مکوڑے اور دیگر جانور نہیں ہوتے کیونکہ وہ تو غیر مکلف ہیں۔ نیز جنات کے محل کا اور ان کے مافی غدا حالات کا علم بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:-

اوتیت اللیلۃ خمسۃ لیوتھا نبی قبلی
 ارسلت الی الاحمر والاسود قال مجاہد
 الہنس والجن الحدیث (متحدک ج ۲ ص ۵۴۴)
 کہ جن کی رات مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ایک یہ کہ میں سرنخ اور سیاہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت مجاہد (المنذری ص ۳۸) فرماتے ہیں کہ سرنخ اور سیاہ سے انسان اور حق مراد ہیں۔
 قال الملک والذہبی علی سترہما۔)

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں (جو حکماً مرفوع ہے) یہ آتا ہے کہ نوحؑ جنت اور دوزخ حصہ بنی آدم ہیں (مسندک ج ۴ ص ۹۱ قال الحاکم عواللہ ہی صحیح) اور ان کی ایک روایت میں جس کی امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ و دولیل تصحیح کرتے ہیں، یہ آتا ہے کہ نوحؑ جنت یا جہنم یا جہنم ہیں اور دوزخ حصہ بنی آدم ہیں۔ (مسندک ج ۴ ص ۹۱)

الغرض یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قوم کے فساد کے متعلق عظیم تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور آئندہ یہ فاسق اور فاجر ہی جنیں گے، ضرورتِ مخالفت کا علم غیبِ کلی اور جمیع ماکان و مایکون کے علم کا اس سے اثبات یقیناً باطل ہے۔

و ثانیاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قوم کے لیے بددعا فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد کہ:-

وَلَقَدْ أَوْحِیْ اِلَی نُوْحٍ اِنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَکَثْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (سپلہ - ہود - ۴)

اور البتہ شکِ نوحؑ کی طرف یہ حکم بھیجا گیا، کہ اب ہرگز ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے کوئی مگر جو ایمان لایا ہو سو غلگین نہ رہ تو ان کاموں پر جو وہ کہتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کی تباہی اور ہلاکت کی دُعا اس وقت مانگی تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ان کو مل چکا تھا کہ اب آئندہ تیری قوم سے کوئی بھی ایمان نہ لائے گا۔ جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم سنا تو پھر یہ بددعا کی کہ اے بارِ اِلاہ! پھر ایسے کافروں اور فاجروں کی نسل ہی کو دنیا سے ختم کر دے تاکہ نہ رہے بالنس نہ بکے بالنسری۔

یعنی چیز اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے وہ حق ہے اس سے جمیع ماکان و مایکون کا علم کیسے ثابت ہوگا؟ یہ چیز یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی ہلاکت کی بددعا طوفان کے آثار ظاہر ہونے سے قبل کی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے جو دعا کی تھی وہ طوفان کی موجیں نظر آنے کے بعد کی ہے اگر ضرورتِ مخالفت کی منطق کی رو سے آیتِ سابقہ سے ان کا علم غیب ثابت ہو تو اس کے بعد بیٹے کے لیے جو دعا انہوں نے کی، اس سے ان کے علم غیب کی نفی لازم آتی ہے۔ وَاَنْتَا یَرْحَمُ بِالْاٰخِرِ فالآخر تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری دعا سے بھی علم غیب کی نفی ثابت ہوئی۔

علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیش کیے ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ ہم صرف ان کی زندگی کا ایک ہی واقعہ قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں :-

چند فرشتے (بصورت انسان) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ انہوں نے محال اور انسان سمجھ کر ان کے لیے گائے کا بچہ طرانج کیا اور بھونک تل کر ان کے سامنے لا رکھا۔ وہ فرشتے تھے بھلا وہ کیسے کہاتے؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دل میں خوفزدہ ہونے کے مبادا دشمن ہوں رہے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرسبکی کو دیکھ کر فرشتے بولے۔ ہم فرشتے ہیں۔ قوم لوط (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی تباہی کے لیے آئے ہیں۔ نیز آپ کو خوشخبری سنانے آئے ہیں کہ اللہ آپ کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا جس کا نام اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا اور ان کے بعد ان کے بیٹے یعقوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بھی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ پاس ہی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں۔ انہوں نے بڑے تعجب سے کہا۔ ہاں میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میرا خاوند بھی بہت ہی بوڑھا ہے؟ جواب ملا خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کے بارے میں تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ جب وہ دینے پر آئے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبَشْرِ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ كَيْدٌ فَكَفَرُوا ۖ قَالُوا سَلَامًا ط قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَهُ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ سَخِرَ لَا يَصِلُ إِلَيْهِمْ فُكْرَهُمْ وَأَوْبَسَ مِنْهُمْ حَنِيفَةً ط قَالُوا لَا تَحْفَظُنَا أَوْ سِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطِ ۝ وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَلَمَّا بَايَعْنَاهَا يُدْرِكُنَّ ۖ قَالَتْ لِيُؤْتِيَنِّي الْكَافُورَ ۖ

اور البتہ آپ کے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر، بولے سلام، وہ بولا سلام ہے، پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچہ طرانج ہوا۔ پھر جب دیکھا ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھٹکا اور دل میں ان سے ڈرا، وہ بولے منت ڈر ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف قوم لوط کے، اور اس کی عورت کھڑی تھی۔ تب وہ ہنس پڑی، پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کے

وَإِنَّا جَمَعْنَاهُ وَهَذَا بَطْلٌ لِّكَ عِندَ رَبِّكَ
لَتُنَبِّئُنَّ عَنْ غَيْبٍ ○
(سجۃ - ہود - ۷)

اس کے بعد فرشتوں نے کہا۔ خدا تعالیٰ کے حکم میں کوئی تعجب نہیں۔ وہ بڑی خوبول والہ ہے۔
اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ فرشتوں کو انسان اور مہمان نہ سمجھتے اور ان کے سامنے کھڑا بھون تل کر نہ لاکھتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا، ورنہ ایک معلوم چیز پر وہ اتنا تعجب نہ کرتیں اور اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑھاپے کی شکایت کر کے تعجب میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ان کی عمر اس وقت حسب تصریح حضرت ابن عباسؓ نوٹے سال کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سو بیس سال کی تھی۔ (متحدک ج ۲ ص ۵۵۶۔ قل الحاکم والذہبی مہمصح)۔ قرأت کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۸ میں ہے کہ ایک سو پچتر سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دو سال عمر پا کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تھی۔ (متحدک ج ۲ ص ۵۵۱ و قال علی شریعہما)
خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم نہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا اور نہ حضرت سارہ علیہا السلام کو نیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت ہاجرہ کو لے کر بیت الحرام کے پاس بے آب و گیاہ میدانی میں چھوڑ کر واپس ملک شام جانے لگے تو حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں اور بار بار در و بھری آواز سے پکارتی ہیں کہ آپ ہمیں یہاں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہیں؟ پھر تھک کر کہہ فرماتی ہیں۔

يَا اِبْرَاهِيْمُ اِلٰى مَنْ تَتْرٰكُنَا قَالَ اِلٰى اللّٰهِ
قَالَتْ وَفِيْئَتٌ بِاللّٰهِ -
اے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہو؟ فرمایا خدا کے پاس حضرت ہاجرہ نے کہا میں خدا

بھاری ملائے ج ۱) کے حکم پر راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتلانے سے قبل ہی یہ معلوم ہوتا کہ یہاں ہمارا ٹھکانہ اور رہنا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے طے ہو چکا ہے تو جیسے ان کے بتلانے کے بعد راضی ہو گئی تھیں پہلے ہی سے وہ راضی ہو جاتیں اور سوال نہ کرتیں۔

قارئین کرام! یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو جب ان کو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کا کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جاتا کیونکہ ان کو تو معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ ایک ڈرامہ ہوگا اور اپنی مفت کی ناموری ہو جائے گی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاص اور ایثار الیا فعل ہے جس پر اگر ہزاروں حقیقتیں بھی قربان کی جائیں تو کم ہیں۔

تیری ذبح، ذبح عظیم کی ہو مثیل کیسے خلوص میں
نہ خلیل کا سا ہے دل ترا، نہ ذبح کا سا گل ترا

مولوی محمد عمر صاحب، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر چند دلائل پیش کرتے ہیں:-

عمری دلائل

① (۱۰- ابراہیم ۱۳) رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بُرَاذِغَ ذِیْ ذُرْعٍ (اصل میں ذُرْع ہے - مسند عند بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) (اے رب میرے میں نے بسایا ہے اپنی اولاد سے غیر زراعتی ذریعہ) میں تیرے بیت الحرام کے پاس)۔ اس آیت کریمہ سے مرئی ذریت یعنی میں رب العزت نے من تعجضیہ کو بیان فرما کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے علم مافی الارحام اور مَا ذَا تُکْذِبُ غَدَا کا ثبوت پیش کر دیا۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوتے تھے، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے پہلے ہی مرئی ذریت یعنی فرما دیا اور منکرین کا دم توڑ دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کا بیان فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مَا ذَا تُکْذِبُ غَدَا کا علم بیان کیا۔ (مبلغہ مقیاس ۲۳۳)

الجواب

مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ثابت کر کے نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی آیت کی تخریج کی اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے بلکہ اپنی در ماندگی اور جہالت کا بھی زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعائیں بیت اللہ اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے بعد کی ہے قبل کی نہیں۔ بناءً بیت الحرام سے پہلے جو دعائیں انہوں نے کی ہے وہ پہلے پارہ میں ذریت اجعلْ هَذَا بَکَذَا اٰمِنًا (جس میں بَکَذَا نکر ہے) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور اس میں مرئی ذریت یعنی کا ذکر نہیں ہے، اور یہ دعا رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَکَذَا اٰمِنًا (جس میں الْبَکَذَا نکر ہے) جس کا لفظ مولوی محمد عمر صاحب

نے دیا ہے اور جو تیرہویں پارہ میں مذکور ہے، یہ بناء بیت اللہ پیدائش حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد کی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

فَعَرَفَهُ لِأَنَّهُ دَعَاهُ بَعْدَ بَنَائِهَا وَلِهَذَا قَالَ
أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ
وَإِسْحَاقَ وَمَعْلُومَ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ الْكَبِيرَ مِنْ إِسْحَاقَ
ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً

تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۸) سال حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عمر میں بڑے تھے۔

اور پھر آگے دیتا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي الْاَیْتِہ کی تفسیر میں یہ لکھتے ہیں کہ:-
وَهَذَا كَانَ بَعْدَ بَنَائِهِ تَاكِیْدًا وَرَحْمَةً اِلَى اللّٰہ
تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۸) اور رغبت الی اللہ تعالیٰ کا اظہار کیا گیا ہے۔

الغرض اس سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم فی الارحام ثابت کرنا اور یہ کہنا کہ
کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ عجیب اچھروی منطوق ہے۔

وثانیاً مولوی محمد عمر صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام بنایا
فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ مولوی صاحب کی اس سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ بیت اللہ
کا اصل ہی سے نام و نشان نہ تھا تو یہ قطعاً غلط ہے، کیونکہ سب سے پہلے کعبہ کی عمارت فرشتوں نے اور
ان کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور پھر ان کی اولاد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام
وغیرہ نے کھڑی کی تھی۔ چوتھے نمبر پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر کی ہے۔ چونکہ طوفان لوح
(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اس کا تسلسل ختم ہو گیا تھا اور جو تسلسل تا مہوزہ (جس کو سن ۱۰۸۰ھ میں
سلطان مراد خان بن احمد خاں ترکی نے سنگ مرمر وغیرہ سے تعمیر کیا ہے) قائم ہے۔ تو وہ حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کا ہے۔ اس وجہ سے اس کی نسبت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل
علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی گئی ہے، ورنہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تین مرتبہ
کعبہ بن چکا تھا۔ (دیکھئے قسطلانی ج ۳ ص ۱۵۸) و لغبیۃ الاریب فی مسائل القبۃ والمحاریب ص ۱۵۸ و علی بعضہ
الحافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۸) اور اگر مراد یہ ہے کہ مکان اور تعمیر کی صورت میں اس کا نام و نشان نہیں

تھا تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی جگہ بتائی تھی اس لیے انہوں نے عِنْدَ بَيْتِكَ الْمَحْرُومَ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ - اور جب ہم نے ٹھیک کر کے دکھلا دی ابراہیمؑ کو جگہ اس (دک) - الحج - ۱۲۵

جب اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کی جگہ بنادی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا میں اس کا ذکر کر دیا تو علم غیب اور مافیٰ غد کے علم کا اس سے کیا تعلق ہے؟ خدا تعالیٰ مولوی محمد عمر صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد خالص دین کی سمجھ کیسی؟

بہر محفل وہ کیا سمجھیں گے سازِ شمع کے نغمے
جو سوزِ غم کی چنگاری کو پروانہ سمجھتے ہیں

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مِنْ ذُرِّيَّتِي میں مِنْ کو علی التبعین تبیینہ قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے چنانچہ صاحب روح المعانی (وغیرہ) نے تبیینہ اور بیانیہ دونوں کا احتمال ذکر کیا ہے (دیکھئے ج ۱ ص ۲۳۷) ② مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: (۱۱- انعام ۶) وَكَذَلِكَ نُبَرِّئُ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھادیں) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے علوم غیبیہ عطا کرنے کا ارشاد فرمائیں اور تم یہ عقیدہ رکھو کہ غیب کا علم خدا کے سوا دوسرے کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے الخ (ملفوظہ مقیاس ص ۲۲۲)

مولوی محمد عمر صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی عادتِ مألوفہ کے مطابق عجیب و غریب | **الجواب** | شوخی کھلائے ہیں اور عالمِ سُکر میں خدا جانے کیا کہہ گئے ہیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وَكَذَلِكَ نُبَرِّئُ إِبْرَاهِيمَ آلائی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

ای نہیں لہ وجہ الدلالة فی نظره الی
خلفهما علی وحدانیۃ اللہ عقوَجَلَّ فی
ملکہ وخلقہ وانہ لا آلہ غیرہ ولا
رب سواہ کتولہ قُلْ أَنْظَرُوا مَاذَا فِی
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وقولہ أَفَلَا یَنْظُرُونَ
یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی توحید پر دلیل پیش
کرنے کے لیے یہ بات بتائی کہ وہ آسمان و زمین کی خلقت کو ملاحظہ کر کے
یہ پیش کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور خالق ہے اور وہی الہ اور
رب ہے، اس کے بغیر اور کوئی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ
ان سے فرمادیجئے کہ تم آسمانوں اور زمین کو دیکھو انہیں کیا کچھ دلائل موجود

فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵)

ہیں۔ اور نیز فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں
اور زمین کے عجائبات میں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلیات اور
سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر مطلع کر دیا تاکہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ
کے وجود اور وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سمادی و ارضی کے محکومانہ عجز و بے چارگی پر استدلال کر سکیں
اور اپنی قوم کے عقیدہ کو اکب پرستی و یہاں کل سانی کو علی وجہ البصیرت رد کر سکیں اور خود بھی حق الیقین کے
اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبارے، چاند اور سورج ایک ایک کو
سامنے رکھ کر اپنی قوم کی تردید کی اور فاطر السموات والارض کی توحید کا علانیہ اقرار فرما کر حجت قائم کر دی
جس کو اللہ تعالیٰ نے وَقَلَّكَ حُجَّتًا اٰتَيْنٰهَا اِبْرٰهٖمَ عَلٰى قَوْمٍ طٰسٍ تَعْرِفُ فرمایا ہے کہ یہ ہماری
دلیل ہے جو ہم نے قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دی۔ الغرض اس آیت سے
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب یا عالم ماکان و مایکون پر استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب
ہی کا کام ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ تعالیٰ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے بھی علم غیب پر استدلال کیا کرتے
ہیں۔ ان کے دعادی بھی عجیب ہوتے ہیں اور ان کے دلائل بھی زلے ہوتے ہیں اور وہی دعوئے و دلیل میں مطابقت
تو بغیر اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ صحیح

رکھ لیا ہے نام اس کا آسمان تحریر میں

باقی حضرت معاذ بن اور حضرت علی رضی کی مرفوع حدیثیں جن میں اس کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمانوں اور زمین کے عجائبات پیش کئے تو انہوں نے عرش
تک تمام آسمانوں کی چیزیں اور اسی طرح زمینوں کی چیزیں ملاحظہ کر لیں اور سب کا علم ان کو ہو گیا، تو
ان کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں وَلٰكِنْ لَا يَصِحُّ اسنادھا (تفسیر ج ۲ ص ۱۵) لیکن ان کی سند
صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک موقوف اثر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تمام مخلوقات کے اعمال معلوم کر لیے تھے اور کوئی چیز ان پر مخفی نہ رہی تھی مگر اس کی سندیں الضعفی
ہے۔ امام احمدؒ، ابو زرعمہؒ، ابو حاتمؒ، امام نسائیؒ، ابن حبانؒ، ابو داؤدؒ، اور ساجیؒ وغیرہ سب
اس کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ غالی شیعہ بھی تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۵-۲۲۶) یہی وہ روایتیں

آیت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ لمبرے باپ، مجھے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور معاد و غیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو تمہیں سیدھی راہ پرے چلوں گا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے، اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص مہرگز نجات حاصل نہیں کر سکتا، اس کا علم غریب سے کیا تعلق ہے؟

علم غیب اور حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ مختلف اسالیب اور متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ چند فرشتے نوحؑ اور ان خولصوتؑ لوگوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم لوطات اور لوطیہ بازی میں مشہور تھی، قوم نے سنا تو ہر طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور اپنے برے ارادے سے آئی، حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں تم روانہ کرو۔ یہ لومیری لڑکیاں موجود ہیں، ان سے نکاح کرو قوم نے جواب دیا کہ آپ کو ہمارا ارادہ معلوم ہی ہے، ہمیں لڑکیوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا تم میں کوئی سمجھدار انسان موجود نہیں کہ میری بات سمجھے؟ لیکن قوم پر بدکرداری کا بھڑکنا سوار تھا۔ اُس نے ایک نہ مانی۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کاش آج میرے پاس بھی قوت اور طاقت ہوتی تو میں تمہیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا مزہ چکھا دیتا۔ فرشتے یہ سب گفتگو سنتے ہیں مگر بالکل غمراہ ہیں۔ جب حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی انتہا تک پہنچی تو فرشتے بڑے ہم خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں ہم تو آپ کے لیے ان کی تباہی اور بربادی کا مشرودے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ کریں۔

وَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا فَنُوحُوا فِيهِمْ وَنَحَاوْا
بِهِمْ فَرَّغُوا وَقَالُوا هَذَا يَوْمُ عَصِيبٍ ۝
جَاءَهُمْ قَوْمُهُ يَمَهِرُونَ إِلَيْهِمْ وَمِنْ قَبْلُ
أَدْرَجْتَ يَمْحُومُونَ ۝

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوٹ کے پاس غمگین ہوا۔
ان کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج دن بڑا
سخت ہے اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی بے اختیار

كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ط قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ
بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ
فِي ضَعِيفِي ط أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زَكِيٌّ
قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَالَنَا فِي بَيْتِكِ مِنْ حَقِّ ط
وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ ط قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ
قُوَّةٌ أَوْ إِيَّائِي لَكُنْ بِكُمْ شِدَّةٌ يَوْمَ ط قَالُوا يَا لَوْطُ
إِنَّا نَرَاكَ مِنْهُمْ لَنُصَلِّيَنَّكَ إِلَيْكَ (الآية)

(پ۔ ہود۔ ۷۷)

اور آگے سے کہہ رہے تھے بڑے کام، بولالے قوم یہ میری
بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو ان سے۔ سو در و تم
اللہ تعالیٰ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے محالوں کے بارے
میں، کیا تم میں سے ایک مرد بھی نہیں نیک ملن؟ بولے توڑ مانتا
ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں کا کچھ غرض نہیں اور تجھ کو معلوم ہے جو ہم
چاہتے ہیں، کہا لوٹنے کا ش کہ مجھ کو تم سے مقابلہ میں زور ہوتا یا
جا بیٹھا کسی متحکم ناپا میں امان بولنے لے لوٹ ہم بھیجے ہوئے ہیں
تیرے رجبے ہرگز یہ لوگ نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک

بعض حضرات مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں هَؤُلَاءِ یعنی سے قوم کی لڑکیاں مرد ہیں کیونکہ نبی اپنی
قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے، علاوہ ازیں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلیبی لڑکیاں تو اتنی نہ تھیں
جو سب قوم میں پوری ہو سکتیں۔ لیکن ترجمان القرآن جبر الاامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں
کہ یہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلیبی لڑکیاں تھیں جن کی تعداد تین تھی۔ (مسندک ص ۲۴۴) قال
الحاکمؒ والذہبیؒ (علی شرطھا) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہی مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ
والسلام، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھتیجے تھے (مسندک ص ۵۱۵) وقال الحاکمؒ والذہبیؒ (صحیح)
ان آیات سے یہ بات بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت
اور رسالت کی آخری میعاد تک بھی علم غیب نہ تھا ورنہ وہ اتنے پریشان نہ ہوتے، پہلے ہی سے معلوم
ہو جاتا کہ یہ عہد خدا تعالیٰ کے فرشتے ہیں، یہ تو قوم کی گت نیلے آئے ہیں، مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ
میں ان کے بارے میں قوم سے جھگڑا کروں اور بیٹیوں کی قرمانی پیش کروں۔ لیکن یہ واقعہ صاف
بتلا رہا ہے کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ ہی آپ کی
لڑکیوں کو حاصل تھا ورنہ وہی ان کو آگاہ کر دیتیں۔ اور جب فرشتوں کے بارے میں (جن کے ساتھ حضرت
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ایک گہرے گہرے تعلق ہوتا ہے) ان کو علم نہ ہو سکا کہ آیا یہ انسان ہیں یا
فرشتے تو اور کس کے متعلق علم ہو سکتا ہے؟ ہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا علم ان کو دیا تھا وہ عمل نزاع نہیں ہے۔
لیکن اس کا علم غیب سے کیا تعلق؟

علم غیب اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی نو عمر ہی تھے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاندان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، باپ سے بیان کیا وہ سمجھ گئے، حفظہ اقدم کے طور پر ان کو منع کیا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، کیونکہ وہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں کہیں اس خواب کی تعبیر کو معلوم کر چکنے کے بعد مقتضائے بشریت نہیں دیکھ نہ دیں۔ خدا تعالیٰ کا کرنا تھا کہ کسی طریق سے بھائیوں کو خواب کا علم ہو گیا، انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اچھلے یعنی چاہیے، مختلف باتیں سامنے آئیں طے یہی ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی گناہ میں پھینک دیں تاکہ نہ یوسف علیہ السلام ہے اور نہ تمہارے اوپر فوقیت کا سوال پیدا ہو باپ سے عرض کی کہ کل ہم شکار کھیلنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چارے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (دیاں بکثرت بھیڑیے ہوتے ہیں) کہیں میرے تخت جگہ کو تمہاری غفلت میں بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بیٹوں نے مؤذبانہ التجا کی کہ اگر بھیڑیا ہمارے بھائی کو کھا جائے تو ہم کس کام کے؟ فرمایا اچھے جاؤ، وہ لے گئے ادھلے شہ منصوبے کے ماتحت گھوڑوں میں ڈال کر ان کے قمیض کو جعلی خون سے طوط کر کے رات کے وقت روتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے ابا جان ہم شکار کے پیچھے دوڑنے میں مبالغہ کر رہے تھے اور بھائی یوسف کو کپڑوں کے پاس چھوڑ آقا، افسوس کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن ہم میں سچے اور بھائی یا بہن کو ذبح کر کے اس کا خون حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمرے پر چھڑک لائے مگر یہ خیال نہ رہا کہ بے ترتیبی سے نوح اور چارہ کریش کر تے بھلا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نبی عمر رسیدہ اور تجربہ کار بزرگ بھائی یا بہن کے خون پر حضرت یوسف علیہ السلام کے خون کا گمان کیسے کر سکتے تھے؟ اور بعید نہیں کہ یہ فرمایا ہو کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا جلیم و متین ہو گا۔ جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتا کو نہایت احتیاط سے اتار کر صحیح و سالم تمہارے حوالہ کر گیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات بھی ملاحظہ ہوں۔

أَرْسَلَهُ مَعَاذَ ابْنِ زُلَيْحٍ وَيَلْعَبُ وَرِثَالَهُ
لَمَّا فُتِنُوا ۝ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنَّ تَذْهَبُوا
بِهِمْ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ
غَفْلُونَ ۝ قَالُوا لَكِنِ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ
عَصَبَةٌ ۝ إِنَّا إِذَا لَخَسِرُونَ (پ ۱۲- یوسف ۲۰)

بمعنی اس کو ہمارے ساتھ کل خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو
اس کے نگہبان ہیں بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس
کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا
اور تم اس سے بے خبر رہو۔ پہلے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور
ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تب تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا۔
پھر ارگے پورا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ رات کو روئے آئے اور انتہائی مکر اور فریب کے ساتھ اپنے والد
محترم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیانیوں سے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ
اس کا قائل ہے کہ وہ بنی نہ تھے، اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سب کے سب بنی تھے۔ حضرت عبداللہ
بن مسعود کی موقوف حدیث سے ثانی گروہ کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ
والسلام گھرانے کے کل افواج کنعان اور فلسطین سے مصر آئے تھے، تین سو نوے تھے جن میں بچے، بوڑھے، مرد اور
عورتیں سبھی شامل تھے۔

رجالہم انبیاء و نساہم صدایقات
ان کے مرد بنی اور عورتیں پاک باز
(مستدرک ۲ ص ۵۴۲ قال الحاکم والذہبی بمعنی)

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب اور اس کی
تعبیر میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ (مستدرک ۲ ص ۲۹۹ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)

قرآن کریم کے اس مضمون سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا
اگر حاصل ہوتا تو جب ان کے لڑکوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی نیت اور مشورہ
کیا تھا۔ تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہو جاتا، اور جب وہ ایک گنہگار اور دور افتادہ
کنویں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈال آئے تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا
کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، بھیڑیے نے اس کو نہیں کھایا۔ وہ تو فلان کنویں میں پڑا ہوا ہے، اور پھر وہاں
سے جا کر نکال لاتے، کیا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان بوجھ کر اپنے بھٹکے ہوئے کو کنویں میں

ایک گونہ ہلاکت کے لیے چھوڑ دیا تھا :

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام بیٹوں کا (جو اگر بنی تھے تو) فہماورنہ ان کے مومن ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں) حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غائبانہ ہونے کا عقیدہ نہ تھا اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ہمارا باپ غیب جانتا ہے تو ان کو اس مکر اور فریب کی کبھی جرأت نہ ہوتی اور جیسے ان کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی، ان کے غائبانہ بھی نہ ہوتی۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تو یہ حالت تھی کہ پاس ہی چند میلوں پر کنویں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ان کے بدن کی خوشبو آئی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کو منظور تھا تو قاصد مصر سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیص لے کر روانہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلسطین اور کنعان میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیص کی خوشبو آجاتی ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی (المتوفی ۷۹۱ھ) نے کیا خوب لکھا اور فرمایا ہے :

یکے پر سید زناں گم کردہ فرزند کہ لے روشن گہر پر خرومند
زمعشرش برتے پیراہن شمیمی چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جانست دے پیدا و دیگر دم نہال است
گئے بر طارم اعلا نشینم گئے بر پشت پائے خود نہ بینم

فائدہ :- بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارا قصہ معلوم تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی وجہ سے لب کشائی نہیں کرتے تھے۔ اور سارا قصہ معلوم ہونے پر قرآن کریم کی بعض آیات بھی وہ پیش کرتے ہیں مثلاً :-

قَالَ بَلَىٰ سَوَّلْتُ لَكَ أَنفُسَهُمْ أَمْ لَا ط یعقوب نے کہا (یوسف) کو بھیڑیے نے نہیں کھایا بلکہ

(پ ۱۲ - یوسف - ۲) تم نے اپنے دلوں سے ایک بات بنالی ہے۔

یامثالاً جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی دوسری مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لے گئے اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لطیف جیل سے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑے بھائی (روہیل) کے

سوا باقی جیب اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سارا قصہ سنایا تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا۔
بَلَّ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ لَا ط (کہہ تمہاری کوئی جھلساڑی ہے) بنائی تمہارے جی نے

ایک بات۔

(پ ۱۲- یوسف ۱۰)

اور جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو بیٹوں بیٹوں (حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنیامین) کے فراق میں درد و کرب کا اظہار کیا تو بیٹوں نے یا اہل خاندان نے کہا۔ آپ ہمیشہ یوسفؑ کے تذکرہ کو پیش نظر رکھتے ہیں، آپ غم سے کہیں ہلاک نہ ہو جائیں، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وَاعْلَمُوا مِنْ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ (پ ۱۳- یوسف ۱۰) اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔

فریقِ مخالفت کا کہنا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اصل واقعہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا۔ (دیکھئے جاد الحقی ص ۱۲۳ وغیرہ)

الجواب

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل و دماغ میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُھندلی سی تصویر ضرور موجود تھی اور اجمالی رنگ میں اس خواب کے پس منظر کو جانتے تھے کہ یہ خواب اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے اور کسی وقت اس کی تعبیر ضرور پوری ہوگی۔ اسی خواب کی تعبیر پر وہ آسرا لگائے بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی قوی امید نے ان کو اور پر امید کر رکھا تھا۔ بس یہی اجمالی علم تھا جو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا، باقی تفصیلی جزئیات کہ بھائیوں نے یوسف کو کنوئین میں پھینکا ہے اور پھر وہاں سے کسی نے ان کو نکال کر مصر لے جا کر فروخت کیا ہے، اور وہاں وہ کیا کرتے ہیں۔ یہ تمام معلومات حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہ تھے اور یہ کوئی تخمینہ کی بات نہیں بلکہ قرآن کریم اس پر شاہرِ عدل ہے۔ مثلاً جب دوسری مرتبہ یوسفؑ کو (یاروئیل) کے بغیر تمام بھائی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئے اور انہوں نے وہ تمام واقعہ سنایا کہ آپ کے لڑکے بنیامین نے چوری کی ہے اور وہاں کے بادشاہ نے ہمارے پیش کردہ قانون کے مطابق اس کو اپنے پاس رکھ لیا ہے، آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھ دیکھیں اور اس قافلہ سے بھی دریافت فرما لیں جس کے ساتھ ہم مصر سے آئے ہیں۔ بیٹوں کا یہ تمام معذرت نامہ سننے کے بعد بھی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ لَا (پہ۔ یوسف) یعقوب نے کہا۔ بلکہ بنائی ہے تمہارے ہی نے ایک بات۔
اگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور یہ پورا واقعہ معلوم ہوتا تو یہ بات ان کو
معلوم ہونی چاہیے تھی کہ میرا لڑکا تو اپنے عزیز بھائی یوسفؑ کے پاس ہے، کوئی خطرہ اور ڈر نہیں بھڑ
انہوں نے اتنا افسوس کیوں کیا جتنا کہ ایک گمشدہ پر کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں اس دفعہ تو بھائیوں کا قصور نہ تھا، بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی جو بھی تدبیر کی تھی وہ مختار
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے کی تھی اور باقی جملہ بھائی نہ یہ کہ صرف بے گناہ ہی تھے بلکہ انہوں نے
بڑی زاری اور لجاجت بھی کی تھی کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے اس کو اس کے ساتھ بڑا پیار ہے، اس کو چھوڑ
دیں اور ہم میں سے کسی کو لے لیں۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کی پناہ ہم تو اسی کو
پکڑیں گے جس کے سامان میں ہمارا شاہی پیالہ اور پیمانہ ملا ہے۔

مگر اس کے باوجود کہ بھائیوں کا اس واقعہ میں کوئی قصور نہیں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
میٹوں کر یہی فرماتے ہیں کہ تمہاری ہی کوئی شرارت ہے، قَالَ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ لَا کیا جان
بوچو کہ اور دیدہ دانستہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میٹوں کو مجرم سمجھا؟ حالانکہ اس واقعہ
میں ان کا کوئی قصور نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجمالی رنگ میں تعبیر خواب کا نقشہ ذہن میں موجود تھا کہ کسی وقت خدا اس
کو پورا کرے گا۔ لیکن پوری تفصیلات کا علم نہ تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید سے یہ چیز وضاحت سمجھ معلوم ہوتی ہے
چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

یعنی رؤیا یوسف انہا صدق وان الله لا بد
یعنی میں حضرت یوسفؑ کے سچے خواب کے ذریعہ جانتا ہوں کہ
ان یظہرها (تفسیر ج ۲ ص ۴۸)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام

فصلیٰ مخالف کے اور دلائل
اس کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی مَافِی الْخَدِّ کا ارشاد فرمایا
فَیَكْبِدُ ۖ وَالْكَیْنُ ۚ اَکْ تَجْهَرُ سِرِّیْ ۚ بھائی حیلہ کریں گے۔ فِیْكَیْنُ ۚ وَاصْبِرْ ۚ اَسْتَقْبَالُ ۚ فرما کر قبل از وقت
علم غیب کی اطلاع دی۔ (مقیاس ص ۲۲۵)

الجواب مولوی محمد عمر صاحب ہی انصاف سے فرمائیں کہ کیا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنویں میں گرنے سے پہلے کنویں میں گرنے کی اطلاع دی تھی؟ اور کیا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کنویں میں گرے تھے یا گرے گئے تھے؟ اور بیٹوں نے مشورہ کر کے جب باپ سے حضرت یوسفؑ کو ساتھ لیجانے کا تقاضا کیا تھا تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیے **وَأَقْرَبَ مَا يَكُونُ فَرْمَانِي** کہ مجھے بھیڑیے کا خوف ہے، یہ کیوں نہ فرمادیا کہ مجھے یوسفؑ کے (بقول مولوی محمد عمر صاحب) کنویں میں گر جانے کا خطرہ ہے؟ اور پھر ان کو اس کنویں سے کیوں نہ نکال لاتے؟ اور عجیب بات ہے کہ پہلے تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دیتے ہیں مگر عین وقت پر جب کہ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کے لیے بھائی حیلہ کر کے ان کو ساتھ لے جا رہے ہیں تو اس وقت ان کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا کیا انہوں نے نبی اور باپ اور بڑا ہو کر محمدؐ ایسی جائز اور روا سمجھا کہ الیٰ کو کنویں میں ڈال ہی دیا جاتے؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) مولوی محمد عمر صاحب کو کچھ تو فرمانا چاہیے کہ قصہ کیا ہے؟

مولوی محمد عمر صاحب قرآن کریم کی یہ آیت **فَكَذَّبَكَ وَيَكْتُمُكِ وَذَكَرْتَ الْيَوْمَ عَلَيْهِمْ كَيْدَكَ** نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے آگے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے متعلق بڑے تین امور **مَاذَا أَتَكْتُمُ غَدًا** کے علوم غیبیہ کی اطلاع دی: (۱) یوسف علیہ السلام کا دوسرے بھائیوں سے برگزیدہ ہونا یعنی بادشاہی ملنا اور بھائیوں کا ماتحت ہونا (۲) تعبیر دنیا کا علم جو ابھی یوسف علیہ السلام کو حاصل نہیں تھا، اللہ کے پاس ہے یا لوح محفوظ میں **وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ** سے اس علوم الہیہ کی غیبی خبر دینا۔ (۳) **وَيُفَصِّلُ لَكَ مَا فِي الْأَرْحَامِ** سے یوسف علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری دینا یہ بھی **مَا فِي الْغَدَا** کا علم ہے اور آل یعقوب فرما کر مافی الارحام کے علم سے خبردار فرمایا، یہ ہیں خداوند کریم کے **مَاذَا أَتَكْتُمُ غَدًا** اور **مَا فِي الْأَرْحَامِ** کے پاس شدہ نبی جن کو تم محض خدا کا ہی خاصہ ثابت کر رہے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ان علوم خمسہ کا ہونا بالکل محال سمجھتے تھے۔ (ملفوظ مقیاس ص ۲۶۶)

الجواب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب اپنی جگہ حق اور صحیح ہے اور یہ اُسی خواب کے پیش نظر ہے جو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا مگر اس سے علم غیب یا علم مافی الغد یا علم مافی الارحام کثیر کرنا جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی بیباک یا بیخانت کا ثبوت دیا ہے، دور از کار بات ہے۔ یہی حضرت یعقوب علیہ السلام اس بیان اور ارشاد کے کئی سال بعد جب

ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈالنے کا پروگرام تیار کرتے ہیں تو ایک دن پہلے ان کو مافی الخد کا یہ علم نہیں ہوتا کہ کل میرے تحت مگر اور زور نظر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ اور بیٹوں کے منصوبہ طے کرنے سے ایک دن پہلے یہ نہیں جانتے کہ کل میرے بیٹے کیا سازشیں تیار کریں گے؟ جب مافی الخد قریب کا علم نہیں تو بعید کا کہاں سے ہو گا؟ اور اسی طرح ایک لطیف جیلہ سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس رکھا اور اس سلسلہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے قبل از وقت ان کا بھی کوئی علم حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ کو نہ تھا کیا یہ واقعات مولوی محمد صاحب کے نزدیک مافی الخد میں داخل نہیں ہیں؟ اور کیا ان کی پوری تفصیلات حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھیں؟ اگر تھیں تو کس دلیل سے؟ باقی مافی الارحام کے متعلق اسی کتاب میں مبسوط بحث آ رہی ہے کہ نزاع کس بات میں ہے اور خاصہ خداوندی اس میں کوئی شق ہے۔ غلط بحث علما اور اہل انصاف کے شایان شان نہیں ہے۔ مگر یہ

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رُو رسم شاہ بازی

علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ایک واقعہ یہ ہے کہ طود پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں دیدار کا خواہشمند ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو ہر گز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اچھا اگر تمہیں خواہ مخواہ شوق ہے تو میں اپنے فدی کی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر جارا تو پھر کہیں تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں دیکھ سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیہوش ہو کر گر پڑے، ہوش اور افاقہ ہوا تو فرمائے گئے۔ اے میرے رب! میری توبہ! میں بے چون و چرا تیرا حکم مانوں گا۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ ہو۔

وَلَمَّا جَاءَهُ مُوسَىٰ بِأَمْرَيْنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ
اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے

رَبِّ نِي أَنْظِرْ إِلَيْكَ رَقْلًا لِّي تَرَانِي وَلَكِنْ
 أَنْظِرْ لِي الْجَبَلَ فَإِنِ اشْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ
 تَرَانِي ۖ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْمِيزِ جَعَلَهُ ذَكَاوَةً
 مِّنْ مَّوْسَىٰ صَاحِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنَكَ تُبْتُ
 إِلَيْكَ ۖ وَأَنَا أَتُوبُ أَلُمُّوسِينَ ○

(پ ۹ - اعراف - ۱۷۸)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور پہلے ہی سے یہ جان لیتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار اور رؤیت نصیب نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے لطیف پہلیہ میں تنبیہ ہوگی تو کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سوال اور مطالبہ نہ کرتے، پھر جب ان کو معلوم ہوا، کہ اس سوال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے لطیف اندازہ سے تنبیہ فرمائی ہے تو توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔
 تَبْتُ إِلَيْكَ

اسی طرح ایک مرتبہ طور پر کافی دن لگ گئے اور سامری نے پھڑپھڑے کا ایک بالہ بنا کر لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف مائل کر دیا۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ قوم کو سمجھاتے رہے لیکن قوم نہ مانی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب واپس تشریف لائے اور قوم کو بچھا کر اپنی جہت میں مبتلا پایا تو حبیہ توحید سے سرشار ہو کر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی اور سر پرچہ کو خوب کھینچا کہ شاید انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہوگی۔ جب حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسلی بخش جواب دیا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جلد بازی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنی اس دعا میں شریک کیا جو نہایت اخلاص اور دل کی تہ سے نکلی تھی جس کی قبولیت کی پوری اُمید تھی۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو دیدہ واپس اپنے بڑے بھائی اور غیب کی کبھی ایسی جہ حرمتی نہ کرتے، لیکن وہ یہی سمجھے کہ شاید حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس میں کوتاہی ہوئی ہے۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلی بخش جواب سے ان کا اطمینان ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو طور پر اس کی اطلاع دی کہ تمہاری قوم سب کچھ بھڑے پر قربان کر چکی ہے۔ لیکن چونکہ تفصیلی حالات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر نہ تھے اس لیے انہوں نے تورات کی تختیاں راستے میں نہ بھیجیں اور جب قوم کے حالات بدستور نہ دیکھے، تو غصہ میں آکر تورات کی تختیاں زمین پر پڑے ماریں اور جلدی سے پیچھے کھ دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہے۔

لیس الخبر کالمعاينة (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۵) و یعنی سچ شنیدہ کے بوردانندیدہ

مستدرک ج ۲ ص ۲۲۱۔ قال الحاكم والنسائی علی شرطهما

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ ذکر ہے جس میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چند دن رہنے کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے خادم خاص حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد نبوت عطا ہوئی تھی۔ اس واقعہ کا ایک ایک جملہ بتلاد رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا۔ نیز حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا:-

یا موسیٰ! فی علمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل
لا تعلمہ انت وانت علی علم من علمہ اللہ
ہے جس کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ نے وہ علم سکھایا ہے
حکمت اللہ لا اعلمہ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۸) و مسلم ج ۲ ص ۶۶۹
جس کو میں نہیں جانتا۔

یہ دونوں بزرگ کشتی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے دیا سے اپنی چوٹی میں پانی اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے اور میرے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور دنیا کا پانی ایک قطرہ اور دنیا ان کی نسبت ہی کیا ہے؟ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۸) و مستدرک ج ۲ ص ۶۶۹ علی شرطهما

ان صحیح روایات سے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفی علم غیب کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے اور علم لدنی کے تحت بعض جزئیات کے علم سے مولوی محمد عمر صاحب کے ہاں مکتی جلتے بھی دیکھئے۔ وہ کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی ماذا انکسب غذا پاس تھے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۶۱) کہتے ہیں (۱) خضر علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے کشتی کی ایک تختی اگھاڑ دی، جس کی تعبیر بعد میں ظاہر فرمائی (۲) لڑکے کو قتل

کر دیا۔ اس بنا پر کہ وہ اپنے مال باپ کو بالغ ہو کر گمراہ کرنے کا (۳) دیوار بنادی کیونکہ اُس کے بچے خزانہ تھا (بلنظہ
مقیاس ۲۲۷) سبحان اللہ تعالیٰ۔ دیکھا آپ نے کہ غیب کی چند جزئیات سے مولوی محمد عمر صاحب نے کس طرح
کلی علم غیب بنا دیا ہے۔

حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی غیب کا علم حاصل نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود عن أناس
من الصحابة یعنی ہمت سے حضرت صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو حکم بھیجا کہ ہم نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلان جگہ پر وفات دے کر اپنے
پاس بلانے ہے، اس لیے وقت مقرر پر ان کو ساتھ لے کر وہاں پہنچنا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ لیا اور مقام مخصوص پر پہنچے تو وہاں ایک پدنگ پڑا ہوا تھا
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پر لیٹ جانے کا اشارہ کیا
چنانچہ وہ لیٹ گئے اخذ ہارون الموت فلما وجد حسه قال یا موسیٰ خذ عتبی الحدیث (متحدک)

۵۷۹، قال الحاکم والذہبی علی شرطہما) جب حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت کی علامتیں طاری
ہوئیں تو انہوں نے کہا، اے موسیٰؑ، تم مجھ سے دھوکہ ہی کر گئے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکما
مرفوع ہے خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز اس کے خلاف منقول نہیں ہے اس روایت
سے ثابت ہوا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وفات کے وقت تک علم غیب حاصل نہ تھا
خصوصاً اپنی ہی موت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی نے
کفار کے ساتھ جہاد کر کے مال غنیمت حاصل کر کے میدان میں رکھا کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے
کیونکہ پہلی امتوں کے لیے غنیمت کا مال حلال نہ تھا (لیکن آگ نہ آئی، اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا، معلوم
ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں خیانت سے کام لیا ہے۔ میرے ہاتھ پر ہر قبیلہ کا آدمی
بیعت کرے، جس قبیلہ نے خیانت کی ہوگی، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔ چنانچہ ایک
شخص کا ہاتھ بیعت کرتے وقت چمٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا، یہ تمہاری ہی خیانت ہے
(لاؤ کیا خیانت کی؟) چنانچہ انہوں نے گلے کے سر جتنا سونا لاکر مال غنیمت میں رکھ دیا، آگ آئی اور
اس کو جلا کر رکھ کر گئی (بخاری ص ۷۷، مسلم ۲، ۸۵۲) مشکوٰۃ ص ۳۵۲)

اہم طحاوی الحنفی، حافظ ابن کثیر الشافعی، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی (المبتدئی ص ۲۸) نے اس

کی تصریح کی ہے کہ وہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (شکل الآثار ص ۱۸، البدایہ والنہایہ ص ۱۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ اس تدبیر سے جوہر کی تلاش میں وقت ضائع نہ کرتے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مصر سے بھاگ کر مدین کے علاقہ میں گئے اور وہاں کنوئیں پر دو بیہیوں کو دوڑ کھڑے دیکھا کہ وہ اپنی بجزیروں کو روکے کھڑی ہیں اور انہوں نے ان کی بھول کو پانی نکال کر پلایا، تو انہوں نے گھر جا کر اپنے بوڑھے باپ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ذکر کیا، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا حالات پوچھے تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے؟ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری سرگزشت ان کو سنائی، انہوں نے فرمایا اب خوف نہ کرنا تم بچ نکلے ہو۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَهُ دَقَقَ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ
لَا تَحْزَنْ حَزُونَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○
پس جب پہنچا موسیٰ شعیب کے پاس اور بیان کی اس
سے اپنی سرگزشت، کہا اس نے مت ڈرنے کی تو قوم
بے انصاف سے (پ ۲۔ قصص ۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا، کیونکہ ان کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات ان کے بیان کرنے ہی سے معلوم ہوئے قصص علیہ القصص کے الفاظ اس پر اچھی طرح سے دلالت کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے ان کو معلوم نہ تھے اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ان کو پہلے ہی سے ان حالات کا علم ہوتا اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنے کی مطلق ضرورت پیش نہ آتی۔

علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور دیگر مختلف مخلوق پر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ ان کی فوج کے مختلف گروہ اور محکمے تھے اور وہ باقاعدہ ان کی حاضری لیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے حاضری لی اور ہر گروہ نظر نہ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا وجہ ہے، کب

واقعی ہڈ ہڈ غائب ہے یا مجھے نظر نہیں آتا۔ میں ضرور اس کی اس حکم عدولی پر سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو ذبح ہی کر دوں یا میرے پاس کوئی معقول عذر پیش کرے۔ اتنے میں ہڈ ہڈ بھی اٹکلا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہڈ ہڈ نے کہا۔ میں ملک سبا کے کچھ حالات معلوم کیے آیا ہوں کہ وہ آپ کو معلوم نہیں۔ چنانچہ اس نے وہ تمام واقعات جو ملک سبا کے متعلق اس کو معلوم تھے، بیان کئے۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْبَنِيَّانَ ۖ قَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدًى هُدًى
اَمْ كَانَ مِنَ الْغَايِبِينَ ۝ لَعَلَّكَ بَنُوْهُ غَدَابًا شَدِيْدًا
اَوْ لَدُنْكَ حَكْمَةٌ اَوْ لَمْ يَسْمَعْ يَسْمَعِيْنَ ۝
فَمَكَتْ فَجَرَّ بِعَبْدٍ ۖ فَعَالَ اِخْطَ اٰتُ رِبَا لَمْ يَخْطُ رِبَه
وَجِئْتُكَ مِنْ سَاءَ مَیْمَانٍ ۝
(پ ۱۹۔ نمل ۲۰)

اور خبر دینی حاضری الی سلیمان نے ارٹے پر بندوں کی تو کہا، کیا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہڈ ہڈ کو یا ہے وہ غائب، اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی نہ صریح، پھر بہت دیر نہ کی کہ ہڈ ہڈ نے اکر کہا میں نے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی۔ ادا آیا ہوں تیرے پاس ملک سبا سے ایک خبر لے کر تھکتی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا، اگر ہوتا تو جانوروں کی حاضری نہ لیا کرتے، اور جب ہڈ ہڈ کو نہ پایا تو پریشان نہ ہوتے، کیونکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ہڈ ہڈ ایک بڑی مفید ہاسوسی کرے گا، جس سے ملک سبا کے لوگ ایمان بھی لے آئیں گے، اور وہ ملک بھی ہمارے زیر اثر ہو جائے گا۔ پھر ہڈ ہڈ نے تو کمال ہی کر دیا۔ کس بے باکی سے وہ کہتا ہے کہ مجھے ایک خبر معلوم ہے مگر آپ کو اس کا علم نہیں کہ ملک سبا میں ایک عورت بادشاہی کرتی ہے۔ اگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو ضرور ملکت اور ملکہ سبا کے حالات معلوم ہوتے۔ ہڈ ہڈ بیچارہ یہ سب کچھ کہہ رہا ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی تک یقین نہیں آتا، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ رقعہ لے جاؤ، اور سبا والوں سے اس کا جواب لے آؤ، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اُحَدَقَتْ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۝ (پ ۱۹۔ نمل ۲۰) کیا تو نے سچ کہا، یا تو جھوٹ کہنے والوں میں ہے۔

لطیفہ: ان آیات سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ غیب کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہوتا، اور اچکل اکثر انسان بھی اس کو نہیں مانتے۔ ع۔
بہیں تفاوت راہ از کجا منت تا یکجا

فریق مخالف کا جواب اور اس کا پس منظر مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے بھی تم

اخذ کی ہے حالانکہ تمہارا یہ دلیل اخذ کرنا کج روی ہے، کیونکہ آپ کا نا واقعہ ہونا ثابت ہوا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے، تو جب آپ نے اس پر مذکر کو جو مجلس سے غیر حاضر تھا اسی کو فرمایا کہ میں آج مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے؟ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے تو یہ سنا ہی علامہ کے خلاف تھا، کیونکہ وہ مسرور قتل میں کئی اور بلا جو غیر حاضر ہو جاتے (۱) (مقتباس عن حضرت ص ۶۴)

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب مناظر اسلام کا جواب۔ سبحان اللہ تعالیٰ وہ اپنے دل موقوف جواب میں بڑے ہی خوش ہوں گے کہ میں نے جواب دے کر چار چاند لگا دیے، اور ان کے حلوی بغلیں بجاتے ہوں گے کہ واہ مولوی محمد عمر صاحب نے کمال ہی کو دیا، مگر درحقیقت کمال کی ٹانگ ہی ٹوڑ دی ہے۔ مولوی صاحب کو ذرا ہوش میں آکر یہ بتانا چاہیے کہ آپ نے جو یہ لکھا ہمارا ہے کہ آپ کا واقعہ ہونا ثابت ہوا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے کیا اس واقعہ سے ناواقفی صرف اس بات پر ہی موقوف ہے کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے؟ کیا حضرت سیماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ سے اس واقعہ سے ناواقفی ثابت نہیں ہوتی؟ کہ:

مَا لِيَ لَا أَدْرِي أَلَمْ يَكُنْ هَذَا مِنَ الْغَائِبِينَ ○ کیا بات ہے کہ میں ہڈہ کو نہیں دیکھتا؟ یا کیا وہ کہیں

(پ ۱۹۔ نل ۲) غائب ہو گیا ہے؟

کیا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تاج و تخت کے مالک حضرت سیماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم جمیع ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہو کر عمل یہ فرمایا ہے؟ باقی شاہی انتظام اپنے مقام پر بھی ہے، اس سے بحث نہیں ہے۔ بحث صرف اس سے ہے کہ حضرت سیماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈہ اور اس کے حالات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے؟ یا کیا عالم کل اور حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز غائب ہوتی ہے؟ الغرض مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب نہایت لچر اور بے معنی ہے، اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

منہج احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ؟ اسی ہڈہ کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی اُن کو خبر نہ تھی۔ ہڈہ سمجھا کہ

شائد اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی، یہ کہہ دیا، لہذا اس سے سند نہیں پکڑی جاسکتی (جلد الحق صفحہ ۱۶)
جواب مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس
 کا علم ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ:-

قَالَ سَنَنْظُرُ اَمَدَقْتُ اَمْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ○ سلیمان نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ کیا
 تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں شامل ہے۔

کیا خدا تعالیٰ کے بنی نے علم رکھتے ہوئے اور ہدایت کا بیان سننے ہوئے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ ہم دیکھ لیتے
 ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ میرا یہ خط لے جا اور اس کا جواب آ۔ اور مفتی صاحب ہی ازراہ انصاف
 یہ فرمائیں کہ کیا یہ قرآن کی آیت نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے صرف ہدایت ہی کی بات نقل کی ہے یا جھوٹ
 سلیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے؟ اور کیا مفتی صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے صریح مفہوم سے
 بھی سند نہیں پکڑی جاسکتی؟

مفتی صاحب ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں خدا کی سچی عدالت میں رقی رقی کا حساب ہو
 کر رہے گا اور دنیا کی ناپائدار وجاہت اور عوے ماندے سب فراموش ہو جائیں گے۔
 باش کہ تا طبل قیامت ز نند آن تو نیک آید و یا این ما
 ازالۃ الریب طبع اول کے وقت مفتی صاحب زندہ تھے اس انداز سے ان سے خطاب تھا اور اب تو وہ
 دنیا سے روانہ ہو چکے ہیں اور سب برزخی معاملات کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

یہ تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ تھا، اب ذرا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ
 اور واقعہ بھی سن لیجئے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں، ایک بڑی، دوسری چھوٹی۔ دونوں
 کی گود میں لڑکے تھے، کہیں غفلت میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک (بڑی) کے لڑکے کو بھڑپایا اٹھا کر لے گیا
 جو لڑکا کالج گیا تھا۔ اس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بڑی نے کہا یہ میرا ہے، چھوٹی نے کہا، یہ بچہ میرا ہے
 دونوں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فیصلہ لے گئیں۔ بڑی چونکہ عمر رسیدہ اور بچہ کا رشتہ
 اس نے بیان کا ایسا طریقہ اور لہجہ اختیار کیا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو سچی سمجھ کر بچہ اس کے
 حوالہ کر دیا اور دوسری کو محروم کر دیا۔ بڑی بہت شادان و فرحان واپس ہوئی اور چھوٹی کی دنیا کی کینیت

ہی کچھ اور تھی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حالات کا جائزہ لیا تو ان کو شک ہوا۔ انہوں نے فرمایا، اگر مجھے فیصلہ کا حق ہو تو میں بھی فیصلہ کر دوں۔ چنانچہ ان کو حکم بنایا گیا۔ انہوں نے خادم کو کسما، چھری لاؤ۔ چھری پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا میں لڑکے کو دو ٹکڑے کر کے تمہیں دیتا ہوں۔ بڑی خاموش ہو گئی۔ سمجھی ہوگی کہ دو کے بجائے چار ٹکڑے ہو جائیں میرا کیا بگڑتا ہے؟ لیکن چونکہ لڑکا چھوٹی کا تھا، وہ اس فیصلہ کو برداشت نہ کر سکی۔ سمجھی ہوگی کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا، تو کبھی کبھی تو دیکھ ہی لیا کر دل گی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جیل سے حقیقت کی تہ پالی، اور کیا بعید ہے کہ بڑی نے بعد میں اقرار بھی کر لیا ہو۔ بہر حال وہ بچہ چھوٹی کے حوالے کر دیا گیا (یہ روایت بخاری ج ۱ ص ۲۸۷ و مسلم ج ۲ ص ۲۸۷ وغیرہ میں موجود ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو وہ کبھی دیدہ دانستہ چھوٹی (جس کا حقیقہ وہ لڑکا تھا) کا حق بڑی کو نہ دلاتے (الغیاظ باللہ تعالیٰ) مگر معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ غیب کے علم سے منصف نہ تھے۔

فریق مخالفت کا تو یہاں تک غلو ہے کہ بزرگ رحم کے حالات سے بھی بخوبی واقف ہوتے ہیں، اور نطقہ کے قرار پکڑنے کا بھی ان کو علم ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچہ پیدا ہو چکنے کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس کا بچہ کھویا گیا اور کس کا زندہ رہا۔ اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اگر علم غیب ہوتا تو اس تدبیر کی ضرورت ان کو محسوس نہ ہوتی۔

فائدہ ۱ :- بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ بزرگ تو اپنی جگہ ہے، حیوانات کو بھی علم غیب ہوتا ہے مثلاً سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوج جب مارچ کر رہی تھی تو ایک حیوین نے دوسری حیوینوں کو کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں وہ تمہیں روند نہ ڈالیں اس سے معلوم ہوا کہ حیوینوں کو بھی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کا علم تھا، لہذا ان کا بھی غیب ثابت ہوا۔

اگر وہ لوگ قرآن کریم کے اصل مضمون کو دیکھتے تو ان کو اسی مضمون سے علم غیب کی نفی ملتی، لیکن کیا کیا جاتے غور تو کرتے ہی نہیں۔

جواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ الشُّعْلِ قَالَتْ فَمَنْكُمۡ
یہاں تک کہ جب فوج پہنچی حیوینوں کے میدان پر، کہا ایک

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا مَسَاجِدَكُمْ لَا يُحِطُ بِكُمْ سَلِيمٌ
وَجُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ (پہلے ۲)

چونٹی نے، اے چونیوں! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہیں ڈالے
تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ آیت ہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب فوج چونیوں کے میدان میں پہنچی تو اس وقت چونیوں
کو اس کا علم ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختلف قسم کے حیوانات پر
حکومت عطا فرمائی تھی، لہذا چونیوں کو بھی خدا وادھس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی
فوجوں کا اجمالی علم ہو گیا۔ اس سے چونیوں کے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا، البتہ یہ استدلال بہت
زیادہ قریب ہے کہ چونیوں میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ فطرت، جس اور شعور رکھا ہے کہ حضرت سلیمان
علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبر کو بھی غیب نہیں ہوتا، کیونکہ چونی نے کہا کہ وہ بے خبری میں نہیں رہتا
نہ ڈالیں اور چونکہ عالم الغیب کبھی بے خبر نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ آیت ہی صاف دلالت کرتی ہے کہ
چونیوں نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کو (جس میں اَلَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مِثْرِ الْمَسْجِدِ
بھی ہوگا اور دیگر تمام فوجی اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی بھی ہوں گے) بے خبر ثابت کرتی ہیں
جو ان کے غیب دان ہونے کی نفی پر صراحت سے وال ہے۔

علم غیب اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں مختلف اسلوب سے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے
مختصر الفاظ میں ان کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مضافات مومل میں شریفیوں کی طرف حضرت یونس
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تقریباً لاکھ سو لاکھ سالوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور ہمت
کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کی مگر قوم نہ مانی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر
ہی ان لوگوں سے ناراض ہو کر چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا (ابن کثیرؒ ۳)
قوم نے عذاب کے کچھ آثار دیکھے ہوں گے، گھبرا کر سب نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو راستہ میں ایک دریا سے گھڑنا پڑا۔ کشتی پر سوار ہوئے، جب کشتی دریا میں پہنچی تو کشتی غرق ہونے
لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے، قرعہ اندازی

ہوئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نکلا وہ دیا میں پھینک دیے گئے۔ مچھلی نے ان کو
لقبہ بنا کر نکل لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ ہی
میں رہتے۔ مچھلی کو تنبیہ ہوئی ہوگی کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم
نے ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش
پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو ان کو معافی ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

وَذَا النُّفْرِ اِذْ ذُهِبَ مُغَانِيًا وَّظَنَّ اَنْ لَّنْ
نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰ فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
فَاَسْجُدْ لَهٗ وَتَوَحَّيْٓا ۙ مِنْ الْغُوۡۤى وَكَذٰلِكَ
رَبَّحْنَا الْمُوۡۤمِنِيْنَ ۝

اور (سن لو) مچھلی والے کا (قصہ) جب چلا گیا غصہ ہو کر
پھر سمجھا کہ ہم نہ گرفت کریں گے اس پر پھر پکارا، اس نے
ان اندھیروں میں کہ کوئی فریاد رس نہیں تیرے سوا تو بے عیب
ہے اور میں تعالٰیٰ لغزش کرنے والوں میں پھر سُن لی ہم نے
اس کی فریاد اور بچایا ہم نے اس کو غم سے اور بول ہی ہم
بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

(پ ۱۶- انبیاء)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہوتا تو ان کو پہلے
ہی یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میں خدا کے حکم کے بغیر یہاں سے نہ جاؤں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی
دار و گیر ہوگی اور قدم قدم پر رنج کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ آخر
میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی عنایات سے انہیں نوازا اور ان کی اس لغزش اور غلطی سے اجتنابی سے
درگزر فرمایا۔

علم غیب اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تینے پارہ میں ایک صاحب کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ مجبور مستحقین
کرام کا بیان ہے کہ وہ بزرگ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ
وہ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نبی تھے۔

(مسندک ۲ ص ۲۸۷ قال الحاكم والذہبی علی شرطہما)

واقعہ یہ ہے کہ کسی اجڑی ہوئی بستی پر ان کا گذر ہوا، اس کی خراب حالت کو دیکھ کر ازراہ تعجب اسٹل نے فرمایا یہ بستی بھی کسی وقت آباد ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت پر یقین دلانے کے لیے ان کو وفات دے دی۔ ان کے پاس گدھا تھا وہ بھی فنا ہو گیا، کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں، وہ اللہ نے محفوظ کر کے اپنی قدرت بتلا دی کہ عادتاً جو چیز جلدی خراب ہو سکتی ہے ہم اس کو کس طرح بچا لیتے ہیں اور جو چیز (مثلاً گدھا وغیرہ) جلدی ضائع نہیں ہو جاتی ہم اس کو کس طرح فنا و برباد کر دیتے ہیں۔

غرضیکہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کر کے ان سے پوچھا کہ عرصہ مرنے کا کیا فرمایا؟ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تو سو سال مرنے سے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیں۔

اِذْ كُنَّا دِيْ مَوْعِدٍ مَّرَّةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ اِنِّىْ اُنْجِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مَاتَتْ عَامٌ ثُمَّ بَعَثَهُ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتُ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةً عَامٍ فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمْتُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پہ۔ بقرہ۔ ۲۵)

یاشل اس شخص کے کہ گدھا ایک شہر پر اور وہ گراؤ تھا اپنی چھتوں پر، بولایو کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے منہ سے پوچھا (ہونے) کے بعد پھر مرنے رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کتنا تو کچھ دیر یاں رہا، کسا، ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سر نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے کچھ کو نمونہ بنا دیا جا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح اُجھا کر جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر پستانے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہ اُٹھا کچھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے ہی سے وہ کیفیت معلوم ہوتی جو بعد کو معلوم ہوتی تو وہ کبھی اس پر تعجب نہ کرتے، اور پہلے ہی سے اطمینان کر لیتے، اور اگر ان کو علم غیب حاصل ہوتا تو کبھی بھی وہ سو سال کی طویل عمر کو ایک دن یا دن سے بھی کم کے ساتھ تعمیر نہ کرتے مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہو گئی کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو علم غیب حاصل ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان

کی نفع کو ترقی ہو جاتی ہے اس پر اسرار کھٹنے لگ جاتے ہیں اور علم غیب ملی کے اور اکاات اور ملکات اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ دعوے بالکل بے بنیاد ہے۔ ہاں جزوی واقعات محل نزاع نہیں ہیں۔

علم غیب اور حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

عصر دراز تک حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاد کے لیے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ بڑھاپے تک پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کے پاس ایک لڑکھڑکی میں بے موسم اٹھ دیکھے (لڑکھڑکی میں بے موسم اٹھ دول کا ملنا اور باوجود نیاں صحیح ہونے کے بولنے پر تین دن قادر نہ ہونا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مروی ہے۔ (مسندک ۲ ص ۲۹۹، قال الحاکم والذہبی صحیح) وہیں دعا کی، کہ جو خدا تعالیٰ اس کو بے موسم میوہ دے سکتا ہے شاید کہ وہ مجھے بھی اولاد دے۔ نماز کی حالت میں فرشتہ خوشخبری لے کر آیا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکا دے گا جس کا نام یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے لڑکا کہاں سے ملے گا؟ ارشاد ہوا اسی طرح ہوگا۔ فرمایا تو میرے لیے کوئی نشانی ہو جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب بیوی کو امید ہو گئی ہے:-

قَالَ اَيْنَكَ اَلَا تُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ
اَلَا رَمَزَ اَط (پ ۲- آل عمران - ۴)
لوگوں سے تین دن تک، مگر اشارہ سے

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو اپنی بیوی کے حمل کا علم بغیر نشانی اور علامت کے بھی ان کو ہو جاتا، لیکن چونکہ ان کو آخر عمر تک علم غیب نہ تھا اس لیے نشانی کی ضرورت محسوس ہوئی مگر فریق مخالفت کا یہ لغو اور بے بنیاد دعوے ہیں کہ ان کے نزدیک ولایت اور بزرگی کے لئے یہ شرط ہے کہ جب بھی نطفہ رحم (بقول ان کے فرج و شرمگاہ) میں قرار پکڑے تو ان کو علم ہو (العیاذ باللہ تعالیٰ) (ملاحظہ ہو جبریل النظم) کو غیر معصوم اقوال کے لیے نصوص کو رد کیا جاتا ہے۔

علم غیب اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب یہ سوال فرمائے گا۔ کہ تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے درے و درجہ و بناو، تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے، تو پاک ہے، مجھے کیا حق ہے کہ میں ایسی بات کہتا جس کا میں سرے سے محتار ہی نہ تھا۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو وہ تجھ کو معلوم ہے کیونکہ تو میرے جی کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا، اس لیے کہ: اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ۔ (بے شک تو ہی ہے غیب اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا) میں نے تو ان کو وہی بات کہی تھی، جس کا اثر نے مجھے علم دیا تھا کہ اے لوگو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَمْتًا مَّرْقُوبًا عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ (پ۔ ماہ ۱۶۰) خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم ۲ کو عیائیں نے الہ بنایا ہے۔ مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو میں ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ (کُنْتُ اَشْهَدُ عَلَىٰ اَعْمَالِهِمْ حِينَ كُنْتُ بَيْنَهُمْ) اہم کیرج ۲ مثلاً) مگر جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا، تو بعد کے حالات کی مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا کرتے اور کہتے ہیں، تو میری ہر چیز سے خبر رکھنے والا ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو تفصیل سے یہ معلوم ہوتا کہ قوم نے ان کے بعد کیا کچھ کہا ہے اور نزول من السماء کے بعد اگرچہ اجمالی طور پر ان کو اس کا علم حاصل ہوگا مگر تفصیل پھر بھی معلوم نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال کریں گے کہ تمہیں اپنی اپنی امت اور قوم کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا وَه فرمائیں گے

کہ ہمیں اس کا علم نہیں مطلب یہ ہے کہ خداوند ایتیرے علم کامل اور محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں لہذا قادیانیوں کا اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر استدلال بالکل باطل ہے **فائدہ** : شاید اور شیعہ کے نقطے سے کسی کو ہرگز یہ مخالف نہ ہو کہ اس سے غیر اللہ تعالیٰ کے علم غیب یا حاضر و نامر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم نے تبرید النواظر میں اس مسئلہ کی بجا لاف علیحدت کر دی ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ: اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **وَأَنْتُمْ كُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ فِي بُيُوتِكُمْ وَمَا تَدْخُرُونَ**۔

میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا جہاں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر سے ہے ہیں، یہ ہے علم غیب۔ (انتقوا بلفظہ جارا الحق ص ۵۹)

مفتی صاحب کا اس مضمون سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر استدلال محض اپنے ماؤف دل کی تسکین ہی ہو سکتی ہے اور بس۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علی معجزات کے بعد علی معجزات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا کہ: **وَأَنْتُمْ كُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخُرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** ○ (پ ۳- آل عمران ۵) تم یقین رکھتے ہو۔

اس آیت کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ خطاب صرف بنی اسرائیل کو ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی صرف بنی اسرائیل کی کھٹی ہوئی بھیڑوں کی طرف تھی (ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) مگر صدافسوس کہ یہ مکار بھیڑیں امت مسلمہ کی پہلانی ہوئی کھیتی چرگئی ہیں اور اب تو کھیتی پر قابض ہیں۔ چند قومی اور ملکی لوگوں کے کھانے اور پینے اور گھر میں اکل و شرب کی بعض اشیاء کو ذخیرہ بنا کر رکھنے کے علم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم ہر ملک اور ہر اہل مذہب کے متعلق تفصیلی حالات معلوم تھے، اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کے در خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے جاتے تھے، بعض حالات کے علم سے جو لوگوں کے ایمان اور

یقین کو بڑھانے کے لیے بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا تھا، علم غیب کیسے ثابت ہوا؟ غیب کی چند خبروں اور جزئیات کو ”یہ ہے علم غیب“ سے تعبیر کرنا مفتی احمد یار خاں ہی کا کام ہو سکتا ہے، آخر مفتی جو ہوتے۔ ہم آئندہ باحوالہ عرض کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اقرار فرمایا کہ قیامت کی خاص گھڑی کا علم مجھے نہیں ہے۔ مگر مفتی صاحب کے نزدیک ان کو غیب کا علم حاصل تھا۔ ہم تو اسی کے قائل ہیں جس کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود قائل تھے مفتی صاحب اپنے لیے سوچ لیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں! ۷

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مرنے اکھڑ گئے

یہ مری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

مولوی محمد عمر صاحب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ سے غیر متعلق آیت سے اپنا باطل مدعا ثابت کرتے ہوئے طویل کلام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:-

”چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ کی بریت سے پہلے اپنے رب کی بریت فرمائی۔ فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَبُو اَنْ كُو اُنْ كے ابن اللہ کہنے کا علم اُسی وقت تھا جس بنا پر اپنے اُن کا رد کرتے ہوئے اپنے اللہ کی بریت فرمائی، جس سے اُن کے علم غیب کا ثبوت ملا اور علم مافیٰ غیب کی دلیل بیان فرمادی۔ پھر اَللّٰہُ اَلْکَلْبُ فَرَا کَرَمَ اَلْمَاذِ اَلْکَلْبُ عَدَا کَا اَلْمَا فَرَمَا اور وَجَعَلْنِیْ نَبِیًّا سے ثابت کر دیا کہ نبی اللہ کی نظر پر الٰہی علم غیب پر ہوتی ہے“ (مقیاس ص ۳۲۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:-

”فرمایا وَ مَبْرَا اَبُو اَلْدِیْنِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا میں اپنی ماں کے متفق ہوں یعنی مجھے اللہ نے پرہیزگار اور متقی بنایا ہے، اور میری والدہ بھی بڑی متقیہ ہے اور میری والدہ کی عصمت کا ثبوت واضح ہے، کیونکہ اللہ نے مجھے منکبر اور بد بخت نہیں بنایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے منکبر اور بد بخت بنا دیتا تو یہ علامت دلالت نام کی ہوتی ہے۔ جب میں منکبر اور شقی نہیں تو دلالت نامیں معاذ اللہ اور جب میں دلالت نام نہیں تو میری والدہ مشکوکہ نہیں جیسا کہ تم سمجھ بیٹھے ہو اس آیت کہ میں سے مافیٰ الارحام کا علم اور مافیٰ القلوب کا علم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے یقیناً ثابت ہو گیا“ (بلغۃ مقیاس ص ۳۲۲)

جواب

مولوی محمد عمر صاحب نے علم غیب کا متنازع فیہا مسئلہ جو اس آیت سے کشید کیا ہے اور اپنی فطرت اور سرشت سے مجبور ہو کر جو کچھ کہا ہے، وہ نرا عجوبہ بلکہ خالص اختراع اور ایجاد بندہ ہے جن اخبار غیب اور انباء غیب کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اور وہ بھی شیر خواگی کے عالم میں اس کا کس کو انکار ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبودیت اور رسالت کا اور نیز اپنی والدہ ماجدہ کی محبت اور پاکدامنی کا جو اظہار فرمایا ہے اور جس چیز کی انہوں نے منجانب اللہ اطلاع دی ہے وہ بالکل حق ہے مگر اس میں اپنی والدہ کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے، ساری مخلوقات کے حالات کا ذکر نہیں ہے۔ ایسی چند جزئیات کو کمالی کا درجہ دینا اور اس پر اپنی باطل پرستی کی دیوار اور عمارت کو استوار کرنا کسی عقلمند کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے جس علم غیب کے مسئلہ کا فریقین میں تنازع اور اختلاف ہے، یہ آیت اور آیت کا کوئی بھی جملہ اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتا، اور جو چیز اس سے ثابت ہے وہ نہ تو متنازع فیہ ہے اور نہ مولوی محمد عمر وغیرہ کو مفید ہے۔ کھانا یا خفی علیٰ احد من اهل العلم خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ کہہ دینے کا نام ہرگز دلیل اور ثبوت نہیں ہوتا۔ دعوت اور دلیل میں مطابقت، پھر جو دلیل جس آیت اور حدیث وغیرہ سے پیش کی گئی ہو اس سے اس کا ثبوت اہل علم کے نزدیک ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب اپنی مرعی کی ایک ٹانگ ہی کہتے چلے جائیں اور شکلف بلکہ بکج کسی آیت اور حدیث کو اپنی دلیل بتاتے رہیں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟

لاکھ نہ لغوں لکھ سواری سے بھی تو کیا ہوتا ہے

حسن انسان کا جب تک کہ خف اللواد نہ ہو

اس باب کے آخر میں ہم قرآن کریم کی ایک آیت اور اس کی تفسیر میں معتبر اور مستند تفاسیر کے حوالے عرض کرتے ہیں جس میں تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقرار سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس سے ایک منصبت مزاج آدمی بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے؟

قیاس کن ز گمستان من بہار مرا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور تمام حضرات انبیاء کرام

علیم الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیاں جمع کرے گا۔ پھر سوال فرمائے گا:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۚ
 قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝
 جس دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر سوال
 کرے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا وہ فرمائیں گے ہم کو علم
 نہیں تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا۔ (پ۔ المائدہ - ۱۴)

یہ سوال مشرکین امتوں کے رب و پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم ان کے پاس پیغام حق سے
 کر گئے تھے تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کہاں تک انہوں نے دعوت الہی کی اجابت کی تھی۔

ہرگز نہ ہر نبی اور رسول سے اس کی ساری امت کے متعلق سوال ہوگا، خواہ وہ امتی قریب ہوں یا
 بعید، ان کی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہلے وفات ہو گئی ہو یا بعد تک زندہ رہے ہوں
 اور نیز ظاہری اور باطنی جملہ کیفیات اجابت اس میں داخل ہیں، اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و
 السلام کا جواب اس کے بغیر اور کیا ہو سکے گا کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، غیب کا جاننے والا تو
 صرف تو ہی ہے اور جب کہ بنی آدم کے جملہ ظاہری و باطنی احوال ماکان و مایکون میں داخل ہیں تو معلوم
 ہوا کہ جمیع ماکان مایکون کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی اور رسول کو نہیں اور نہ قیامت تک ہوگا، کیونکہ
 ان تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بیان قیام قیامت کے بعد ہی ہوگا۔ قرآن کریم کی یہ نص
 جو قطعی الدلالت ہے صاف بتا رہی ہے کہ عالم الغیب اور ظاہر و باطن کو جاننے والا اللہ تعالیٰ کے
 بغیر کوئی بھی نہیں، اگرچہ وہ رسول اور نبی ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ وہ بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عدالت
 میں تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام قوموں اور امتوں کے رب و پیش کر دیں گے۔
 اس آیت میں حضرات مفسرین کرام کو ایک اشکال یہ پیش آ گیا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کو اپنی امتوں کے جواب کافی الجملہ علم تو ضرور ہے، پھر حق تعالیٰ کے سامنے انہوں نے مطلقاً علم
 کی نفی کیوں کر دی؟ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے حضرات مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں، اور چونکہ
 ان میں سے اکثر میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ
 پر درست ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-

معناہ لا علمہ لنا کلہمک فیہم لا نکتک تعلمہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے متعلق لے اللہ تعالیٰ تیری طرح

ما اضمروا وما اظهروا فعملك فيهم الفذ
من علمنا وابلغ .

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۵۹)

حضرت امام رازی رحمہ اللہ اس قول کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

هو الامم وهو الذي اختاره ابن عباس
في قوله سبعة زيادة صحيح ہے اور اسی کو حضرت ابن عباس
نے اختیار فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۸)

اور خطیب شریفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

لا علم لنا بما انت تعلم انت
علام الغيوب فتعلم ما اجابوا وما اظهروه
لنا وما علمه مما اضمروا في قلوبهم۔

(سراج منیر ج ۱ ص ۲۰۰)

اور علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر ج ۲ ص ۸۳ میں اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے انوار التنزیل ج ۱ ص ۱۱۱ میں اسی
قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمہ اللہ اس قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

قالوا لا علم لنا باخلاص قومنا دليلك انت
انت علام الغيوب (مبارک ج ۱ ص ۲۳۱)

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

رواه ابن جرير ثم اختار على هذه الاقوال
الثلاثة ولا شك انه قول حسن وهو من باب

التأدب مع الرب جل جلاله اي لا علمنا
بالنية الى علمك المحيط لكل شئ ونحن و

ان كنا قد اجبننا وعرفنا من اجابنا ولكن منهم
من كنا انما نطلع على ظاهره لا علم لنا بباطنه

وانت العليم بكل شئ المطمح على كل شئ

اس قول کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نسخہ

روایت کیا ہے اور باقی کے تین اقوال پر اس کو ترجیح دی ہے اور اس

میں شک نہیں کہ یہ قول اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا

ایک بہترین نمونہ ہے کہ اے ہا اے اللہ تیرے علم محیط کے مقابل میں

ہم کو کچھ علم نہیں ہے اور ہم کو اگرچہ جواب ملا تھا اور ہم ان

کو بھی جانتے ہیں جنہوں نے ہماری دعوت قبول کی تھی لیکن

انہیں وہ بھی کچھ ہے کہ ہم کو ان کے صرف ظاہری حال کی اطلاع تھی

فعلنا بالنسبة الى علمك كذا علمك انك

انت علام الغيوب

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ - ص ۱۱)

اور ان کے باطن کا علم ہم کو نہیں اور تو ہر چیز کو جاننے والا ہے ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے پس ہمارا علم تیرے علم کے مقابل میں مثل عدم علم کے ہے کیونکہ تو ہی علام الغیوب ہے۔

اور المفتی الشیخ محمد عبدالعزیز المصری (المتوفی ۱۳۲۵ھ) کہتے ہیں کہ:-

یعنی انہ لیس بنفی لعلمہم باطلاق وانما هو

لغی لعلم الاحاطة الذی هو خاص بالخلق

العلیم اذا الرسل كانوا یعلمون ظاہر ما

أخبروا به من مخابرہم ولا یعلمون باطنہم

ولا حال من لہم لیروا من امہم والذی

تعالی الیہم من ذالک وهو قلیل من کثیر

(المنار ج ۳ ص ۲۵۲)

اس میں مطلق علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس میں اس علم کی نفی

ہے جو محیط ہو، جو خاصہ باری تعالیٰ ہے، کیونکہ حضرات انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو غائبین کے ظاہری جواب کو جانتے تھے

اور باطن سے وہ مطلع نہ تھے اور اسی طرح امت کے اُن افراد کا علم

بھی اُن کو نہ تھا جن کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے

دیکھا نہیں، ہاں مگر جن کے حالات اللہ تعالیٰ نے بذریعہ

وحی بتا دیے تھے مگر وہ لکثیر و مقدار میں صحبت ہی کم تھے۔

حضرات مفتیین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام کو اگر یہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا

اور ہمارا دین قبول کیا تھا، لیکن ان کو پورے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون اُس پر قائم رہا، اور

کس کا کیسا انجام ہوا اور کس نے کیا کیا نئی بدعات نکالیں۔ اس لیے وہ فرمائش گئے کہ لا علم لنا، ہم کو

ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہے اور جزا و سزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے

دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۴ - معالم ج ۲ ص ۸۹، خازن ج ۲ ص ۸۹ - البر السعد ج ۴ ص ۸۳، مارک ج ۱ ص ۲۳۹

برضاوی ج ۱ ص ۱۱۰، جامع البیان ج ۱ ص ۱۰۸، اور تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۸ وغیرہ۔ اس قول سے بھی ہمارا مدعا

ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان کی اُمتوں پر جو احوال

ظاری ہوئے، اُن کا تفصیلی علم اُن کو نہ تھا اور اگر جمیع ممالک و مایکون کا علم ان کو ہوتا تو ضرور اس کا علم

بھی ان کو ہوتا۔

تیسری توضیح حضرت امام رازی رحمہ اللہ کی ہے کہ علم سے مراد خاص علم یقینی ہے جو احکام کثرت

موجہ ہوتا ہے، اور مخلوقات میں سے ایک کو دوسرے کے اندرونی احوال کا جو علم ہوتا ہے، وہ عام

طود پر ظنی ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ وحی سے ہو اور وہ احکام دنیوی میں تو معتبر ہے مگر عالم آخرت کے احکام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ ارشاد فرمائیں گے لَا عَلَمَ لَنَا ہم کو اپنی امتوں کے احوال کا علم یقینی نہیں (مفسر کبیر ج ۳ ص ۶۸) اس تو حید سے بھی ہمارا مدعی ثابت ہے۔ کمالاً بخفی۔

چوتھی تو حید یہ کی گئی ہے کہ لَا عَلَمَ لَنَا کا مطلب یہ ہے کہ خداوند اہم کو معلوم نہیں کہ آپ کے اس سوال میں کیا حکمت مضمون ہے (معالم ج ۲ ص ۸۹ و خازن ج ۲ ص ۸۹) یہ قول قبل سے نقل کیا گیا ہے، قائل کا بھی علم نہیں کہ کون تھا اور کیا تھا؟ پھر سیاق اور سباق سے اس کا ربط بھی قدرے بعید ہے۔ تاہم ہمارے مدعی کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پانچویں تو حید اس کی یہ کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم تو تھا کہ امتیوں نے کیا جواب دیا۔ مگر سکوت اور ادب و تواضع کے طور پر یہی مناسب سمجھیں گے اور فرمائیں گے کہ لَا عَلَمَ لَنَا ہم کو علم نہیں ہے تو ہی بخوبی جاننے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۸ و خازن ج ۲ ص ۸۹)

حافظ ابن قیم الحنبلی (المتوفی ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ لوگوں نے تمہارا کیا مانا یا نہیں، تو وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ ہمیں علم نہیں، تو ہی سب پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس طرح لاعلمی کا اظہار کرنا پاس ادب کے علاوہ حق اور نفس الامر کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے علوم بلکہ سب مخلوق کے علوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم کے سامنے ہیج اور لٹے ہیں جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ایک ٹمٹماتے چراغ کی کوئی حقیقت نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے مخلوق کے علوم کی کوئی سستی نہیں۔ (کتاب التقدير ترجمہ شفاء العلیل لحافظ ابن قیم ص ۶۶)

اس قول کو فروعی مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے مگر یہ ان کی جہالت ہے، اس قول میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کہ تمام امتیوں کے ظاہر و باطن اور جملہ حرکات و سکنات سے بیخبر آگاہ تھے مگر تاو ب مع اللہ کے طور پر لَا عَلَمَ لَنَا فرمائیں گے، اور اگر یہی بات ہوتی تو اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ہی کافی تھا لَا عَلَمَ لَنَا کی کیا ضرورت تھی، جیسا کہ کسی متاقل پر معنی نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کیا تاو ب مع اللہ اور تواضع اسی پہلو سے پورا ہوگا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام دیدہ و انتہ خلاف واقع بات فرمائیں؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ (وغیرہ) لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اعلما الغیب کو تواضع اور اظہارِ عبودیت پر عمل کیا ہے بل ہولیس بیشی کمالاً یخصی (روح المعانی ج ۷، ص ۱۳۵) تو یہ مرجوح تو کیا ہوتا بلکہ یہ بالکل ہیج اور لا یعابہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحبِ مواقف (ص ۱۷۰) لکھتے ہیں کہ لا نسلم انه فی معرض التواضع؛ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے یعنی یہ کہ علم تو ان کو ہو مگر محض تواضع کے طور پر اسکی لغی کریں یہ ہم نہیں مانتے۔

فریقِ مخالف کی عجیب منطق اور نرالی محبت ہے، اس توجیہ کا بصورتِ صحت صرف یہی مطلب ہے کہ اے خداوندِ کریم ہم کو تفصیلی اور یقینی علم تو تھا ہی نہیں، اور جس قدر تھا بھی تو اس کا اظہار اس موقع پر کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا۔ اس لیے ازرو ادب و تواضع ہم یہ کہتے ہیں لَا عَلَمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَٰمُ الْغُیُوبِ، تو یہ ادب اور تواضع نفس الامر کے بالکل موافق ہے نہ یہ کہ مخالف، لہذا یہ توجیہ بھی فریقِ مخالف کو سودمند نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے مدعی کے بالکل عین موافق ہے۔ پھر یہ بھی خیال ہے کہ اس توجیہ کو محض ایک احتمال کی صورت میں علامہ رازی رحمہ اور خازن رحمہ نے نقل کیا ہے، ان میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا، صرف احتمالی توجیہ کو اختیار کرنا اور مذکورۃ الصدق صحیح توجیہات کو جن میں سے بعض کو حصر کے ساتھ بعض حضرات مفسرین کرام رحمہ نے ترجیح دی اور اختیار کیا ہے، ترک کر دینا خالص دین سے غفلت حق جوتی سے انحراف اور محض ہونی پرستی ہے۔

خوابِ غفلت میں رہیں گے تا رہیں گے اہلِ چین
برق کے شعلے حدودِ گلستان تک آگئے

چوتھی توجیہ اس آیت کی یہ کی گئی ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جس وقت یہ سوال ہوگا اس وقت گھبراہٹ و خوف و ہراس کی وجہ سے ان کے حواسِ حاضر نہ ہوں گے اور اس گھڑی وہ بہت سی باتوں کو بھول جائیں گے اور اس وجہ سے وہ فرمائیں گے لَا عَلَمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، اس قول کو حضرت مجاہد رحمہ حسن بصری رحمہ اور حضرت ابن عباس رضی کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۷ و معالم ج ۲ ص ۱۱۷ و ابوالسعود ج ۴ ص ۸۳) مگر اس توجیہ پر چند وجوہ سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً متعدد حضرات مفسرین کرام رحمہ نے اس پر کلام کیا ہے چنانچہ حضرت رازی رحمہ لکھتے ہیں کہ اس توجیہ

کو اگرچہ ایک جماعت نے اختیار کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف اور کمزور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثواب کے بیان میں فرمایا ہے کہ اُن کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی، اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن مومنین صالحین کے چہرے چمکتے ہوں گے اور ہشاش بشاش ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان پیرو، نصاریٰ صائبین میں سے جو بھی صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں اُن کو اُن کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ پس جب مومنین کا یہ حال ہوگا۔

فکیف یکون حال الانبیاء والمرسل اقل من ذالک ومعلوم انہم لو خافوا لکافوا اقل منزلة من هؤلاء الذین اخبر اللہ تعالیٰ عنہم انہم لا یخافون البتۃ (کبیر ج ۳ ص ۳۸۸) اور علامہ خازنؒ کہتے ہیں کہ:-

وهذا فيه ضعف ونظر لان الله تبارک وتعالیٰ قال فی حق الانبیاء لا یحزنہم الغنح الذکیر۔ (خازن ج ۲ ص ۸۹) یہ قول ضعیف ہے اور اس میں کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ بڑی گھبراہٹ ان کو غم اور غم میں نہ ڈالے گی۔

اور علامہ ابوالسعود الحنفیؒ اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ آیت کبریٰ میں لا یحزنکم لانا کی جو اُنک اُنک علامۃ الغیوب سے علت بیان کی گئی ہے، وہ اس توجیہ کے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ لا یلائمہ التعلیل المذکور۔ (ابوالسعود ج ۴ ص ۵۸) یہ مذکور تعلیل اس کے ہرگز موافق نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ دھوکا کی توجیہ پر شیخ الاسلامؒ نے اعتراض کیا ہے کیونکہ:-
اَنْتَ عَلَمُ الْغُیُوبِ فی موضع التعلیل و اللہ تعالیٰ کا یہ اِشعار اَنْتَ عَلَمُ الْغُیُوبِ مقام تعلیل میں ہے اور یہ توجیہ کی توجیہ کے ساتھ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۴۱)

الغرض یہ چھٹی توجیہ اگرچہ بعض سلف سے منقول ہے مگر محققین نے بوجہ بالا مذکورہ اس کو ضعیف اور کمزور بتایا ہے، اس لیے اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

وَقَائِدًا کیا اس ذہل کے بلے جمیع ماکان و مایکون کا علم ہو تو تب ہی یہ متحقق ہو سکتا ہے؟ اگر بعض کا

علم ہو مثلاً اُمت کے ظاہری احوال اور اُمت کے جن افراد کو اشخاص کو دیکھا ہے، اسنی سے متعلق یہ علم ہو اور اس گمراہٹ میں اُس سے بھی ذہول ہو جائے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا؟ عقلاً اور نقلاً ذہول اور جمیع ماکان و مایکون یکے علم میں کون سا تلازم ہے؟ اگر یہ تو جہرہ صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب بھی اس کے بغیر کچھ نہیں ہوگا، کہ ظاہری طور پر جو محدو علم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوگا، اس سے متعلق بھی وہ فرمادیں گے لا علم لنا۔ اور رب ظاہری علم کے علاوہ باطنی اور محیط تفصیلی تو وہ اُنک انت علام الغیوب میں داخل ہے (کہ تو ہی جانتے ہے کیونکہ تمام غیوب کا جاننے والا ہی بس تو ہے)

و ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن خوف و ہراس ہوگا جس کی بنا پر وہ لا علم لنا کا اظہار کریں گے تو جناب خاتم النبیین شیخ المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خوف و ہراس کا ثبوت تو کہیں بھی نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس طاری ہوگا کہ آپ کے حواس مبارکہ بھی بجا نہ رہیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) دیکھا آپ نے کہ اہل بدعت نے اپنے خانہ ساز اور جعلی عقیدہ کے لیے محض جمیع ماکان و مایکون کے علم کے تحفظ کے لیے صرف یہ تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ ان کو شدت کے ساتھ اس پر اصرار بھی ہے کہ یہ خوف و ہراس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی طاری ہوگا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور آپ کی فضیلت اور خصوصیت کی قطعاً کوئی پروا نہ کی، محبت ہوں تو ایسے ہوں اور عاشق ہوں تو ایسے ہوں۔ آخر توحید و سنت کا ترک کرنا یہی کچھ تو سکھاتا ہے۔

عمل اُن سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا

کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نغم البدل آیا

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جب کہ ساری مخلوق پریشان اور بے چین ہوگی تو اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی دل جمعی اور استقامت حاصل ہوگی جس کی نظیر نہیں مل سکے گی اور کیوں نہ ہو آپ کی جلالت شان اور علو ہمتی ہی اس کی مقتضی ہے۔

جسے فیض خدا سے ذوق درویش نہ ملتا ہے

اسی کو دو جہاں میں منصب شاہانہ ملتا ہے

تعجب ہے مفتی احمد یار خاں صاحب (وغیرہ) پر کہ وہ صحیح اور مختار تفسیر کو چھوڑ کر سارا زور ہی اہل

صرف کرتے ہیں کہ، تیسرے یہ قیامت میں جس وقت عیسیٰ فرمائے گا وقت ہوگا اس وقت انبیاء کرام
یہ فرمائیں گے اور پھر آگے اپنی معتبر تفسیر روح البیان شریعت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ جواب قیامت
کے بعض موقعوں میں ہوگا اور اس کے بعد سوا اس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رست
کی تبلیغ فرمادی اور ہماری قوم نے کیا جواب دیا۔ (بلغفہ ج۱ الحدیث ص ۱۹)

مفتی صاحب ذرا ہوش میں آکر یہ بتائیں کہ اس صورت میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
فضیلت اور شان پر کوئی اثر تو نہ پڑے گا؟ اور اس میں توہین اور تنقیص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
تو نہیں ہوگی، اگر کوئی اور ایسا کہتا تو آپ زمین کو سر پر اٹھا لیتے مگر سچ
اس گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

باب ششم

اس باب میں ہم قرآن کریم کی بارہ عدد آیاتِ مح مستند اور معتبر تفاسیر کے عرض کرتے ہیں جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام پیغمبروں کے سرور، امام الانبیاء، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ علم الغیب تھے اور جب آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا تو یہ بیکراں چہرہ رہے۔

اس باب میں پیش کردہ آیات کے جوابات میں جو جو عذر لنگ فزایق مخالف کی طرف سے کئے گئے ہیں ان کے چہرے سے بھی اچھی طرح نقاب کشائی کی گئی ہے، اور فریق مخالف کے خیالات اور نفسی میلانات کی پردہ دری بھی ضروری ہی تھی کیونکہ پردہ دری کے بغیر درون پردہ کا نظارہ کس نے کیا ہے؟ ارادہ تھا کہ اس باب میں کم و بیش پچاس آیات پیش کی جاتیں مگر خوف طوالت اس کو نظر انداز کیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب دائرہ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا نہ بن جائے، اس لیے انہی آیات پر اکتفا کی گئی ہے۔ د فیہا کفایۃ لمن لہ ہدایۃ۔

پہلی آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْتُمِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○
 بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کے علم اور اتار دینے کا مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو علم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا، تحقیق سے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے والا خبردار ہے۔
 (پ۔ لقمان - ۴۰)

ان هذه الخمسة في خزنة غيب الله لا يطلع عليه
بعد من البشر والملك والجن (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵)
معالم ج ۲ ص ۱۵۶، عمدة القاری ج ۷ ص ۵۱۹، و مشهور ج ۵ ص ۵۱۹
روح المعانی ج ۲ ص ۹۰ و تفسیر احمدی ص ۳۶۱ واللفظ لہ
ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں
دفن کہاں ہوں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت مذکورہ نازل
ہوئی کہ یہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب میں ہیں
ان پر نہ تو کوئی بشر اور فرشتہ مطلع ہو سکتا ہے اور نہ جن۔

معالم التنزیل، عمدة القاری اور روح المعانی وغیرہ میں حادثہ کی بے لگائی وارث اور عمر کی جگہ عمر و آیا
ہے۔ کچھ بھی ہو مطلب واضح ہے کہ چونکہ سوال ہی ان پانچ اشیاء کے متعلق ہوا تھا، اس لئے جواب میں بھی
اسی پر اقتصار کیا گیا ہے، اگرچہ ہزاروں اور لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تفصیلی
علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہی کو حاصل ہے اور بس۔

اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

دوسری وجہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ بدر الدین علی بن الحنفی رحمہ اللہ اور مفتی عبد الرحمن
لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ ہماری عبارت میں یہ ہے کہ: ان پانچ چیزوں کے اندر صہر کی حکمت یہ ہے
کہ عالم پانچ قسم کے ہیں، عالم حیوان، یحیو مافی الارحام۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالم
نباتات یا بالفاظ دیگر عالم علوی جو نباتات کا سبب اور ذریعہ ہے وینزل الغيث میں اسی کی
طرف اشارہ ہے۔ عالم سفلی یا بالفاظ دیگر عالم برزخ۔ باقی ارض قنوت میں اسی کی طرف
اشارہ ہے۔ عالم زمین اور جو کچھ اس میں حوادث ہوتے ہیں ماذاتکسب غذا میں اسی کی طرف
اشارہ ہے اور عالم آخرت اور عندہ علم الساعۃ اسی کی طرف مشیر ہے۔ دیکھئے فتح الباری
ج ۱۳ ص ۳۰۹ و عمدة القاری ج ۱۱ ص ۵۱۹ و تفسیر المنارج ص ۶۸۵۔

اور الشیخ احمد المصنوع بلایون الحنفی لکھتے ہیں کہ:-

فان قلت فما فائدة ذكر الخمسة لان جميع
المغيبات كذلك قلت فائدته ان هذه
الخمسۃ معظم الغیومات لانها مفاقمها فانه
اذا وقت مثلا على مانی غدر وقت علی موت
زید وتولد عمرو وفتح بکر ومقهور
اگر تو یہ کہے کہ ان پانچ اشیاء کے ذکر کرنے میں کیا فائدہ ہے
حالانکہ سب مغیبات اسی طرح ہیں، تو میں جواب میں کہوں گا۔
کہ ان پانچ اشیاء کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ معظم غیومات
بلکہ غیوبات کی جابیاں ہی یہی ہیں کیونکہ اگر مثلاً کوئی شخص کل
کے حادثہ پر آگاہ ہو گیا تو وہ زید کی موت عمرو کی ولادت بکر کی

خاله و قدوم بشر وغير ذالك مما
في الغد وهكذا القياس -

(التفسير الاحمديہ ص ۳۹)

فائدہ ۱۔ قرآن کریم کی اس آیت میں جس علم کی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ
تخصیص کی گئی ہے، وہ علم کلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کے کلیات کا بطور کلی علم صرف ذات
خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے، اور آگے بعض احادیث ادا ثار اور اقوال علماء میں سے ان میں سے
جس بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لئے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے، اور ایجاب جزئی اور
رفع ایجاب کلی میں کوئی منافات نہیں ہوتی،

چنانچہ علامہ آلوسی الحنفی رحمہ اللہ لَدَ يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کی
تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

فاللائق ان لا يعتبر في الآية سلب العموم بل
يعتبر عموم السلب ويلتزم ان القاعدة اغلبية
فكذلك يقال في السلب والعموم في جانب الفاعل
(روح المعاني ج ۲ ص ۱۲)

بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف اور آشکارا الفاظ میں وہ لیل لکھتے ہیں کہ:-

وانه يجوز ان يطلع الله تعالى بعض اصفيائه
على احدى هذه الخمس وميزقه
عز وجل العلم بذلك في الجملة و
علمها الخاص به جل و علا ما كان
على وجه الاحاطة والشمول
لاحوال على منها وتفصيله على الوجه
اللاتم وفي شرح المنادى للجامع الصغير في
الكلام على حديث بریدة في السابق خمس لا

یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان
پانچ امور میں سے کسی چیز پر مطلع کرے اور اللہ تعالیٰ
ان کوئی الجملہ ان کا علم عطا فرمائے اور ان امور خمسہ میں
سے جو علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے وہ ایسا علم ہے جو
علاوہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہے کہ ان میں سے ہر
ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع
صغیر کی شرح میں مقدمہ نامی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ کی
(سابق) حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم سوائے ہر

یعلمہن الا اللہ علی وجہ الاحاطة و الشمول کلیاً و جزئياً فلا ینا فیہ اطلاع اللہ تعالیٰ بعض خواصہ علی بعض المغنیات حتی من ہذا الخمس لا نہا جزئیات معدودۃ ۱۰

تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تمام کلیات اور جزئیات کا علی سبیل الاحاطة و الشمول علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغنیات پر مطلع کر دے، کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ مثل)

اور معدودے چند جزئیات ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق پر متعدد عبارات اور بھی موجود ہیں مگر ہمارا مقصد تمام عبارات کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف اپنے دعویٰ کو مدلل کرنا ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی (المتوفی ۱۳۰۳ھ) اور علامہ آوسی کے اس حوالہ سے یہ بات بالکل روشن ہو گئی ہے کہ ان امور خمسہ کا احاطہ اور شمول کے طور پر علم صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعمل بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے مگر یہ صرف چند جزئیات ہیں اور ہیں۔

اور حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

فان قلت قد اخبرنا الانبیاء والاولیاء اور اگر تو یہ کہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشیئ کثیر من ذلک فکیف المحصر قلت المحصر یا اعتبار کلیاً تھا دون جزئیاتھا (مرقات ج ۱ متوفی الملہم ج ۱ ص ۱۷۱)

اور اگر تو یہ کہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ میں سے بہت سی چیزوں کے بار میں جزوی ہے تو صرف کہے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم، میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ حکم کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے لحاظ سے نہیں ہے۔

حضرت ملا علی نقاری کی عبارت بھی بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان امور خمسہ کے کلیات مختص ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء کرام نے ان میں سے جو چیزیں بتائی ہیں وہ صرف معدودے چند جزئیات ہیں۔

اس لحاظ سے اصولی طور پر کوئی چیز ایسی نہیں جو ان سے خارج اور مستثنیٰ ہو۔ مثلاً دیکھئے انسان، جن پرندہ، کیرے، مکوڑے اور مچھلیاں وغیرہ تمام عالم حیوان میں داخل ہیں، ان تمام کی انات کے ارحام اور بیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کون جانتا ہے؟ عالم نباتات کو دیکھئے تو اس کا تفصیلی علم بجز خالق کائنات کے اور کسی کو نہیں اور اسی طرح برزخ کے متعلق اجمالی طور پر جزا و سزا، راحت و عذاب پر ہر مسلمان کا عقیدہ

ہے مگر ہر ایک کے ساتھ کیا کرے گی، اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کس کو معلوم ہے؟ اسی طرح زمانہ کی تمام اقسام ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حوادث کو کون جانتا ہے بغیر مالک سموت والارض کے، اور علم آخرت اور قیامت تو اس کا کتنا ہی کیا، نہ اس کی انتہا اور نہ اختتام کوئی سمجھے تو کیسے سمجھے، کسی کے علم میں آئے تو کیسے آئے، وہاں کے طویل اور غیر متناہی جینے کا تصور کرتے کرتے ہی ہمارے دماغ تھک جاتے ہیں، کیا ہی پتہ کی بات کسی گنتی ہے۔

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی حضرت امام رازیؒ اسی موقع پر لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بس انہی پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے کیونکہ اس قدر بے مقدار کا علم بھی بس اللہ ہی کو ہے جو مثلاً طوفان لعل کے زمانہ میں ریت کے کسی ٹیلے میں تھا اور بعد کو ہوانے اس کو بارگاہ مشرق سے مغرب کی طرف منتقل کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ صفحہ ۵۰۳) اس کے بعد انہوں نے تخصیص بالذکر کی وجہ بیان کی ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند صحیح احادیث اس مقام پر عرض کریں تاکہ کسی کو تاہ فہم یا مغالطہ فرین کو موقع نہ مل سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ۱۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مغایم الغیب خمس لا یعلمها الا الله لا یعلم ما فی غد الا الله ولا یعلم ما تغیض الارحام الا الله ولا یعلم متى یأتی المطر اعد الا الله ولا تدی نفس باقی ارض تموت ولا یعلم متى تقوم الساعة الا الله۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۸ و ۶۹ و ۱۰۹ و القفطہ لا وسلم ج ۱ ص ۲۴ و ۲۵ و ج ۵ ص ۱۵ و ۱۶ و موارد الطل ص ۱۷) حضرت رسول علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مغایب الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بحر خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ماقات روغما ہوں گے اور سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ و بیٹوں) میں کیا ہے (مثلاً زیادہ ایک یا زیادہ وغیرہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی؟ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب چیزوں کی چابیاں دی گئی ہیں گم ہونے والی چیزوں کی ان اللہ عنہ علم الساعة الآیۃ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵) وقال اخراجہ احمد والطبرانی، ابن ماجہ (حضرت بریدہؓ) (الموتیؒ) فرماتے ہیں۔

صحبت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ليقول: خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدري نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باي ارض تموت ان الله عليه خير (مسند احمد ۳۵۳) ورواه الضياء المقدسي في صحيح الدر المنثور ج ۱ وقال ابن جرير ومحمد بن جابر والحاكم، فتح الباري ج ۲۲ اور حافظ ابن كثير في توفيقه في هذا الحديث صحيح الاسناد (تفسير ج ۳ ص ۵۷)

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بے شک خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور وہی دلپس علم کے مطابق) اُتاتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ان چیزوں کا جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

نیز یہی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی سے بھی مروی ہے۔ (رد منثور ج ۵ ص ۵۸) حضرت ربیع بن حراش اور حضرت ابن عمر رضی کی صحیح روایتیں ذاتی اور عطائی کے باب میں گزر چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں دیا۔

حضرت ایاس بن سلمہ (المتوفی ۱۹۹ھ) اپنے والد حضرت سلمہ (المتوفی ۱۸۸ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے، ایک یہ بھی تھا کہ قال متى تقوم الساعة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم غيب ولا يعلم الغيب الا الله (متحدک ج ۱ ص ۱۰۸) قال الحاكم والذہبی علی شرط مسلم

قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کا علم غیب ہے اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔)

حضرت ابو امامہ (المتوفی ۸۶ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :-

ان امر انما وقع على النبي صلى الله عليه وسلم يوم بدر على ناقه له حشود فقال يا محمد ما في بطن ناقتي هذه فقال له رجل من الانصار دع عنك رسول الله صلى الله عليه وسلم وهلم انا حتى اخبرك

غزوہ بدر کے دن ایک اعرابی اپنی دس مینے کی گاہن اونٹنی پر سوار ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمدؐ بتیہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ ایک انصاری نے (طیش میں آکر) اُس سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہٹ کر مجھ سے پاس آنا کہ میں تجھے بتا دوں تو نے اس اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اُس

کے پیٹ میں تیل بچھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس انصاری بنی کی طرف متوجہ ہو کر پھر لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب حیا اور صاحب وقار کو جو گندی باتیں کدہ کشی کرتا ہو پسند کرتا ہے، اور ہر کدہ اور بد زبان کو جو خوش رکھتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پھر آپ نے سودہ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم السبعة الآیہ

وقعت انت عليها وفي بطنها ولد منك
فاعرض عنه رسول الله صلى الله عليه
وسلم ثم قال ان الله يحب كل حيي
كره مشكوك وبغض كل لييم متفحش
ثم اقبل على الاعرابي فقال خمس لا
يعلمهن الا الله ان الله عندة علم
السبعة الآیہ

(در منثور ج ۵ ص ۸۱)

امام حاکم نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ :-

اُس اعرابی نے کہا، اگر آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیل ہے؟ تو سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا، اور یہ ایک (تیز مزاج) نوجوان تھا اے علی! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ میں تجھے بتاؤں گا تو نے اس اونٹنی سے جماعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیز بچہ ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمہ تو نے اس شخص کو بڑی فحش بات کہی ہے۔

قال فان كنت رسول الله فاعبرني ما في بطن قتي
هذلا فقال له سلمة بن سلامة بن وقش
وكان غلاما حدثا لا تسأل رسول الله صلى الله
عليه وسلم انا اخبرك فزوت عليها ففني بطنها
مخللة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
فحشت على الزبل يا سلمة ثم ذكر ج ۳ ص ۸۱
وقال صحيح الاثنا - وقال النجاشي صحيح مرسل

اس روایت میں صحابی کا ذکر نہیں تھا، اسی لیے علامہ ذہبی ج اس کو مرسل کہتے ہیں مگر فرماتے ہیں کہ مرسل کی سند صحیح ہے۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ درمیان میں صحابی حضرت ابوامامہؓ میں۔ اب مرسل کا خدشہ بھی جاتا رہا۔ واضح ہے کہ اس روایت میں سلمہ کا جواب درحقیقت اُس اعرابی کے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے بے جا سوال پر زجر اور توبیخ ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی سے بے موقع اور بے عمل یہ سوال کرے کہ رات کو تم نے کیا کھایا تھا؟ تو عجیب غصہ اور طیش میں آکر یہ کہے، تیرا منہ کھایا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ اصل سوال کا جواب نہیں بلکہ نفی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس انصاری بنی سے اعراض بھی کیا اور یہ بھی فرمایا کہ تو نے فحش گوئی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بد زبان

کو پسند نہیں کرتا۔ اور پھر اُس اعرابی کے اصل سوال کا جواب آپ نے یوں ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا، اور یہ تیرا سوال بھی اُن پانچ میں سے ایک کے متعلق ہے۔ تعجب و فریقِ معانی کے علم اور ان کی دیانت پر کہ وہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس انصاریؒ کو مافی الارحام کا علم تھا یہ ان کی انتہائی غرض فہمی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب غازی قطع و مہید اس روایت میں فقال رسول اللہ علیہ وسلم فحشت علی الرجل یا سلمۃ کے الفاظ شبر مادر سمجھ کر ٹپ کر گئے ہیں اور اس پر سنی یوں قائم کرتے ہیں کہ آپ کے غلام پتھے علم مافی الارحام سے واقف ہیں؛ اور پھر حدیث نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے اس حدیث کو یوں سر کر تے ہیں۔ انصاف سے غور کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے غلاموں کو پیٹ کا علم یعنی مافی الارحام کا علم ہو۔ اور تم کہو کہ انبیاء کو مافی الارحام کا علم نہیں ہو سکتا۔ کیا منکر کا ایمان بالانبیاء صحیح ہے، بلفظہ (مقیاسِ حنفیت ص ۲۴۲، ۲۴۳)

مولوی صاحب کو واضح ہونا چاہیے کہ ہماری کیا مجال ہے جو ہم یہ کہیں کہنے والے باری تعالیٰ اور اس کا برحق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہمارا ان پر ایمان ہے اور اس کے خلاف ایک ادنیٰ دلیل بھی ثابت نہیں ہے، بتائیے منکر کو ایمان کی فکر کرنی چاہیے یا اس باطل اور مردود نظریہ کے حامل اور مقرر کو؟ دوسروں کی عبارت میں سے اہم حصول کو حذف کر کے انصاف کی اپیل کرنا تو آسان ہے۔ مگر اس کا علی ثبوت بڑا مشکل ہے کہ خود بھی مولوی محمد عمر صاحب انصاف و دیانت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اگر مولوی صاحب اپنے متعلق یہ ارشاد فرما دیتے کہ مجھے بھی پیٹ کا علم ہے تو ہمیں اس کے ملنے میں ہرگز کوئی تاثر نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کو اس پیٹ اور پیٹ کے علم نے ہی غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ مگر بات تو عھادِ صحیحہ اور ان کے دلائل کی ہو رہی ہے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع (المتوفی ۳۸ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال من انت قال انا رسول اللہ، قال متی الساعة؟ قال غیب وما یعلم الیذب الا اللہ قال مافی بطن فرسی؟ قال جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص نے منگے خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص گھوڑی پر سوار ہو کر آیا اور فریٹ کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو

غیب وما یعلم الغیب الا الله قال
فمتی یطرہ؟ قال غیب وما یعلم
الغیب الا الله۔
(درمنثور ج ۵ مسئلہ)

حضرت تقیؑ بن عامر (المتوفی ۳۰۰ھ) کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ:-
قلت یا رسول الله انی اسئلك عن حاجتی
فلا تعجلن علی قال سل عما شئت قلت
یا رسول الله هل عندك من حلما الغیب
فضحك لعمر الله وهزأ منه وعلما انی
ابغی بسقطه فقال صن ربك بمفاتیح خمس
من الغیب لا یعلمهن الا الله و
اشارید ۴۔ الحدیث

دمتدرك ج ۴ ص ۵۶۱ قال المحکم
صحیح الاسناد والہایہ والنہایہ ج ۵ ص ۸۵

علامہ ذہبیؒ نے تلمیذ المتدرك ج ۴ ص ۵۶۱ میں فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یعقوب بن محمد بن عیسیٰؒ
الزہری ضعیف ہے۔ علامہ ذہبیؒ کے علاوہ بھی بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ لیکن امام الجرح و
التعدیل یحییٰ بن معینؒ (المتوفی ۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ وہ صدوق ہے اور جب ثقافت سے روایت کرے
تو ہم اس کی روایت کو لکھو۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک عادل ہے۔ امام الحجاج بن اسلمؒ
کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث ہے۔ امام ابن حبانؒ اس کو ثقافت
میں لکھتے ہیں۔ امام محکمؒ اس کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۹۱ و ۳۹۲)

حضرت امام بخاریؒ نے تعلیقات میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ قرن حدیث کے دوسرے یہ روایت
کمزور حسن کے درجہ کی ہے، اور حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ تقیؑ بن عامر البوزینی العقیلی
کایہ سوال رجب ۳۰۰ھ کو پیش آیا تھا۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۸۵ و ۸۶)۔

حدیث جبریل علیہ السلام اپنے مقام پر بسط کے ساتھ عرض کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ، جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صحیح ارشاد موجود ہے کہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔ بلکہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے بصورت ایک ناداقت اعرابی کے آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:-

سبحان الله خمس من الغيب لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآية
اللہ کی ذات پاک ہے، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۷)

اس مضمون کی متعدد صحیح روایات اپنے مقام پر انشاء اللہ الغریب بیان ہوں گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف روایتیں علم ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کی جا چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:-

ومن قال ان محمداً صلى الله عليه وسلم يعلم ما في غد فقد اعظم على الله الفرية والله يقتل قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله (بخاری ج ۲ ص ۲۷۰ و مسلم ج ۱ ص ۹۵ والبخاری ج ۱ ص ۱۵۵ واللفظ له)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کے واقعات کو جانتے ہیں تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے افرادِ ربّ کے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ بخیر اللہ تعالیٰ کے۔

اور حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب ثم قرأت ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيب الآيات (البخاری ج ۱ ص ۱۵۵)

جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ کل کے حوادث کو جانتے ہیں تو بے شک وہ جھوٹ کہتا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ان الله عنده علم الساعة والا

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب و جو تجھ سے یہ بتائے کہ آپ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے۔

هو يقول لا يعلم الغيب الا الله -
 کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی
 بھی نہیں جانتا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۹۸)

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے :-
 من اخبرك ان محمداً اى ربه او كلم شيئاً
 جو تجھے یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ
 کو (شبہ حراج) آنکھوں سے دیکھا ہے یا جو حکم اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو دیا ہے ان میں سے کوئی حکم چھپایا ہے یا ان پانچ چیزوں
 کا آپ کو علم ہے جن کا ذکر ان اللہ عندہ علم الساعة میں کیا
 فقد اعظم القرية .
 (ترمذی ج ۲ ص ۱۶۰ والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۰)

کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اختلاف کرتے ہیں مگر
روایت بصری مسئلہ علم غیب میں دیگر حضرات صحابہ کرامؓ عموماً اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 (جیسا کہ پہلے باحوالہ ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے) متفق ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک مرفوع روایت یوں آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گروہ
 کے پاس سے تشریف لے جا رہے تھے اور وہ لوگ شادی کی خوشی میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے
 کسی نے یہ بھی پڑھ دیا **وَجِئِكَ فِي النَّادِي وَيَعْلَمُ مَا فِي غَدِي** (تیرا محبوب مجلس میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے)
 فقال النبي صلى الله وسلم لا يعلم ما في غد الا الله
 تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل کے واقعات
 (متذکرہ ج ۲ ص ۱۸۵) قال الحاكم والذهبي صحيح على شرط مسلم
 کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے امام طبرانیؒ (المتوفی ۳۲۰ھ) کی معجم اوسط سے نقل
 کی ہے اور کہتا ہے اسنادہ حسن۔ مگر اس میں اس کا ذکر ہے کہ کچھ عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں۔
 (دیکھئے فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد قرآن کریم کی قطعی نصوص اور جناب رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث پر مبنی ہے اور بخاری شریف کے روایت وهو يقول لا يعلم
 الغيب الا الله میں ہو کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اور دوسری تفسیر کے موافق جناب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ہامش بخاری ج ۲ ص ۱۹۸) تو اس لحاظ سے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس فتوے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کو پیش کر رہی ہیں۔ یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور فروقی مخالفت کی خوش گہیاں بھی دیکھتے جاسیئے۔ مولوی محمد صالح صاحب لکھتے ہیں کہ :-
 اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوئی مرفوع حدیث روایت کی، علم غیب (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قول اپنی رائے سے ہیں اس پر کوئی حدیث مرفوعہ پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں (حاشا الحق ص ۱۱) کیا مفتی صاحب کے نزدیک آیات سے استدلال کمزور ہوتا ہے؟ اور آیات سے استدلال کرنے کے بعد بھی رائے ذاتی ہی رہتی ہے؟ اور کیا ان کا قول صاوی اور بیجوری وغیرہ سے بھی فروتر ہے؟ مفتی صاحب معاف کیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول صرف ذاتی نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث مرفوعہ پر مبنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر :-

ومن خطبة له عليه السلام فيما يخبر به
 عن الملاح في البصرة ووصف التمار
 وصاحب التمر فقال له بعض اصحابه
 لقد أعطيت يا امير المؤمنين
 علم الغيب فضحك عليه السلام وقال
 للرجل (وكان كلبيا) يا اخا كلب ليس هو بعلم
 غيب وانما هو تعلم من ذي علم وانما علم
 الغيب علم الساعة وما عدد الله تعالى
 يقول (ان الله عند علم الساعة لا يهتد
 فيعلم سبحانه ما في الارحام من ذكر
 او انثى وقيل او جميل وسمي او مخيل
 وشقي او سعيد ومن يكون في النار خطيا او
 في الجنان لبنين مرفقا فهذا علم الغيب الذي
 لا يعلمه احد الا الله وما سوى ذلك فعلم

ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بصرہ میں اس طرح مکی کارروائیاں
 ہوں گی، تمار کا فتنہ یوں برپا ہوگا، زنگی کا واقعہ اس طرح
 پیش آئے گا (وغیرہ وغیرہ) تو ایک صاحب نے سوال
 کیا یا امیر المؤمنین آپ کو تو علم غیب عطا کیا گیا ہے حضرت
 علیؑ ہنس پڑے اور اس شخص سے فرمایا، اے قبیلہ بنو
 کلب کے نوجوان یہ علم غیب نہیں ہے، یہ تو علم
 وائے سے سیکھی ہوئی چند باتیں ہیں۔ علم غیب تو حق
 کا علم ہے اور وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عند علم
 الساعة الایۃ میں بیان فرمائی ہیں، سو اللہ تعالیٰ ہی کچھ دانیوں
 کے علم کو جانتا ہے کہ آیا رحم میں لڑکے یا لڑکی، خوبصورت
 ہے یا بد صورت، بچی ہے یا بچل، بد بخت ہے یا نیک بخت؟
 اور کون دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوگا؟ اور کون جنت میں اپنی
 اولاد کا رفیق بنے گا؟ یہ ہے علم غیب جس کو اللہ تعالیٰ کے
 سوا اور کوئی نہیں جانتا، ان امور کے علاوہ اور نیزہ قول کا علم

علیہ اللہ تعالیٰ نبیۃً فعلتہ، ودعالی بان
یعینہ، صدقہ، وقضطہ علیہ جوائجی۔
تر اللہ تعالیٰ نے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا
فرمایا ہے اور اس کو میں بھی جانتا ہوں اور آپ نے میرے لیے دعا فرمائی

ہے کہ میں اس کو محذور کھسکوں سو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہے۔
(شیخ ابلاغتہ طبع مصر ج ۱ ص ۳۱)

اس سے ایک بات تو یہ واضح ہو گئی کہ غیب کی خبریں اور میں اور علم غیب اور ہے۔ اور دوسری یہ
بات معلوم ہوئی کہ حضرت علیؑ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان امورِ خسرہ کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔
حتیٰ کہ ان کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں کیا گیا اور نہ خود حضرت علیؑ کو ان
امور کا علم ہے جن پر بقول حضرات صوفیہ کہ لم ۛ ولایت کا درجہ ختم ہے۔ شیعہ شیعہ کے اس غلط اور بے بنیاد
دعوے کے ہوتے ہوئے بھی کہ حضراتِ ائمہؑ کو ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا ہے، خود انہی کی مکرزی کتاب
"اصول کافی" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا کہ :-

یا عجبا! قوام یزعمون انا نعلم الغیب لا یعلم
الغیب الا اللہ عزوجل لقد هممت بفضول
جاریتی فلذتہ فہربت منی فضا علمت فی
ای ہیوت الدارمی۔ (اصول کافی مع الصافی، الکتب
الحجرہ، ج ۱، ص ۱۲۲)
تعب ہے ان لوگوں پر جو یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ہم غیب
جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا
میں نے فلان لڑکے کو پینے کا لہو دیا تھا اور وہ اس
ڈر کے مارے مجھ سے بھاگ گئی ہے اور مجھے یہ علم نہیں ہے
کہ وہ لڑکے اب جہلی کے کس کمرہ میں ہے؟

خان صاحب نے حضرت علیؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا
جائے میں بتاؤں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا
کی قسم کہ قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتا دوں گا۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں
کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ (خلاص الاعتقاد ص ۴۴) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ
جعفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کے ام کے لیے جس چیز
کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔ (خلاص الاعتقاد ص ۴۵)
اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر واقعی یہ قول حضرت علیؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ
کا ہے تو اس سے مراد احکام اور ملاحم و فتن وغیرہ کے اہم واقعات ہیں نہ کہ کئی غیب، کیونکہ یہ دونوں

بزرگ اس کی صاف نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں علم غیب حاصل نہیں ہے عالم الغیب تو صرف باری تعالیٰ ہی ہے، ورنہ معی سست اور گواہ چست کا ارتکاب لازم آئے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:-

هن خمس ان الله عند علم الساعة (الآية) مفاتيح الغيب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کا ذکر سورہ لقمان
(درمنثور ج ۳ ص ۱۵) کی آخری آیت میں ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ:-

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبی مصطفیٰ فمن ادعی انه يعلم شيئاً من هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه .
(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ: ان کا علم نہ کو کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ جناب نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کریم کا انکار کیا کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی ہے۔

شیئاً من هذه لا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں سے کسی ایک چیز کا دعویٰ بھی کرے کہ مجھے یا کسی اور کو بحر خدا تعالیٰ کے اس کا کلی طور پر علم ہے تو وہ کافر بالقرآن ہے، ان پانچ میں سے کسی شے کی جزئیات کا معاملہ الگ ہے، اور ان سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نہیں ہے۔ اس مطلب کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجئے اور اس کی اصولی اور باحوالہ مختصر بحث پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حافظ عبد الدین الحنفیؒ علامہ زجاجؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ:-

من ادعی انه يعلم شيئاً من هذه الخمس فقد كفر بالقرآن العظیم (مدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۳)

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا مجھے علم ہے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا قرآن کریم کی نفی قطعی میں بیان ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص اپنے لیے یا مخلوق میں سے کسی اور کے لیے ان پانچ میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے گا تو عاصہ خداوندی میں شرکت کے دعویٰ کے ساتھ آیت کا منکر بھی ہو گا اور کافر بالقرآن بھی۔

اور حضرت مجاہد بن جبرؒ (المتوفی ۲۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ:-

وهی مفاتيح الغيب التي قال الله تعالى و یہ پانچ چیزیں وہی مفاتيح الغیب ہیں جن کے متعلق اللہ

عنداً مفاج الغیب لا یعلمها الا هو
(ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)

تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مغلغ الغیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت قتادہ بن و عامر مشہور تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:-

اشیلو من الغیب استأثر الله بهن فلم
يطلع عليهن ملكاً مقرباً ولا نبيّاً مرسلّاً إنّ
الله عنداً علم الساعة فلا يدري أحد من
الناس متى تقوم الساعة في أيّ سنة أو في
أي شهر أو ليل أو نهار وينزل الغيث فلا
يعلم أحد متى ينزل الغيث ليلاً أو نهاراً
ينزل ويعلم ما في الارحام فلا يعلم أحد ما في
الارحام اذكر أو انثى احمر أو اسود أو ما هو
وما تدري نفس ما ذا تكب غداً خير أم شرّاً
تدري يا ابن آدم متى تموت لعلك الميت
غداً لعلك المصاب غداً وما تدري نفس
بأي ارض تموت ليس أحد من الناس يدري
أين مضجعه من الارض في بحر أو بر أو سهل
أو جبل -

(ابن جریر ج ۴ ص ۴۵۵) واللفظ
ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵، ومنتہی ج ۵ ص ۱۷۰ والشرح المنیر
ج ۳ ص ۲۰ وروح المعانی ج ۲ ص ۹۹ و ص ۱۰۰

باقول کا جملہ والا اور خبر دار ہے

قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا علم دیا ہے کہ وہ
جمعہ کے دن ہوگی (دیکھئے مسلم ص ۲۸۲ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۹ وغیرہ) لیکن یہ کہ وہ کس ماہ کا جمعہ ہوگا؟ اور
مہینہ میں کم و بیش چار جگہ ہوتے ہیں، وہ کون سا جمعہ ہوگا؟ پہلا، دوسرا، تیسرا یا چوتھا؟ پھر وہ کس سال
کا ہوگا؟ یہ سب اُمور صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ باقی جس روایت میں آتے ہیں کہ وہ دسویں محرم

کا مجمعہ ہوگا تو یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔

بجائے اس کے کہ ہم کتب تفاسیر کے مزید حوالجات (مثلاً غازی ج ۵ ص ۱۸۳، جلالین ص ۳۶۶، بیضاوی ج ۲ ص ۵۶، البر السعوی ج ۴ ص ۲۱، روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۹، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۰۳ اور تفسیر منطری ج ۶ ص ۲۷ وغیرہ سے) اس آیت کی تفسیر میں نقل کریں اور خواہ مخواہ اس بحث کو طول دیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سراج الائمۃ امام اللامۃ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کی تفسیر ہی نقل کر دیں تاکہ بناسپتی حنفیوں کی انگلیں کھل جائیں کہ حضرت امام صاحب سے اس آیت کی تفسیر میں کیا منقول ہے؟ اور اس پر ہم تین حوالے اور وہ بھی صرف حنفیوں کی معتبر اور مستند تفسیروں سے نقل کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رحمہ دارک میں (جس کے معتبر اور مستند ہونے کا غیر مقلدین حضرات کو بھی صاف اقرار ہے، چنانچہ نواب صدیقی حسن خان صاحب (المتوفی ۱۳۰۶ھ) لکھتے ہیں:-

”موضح بقاویل اہل سنت و جماعت خالی از باطل اہل بدع و ضلالت الخ“ (اکبر ص ۱۳)

اور الشیخ احمد مدظلہ العالیوں الحنفیہ تفسیر احمدی میں اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیہ تفسیر منطری میں لکھتے ہیں کہ:-

ورأى المنصور في منامه صورة ملك الموت
وسأله عن مدة عمره فاشار يا ضابغة الخمس
فعبها المعبرون بخمس سنوات وخمسة
اشهر وخمسة ايام فقال ابو حنيفة
رضي الله تعالى عنه هو اشارة الى هذه
الاية فان هذه العلوم الخمس لا يعلمها
الا الله تعالى - (دارک ج ۲ ص ۲۱۹ و تفسیر احمدی
ص ۳۹۶ و منطری ج ۴ ص ۲۸۰)

خلیفہ منصور عباسی (المتوفی ۱۵۸ھ) نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور اپنی مدت عمر کے متعلق سوال کیا ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر بتانے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں بتائیں کسی نے پانچ سال، کسی نے پانچ مہینے اور کسی نے پانچ دن بتائے حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورۃ لقمان کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو بھی نہیں ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ دیکھیے اب نام نہاد اور بناسپتی حنفی قرآن کریم، صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرام رحمہم اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور دیگر معتبر مفسرین

کرلم کے بتائے ہوئے عقیدہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا خود ساختہ عقیدہ کو؟ اور ان کو سیدنے پر ہاتھ رکھ کر یہ بتانا چاہیئے کہ مسلمان اور حنفی کون ہے؟

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
رکھیں گے کچھ قدتی شگے جب اپنے کانٹے وہ بونچے گا

مولوی محمد عمر صاحب کو شاید اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مضمون بھی یاد ہی ہو گا کہ:-

”بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور احناف بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا وہابی؟“ (مختصر: بمقابس خفیت ص ۲۹)
مولوی محمد عمر صاحب حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہ ارشاد ملاحظہ کریں اور پھر فتویٰ صادر کریں کہ اہم صاحب کون ہیں اور خود مولوی محمد عمر صاحب کیا ہیں؟ اور خود ہی فیصلہ کریں کہ مسلمان اور حنفی کون ہے؟
چلی تھی برجھی کسی پر کسی کے آن لگی!

فریق مخالف کی رکیک تاویلیں
اور ان کے جوابات

فریق مخالف نے بجائے اس کے کہ اپنے باطل عقائد کو قرآن کریم اور صحیح احادیث حضرات صحابہ کرام حضرات تابعین اور ائمہ عظام رحمہ کے عقیدوں کے موافق بناتے اور نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ کے سامنے گردن جھکا دیتے، انہوں نے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی دھواڑ مار، بعید از قیاس اور بے جا و رکیک تاویلات شروع کر دی ہیں حالانکہ ان کو اپنی اصلاح کرنی زیادہ مناسب تھی اور بقول عارفِ رومی رحمہ (المتوفی ۶۷۱ھ) ”خولیش را تاویل کن نے ذکر را“ پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔

انہوں نے جھٹا دیں کی ہیں وہ مع جوابات کے یہ ہیں:-

اول کہ اس قسم کی آیات اور احادیث میں غیر اللہ سے عموماً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصاً صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی۔ مولوی احمد رضا خان صاحب، مفتی نعیم الدین صاحب، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ جملہ رضا خانی علماء نے اس تاویل سے کام لیا ہے۔

لیکن درحقیقت یہ تاویل اتنی رکیک، کمزور اور سفینا نہ ہے کہ کسی ذی علم کی طرف اس کی نسبت بھی اس کی علانہ حیثیت کے لیے نہایت بدنام داغ ہے۔ ہم ذاتی اور عطائی

الجواب

کے باب میں با دلائل یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض بعض اشیاء کا عطائی علم بھی نہیں دیا تھا۔

حضرت ربیع بن خراش اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح اور مرفوع روایت میں یہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بعض چیزوں کا عطائی علم بھی نہیں دیا گیا۔ نیز ہم نے حضرات مفسرین کرامؓ اور حضرات ائمہ دینؒ سے وہاں قیامت کے علم کے متعلق لم یطلعنی علیہ۔ لم یطلع علیہ ملکاؓ مقربا ولا نبیا مرسلہ وغیرہ الفاظ نقل کر لیے ہیں، وہ بغور ملاحظہ کر لیے جائیں۔ مزید بحث علم قیامت کی احادیث کی اپنے مقام پر آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت وغیرہ کے بارہ میں نفس علم کا سوال کیا تھا، ان کا سوال علم ذاتی کے متعلق نہ تھا پھر ان کے جواب میں یہ کہنا کہ مجھے ان کا ذاتی علم نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ، سوال از آسمان اور جواب از رسیمان کا مصداق ہو گا اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً اس سے پاک اور بری ہیں، اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بہت سی چیزیں جب لوگوں نے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر ان کا جواب دے دیا، وہاں یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے ذاتی علم نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے؟ ان احکام میں اور ان امور غمضہ وغیرہ میں قرابتی مخالفت کو ہیں اور واضح طور پر وجہ فرق بیان کرنی چاہئیں کہ وہاں ذاتی علم کا سوال کیوں سامنے نہ آیا اور یہاں کیوں کیا؟ اور پھر انہی سوالات میں یہ بھی تھا کہ مَنْ أَنْتَ، قَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ۔ کیا رسالت اور نبوت رسول اللہ کی ذاتی تھی؟ پھر آپؐ نے رسالت کا انکار کیوں نہ فرمادیا؟ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ الخرض یہ تاویل اتنی لچر لچر ہے کہ سرے سے قابل التفات ہی نہیں۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جن بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی اور مستقل وغیرہ مستقل کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تو انہوں نے اپنے فہم اور دانست کے مطابق صرف بعض بعض جزئیات غیب کے دلائل کو اصولی اور کلی طور پر علم غیب کی نفی کی آیات و احادیث کے ساتھ تطبیق دینے کے لیے یہ توجہ اختیار کی ہے، کلی غیب کے وہ بھی ہرگز قائل نہ تھے۔ جیسا کہ ان میں سے بیشتر حضرات محققین ہم کی عبارتیں ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی ہر بات کا علم ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جن آیات اور احادیث میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ کی طرف (عندہ علم الساعة) وغیرہ تعبیرات کے ساتھ رو کیا گیا ہے تو ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو عموماً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً ان کا علم نہیں بلکہ ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان کا علم ہے دوسروں کو ان کا علم ہونا نہ ہونا اس سے آیات و احادیث ساکت ہیں۔ دیکھتے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتاب الغیوض المکیۃ ص۔ وغیرہ اور مفتی نعیم الدین صاحب کی الکلمۃ العلیا اور نیز دیگر اہل بدعت کی کتابیں۔

الجواب

یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ لچر اور بودی ہے، کیونکہ ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب اس کی بیخ کنی کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کہ آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ رسول کرنے والوں نے ان اشارے کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا اور اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، پھر یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ساکت ہیں؟ اور یہ بھی مستدرک کی صحیح روایت سے نقل کیا جا چکا ہے کہ سائل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ متی الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ، کہ قیامت کا علم غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا، اور اسی طرح کے الفاظ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت میں بھی ہیں کہ پوچھنے والے نے آپ سے ہی پوچھا تھا متی الساعة؟ تو آپ نے فرمایا غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔ اور حضرت ربعی بن حراش کی روایت میں بھی اس کا ذکر ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ حضرت، کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ بھلائی کے علوم عطا کئے ہیں مگر یہ پانچ علم مجھے نہیں دیے گئے، ان الله جندہ، علم الساعة الاية۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا ان الله عنده علم الساعة الاية یہ اور اس قسم کے متعدد صحیح دلائل اور براہین اس امر کو متعین کرتے ہیں کہ یہ تاویل کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ان اشارے کے بارے میں مسکوت عنہ ہے، قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے پس یہ کہنا کہ ان دلائل میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ ہی کے لیے ثابت کیا گیا ہے، اور دوسروں سے اس کی نفی نہیں کی گئی اور ماسوائے اللہ اور خصوصیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اور عدم

علم سے یہ ساکت ہیں شرمناک جمالت اور افسوسناک تجاہل ہے کم از کم دعویٰ اور دلیل میں مطابقت تو دیکھنی چاہیے مگر یہ اہل بدعت کے بس کا روگ نہیں ہے۔

ان حقائق میں ہے کچھ شرف نگاہی درکار یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں
 فریق مخالف کا کہنا ہے کہ ان آیات اور احادیث کے نزول کے بعد
 جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امور خمسہ کے رجحان میں قیامت
 وغیرہ بھی داخل ہے (علوم اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیئے تھے۔ مگر آپ کو یہ
 حکم تھا کہ ان کو چھپائے رکھنا۔ دلائل یہ ہیں (ہم ترجمہ فریق مخالف کا ہی نقل کریں گے مگر طوالت کے خوف
 سے ساتھ عربی عبارتیں نقل نہیں کریں گے) :-

- ① مولوی احمد رضا خان صاحب، علامہ عثمانی کی کتاب مستطاب عجیب العجائب سے نقل کرتے ہیں :-
 ”یعنی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا۔ مگر ان کو چھپانے
 کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے“ (بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۵۳)
- ② علامہ حسن بن علی اور فاضل ابن عطیہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں
 فرماتے ہیں :-

”یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عز و جل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا
 ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کو بتانے کا حکم دیا“ بلفظہ
 (خالص الاعتقاد ص ۵۲ و ص ۵۳ و جاد الحق ص ۱۱۲)

- ③ علامہ قسطلانی رح تفسیر سورۃ رعد میں فرماتے ہیں :-
 ”کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ اللہ انہیں
 اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں ہے“ الخ
 (خالص الاعتقاد ص ۵۲ و جاد الحق ص ۱۱۲)

علامہ قسطلانی دقت کی تصریح اور واضح عبارات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ ان کا یہ
 نوٹ ضروری

نفسر یہ نہیں۔

ولا يعلم متى تقوم الساعة الا الله فلم يعلم
 ذاك نبی مرسل ولا ملك مقرب
 کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی بجز اللہ
 تعالیٰ کے نہ تو قیام ساعت کا وقت کسی نبی مرسل کو معلوم
 (قطب اللی شرح بخاری ج ۱ ص ۲۹۶) ہے اور نہ فرشتہ مقرب کو۔

④ شیخ محقق قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں :-
 "مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیبی بے خدا کے نئے معلوم نہیں ہوتے" (خالص الاعتقاد ص ۵۵)
 شیخ عبدالحق صاحب کی عبارتیں اس کے خلاف اپنے مقام پر بیان ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ، اور کچھ
 پہلے بیان بھی کی جا چکی ہیں۔ (صفحہ)

⑤ علامہ ابراہیم بخاری شرح بروہ شریعت میں فرماتے ہیں :-
 "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور
 کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا بلکہ علامہ شنوائی نے جمع التبیان میں اسے بطور حدیث بیان کیا
 کہ بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک حضور کو
 تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا" (خالص الاعتقاد ص ۵۰ و جاء الحق ص ۱۱۲)
 (نوٹ: لفظ "کل" استغراق حقیقی میں نص قطعی نہیں، جس کی پوری بحث اپنے مقام پر آئے گی،
 انشاء اللہ تعالیٰ)

⑥ حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریعت عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 راوی - یعنی قیامت کب آئے گی مینہ کب اور کمال اور کتنا برسے گا مادہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا
 ہوگا فلان کہاں مرے گا یا پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں حالانکہ حضور کی امت سے سائل قطب
 ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے مرتبہ کے پیچھے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب
 اکل بھلے سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 (خالص الاعتقاد ص ۵۰ و جاء الحق ص ۱۱۲)

⑦ نیز ابراہیم عزیزی میں فرمایا - یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین
 وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ (حضرات علماء محدثین کا قطعاً ہرگز اس مسئلہ میں کوئی اختلاف

نہیں ہے یہ نرسران پر بتان ہے، وہ سب کے سب متفق ہیں کہ ان پانچ اشیاء کا علم جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ (صفحوں ۱۱۱-۱۱۲) علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے، اس میں حق کیا ہے۔ فرمایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں، حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی اُمت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں، وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔
(خالص الاعتقاد ص ۵)

نوٹ: گویا اس قول کے لحاظ سے جمہور اُمت باطل پر ہوئی جس میں حضرات فقہاء و محدثین رہ سبھی شامل ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تمام اہل بدعت حضرات کا ان حوالہ جات میں اصل ماخذ ہی خالص صاحب کی کتاب خالص الاعتقاد و آج (۸) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ان کا ہی ہے، اصل عربی کی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے) ص ۲ ج ۲ ص ۱۱۱ اور جس کے ساتھ ایمان واجب ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع مغیبات کا علم سکھایا کَانَكَ حَتَّىٰ خَلَقْنَاكَ كَمَا تَحْتَ ملاحظہ ہو۔ (بلفظ مقیاس حقیقت ص ۳۸۴)

نیز ص ۲ ج ۲ ص ۱۱۱ سے لکھتے ہیں کہ سچی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان خمسہ امور کے علم پر آپ کو مطلع فرمایا اور لیکن ان کو چھپانے کا بھی حکم فرمایا۔ بلفظ مقیاس ص ۳۸۴

(۹) خصائص کبریٰ شریف ج ۲ ص ۱۹۵۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، قیامت کے وقت کا بھی اور روح کا بھی اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ بلفظ مقیاس ص ۳۸۵

(نوٹ ضروری: امام سیوطی نے ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ یہ جو لوگ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے وہ غلط کار ہیں اور یہ روایت جمہوری ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم اور تو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا۔ اس رسالہ کا نام الکشف عن مجاوزة الامة عن الالف ہے جس کا یہ مضمون ملا علی القاری نے موضوعات البکیہ ص ۱۱۹

میں نقل کیلئے۔ (صفہ)

(۱۰) کشف الغم عن جميع الامت ۲ ص ۳۳۔ اور بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل شے کا علم دیا گیا حتیٰ کہ روح کا اور ان پانچ کا بھی جو ان اللہ عَزَّوَجَلَّ عَلَّمَهُ التَّعْلَمَةُ آیت میں ہیں، بلغظہ۔ (منقاس ص ۲۸۵)

(۱۱) مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ہم انہی کا عرض کریں گے مگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عربی عبارت درج نہیں کی جاتی) اس البیان زیر آیت یَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ہے۔ میں نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے پتھر لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔ بلغظہ (جاء الحق ص ۱۰۹)

(۱۲) مدارج النبوة جلد دوم ص ۴۰۔ فصل ایدارسانی کفار ختمہ صحابہ راہیں ہیں و بعض علماء علم ساعت نیز مثل ایں معنی گفته اند۔ یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔ (جاء الحق ص ۱۰۵)

اور خالص صاحب لکھتے ہیں کہ، مدارج النبوة شریعت میں ہے ہرچہ در دنیا است از زبان آدم تا اوان نوحہ اولیٰ بر روی صلی اللہ علیہ وسلم تکشف ساعتہ احوال اور ازل و اقل تا آخر معلوم گردید بایان خود را نیز فرماتے ہیں قدس سرہ ہو کل مہرشی معلوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانست بہمہ چیز از شیونات و احکام الہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بہ جمیع علوم ظاہر و باطن و اقل و اکثر احاطہ نموده و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات اتمہا و الکلمات دانستی بلغظہ خالص الاعتقاد ص ۳۷)

(مگر ان عبادات سے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے حوالہ سے پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور نہ کسی اور بنی مرسل اور ملک مقرب کو حاصل ہے۔ اور احادیث کی بحث میں ہم ان کا حوالہ درج کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے قیامت کبریٰ کے بارے میں سوال کرتے ہو حالانکہ اُن خود معلوم من نیست و اُن را جز خدا تعالیٰ نہ داند (اشعۃ اللمعات ص ۳۳) و حدیث نمبر ۱۸ میں عرض ہو گا کہ شاہ عبدالحق صاحب حجۃ الوداع کے ایک مخصوص واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، دُنْیَہِ دَاسْتَمُ کہ حکم الہی نہیں خواہ بود (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۲۲۸) اور حدیث ابن صیاد کی تشریح کرتے ہوئے اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں کہ: و بالجملة حال دے بہم است بر آن حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نیز دریں باب وحی

نشد و (حال سے) مبسم داشتند۔ چنانچہ از اعاذیت باب معلوم گردد واللہ تعالیٰ اعلم (اشعۃ اللمع ج ۳ ص ۳۵۳)
 اندیس حالات حضرت شیخ صاحب کی مجمل اور استغراق عرفی کے الفاظ (مثلاً لفظ کل لفظ کل بنظر کل شیء
 — اور لفظ ہمہ احوال وغیرہ) سے کئی علم غیب پر استدلال کرنا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے اور کسی اہل
 علم اور منصف مزاج اور صاحب دیانت کو اس میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔ لہذا حضرت شیخ صاحب
 کی اور اسی طرح دیگر حضرات اکابر کی عبادت اثبات علم غیب کئی سے بالکل غیر متعلق ہیں اور ان سے
 مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، بشرطیکہ وہ عقل و دانش کو خیر باد نہ کہے چکے ہوں، اور ان کو اس متلع عنتر
 سے محروم ہونے کا افسوس بھی ہو، مگر یہاں تو سہ

ولے ناکامی متابع کارواں جا تارہ

کارواں کے دل سے لہاس نیاں جاتا رہا ————— (مقدور)

(۱۳) روح البیان یہ ہی آیت یہ بعض مشائخ اور صرگتے ہیں کہ بنی علیہ السلام قیامت کے وقت کو جانتے
 تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے صحر کے خلاف نہیں۔ روح البیان میں یہ ہی عبارت
 پارہ ۱۷ زیر آیت یٰٰنَا کُوْنُکَ کَا نَکَ حَفِیٌّ عَنْہَا میں بھی ہے اور و ط ل یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ہزار سال
 ہے یہ بروایت صحیح ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کہ قیامت کا علم ہے۔ (جلد الحق ص ۱۸)
 نوٹ: ان کا حوالہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ ان کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ جن امور کا تعلق منصب
 نبوت کے مبادی اور احکام سے نہ ہو مثلاً وقت قیام ساعت، تو اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اطلاع نہیں
 دیتا۔ باقی دنیا کی عمر کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ علامہ محمد طاہر الحنفی (المتوفی ۱۲۹۶ھ) فرماتے ہیں
 تمام مرفوع حدیث ضعیف ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۳) اور علامہ سیوطی (م) بھی مرفوع روایت کو موضوع
 قرار دیتے ہیں۔ (الاسالیح المنوعہ فی الاعراف الموضوعہ ص ۲۳) اور حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ القاری تحریر فرماتے ہیں کہ

ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن كحديث جن قاعد احد سے اماریت کا جعلی ہونا ثابت ہوئے ہیں
 مقدار الدنيا وانها سبعة آلاف سنة ونحن منہ ان میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ حدیث صریح قرآن کے
 فی الالف السابعة وهذا من ابين الكذب مخالف ہو گیا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ہم سائیں
 المتار المتين في العجم والضعيف ابن القيم ومصرع ما میر ہزار میں ہیں اور یہ حدیث واضح ترین جھوٹ ہے، ۱۶
 صاحب روح البیان جو ایک خشک صوفی اور حاطب لیل اور جامع رطب و یابس معصفت ہے ان

کو احادیث کی تصحیح کا مقام کمال سے اور کیسے حاصل ہو گیا؟ سات ہزار سال والی روایت بروایت صحیح نہیں بلکہ جعلی من گھڑت اور سفید مچوٹ ہے۔

اگر مفتی احمد یار خان صاحب (رحمہ اللہ) کو ان مذکورہ حوالہ جات پر یقین نہیں آتا تو ہم ان کو ان کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ ان کی تسلی کے لیے جناب محترم پیر مرعلی شاہ صاحب کو لٹروی لالہ تفتی (۱۳۵۵ھ) کی عبارت پیش کرتے ہیں، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے کہ قیامت سات ہزار سال پر آئے گی، تحریر فرمائی ہے:-

۱۰ اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں یہ سات ہزار کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَوْ تَخَيَّرْتُهَا لَوْ فَتَحْتُهَا إِلَّا هُوَ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا علمی بیان فرمائی (رسالہ شمس الدیہ ص ۱۸۱)

چونکہ مفتی احمد یار خان صاحب نے پیر صاحب کو لٹروی پر مکمل اعتماد کیا ہے (دیکھئے جاد الحق ماسطر آخری) اس لیے وہ ان ہی کی استمال لیں۔ الما حاصل نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ میں واضح تصریحات موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے وقوع کی گھڑی کا علم نہ تھا نص قیامت کا علم اور اشراط الساعۃ الگ چیز ہے۔

(۱۳) تفسیر ایضاً احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔ اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا نے پاک اپنے ولیوں اور مجبولوں میں سے جس کو چاہے سکھائے۔ اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جلنے والا بنانے والا ہے خبر بمعنی مخبر (جاد الحق ص ۱۹)

نوٹ خسروزی:- حضرت ملا جبرائیل کا یہ مقصد یہ کہ نہیں کہ ان پانچ چیزوں کے کلیات کا علم حضرت اولیاء اللہ کو حاصل ہے بلکہ ان کی مادیہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض چیزیات کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی مبسوط بحث کرتے ہوئے قاضی بیضاویؒ کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:-

فَعَلِمَ مِنْ كَلَامِهِ هَذَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُطْلِعُ الْقَاضِي صَاحِبَهُ عَلَى مَا هُوَ مَعْلُومٌ بِمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى غَرِيبٌ
الْأُولَاءِ عَلَى بَعْضِ مَا يَشَاءُ مِنَ الْغُيُوبِ الْخَمْسَةِ
نہیں سے بعض پر جس مقلد میں چاہے حضرت اولیاء
کلام کو مطلع کر دیتا ہے۔ (التفسیر الاممیتہ ص ۲۶)

اور اس سے پہلے قاضی بیضاویؒ کے جملہ الخیب المخصوص کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ولهذا أراد بالخیب المخصوص هذه الخمسة
اذ على ما سواها يطلع الاكثر وقيد بعلم بعضه
ليخرج مثل علم الساعة
(ص ۳۹۷)

غیب مخصوص (جس پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں کرتا)
یہ پانچ ہیں، کیونکہ ان کے علاوہ پر اکثر مطلع ہیں اور بعض کے
علم کی اس لیے قید لگائی ہے تاکہ قیامت کا علم اس سے
خارج ہو جائے (کہ اس کا علم بجز خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں)۔

اور اس سے قبل وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

واما ما اشتهر من بعض الاولياء من اخبار
المخبيات فظني انه مادام يستقيم صرفه عن
ظاهرة يصرف بان نقول فيما يخبرون بما
في الرحم من الذكر والانثى او بنزول
الغيث انهم لا يطلعون على ما في الرحم
ولا على نزول الغيث وانما يقولون ذلك
ابشار بالولادة الذكر ودعاء بنزول الغيث
ولكن يكون دعائهم مستجابا ويكون موافق
التقدير في اكثر الاحمال لانهم كانوا عالمين
به او انهم لا يقولون ذلك علما يقينابل
ظنا والمنوع هو العلم به ۳۹۷

بعض حضرات اولیاء کرامؒ سے غیب کی خبریں جو مشہور ہوتی ہیں
تو میرے خیال میں جب ان کو ظاہر سے پیچھے کوئی ممکن تاویل
کی جاسکتی تو کی جاتے گی مثلاً ہم یہ کہیں گے کہ رحم میں لڑکا
اور لڑکی یا نزول بارش کی جو خبر وہ مینے ہیں اس کا
یہ مطلب نہیں کہ وہ رحم کے اندر کا اور نزول غیث کا
علم رکھتے ہیں بلکہ وہ محض لڑکے کی ولادت اور نزول
غیث کی بشارت سنا تے ہیں لیکن اکثر حالات میں اُن
کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور موافق تقدیر ہو کر خبر پوری ہو
جاتی ہے یہ نہیں کہ وہ اس کو جانتے ہیں یا یہ کہنا سکتے
ہے کہ وہ علم یقینی کے طور پر نہیں جانتے بلکہ ظن سے ایسا کہتے
ہیں اور ممنوع تو علم ہے ظن نہیں۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

والمراد بالعلم العلم القطعي والعلم الحاصل
للاولياء بالا دھام وغیرہ ظنی لیس بقطعی۔

مراد علم سے علم قطعی ہے اور حضرات اولیاء کرامؒ
کو الہام وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہے
قطعی نہیں ہوتا؛

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۰۹)

اور علامہ علی بن القاریؒ فرماتے ہیں کہ مکاشفۃ الہام یا خواب کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہی
ظنیات لا تسمى علومًا یقینات (مرقات ج ۱ ص ۱۷۷) وفتح الملمم ج ۱ ص ۱۷۷ کہ یہ سب ظنی امور ہیں ان کو

علوم یقینیہ کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

ان واضح روشن اور صریح عبارات کے ہوتے ہوئے بھی اگر مفتی احمد بارغان وغیرہ تفسیر احمدی کے حوالہ کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں تو ان کے نزدیک شاید انصاف اور دیانت کا مفہوم ہی کوئی اور اور الگ ہوگا!۔

بخرو کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسر۔ جو چاہے آپ کا حُسن کمر شمشاد کے
 (۱۵) امام قرطبی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۰ھ) کی ایک عبارت بھی فریقِ مخالف نے اپنے دعوے کے ثبوت پر پیش کی ہے وہ عبارت مع اس کے جواب کے حدیث جبریل علیہ السلام کے ذیل میں آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز
 (۱۶) تفسیر صاوی یہی آیت۔ جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو تمام وہ غائب چیزیں (اپنے مقام پر آئے گا کہ لفظ جمیع استغراقِ حقیقی ہی کے لیے نہیں بلکہ استغراقِ عرفی کے لیے بھی آتا ہے۔ صمد) بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں ہوں گی جس طرح کہ ہیں عین یقین کیونکہ حدیث میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ میں (اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ صمد) یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور دہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور دہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی (اگر اس سے بعض مراد ہے تو یہ چیز محملِ نزاع سے خارج ہے اور اگر کل مراد ہے تو جنت اور دوزخ کی ابدی زندگی کے تمام حالات تو فریقِ مخالف کے نزدیک بھی جن میں مفتی صاحب بھی شامل ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں پھر اس سے استدلال کیا؟ صمد) علاوہ ازیں اور متواتر خبریں لیکن بعض کے چھپنے کا حکم دیا گیا۔ (یہ سفید جھوٹ اور خالص افتراء ہے۔ ایک حدیث بھی صحیح موجود نہیں۔ چہ جائیکہ متواتر صمد) بلغظہ جبار الحق صلا!۔

یہ ہے فریقِ مخالف کے دلائل اور براہین کی کل کائنات (غزوہ بدر میں کافروں کے مقتل کی تعبیر غزوہ خیبر میں حضرت علیؓ کو جھنڈا دینے کا تذکرہ، حضرت فاطمہؓ کے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور حضرت ابو بکرؓ کی لڑکی کی بشارت سنانا وغیرہ وغیرہ بعض دلائل کا ذکر مختصر یہ مع ان کے جوابات کے عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز) جن کے بل بوتے پر وہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور متواتر احادیث کے مطالب کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے درپے ہیں اور بقول شخصے اس کا عملی ثبوت

پیش کر رہے ہیں۔

”میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں“

ان کے علاوہ بھی کچھ حوالات ہیں مگر اُن کا ان کے معنی سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ محض انہوں نے سینہ زوری اور کشید سے کام لیا ہے، لہذا ہم بھی ان کے نقل کرنے پر نہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور نہ سامعین اور قارئین کرام کی بلاوجہ سمجھ خراشی کا موجب بنتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فریق مخالف کی طرف سے ایک جی نعل قطعی خبر متواتر نہیں آئی۔ **قارئین کرام** | پیش کی گئی جس سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر غصہ کا اور خاص طور پر قیامت کے وقت کا علم حاصل تھا بلکہ کوئی ایک صحیح حدیث جی نہیں پیش کی باکی بلکہ یہی کچھ حذر لنگ تلاش کیا گیا کہ فلاں بزرگ لکھتے ہیں کہ آپ کو امر غصہ کا علم دیا گیا مگر ساتھ ہی چھپانے کا حکم بھی تھا۔ فلاں یہ فرماتے ہیں اور فلاں یہ کہتے ہیں اور ان میں سے بعض کی جمل اور گول مول عبارتوں سے یہ ثبوت کشید کیا گیا حالانکہ اُن کی صریح عبارتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں میں اکثر و بیشتر وہ غیر معتبر مجہول اور محض صوفی ہیں جن کو دلائل بائیں کی تمیز نہیں اور غلبہ سکھ میں کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں، اور انہوں نے رطب و یابس کمزور اور واہی کمانیاں اور صدی لسنے پیش کر کر کے کتابیں لکھ ماری ہیں، دین کے بارے میں ان پر ایک رتی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور ان متفسرین اور متصوفین کی بات پر کراہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہرگز اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ قرآن کریم کی قطعی نصوص اور احادیث متواترہ اور امت کے اجماع کے مقابلہ میں ان غیر معتبر اور مجہول شخصیتوں سے دین اور دین کے مسائل اخذ کریں حاشا وکلاثم حاشا وکلا۔

امام بیہقی رحمہ (المتوفی ۷۵۶ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

ولم یکننا للہ تعالیٰ ان نأخذ دیننا عنکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ہرگز مکلف نہیں ٹھہرایا

لا نعرفہ (کتاب القراءة ص ۱۲) کہ ہم اپنا دین غیر معروف لوگوں سے حاصل کریں۔

صرف نام کے معلوم ہونے سے یا اس کو علامہ کہہ اور لکھ دینے سے کچھ نہیں بننا جب تک کہ تاریخی طور پر ان کا قابل اعتماد ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ ان میں جی حضرات پر اعتبار کیا جاسکتا ہے مثلاً علامہ قسطلانی رحمہ امام سیوطی رحمہ شیخ عبدالحق رحمہ اور ملا جیون رحمہ وغیرہ، تو ہم نے انہی کی عبارات سے

اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ تیار ت کا علم جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور نہ اولیا کرام کو
کو امر ختمہ کا علم دیا گیا تھا۔ باقی ہے شادی اور بھوری اور صادی وغیرہ تو ان پر ایک نئی برابر اعتبار بھی دینے
کے بارے میں ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

صاحب روح البیان الشیخ اسماعیل بن علی (المتوفی ۱۱۲۰ھ) جنہوں نے تفسیر ہی علی سان التصوف لکھی
ہے، ان کے متعلق تاریخ یہ بتاتی ہے کہ :-

وَأَنَّ بَارِئِيفَ كَثِيرَةً لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِنَفَاتِ إِلَيْهَا
وَقُلُوبُ ضَعِيفَةٍ لَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا وَلَيْسَ فِي الْحَقِيقَةِ
مِنَ التَّفْسِيرِ لِكِتَابِ الْغَزِيرِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ قَالَ
وَأَجْعَلْ عَلَى حَتَابِ اللَّهِ بَادِخًا مَالِيَسَ
مَنْهُ فِي تَفْسِيرِهِ۔

اور بہت سی بے بنی باتیں بھی اس میں درج ہیں جن کی کھڑ
نہا بھی التفات مناسب نہیں اور ضعیف فتوے بھی ہیں
جن پر کوئی اعتبار نہیں درحقیقت اس (روح البیان) کو قرآن
کریم کی تفسیر سے مدد کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اور اس بندہ
خدا نے بڑی حرأت اور دیدہ دلیری سے کتاب الشکی تفسیر میں
ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جن کا تفسیر سے کوئی تعلق ہی نہیں

(اکسیر فی اصول التفسیر ص ۸۲)
اور عرائس البیان شریف کے مصنف الشیخ ابو محمد زور بہان البعلی الشیرازی الصوفی (المتوفی ۱۱۲۰ھ)
جن کو خود کھلے لفظوں میں اقرار ہے کہ :-
وَبَسَّارَ اسْتِ كَه تَفْسِيرِي آيَتِي مَلِكُمْ كَه
مَشَارَحَ تَفْسِيرِي مَحْرُودَه اَنْدَ۔
(بحوالہ اکسیر ص ۸۶)
اور بہا اوقات میں قرآن کریم کی باتوں کی ایسی تفسیر کر دینا
جو مشائخ (اور معتبر علماء) سے منقول نہ ہوئی اور نہ انہوں نے
ایسی تفسیر کی ہوگی۔

بنا ہے ایسی خود ساختہ تفسیروں کو کون مانگے؟ اور یہی حال صادی وغیرہ کا ہے جن کی وفات ۱۲۴۱ھ میں
ہوئی جو غیر معتبر اور جاہل ہیں ایسے صرفیوں کی باتیں عمل کے اثبات کے لیے بھی ناکافی ہیں چہ جائیکہ ان کی لغزشوں
اور کوہا ہیوں کو چن چن کر ان پر عقائد کی عمارت استوار کی جائے، ایسی مردود اور باطل باتیں اس قابل ہیں
کہ بقول علامہ اقبال (المتوفی ۱۳۵۴ھ) ع اٹھا کہ چھینک دو باہر لگی ہیں۔

شرح مواقف ص ۲۷۷ و شرح فقہ اکبر ص ۶۸، سامرہ ج ۲ ص ۷۸، شرح عقائد ص ۱۸ اور فتح الباری ج ۸

ص ۲۳۱ (وغیرہ) میں ہے، والفظ لہ

الاحادیث اذا كانت في مسائل عملية یعنی جن مسائل کا تعلق عمل کے ساتھ ہے ان میں صحیح احادیث سے

یکفی فی الاخذ بها بعد صحتها افادتها الظن
استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کے لئے قطعی دلائل ہی کافی ہیں
اما اذا كانت فی العاقل فلا یکنی فیہا الا
لیکن جب عقائد کی باری لگے گی تو ان میں صرف وہ حدیثیں
قابل قبول ہوں گی جو یقین کا خزانہ ہیں۔ (مثلاً یہ کہ متواتر ہوں)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ عقیدت اور چیز ہے اور عقیدہ اور چیز ہے۔ اثبات عقیدہ کے لیے نص قطعی یا خبر
متواتر درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی، اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش
کرنا ہی سرے سے باطل ہے، چنانچہ فریق مخالفت کے قائد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

ان نصوص القرآن لا تعارض بالاحاد (الغیوض للکلبی)
اخبار احوال نصوص قرآن کے معارض میں نہیں پیش کی جاسکتیں
نیز لکھتے ہیں کہ؟ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت
نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو مگر قرآن کی
تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمر ہو جائے گی بلکہ تخصیص مترسخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور
تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد سے کسی قطعی سے تخصیص ہو سکے بلکہ
انباء المصطفیٰ (ص)

بلکہ سی خان صاحب لکھتے ہیں کہ موم آیات قطعہ قرآنہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد
محض ہرزہ بانی (انباء المصطفیٰ ص)

اور مفتی احمد یار خان صاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:- وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس
کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو؟ (عباد الحق ص ۱۱)

قارئین کرام! پوچھئے خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی سے کہ دوسروں سے
تو مطالبہ قطعی الدلالت آیت کا اور حدیث متواتر کا ہو اور خود آپ لوگ بیجوری، عثمانی اور صاوی (وغیرہ)
جیسے حاطب لیل متفسرین اور متصوفین کی عبارتوں سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور صحیح احادیث کو روکتے
پھریں، تمہیں اس تخصیص اور نسخ کا حق کس نے دیا ہے؟ اور کیا اخبار میں ان کے اقوال سے نسخ جائز ہے؟
عقیدہ اور نصوص قطعہ کے مقابلہ میں تو ہمارے مسلمات کے رُوسے بھی صحیح حدیث جب کہ خبر واحد ہو
نہیں پیش کی جاسکتی تو پھر بیجوری اور صاوی کو کون پوچھتا ہے؟ ہوش و حواس کو ٹھکانے کر کے جواب
دینا ہو گا۔

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کڑوئوں کی کچھ انتہا بھی زبان کہتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے؟
مفتی احمد یار خان صاحب یہ فرمائیں کہ آپ نے تو خود تحریر فرمایا ہے کہ :-

”رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر
ماخذ از اعلام کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہ“ (ملفوظہ جاد الحق ص ۹)

فرمایا ہے کہ آپ کو کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ ایک طرف تو تابعین اور تبع تابعین کی تفسیریں بھی جب کہ روایت اور حدیث سے نہ کی گئی ہوں مردود اور غیر معتبر ہیں اور دوسری طرف اسمعیل حتیٰ اور صاوی وغیرہ جیسے متقدمین کی تفسیریں بھی معتبر ہیں جن کی تائید میں ایک صحیح روایت بھی تاقیامت نہیں پیش کی جا سکتی۔ بتائیے مفتی صاحب، ایک طرف تو آپ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو موقوف قرار دے کر اس سے گلو خلاصی کی ناکام سعی کرتے ہیں، (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور دوسری طرف تبجوری اور صاوی کے غیر معتبر بلکہ سوفیصدی باطل اور مردود اقوال سے قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کو اپنی خواہش کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ فرمائیے مفتی صاحب! آپ کو اپنا یہ بیان یاد نہیں کہ :- ”قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے انتہی“ (ملفوظہ جاد الحق ص ۶)

مولوی محمد عمر صاحب سے جب حدیث انک لا تدری الخ کا اور کوئی جواب نہ بن سکا تو بجاری و مسلم کی اس صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینے کے درپے ہو گئے (جس کا مکمل جواب راقم نے تبرید النواظر میں لے دیا ہے) اور لکھتے ہیں کہ :- ”دوسری یہ بات ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے حجت نہیں ہو سکتی“ (انتہی ملفوظہ ص ۵۲) شبلاش مولوی محمد عمر صاحب ابجاری وغیرہ کی حدیث ضعیف ہو کہ حجت نہیں ہو سکتی مگر صاوی وغیرہ کی بے سند بات بھی حجت ہے، انصاف اور دیانت شاید اسی کا نام ہوگا؟ مگر توحید و سنت سے اعراض کے بعد ہاتھ کیا آتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۴۲ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

”محل صوفیہ در محل و حرمت مذہبیت، ہمیں بس نیت کہ ما ایشال را معذور داریم و ملامت

نہ کنیم و مرا ایشال را بحق سبحانہ و تعالیٰ مغفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابی یوسفؒ

و امام محمدؒ معتبر است نہ عمل ابوہریرہؓ نہ و ابوسعہؓ نہ (مکتوبہ، مکتوبہ ۲۶۶ و فتر اقول ص ۲۳۸)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار است نہ کلام محمد بن عربی
 اکبر بن عربی و صدر الدین قزینی و عبد الرزاق کاشانی و
 مارانص کارست نہ بعض فتوحات مدنیہ از فتوحات
 مکہ مستغنی سامتہ اند۔
 (مکتوبات حصہ دوم ص ۱۰۰ مکتوبات ص ۱۰۰)
 علامہ محمد طاهر الحنفی و کہتے ہیں کہ:-

النصوص علی ظواهرها والحدود علی معانیها
 معان باطن الحاد (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۲۸ غامہ)
 اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

واما کلام الصوفی فلیس بتفسیر وتفسیر ابی
 عبد الرحمن السلی ان کان قد اعتقد انه
 تفسیر فقد کفر۔ (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۲۸)
 بہر حال صوفی کا کلام تفسیر نہیں ہے اور ابو عبد الرحمن السلی و
 (الصوفی) بھی تفسیر کو جس نے تفسیر اعتقاد کیا تو اس نے کفر کا
 ارتکاب کیا۔

علامہ ذہبی و انہیں ابو عبد الرحمن السلی (المتوفی ۷۴۸ھ) کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ:-
 الف حقائق التفسیر فانی فیہ بمصائب و
 تأویل الباطنیۃ لئال الله العافیۃ۔
 انہوں نے تفسیر میں چند حقائق لکھے ہیں اور اس میں بڑی
 بڑی مصیبتیں اور باطنی تاویلیں انہوں نے کی ہیں ہم اللہ تعالیٰ
 سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔
 (تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۵)

اور حضرت مجدد الف ثانی و کہتے ہیں کہ:- تبرعات صوفیہ مفتون نہ گردی۔ (مکتوبات حصہ ۵ ص ۵)
 مسلم اور مستند حضرات محدثین کرام و کا صوفیوں کی تفسیر سے متعلق نظریہ تو یہ ہے مگر فریق مخالف
 ان کی ایسی بے سرو پا تفسیروں کو لے کر ان سے قرآن کریم کی نصوص قطعاً اور احادیث متواترہ کو رد کرنے
 کے درپے ہے۔
 یہیں تفاوت راہ ست از کجاست تا بجا

اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی و (المتوفی ۱۰۵۸ھ) فرماتے ہیں، حجت در اقوال و اعمال مشائخ
 نیست حجت آنحضرت کہ در کتاب و سنت است۔

ومثلہ فی البلاغ المبین ص ۵۵ المنسوب بشاہ ولی اللہ صاحب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "مشرب پیر حجت نیست دلیل از کتاب و سنت نے باید" (اخبار الاخیار ص ۹۳)

اور ایک عارف فرماتے ہیں: "وہ"

نیست حجت قول و فعل بیچ پیر قول حق فعل احمد را بخیر
خان صاحب بریلوی، مرسول میں قوالوں کے حصول رسائی۔ بلجے اور بانسری وغیرہ کے شرعاً ممنوع ہونے پر بحث کرتے ہوئے بخاری (۲/۸۲۷) کی ایک حدیث شریف نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ضرور میری امت میں وہ لوگ آنے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عقلوں کی شہ گاہ یعنی زنا اور ریگیمی کپڑوں اور شراب اور باجول کو حدیث صحیح جلیل متقبل ہو پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعض بہانہ بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ اہل بدعت صحیح مرفوعہ حکم کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں انہی عقل نہیں یا قصد ابے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل حکم کے حضور متشابہ واجب التکرار ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پیر کا محترم کہا بیچ ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے یہ دھناتی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی نالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں۔ بلغظہ (احکام شریعت حصہ اول ص ۲۶ طبع بمقام پریس مراد آباد)

ہماری طرف سے خود خان صاحب اور ان کی روحانی ذریت کو ہر ایسے مقام پر یہی جواب کافی ہے جہاں وہ نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ و صحیحہ اور حکمت کے مقابلے میں قصے اور کہانیاں اور ضعیف حدیثیں اور بعض موقوف اور بزرگوں کی محتمل اور مجمل عبارات اور غیر مستند اور بے سند و دلائل پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل محترم کو چھوڑ کر بیچ کے چودہ وارے سے دین کی مضبوط اور محفوظ عمارت میں داخل ہو کر اپنے باطل عقائد اور بدعات کے جواز اور حق ہونے پر اہل حق کے دلائل اور الزامات کے ٹلنے کی بے جا کوشش کیا کرتے ہیں "لَقَدْ بَنَفْسَكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا" ع جادو و سہرے جو سر چڑھ کر بولے۔

محترم جناب مولانا حکیم سید محمد برکات احمد صاحب ٹوٹی (جنہوں نے براہین قاطعہ کی متنازعہ فیہ عبارت کا بزعم خویش خوب رد کیا ہے) فرماتے ہیں۔

غرض عدم علم غیوب خمسہ پر بہت سی صریح آیات اور صریح احادیث اٹھ رہی ہیں اور کسی حدیث یا
 اثر صحابہؓ سے یہ مفہوم نہیں ہوتا ہے کہ غیوب خمسہ کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا
 فرمادیا گیا تھا اگر اقول بعض محدثین! مثلاً نسخ سے علم غیوب خمسہ کا ثابت کیا جاوے تو وہ اقول بتا بلکہ
 آیات صریحہ و احادیث صحیحہ کیونکہ مسموع ہوں گے لہذا عقیدہ ان اقول سے ثابت نہیں ہوگا اور نہ وہ
 مذہب مرجع قرار پاوے گا احادیث اور اقول صحابہؓ اور محدثین بہت ہیں جو عدم علم غیوب خمسہ پر ناطق
 ہیں (۱) فصل الخطأ فی العلم بالغیب طبع دہلی

اور سنیں۔ وقت کے ایک اختلافی مسئلہ پر بعض علماء نے ایک مالکی المذہب عالم امام عبد الرحمن
 ابن القاسم (المتوفی ۱۹۱ھ) کی ایک عبارت پیش کی تھی، جس پر مولوی احمد رضا خان صاحب سنج پنا
 ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ”ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں اگر فرمایا کہ ابن القاسم نے کہا مقبر
 کو بعد بے نشانی کر دینا روا اور ابو القاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنا کر
 آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات حق
 جانیں اور ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں۔ انتہی بفظہ (الطاک الوطاییین ص ۲)

کیا خوب؟ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت بھی بقول شخصے ع

یہ بھی لگا کے خون شہیدوں میں مل گیا

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا صوفی اور مولوی کے کسی قول سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یہ ارشاد فرمائیں کہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں ہے، تو فریق مخالف اصفاف سے
 فرمائے کہ کس کے قول و ارشاد کو تسلیم کرنا ہوگا؟ احمد بن محمد الصادق یہ کہتے ہوں کہ ان پانچ اشیاء کا علم
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا مگر چھپانے کی تاکید تھی اور خود سرور دو جہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم یہ فرماتے کہ مجھے ان پانچ اشیاء کا علم عطا ہی نہیں کیا گیا اور یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد ہیں۔
 جب تو تمنا ایمان ہے کہ احمد الصادق کی بات حق جانیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مانیں العباد باللہ تعالیٰ

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

الغرض فریق مخالف عثمانوی - بھجوری اور صاوی وغیرہ کے باطل اقوال کو پیش کرنے کی ہرگز تکلیف نہ اٹھائے
قرآن کریم اور متواتر احادیث سے یا کم از کم خبر واحد صحیح ہی سے (جو مرفوع اور متصل ہو اور تمام عل سے پاک
ہو) یہ ثابت کرے کہ ان پانچ چیزوں کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کر دیا گیا تھا۔ پس
اسی پر نگاہ رکھئے۔ حج۔ اسی ہی بات پر ٹھہرے فیصلہ دل کا۔

قیامت کا علم اور فریق مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا
بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ متذکرہ ج ۴ ص ۵۶
عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت
کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی
یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ (ملفوظہ مقیاس ص ۳۸۳)

الجواب | مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے اولاً اس لیے کہ
اس کی سند میں الحسن (بصری) (المتوفی ۱۸۰ھ) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ
یحمی بن سعید القطان رحمہ، علی بن المہینی رحمہ اور ابن معین رحمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسن رحمہ کی حضرت عمران
سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ رد کیجئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۵) اور حافظ ابن حجر رحمہ لکھتے ہیں کہ۔
کان یرسل کثیراً ویدلس (تقریب ۸۵) حسن کثرت سے رسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔
علامہ ذہبی رحمہ لکھتے ہیں کہ۔

وهو مدلس فلا یحتمل بقوله عن من لعیددک وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے
ملقات نہیں کی تو ان کی بات حجت نہیں ہے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۶۷)

جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو
اصول حدیث کے رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟
وثائبا یہ حدیث اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ قیامت سماعت کا وقت جناب رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا بلکہ اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:-
فینادیہ ربہ فیقول یا ادم البعث البعث النار اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو ندا کر کے فرمائے گا ادم! ادم! اللہ نے

من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين في گروه کو گھڑا کہ تو ایک ہزار میں سے نو سو ننانف و دہن میں
الذروا عندی الجمعة (متحدک ج ۲ ص ۵۶۷) الحدیث۔ اور صرف ایک جنت میں اقل کیا جائے گا۔

یہ تو قیام ساعت کے بعد کا واقعہ ہے جو عشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش آئے گا، قیامت
کی خاص گھڑی کا (جس میں نزاع ہے) اس سے کیا تعلق ہے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے مولوی
صاحب موصوف نے تو اپنی عادت مائوفہ کے مطابق اس حدیث سے بھی کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی
یہ ثابت کرنے کی بے جا سعی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم تھا۔ یہ ٹھیک
ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی، مگر وہ جمعہ کتنے سالوں کے بعد آئے گا اور کس مہینے کا کون سا جمعہ
ہوگا؟ اور پھر جمعہ کے دن کے بارہ گھنٹوں میں سے کون سا گھنٹہ ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ امور اس سے ہرگز حل نہیں ہوتے
مولوی محمد عمر صاحب کا اپنی کتاب مقیاس ص ۲۳۷ طبع جدید میں فوجداری عدالت کے دفتر کی المایا
اور فائلیں گزرا کر ان کے سرسری اور ظاہری حالات کے جاننے والے کو ہمہ دان تصور کر کے اس پر جناب نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشراط ساعت کو بیان کرنے کی بنا پر وقت قیامت کے علم کو قیاس کرنا ایک
مضحکہ خیز قیاس ہے جس کو درحقیقت ہدیان سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب اور حواس کا مصداق ہے کہ ع
”کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی“

مفتی احمد یار خان صاحب کا منقیا نہ لہجہ تھا و مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ حضور علیہ السلام نے
قیامت قائم ہونے کا دن بتایا، مشکوٰۃ باب الجمعة

میں ہے قیامت نہ قائم ہوگی مگر جمعہ کے دن۔ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ہلا کر فرمایا ہم اور قیامت اس طرح
پے ہوتے پیچھے گئے ہیں (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الجمعة) یعنی ہمارے زمانے کے بعد بس قیامت ہی ہے اور
اس قدر علامات قیامت ارشاد فرماتیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی
قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا ان علامات سے
قیامت کو بالکل ظاہر فرمادیا پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا
ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہو لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ
مقرر ہی نہ ہوئی تھی سنہ ہجری عید فاروقی میں مقرر ہوئی الی ان قال نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ
حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک من وعن واقعات بیان کر دیے

اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو، کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کی ابتداء کا علم ہوتا ہے اس پر خوب غور کر لیا جاوے نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی: انتہی بلنظم (جاء الحق ص ۱۸۱)

الجواب | جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے سے اس کے صحیح وقت کا اثبات منفی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ باقی انا والساعة کھاتین کی روایت سے قیامت کی ٹھیک مقدار اور وقت پر استدلال کرنا زری جہالت ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ اور خطیب شربینیؒ کہتے ہیں کہ:-

فان قيل اليس انه صلى الله عليه وسلم قال بعثت انا والساعة كهايتين فكان عالما بقرب وقوع العتمة فكيف قال ههنا لا ادرى اقرب ام بعيد اجيب بان المراد بقرب وقوعه هو ان ما بقى من الدنيا اقل مما انقضى فلهذا القدر من القرب معلوم فاما معرفة مقدار القرب فغير معلوم۔

(تفسیر کبیر ۸ ص ۲۳۴ و سراج مینر ۴ ص ۲۸۵)

اور یہی امام رازیؒ دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ:-

المطاد ان العلم بالوقوع غير العلم بوقت الوقوع فالعلم الاقل حاصل عندی وهو كاف في الانذار والتحذير واما العلم الثاني فليس الا بالله ولا حاجة في كوني نذيراً مبيناً اليه

(تفسیر کبیر ۸ ص ۱۹۱)

مطلب یہ ہے قیامت کے نفس وقوع کا علم اور چینیہ ہے کہ اس کے وقت وقوع کا علم علیحدہ چیز ہے پس پہلا علم تو مجھ کو حاصل ہے اور انداز و تخمین کے لیے وہی کافی ہے اور دوسرا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میرے نذیر میں ہونے کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال لعین کے خروج وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں کسی اور نبی کے کو شک نہیں ہو سکتا مگر سوال صرف یہ ہے کہ کیا ان کے نزول اور ظہور و خروج کا وقت بھی بتایا ہے کہ فلاں وقت ان کا نزول اور ظہور و خروج ہوگا؟ جھگڑا تو وقت کی تعیین کے علم اور عدم علم کا ہے۔ اگر اس کے بارے میں کوئی دلیل ہے تو مفتی صاحب اس کو پیش کریں گول مول باتوں سے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

علامہ الذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہما علیہما بن احمد الحنفی المغربي (المتوفی ۷۴۸ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:-

وَزَعَمَ أَنَّهُ اسْتُخْرِجَ مِنْ عِلْمِ الْحُرُوفِ وَقْتُ خُرُوجِ الدَّجَالِ وَوَقْتُ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَهَذِهِ عُلُومٌ وَتَحْدِيدَاتٌ مَا عَلِمْتُهَا رَسُلَ اللَّهِ بَلْ حُلَّ مِنْهُمْ حَقُّ نَوْحٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَتَخَوَّفُ مِنَ الدَّجَالِ وَيَنْذِرُ أُمَّتَهُ الدَّجَالَ وَهَذَا ابْتِئَاظُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ يَخْرُجُ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حُجَّةٌ وَهُوَ لَاءُ الْجَهْلَةِ اخْوَتُهُ يَدْعُونَ مَعْرِفَةَ حَقِِّي يَخْرُجُ نَسْأَلُ اللَّهَ السَّلَامَةَ أَنْتَهَى - (ميزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۳ ولسان المیزان ج ۲ ص ۲۴۵)

اس نے یہ یہاں کیا ہے کہ اس نے علم حروف سے دجال کے خروج کا وقت اور مغرب طلع آفتاب کا وقت نکالا ہے عاویز یہ علوم اور ان کی تعیین اور تحدید وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے رسول کو بھی نہ تھا بلکہ سب کے سب رسول مبعوثی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو دجال لعین کے فتنہ سے ڈرتے تھے اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو میں رامت کی طرف سے اس کے ساتھ جھگڑا کر دوں گا اور یہ جاہل دجال کے بھائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو دجال کے خروج کا وقت معلوم ہے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ میں ایسے گندے عقائد سے محفوظ رکھے۔ انتہی

فرمایے مفتی صاحب، طبیعت صاف ہوئی یا نہیں۔ حافظ ابوہریرہ اور حافظ ابن حجر رحمہما علیہما نے تو فرماتے ہیں کہ تمام حضرات انبیاء و ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حتیٰ کہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علی تعیین دجال کے خروج کا وقت اور اسی طرح طلوع شمس من المغرب کا وقت معلوم نہ تھا اگر آپ کو وقت معلوم ہے یا اس کا ادعا کرتے ہیں تو حافظ صاحب نے اس گروہ کا تذکرہ بھی کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک جست لگائیے اور شوق سے اس گروہ میں شامل ہو جائیے۔

ہستی سے تابلاک عدم ایک جست تھی جھپکی نہ آکھ بھی کہ ادھر سے ادھر گیا

مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وقت کی تحدید اور تعیین کیلئے سنہ کی تقرری ضروری نہیں ہے۔ آپ سنہ ہجری سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی یہ فرما سکتے تھے کہ مثلاً آج سے پندرہ سو ایک سال دو ماہ اور چار یوم کے بعد قیامت آئے گی۔ باقی جس روایت کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ آپ نے قیامت تک کہ من وعن واقعات بتائیے تھے۔ لہذا قیامت کا علم لازم ہے، اس روایت کی بحث اپنے مقام پر آئے گی، انشاء اللہ العزیز۔ اس سے وقت قیامت کا علم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مفتی صاحب کا اپنے مایہ نازات اور صدر الافاضل سے یہ نقل کرنا کہ دوہلی ہوئی چیزوں میں ایک کی ابتداء دوسری کی انتہا ہوتی ہے، روایت و درایت باطل اور مردود ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اشراط ساعت اور علامات قیامت کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھ کر بھی جمہور شراح حدیث بجز چند واقعات کے ان کی صحیح ترتیب بیان نہیں کر سکے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ یہ واقعات قیامت سے قبل ضرور رونما ہوں گے مگر کونسا واقعہ پہلے اور کونسا بعد کو ہو گا سو اُردو سے چند واقعات کے اور کسی میں ٹھیک ترتیب معلوم نہیں ہے۔

صدر الافاضل اگر حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی یہی ایک روایت دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں کہ د۔

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اول الايات خروجا طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة على الناس صبيحا وايهما ما كانت قبل صاحبتها فانها اخري على اشوا - (مسلم ج ۲ ص ۲۷۷ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷)

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا اپنے فرمایا کہ (ایمان کے نفع نہینے کی) نشانیوں میں سے پہلی نشانی مغرب سے طلوع آفتاب اور خروج دابۃ ہے۔ چاشت کے وقت یہ لوگوں پر ظاہر ہوں گی۔ ان دونوں میں کونسی نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائیگی۔

اچھے ملاحظہ کر لیا کہ ان دونوں میں بھی ٹھیک ترتیب کہ پہلے کون سی ہوگی اور بعد کو کون سی نہیں بتلائی گئی یہی بتلایا ہے کہ ان میں سے جو کسی ایک پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔ وثائیا جب واقعات کے اندر ترتیب ہی معلوم نہیں تو مفتی صاحب کا یہ دعوے کیسے درست ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہو گا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض تمام واقعات کی ترتیب بھی معلوم ہو اور من وعن تمام واقعات اور حوادث اس میں بھی شامل بھی ہوں تو اس سے

صرف یہی ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے اور اہم واقعات کا علم مگر وہ ہے۔ غیر ضروری واقعات کا اس سے کیا لگاؤ ہے؟ کہ فلاں مرغی انڈے دیگی، اور فلاں مرغی فلاں درخت کے پتے کھائے گی اور فلاں آدمی کے پیٹ میں فلاں کھانا جائے گا اور پھر فضلہ بن کر فلاں جگہ خارج ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر واقعات کے معلوم ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کا علی التبعین ٹھیک وقت بھی معلوم ہو؟ اور کس قطعی دلیل سے اس کا ثبوت ہے؟ مفتی صاحب کو محض اپنی رائے سے تعین کا حق کس نے دیا ہے اور ان کے صدر الافاضل کو یہ منصب کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ پھر اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آخری واقعہ کا وقت بھی معلوم تھا تو اس کا ثبوت کہاں سے ملے گا کہ اس آخری واقعہ کے آٹھ ماہ بعد فراقیامت آجائے گی درمیان میں سالوں اور مہینوں کا، ہفتوں اور دنوں کا اور لمحوں کا وقفہ نہ ہوگا؟ اور اس فرضی طریقہ سے قیامت کا ٹھیک وقت معلوم ہو جائے گا۔ الغرض یہ تمام باتیں مفروض ہیں اور ظلمات

بَحْضُهَا فَوَيْ كَبْحُضُ كَا صَبْحُ مَصْلُوقِ هِيَ :۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فضاں سے ہم حجت تمام کرتے ہیں آج آسمان سے ہم مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ اسی بنا پر آپ نے اپنے سبابہ اور وسطیٰ کو لما کر کے اپنا اور قیامت کا تعلق ظاہر فرمایا، اگر کو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے تعین کا امر نہیں کیوں نہیں ارشاد فرمایا تو آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ انتہی بلفظہ (مقیاس ص ۲۷۱)

بلاشک عدم انظار عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتا مگر جب سائل آپ سے یہ پرچھے کہ قیامت کب ہوگی اور آپ یہ فرمائیں کہ غَيْبٌ وَمَا يَخْلُكُ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ یا سائل یہ پرچھے کہ کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے جہلانی کے علوم عطا کیے ہیں مگر ان پانچ کا علم مجھے نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ، تو عدم علم کی اس تصریح کے بعد پھر بھی مولوی محمد عمر صاحب یہ کہتے جائیں کہ آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ سرسربہتان اور خالص افتراء ہے۔

اسی طرح مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال کہ :۔ مسلم :۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے ہر چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہو گے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا کیا گیا قیامت کا بھی کیونکہ اس میں بھی

ہمارا ذوق ہے اوصافاً تکثیف غذا بھی کیونکہ ذوق الحیوانیہ صیغہ استقبال ہے اور مافی الاکھام کا بھی اور نزول غیث کا بھی (بلفظہ متیاس ص ۲۷۲) تو یہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قلعی ہے، اس کا مفصل جواب اپنے مقام پر عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز کہ لفظ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا علاوہ بریں لفظ عرض بھی اس کو نہیں چاہتا کہ ہر چیز پر تفصیلی نگاہ پڑے صرف اجمالی طور پر دیکھ لینا بھی عرض کے تحت داخل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا حساب قیامت کے دن ہو گا وہ ہلاک ہی ہو جائے گا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا، حضرت! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ (مؤمنوں کا) عقیقہ آسان حساب کیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

انما ذلک العرض ولكن من توفّق فی الحساب ۱
یہلک (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۷)
یہ ترمض عرض اور پیشی ہے مگر جس کا پورا پورا احساں دیا گیا تو وہ ہلاک ہی ہو جائے گا۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ لفظ عرض اس کا ہرگز متفق نہیں ہے کہ ہر ایک ایک چیز کو تفصیلاً دیکھا جائے گا اور ہر ایک ایک سے الگ الگ بحث کی جائے بلکہ صرف اجمالی طور پر پیشی سے اس کا مفہم پورا ہو جاتا ہے لہذا عرض کی جتنی بھی حدیثیں فریق مخالف اپنے مدعا کے اثبات کے لیے پیش کرتے ہیں وہ ان کے لیے کسی طرح بھی سودمند نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لفظ فرماتے ہیں کہ:-

ای تدخلونہ من جنة و نار و قبر و محشرو
یعنی جس چیز میں تم داخل ہو گے مثلاً جنت اور دوزخ
غیر ہا (انتہی ج ۱ ص ۲۹)

اور ان چیزوں کی اجمالی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، اس میں کیا شک ہے؟ اگر اس سے پوری تفصیل مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ جنت اور دوزخ وغیرہ کی پوری تفصیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھی تو اس سے مخصوص قطعہ کی مخالفت لازم آئے گی جو ہر امر باطل ہے علاوہ بریں یہ فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہو گی کیونکہ آخر ان کا بھی تو یہی عقیدہ ہے کہ ماکان و مایکون کا اطلاق تا دخول جنت و نار ہی پر ہوتا ہے بعد کی طویل اور ابدی زندگی پر نہیں ہوتا جیسا کہ خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سے باحوالہ یہ بات اسی کتاب میں عرض کر دی گئی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم | غیث ۷ پھر اس کے اثبات کے لیے بخاری ج ۱ ص ۱۳۸ اور مسلم

ج ۱ ص ۲۹۹ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ: "انس بن مالک سے روایت ہے، فرمایا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بارش کا کال پڑ گیا ہے اللہ سے دعا فرمائیے آپ نے دعا فرمائی تو بارش شروع ہو گئی ہمیں اپنے مکانوں تک پہنچنا مشکل ہو گیا" الخ، پھر آگے لکھتے ہیں "اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ بارش کا برسنا آپ کے فرمان اور اشارے سے ہوتا تھا جس کے اشارے سے بارش برسے اور جس کے اشارہ پاک سے بادل پھٹ جائے۔ بادل کیا چاند ٹکڑے ہو جاتے، سورج واپس لوٹ آئے۔ یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، دیکھئے راقم کی کتاب "دل کا سرور" صفحہ ۱۸۱ اس ذات کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو بارش کا علم نہ تھا تو اس سے زیادہ کم فہمی اور کیا ہو سکتی ہے (مقیاس ص ۳۴۵ و ۳۴۶)۔

الجواب | مولوی محمد عمر صاحب از روئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کے نزدیک انصاف و دیانت کوئی چیز ہو کہ اس حدیث سے علم نزول غیث کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر یہ بتائیں کہ کیا آپ کو ایک ہی دفعہ کی بارش کا علم ہو گیا تھا یا ہر دفعہ کی اور ہر جگہ کی بارش کا علم تھا؟ اور کیا یہ بارش آپ کی دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ نے برساتی تھی یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برساتی تھی؟ اگر آپ نے برساتی تھی تو خدا تعالیٰ سے سوال اور دعا کرنا کیا مطلب تھا؟ اور اس ایک دفعہ کے معجزے سے مولوی محمد عمر صاحب نے (اشارہ سے ہوتا تھا، کہہ کر) ماضی استمراری کیسے بنا دی؟ اور پھر علم نزول غیث کے ثبوت میں مسلم ج ۲ ص ۱۸۱ کی یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آسمان (یعنی بادل) کو حکم کرے گا تو بارش شروع ہو جائے گی الخ (مقیاس ص ۳۴۵) پیش کر کے علم اور انصاف کا جو جوازہ مولوی محمد عمر صاحب نے نکالا ہے۔ وہ ہرگز قابلِ فراموش نہیں ہے، کیونکہ دجال عین کا یوں بارش برسانا مردود اور سمریزم کے طور پر ہو گا اور آج بھی بعض مغربی حکومتیں مصنوعی بادل بنا کر اس سے بارش برساتی ہے اور سحر بقول علامہ شمس الدین انجیالی (المتوفی ۱۳۵۷ھ) خارقِ عادت نہیں بلکہ اسباب پر مرتب ہوتا ہے (انجیالی ص ۱۸۷) اور باقی حضرات فرماتے ہیں کہ

خارق عادت کام اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اگر یہ کافر کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی غرض کے موافق ہو تو استدلال کلامی ہے (الینالی ص ۱۴۱) یہ کافر کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو اس سے کیا۔ وہ تو یہ کہہ دیں گے کہ سچ

”بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“

مولوی محمد عمر صاحب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم مافی الارحام اور علم مافی الارحام ثابت کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ۲۔ دلائل النبوة ج ۳ فریق مخالف کے دلائل

جب ان کی والدہ حضرت ام فضل (باب بنت الحارث) المتوفیۃ (سہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذریں تو آپ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو اس کو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر آگے مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ————— ”تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

بچے کے دایں کان میں اذان فرمائی اور دہنے کان میں اقامت۔“ (مولوی محمد عمر صاحب کو دایں اور بائیں کی غیرتے تمیز نہیں ہے، ان کے نزدیک دہنے کا معنی بائیں ہے۔ یہ فونی مخالف کا مناظر اعظم بلکہ مناظر اسلام ہے جس کا مناظرہ ہی ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ رہتا ہے۔ سچ بریں عقل و دانش بیاہ گریست۔ صفحہ پھر آپ نے بچے کا نام عبداللہ رکھا جو عبداللہ بن عباس رضی سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خلفاء (عباسیہ) کا بابا ہے جس کی نسل سے سفاح اور مہدی اور وہ شخص پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدار میں نماز پڑھے گا“ (محصلہ مقیاس حنفیت ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰) پھر اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ارقام فرمایا کہ ”عابنی صلی اللہ علیہ وسلم کا پردے میں عورت کے حاملہ ہونے کی غیبی اطلاع دینا عا آپ کا علم مافی الارحام کی حقیقت کا مطلع ہونا اور قبل از ولادت لڑکے کی مبارک دینا“ پھر چند فوائد اور زیب فلم فرما کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”کیوں جناب تم تو کہتے ہو کہ سولے جلد کے مافی الارحام کا علم اور مافی عند کا علم کسی کو ہے ہی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توقیہ امت تک نسلوں کا ثبوت دے دیا کیا اس پر یہی ایمان لاؤ گے یا نہ؟“ (دہلفظ مقیاس ص ۲۴۱)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن راشد بن غنیم المللی ہے۔

الجواب

علامہ ذہبی رحمہ اللہ میں اور سافطابن حجر لسان جہاں میں لکھتے ہیں کہ بخبر باطل کہ اس نے یہ باطل حدیث روایت کی ہے) پھر آگے لکھتے ہیں فرد حدیث رکیکا (منایت ضعیف اور رکیک روایت اس نے بیان کی ہے) اور پھر لکھتے ہیں احمد بن راشد فهو الذی اختلفت بهجہل لسان جہاں ص ۱۱۱ کہ احمد بن راشد ہی نے حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب بنائیں کیا ان کا یہ ایمان ہے کہ قرآن کریم کی قطعی الدلالہ نصوص کو رد کرنے کے لیے ایسی ہی باطل اور من گھڑت روایتوں سے کام چل جاتا ہے۔

وثائقاً کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کے حمل کا علم تھا یا تمام روئے زمین پر عورتوں (بلکہ جملہ حیوانات کی اناث) کے ارحام کا بھی علم تھا؟ اور کیا آپ نے صرف چند خلفاء کے متعلق یہ فرمایا ہے یا قیامت تک تمام نسلوں کے لیے؟ بات صاف اور دو لوگ ہو گئی لپٹی نہ کہنا۔

اور ہوں گے جو سب ان کی جنائیں بے عمل ہم کسی کا غفرہ بے جا اٹھا سکتے نہیں

مولوی محمد عمر صاحب مسلم ج ۲ ص ۳۹۲ کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ ان کی زبانی یہ ہے۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب دس سوار نکلیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے ناموں کو بھی جانتا ہوں اور ان کے آباء کے ناموں کو بھی اور ان کے گھوڑوں کے زنگوں کو بھی وہ اس دن تمام روئے زمین کے سب سواروں سے بہتر ہوں گے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانی غدا اور مانی الارحام کے علوم قیامت تک بیان فرمادیے" (بلفظہ مقياس ص ۳۳۲)

مولوی محمد عمر صاحب کا تقریر و تحریر میں ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے (اور اب اس پر چلے

الجواب

میں وہ بھلا جا بھی کیسے سکتا ہے؟) کہ وہ خاموش نہیں رہا کرتے، ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ اور لکھ دینا کافی اور معقول جواب تصور ہوتا ہے اور غالباً ان کا اس پر عمل ہے ع

"ملل آل باشد کہ چپ نشود"

اس خدا کے بندے کو اس کی تمیز ہی نہیں ہے کہ دعوت اور دلیل میں مطابقت کو ملحوظ رکھ سکے۔ دعوت تو ہے مانی الارحام کے علم کا اثبات کرنا اور دلیل یہ پیش ہو رہی ہے کہ آپ نے قیامت کے قریب دس سواروں کے نام اور ان کے آباء کا نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بیان فرمادیے، کیا یہ لوگ ماں کے پیٹ میں ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے؟ (معاذ اللہ تعالیٰ) مولوی صاحب آپ کو ایک

دو تین اور چار کا نہیں بلکہ کلی طور پر مافی الارحام کے علم کا ثبوت پیش کرنا ہے اور وہ بھی نفس قلعی اور خبر متواتر سے خبر واحد سے بھی نہیں۔ علاوہ بریں کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اُن دس آدمیوں کے اور ان کے آباء اور گھوڑوں کے بارے میں اطلاع دی ہے یا تمام روئے زمین کے ارحام اور تمام کے مافی خد کے واقعات کی اطلاع دی ہے؟ خود سے بتائیں اور دعوئے اور دلیل میں مطابقت ملحوظ رکھیں:۔

سنجصل کہ قدم رکھیو دشتِ خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مفتی احمد یار خان صاحب جاد الحق صلا میں اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم مافی الارحام تھا۔ پھر مؤطا امام مالک ص ۳۱۴، بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱، طحاوی ج ۲ ص ۲۵۵ تاریخ الخلفاء ص ۸ اور اصابع ج ۸ ص ۲۸۶ کی روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے وفات کے وقت وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضہ کو ارشاد فرمایا جس کا آخری حصہ یہ ہے اور ترجمہ مولوی محمد عمر صاحب کا ہے:-

”دو تیرے بھائی ہیں اور دو تیری بہنیں ہیں تو اللہ کی کتاب کے مطابق تم اس کو تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، قسم اللہ کی اگر ایسے ایسے ہوتا تو میں اس کو چھوڑ دیتی (میری ہمیشہ) وہ اسماء ہی تو ہے اور کوئی نہیں دوسری کون ہے؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے۔ میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں“

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ کیوں جناب تم تو کہتے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ کا علم نہیں، یہاں تو آپ کے نام لیوا پیٹ کا علم ظاہر فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمادیا کہ میں تیری والدہ کے پیٹ میں لڑکی دیکھ رہا ہوں۔ (بلفظہ بمقیاس ص ۳۴۴ و ۳۴۵)۔

اس روایت سے فریق مخالف کا احتجاج بچند وجوہ باطل ہے۔

الجواب | اولاً اس لیے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے صرف ایک رحم کی خبر دی ہے، مافی الارحام کے علم کی خبر نہیں دی اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت صدیق رضہ کو علم مافی الارحام تھا۔ ایک رحم کے علم سے جمیع مافی الارحام کا علم کیسے حاصل ہوا؟ بندگانِ خدا دعوئے اور دلیل کی مطابقت تو پیش نظر رکھیں۔

وثانیاً اُردھا جاریۃ کے یہ معنی جو مولوی محمد عمر صاحب نے کیا ہے۔ "میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں" یہ فرن عربی سے ناواقف کی روشن اور واضح دلیل ہے۔ اُردھا (بضم البعرة) ظن کے معنی میں آتا ہے نہ کہ علم کے معنی میں چنانچہ امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید للطبریزی الحنفیؒ (المتوفی ۷۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وما اُراه يفعل كذا ای ما اظنه ومنه ما اراه يفعل كذا کا یہ معنی ہے کہ میرا اس کے متعلق ظن یہ ہے
و ذو بطن بنت خارجة اُردھا جاریۃ کہ وہ ایسا نہیں کریگا اور اسی سے ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی
ای اظن ان مافی بطنها انشی۔ (مغرب ج ۱ ص ۱۹۷) بیوی (م) بنت خارجہ کے حمل کے متعلق فرمایا کہ
اُردھا جاریۃ یعنی میرا ظن اہل گمان یہ ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

اُردھا بضم الهمزة ای اظهر مافی بطنها جاریۃ اُردھا بضم ہمزبہ یعنی میں ظاہر کرتا ہوں کہ اس کے
وفیه حصول الظن لبطل ذلك وانما المستنع بیٹ میں لڑکی ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ اس طرح
العلم فلا یخالفه قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ کا ظن حاصل ہو سکتا ہے، طالع البتہ علم کا حاصل نہ ہوا متنع
الساعة وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِی ہے تو یہ روایت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ
الْاَرْحَامِ۔ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور نازل کرتا ہے بارش اور علم رکھتا

ہے مافی الارحام کا۔ (عملی بر موطا ص ۲۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جس چیز کا اظہار فرمایا تھا، وہ ظن ہے اور آیت میں جس چیز کا ذکر ہے وہ یقینی علم ہے اور علم یقینی کُلّی طور پر مافی الارحام کا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ امام سیوطیؒ علامہ ابن سعدؒ کے حوالہ سے روایت میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا قد القی فی روعی انھا جاریۃ الخ یعنی میرے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہوگی چنانچہ لڑکی ہی پیدا ہوئی اور اس کا نام ام کلثومؓ رکھا گیا (تاریخ الخلفاء ص ۱۶)

مفتی احمد یار خان صاحب کا کمال ملاحظہ کر لیں کہ وہ انجیل المجاہدہ سے مفید مطلب حوالہ اور عبارت تو نقل کرتے ہیں۔ (دیکھئے جاد الحق ص ۱۱۱) مگر آگے یہ عبارت شیر مادر سمجھ کر مضمّن کر جاتے ہیں کہ:-

ومع هذا لا ینخرج عن درجة الظن ولا ینخل باوجودیکہ یہ (فرست از ظن ہے اور خدا تعالیٰ مومن کی ذہانت فی حد العلم فافترقا۔ کو سچا کر دیتا ہے۔ جاد الحق ص ۱۱۱) واقعہ صحیح ثابت ہوا مگر

پھر بھی ظن اور گمان کے درجہ سے خارج نہیں اور نہ علم کی
مدین داخل ہے اور دونوں میں فرق ہے۔

دیکھا آپ نے کہ ان نام نہاد مغنیوں اور مولویوں نے خدا کی کتاب پر کیسا ظلم روا رکھا ہے کہ غیر معصوم اطفال
سے قطعی احکام کو اور ظن اور گمان سے علم یقینی کو اور ادھوئے اور ناکمل حوالجات سے مکمل اور ناقابل تنسیخ آیات
کو رد کرتے ہیں اور شرک ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

لائے گاتاب سماعت کس کا دل کس کا جگر داستان ہے در دو غم داستان عندلیب

و ثانیاً اگر فریق مخالف کا مقصد اس حوالہ سے یہ ہو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو علم غیب حاصل تھا
جیسی تو آپ نے پیٹ کے محل کا تذکرہ فرمایا کہ میرے خیال میں وہ لڑکی ہوگی تو ان کا یہ مرموم تصویر بھی
یقیناً باطل ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے چند لمحات پہلے حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا کہ

اكتب بسم الله الرحمن الرحيم هذا عهد
ابوبكر بن ابي قحافه في اخر عهده بالذي خلق
عنها وعند اول عهده بالآخره داخل فيها
حيث يؤمن الكافرون والفاقر وليصدق
الكاذب اتي استخلف عليكم بعدى
عمر بن الخطاب فاسمحو له واطيعوا
انى والله لعد ال الله ورسوله ودينه
ونفسى واياكم خيرا فان عدل فذلك
ظنى به وعلمى فيه وان بدل
فلكل امرئ ما اكتب والخير اودت ولا
اعلم الغيب وسيعلم الذين ظلموا
اى منقلب يتقلبون والسلام عليكم
ورحمة الله وبركاته۔ (تاريخ الخلفاء ص ۱۰)
شرح مختار جلد ۱ ص ۱۰۰ و

کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ وصیت ہے جو ابو بکرؓ
بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات میں اور دنیا سے
جدا ہوتے ہوئے فرمایا کرتے ہوئے اور آخرت کی پہلی منزل
میں داخل ہوتے ہوئے کر رہا ہے یہ وہ وقت
ہے جس میں کافر ایمان لائے اور فاجر یقین
کرنے اور جھوٹا سچ بولنے پر مجبور ہوتا ہے میں
نے تمہارے اوپر عمر بن الخطابؓ کو خلیفہ بنایا ہے اس کی
بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور خدا تعالیٰ
کی قسم میں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس
کے دین اور اپنے نفس اور تمہارے ساتھ بھائی کرنے
میں کوئی کوتاہی نہیں کی اگر عمرؓ عدل وانصاف
سے کام لے تو میرا خیال اور دانستہ بھی اس کے متعلق یہی
ہے اور اگر عدل وانصاف سے ہٹ کر اور کوئی طریقہ اختیار
کرے تو میرا دھی کے لیے وہی کچھ ہوگا جو اس نے کایا ہے میں

نے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور غیب کا علم جان لیں گے کہ کس کر دھڑ وہ پھرتے ہیں۔ والہام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ملاحظہ کیا آپ نے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر رضی نے وفات سے چند لمحات پہلے کیا فرمایا؟ اگر
حضرت ابو بکرؓ کو علم غیب نہیں تو کسی اور ولی اور بزرگ کو کیسے اور کہاں سے ہوگا؟ اور اگر وہ اپنے بعد
ہونے والے خلیفہ کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کے نشیب و فراز سے آگاہ نہیں تو فرمایا؟ اور کون
ہو سکتا ہے؟ اور اگر حضرت ابو بکرؓ کو مافی غد کے واقعات کا علم نہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے؟ انصاف
اور دیانت کے ساتھ ملاحظہ کرنے والے کو صرف اس ایک ہی واقعہ سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے، مگر
حوال نصیبوں اور تہی و ستان قسمت کو اس سے کیا حاصل؟

مستی و ستان قسمت را چہ سود از زہب کامل چوں خضر از آب حیواں تشنہ می آر و سکندرا
بر بلوی حضرات نے علم مافی الارحام کا عقیدہ شیعہ امامیہ سے لیسے چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ
لطیفہ (المنتقى ۹۱ھ) لکھتے ہیں

لان الامامة يعتقدون انما الامام المعصم يعلم مافی بطن الحامل وما وراء الجدار
شیعہ کے امامیہ فرماتے کہ یہ اعتقاد ہے کہ امام معصوم حاملہ کے پیٹ کا اور دیوار کے پیچھے کی اشیاء کا علم رکھتے ہیں۔
(تاریخ الخلفاء ص ۲۱۲)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا ماذا اکتسب غدا کی خبر دینا (مقیاس ص ۲۲۴)
پھر اس کی دلیل میں قل یا ایہا الکفرؤن کی سورت
علم مافی غد اور باری ارض تموت
اور فریق مخالف کے دلائل

میں آیت ولا انا بخلد الا یہ سے یوں استدلال کیا ہے کہ اس آیت کہ یہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے کل کی خبر دی کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں نہیں عبادت کروں گا الخ (مقیاس ص ۲۲۴)
مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال بھی کمزور ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسم فاعل اور
الجواب مضارع اگرچہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال رکھتے ہیں مگر علی التبعین اس سے استقبال

ہی مراد لینا اور اس پر بعد ہو جانا صحیح نہیں ہے!

وَقَالُوا "اگر اس آیت کا یہ معنی تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض حضرات مغربین کرام نے لکھا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ قُل سے اطلاع دے کر اعلان کر دیا ہے، کہ تم کدو کہ جیسے میں اب غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا آئندہ بھی نہیں کروں گا۔ یہ بات تو محل نزاع سے بالکل خارج ہے۔

وَقَالُوا کیا آپ نے کل کے _____ متعلق صرف عبادت ہی کی خبر دی ہے یا ہر چیز کی جو کل واقع ہونے والی ہے؟ جھگڑا امورِ خمسہ کے جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے۔ فاین الثری من الثریا۔ مولوی محمد صاحب لکھتے ہیں کہ ابو داؤد ج ۲ ص ۸۰ و نسائی ج ۱ ص ۲۹۳، مسلم ج ۲ ص ۳۸۸ و مند ابو داؤد طیبی ص ۱۹۹، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہے کل فلان کے گرنے کی جگہ اور آپ نے اپنے دستِ پاک کو زمین پر رکھا اور یہ ہے کہ کل فلان کے گرنے کی جگہ اور آپ نے اپنے دستِ پاک کو زمین پر رکھا تو فرمایا حضرت انس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ پاک کی جگہ سے اُن فرمودہ آدمیوں سے کوئی بھی پس و پیش نہیں ہوا تو بمطابق حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈال لیا۔ اس حدیثِ پاک سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی (۱) مَاذَا اشْكَبُ غَدًا کا علم یعنی کل کیا ہوگا؟ (۲) مَبَايِیْ اَرْضِ تَمُوْتُ کا علم یعنی کونسی زمین میں مرے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظ غدی یعنی کل کا علم ظاہر فرمایا (مقیاس ص ۳۲۸)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ۔ خیال ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علومِ خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جگہ بدر میں ایک روز پہلے ہی دے رہے ہیں۔ (جاء الحق ص ۶۵)

جھگڑا اس میں نہیں ہے کہ امورِ خمسہ میں سے بعض امور کی بعض جزئیات کا علم بھی کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان

الجواب

میں سے بعض جزئیات کی اطلاع دی گئی ہے یا نہیں؟ جزئیات کا علم مفروضہ ہے، اہل حق میں سے کوئی اس کا منکر نہیں ہے۔ جھگڑا صرف اس امر میں ہے کہ کیا ان امور کے کلیات کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو حاصل ہے؟ اہل حق اس کا انکار کرتے ہیں اور فریغِ مخالفت اس پر اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور اس پر بغد ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کا ازراہِ حجالت یا خیانت یہ ارشاد فرماتا کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی انہیں اس پر باطل ہے کیونکہ آپ نے امورِ خمسہ میں سے امرین کی اطلاع نہیں دی بلکہ ان امرین میں سے صرف دو جزئیات بتائی ہیں اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ لکھنا خالص خود فریبی پر مبنی ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علومِ خمسہ میں سے ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علومِ خمسہ میں سے نہیں ہے بلکہ علومِ خمسہ کے جزئیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ بشرطیکہ وہ اس سمجھ کے اہل بھی ہوں۔

ترا و جود ہے بے فیض مرودہ دل زاہد کہ سخیل خشک سے امید برگ و بار نہیں
قابِلِ کرام! ہمارا ایمان ہے کہ جو خیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کی لڑائی سے ایک دن پہلے دی تھی وہ بالکل صحیح اور حق تھی مگر وہ صرف یہ خبر تھی کہ فلال کا فرکل اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ اس کو کون قتل کرے گا؟ کل کی جگہ گھڑیوں اور گھنٹوں کے اندر وہ کس گھڑی یا گھنٹے ٹیگھنے کے کون سے حصے، منٹ یا سیکنڈ میں وہ قتل ہوگا؟ یہ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات وقوع سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھیں۔ جب ان مقتولوں کے بارے میں پوری تفصیلات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا تو جمیع مافیٰ مذکر کی تفصیل کا علم کس طرح حاصل ہوگا؟ ایک جزئی واقعہ سے کلی بنا لینا فریقِ مخالفت کے باتیں ملانے کا کرتب اور کھیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بدر کے مقتولوں کے سرِ غزہ البجیل کے قتل کی سرسری اور اڑتی ہوئی خبر سنی تو۔

قال التبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر من
یظن ما فعل البجیل فانطلق ابن مسعود فوجہ
قد ضربہ ابنا عسراء
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر والے دن فرمایا
کون ہے جو جا کر دیکھے کہ البجیل اس وقت کس حال میں ہے
اور کیا کر رہا ہے؟ تو ابن مسعود تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا

(بخاری ج ۲ صفحہ ۵۶۵ و مسلم ۲ مثلاً) کہ اس کو غزوات کے دو بیٹوں نے مارا ہے۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مقتولوں کے اور خصوصیت سے ان کے سر کردہ لیڈر البجیل کے قتل کے مکمل تفصیلی حالات معلوم ہوئے تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ کون جا کر البجیل کے حال کو دیکھے کہ آتا ہے کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہے (ما فعل) (وفی روایت للبخاری و مسلم ما صنع) اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب دونوں قابل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں البجیل کا قصہ بیان کرتے

میں تو آپ مزید قرآن اور شواہد کو دیکھ کر طمانیت قلب کا سامان تلاش فرماتے ہیں۔ آخر صحیح روایت ہی کے اندر یہ بھی تو موجود ہے کہ

ثم انصرفنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاخبرناه فقال ايكما قتله فقال هل ولجد
منهما انا بقتله فقال هل مستحما سيفكما
فقالا لا فنظرو رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى السيفين فقال كلا كما قتله، وقضى
رسول الله صلى الله عليه وسلم
لبسه لمعاذ بن عمرو بن الجموح والرجل
معاذ بن عمرو بن الجموح ومعاذ بن عمرو
بن الجموح كوديا اور یہ دونوں
آدمی ایک معاذ بن عمرو اور دوسرے معاذ بن عمرو تھے۔

فائدہ: بعض روایات میں معاذ اور معاذ کا نام آتا ہے۔ ان دونوں کی والدہ ایک تھی مگر باپ
الگ الگ تھے، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ابن مسعود نے ابو جہل کا سر کاٹا تھا۔ امام ابو داؤد الطیالسی
(المتوفی ۲۵۵ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے قتل ابو جہل کے بعد سعادت گرمی کے
دین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ فرمایا کہ:-

يا رسول الله هذا عدو الله ابو جهل قتل
فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله لقد قتل
الله لقد قتل فانا نطق بنا فارينا لا نجاء
اليه فقال هذا كان فرعون هذه الامة
(ابو داؤد الطیالسی ص ۲۷)

یہ روایت بھی اس بات کی صریح اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
ابو جہل کے قتل کے تفصیلی حالات اور جملہ کیفیات معلوم نہ تھیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ عقیدہ نہ
تھا کہ آپ جنگ بدر سے ایک دن پہلے هذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ کہنے کی وجہ سے علم الغیب

اور جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہو گئے ہیں، ورنہ ان کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ واقعہ حاصل تمام سے بتانا کئی معنی ہی نہیں رکھتا اور حضرت ابن مسعودؓ کا بیان سن کر آپؐ نے ان کو مزید طمانیت قلب کے لیے قسم دی اور پھر ان کے ساتھ جا کر کشم خشم خود اس امت کے فرعون کو مقتول حالت میں دیکھا بھی۔ یہ تمام اندرونی اور بیرونی شواہد اور قرائن فریقین مخالفت کے ہذا مصرع فلان الہیؑ اخذ کردہ نظر پر یہ مسلم جمیع ماکان و مایکون پر پانی پھیرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ علم و فہم اور دیانت و انصاف سے محروم نہ ہو چکے ہوں اور جبل و ضد جیسے اپنے متلع غریزہ کو چھوڑنے پر بھی آمادہ ہوں مگر وہ یہ کہہ دیں گے کہ:-

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح نئی بات کیا آپ فرما ہے ہیں
امام نووی رحمہ اور علامہ طیبی الحنفی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

فَالْتُوا وَاِنَّمَا اخَذَ السَّيْفِينَ لِتَدْلُ
بِهِمَا عَلَى حَقِيقَةِ كَيْفِيَةِ قَتْلِهِمَا
فَعَلِمَ اَنْ ابْنِ الْجَمُوحِ اِثْنُهُ
ثُمَّ شَارَكَهُ الثَّانِي بَعْدَ ذَلِكَ
وَبَعْدَ اسْتَحْقَاقِ السَّلْبِ فَلَمَّا يَكُنْ
لَهُ حَقٌّ فِي السَّلْبِ -
حضرت علامہ کرامؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دونوں تلواریں ایسے لی اور دیکھی تھیں تاکہ ان کے ذریعے سے ان دونوں کے قتل کی کیفیت کی حقیقت کو معلوم کر سکیں جب آپؐ نے تلواریں دیکھیں تو آپؐ کو معلوم ہوا کہ ابن جموحؓ کے زخم کاری ہیں اس کے بعد دوسرا قاتل اس کے ساتھ شریک ہوا ہے اور چونکہ ابن جموحؓ اپنے کاری دونوں کی وجہ سے سلب کا مستحق ہو چکا تھا اس لیے دوسرے کو سلب کے کچھ نابل سکا۔ مگر تطبیق خاطر کے لیے آپؐ نے دونوں کو قاتل فرمایا۔ (ردودی ج ۲ ص ۸۸ و ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۵۲)

پوچھئے مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ اہل بدعت حضرات سے کہ مافی غیب کے اندر جو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں دیگر حوادث اور واقعات پیش آئے تھے، ان کا تو قعرہ ہی چھوڑ دیجئے۔ جن مقتولین بدر کے قتل کی خبر آپؐ نے ایک دن پہلے سنا ہی تھی، ان کے قتل کی کیفیت۔ قاتلوں کا صحیح علم۔ اور یہ کہ کس کی تلوار سے وہ قتل ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی تو معلوم نہ تھا۔ اہل بدعت تو رائی کا پہلا بنانا جانتے ہیں اور بقتل حضرت علیؑ علیہ السلام (بروایت ابن خبیل) تم پھر دل کو جانتے ہو اور اونٹوں کو نگل جاتے ہو؟ کہ صریح روایت کو چھوڑ کر صرف اوصاف مجہولوں پر غنائد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔ کیا قرآن کریم کی قطعی آیات اور ان صحیح احادیث کو چھوڑ دیں اور تمہارے باطل اور خود ساختہ عقائد کو اپنائیں؟ حاشا وکلا ہم تو اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ تم جانو لو تمہارا کام ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول برحق کے ارشاد کو سب زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔

باؤم عالم فرصت کا متا شا دیکھو چھوڑ دو گردش تقدیر کو تقدیر کے ساتھ

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے علم ماندر پر چند روایات اور بھی پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور شادی کریں گے ان کی اولاد ہو گی اور کم و بیش بنیائیس سال حکومت کریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی اور میری قبر کے پاس ہی دفن ہوں گے اسی طرح یہ روایت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لُد کے پاس دجال لعین کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ دیکھنے مقیاس ۳۲۹ و ۳۳۰) مگر ان روایات سے استدلال باطل ہے کیونکہ یہ اشراطِ ساعت اور علاماتِ قیامت سے ہیں اور ان کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکتا ان سے علمِ جمیع مافی غدا ثابت کرنا دُور از کار بات اور ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم نے باب اول میں اس قسم کی روایات کو قدرے تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ در مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ ہے حضور علیہ السلام نے یحضر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جمنڈ اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیر فتح فرمائے گا۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (جاء الحق ص ۱۵۱)

الجواب اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کے واقعات میں سے صرف ایک واقع کی اطلاع دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا تو بالکل صحیح ہے

اس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ کل کے اندر دو نما ہونے والا ہر ہر واقعہ آپ کو معلوم تھا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے تو یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اس ارشاد کے بعد ہی یحضر میں زینب نامی

ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر آپ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو کھلا جس کی وجہ سے حضرت بشر بنی براد بن معرور کی شہادت ہو گئی۔ (دیکھئے البراد و ج ۲ ص ۲۹۵ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ یہ روایت بھی آتی ہے کہ وَتَوَفَّى اصْحَابَهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنْ الشَّاةِ الْحُمْرَةِ ۚ وَبُرْءُ الْوَدَعَةِ ۚ وَتَوَفَّى

بعض اصحابہ علیہ السلام کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرام رض جنہوں نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام رض تھے اگر خباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کل کی بات معلوم ہوتی جس کے اثبات کے قرینِ مخالف درپے ہے۔ تو

بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمداً اور دیدہ دانستہ ان حضرات صحابہ کرامؓ کو زہر کھلا کر مروا ڈالا تھا؟ بیٹھا تو جہودا۔

کیا تمہارا یہی عشق رسول ہے۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ (المتوفی ۵۴ھ) کے واقعہ میں آپ ایک کلمہ گو کے قتل کر دینے سے اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت اُسامہؓ کو یہ کہنا پڑا کہ کاش میں اس وقت تک مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا (مسلم ج ۱ ص ۱۶۱) مگر جب اپنی بوی آئی تو کوئی مخلص صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) رملیہ یہاں کہ شہادت بھی ایک بلند مقام ہے لہذا آپ عمداً ایسا کر دیا تھا، یہ کہہ کر فریق مخالف ہرگز گلو خلاصی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کوئی سمجھدار مطمئن ہو سکتا ہے۔ حضرت اُسامہؓ کے واقعہ میں آپ ایسی شہادت سے کیوں ناراض ہوئے تھے؟ یہ تو جہیہ سلسلہ سر مردود اور باطل ہے:۔

چل دیے آپ دل کو تڑپا کر کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

قارئین کرام! کوئی معقول اور صحیح دلیل فریق مخالف کی طرف سے اس پر نہیں پیش کی جا سکتی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی طور پر علم قیامت، نزول باران، مافی الارحام اور باقی ارض موت وغیرہ اُمور خمسہ کا علم حاصل تھا، اور آپ نے ان کے دلائل کی کائنات بھی دیکھ ہی لی، اب اس کے بعد ہم اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور فریق مخالف کے بے دھنگے اعتراضات اور غلط قسم کے جوابات کو مل کرنے کے درپے ہم نہ ہوں گے کیونکہ ہمارا راستہ اب بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر کوئی بات ایسی ان کی نظر آئی جس کی طرف توجہ مناسب ہوئی تو ہم اس کو مل کر کے جائیں گے، انشاء اللہ العزیز۔ ہاں ان کی طرف جو آیات اور احادیث وغیرہ پیش کی جائیں گی، ان کے جوابات مستقل البواب میں ہم عرض کریں گے انشاء اللہ العزیز!۔

یہ دیکھ کر میرا دیدہ تر سمجھ لو خود حالِ قلب مضطرب کہ ہو گا کس جوش میں ہند جو یہ تلاطم صحابہ میں ہے

دوسری آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قُرْبًا ○
لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ
دیجئے اس کا علم تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو
کس چیز نے بتایا، شاید کہ وہ قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔
(پ ۲۲- احزاب رکعت ۸)

اس آیت سے بھی بصراحت یہ ثابت ہوا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ امام سفیان بن عیینہ اور سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا فرمایا تھا مگر یہ بھی نہیں دیا اور یہی آیت ان بزرگوں نے اپنی دلیل میں پیش کی ہے۔

امام علی بن محمد غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ:-

ان المشركين كانوا يأتون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن وقت قيام الساعة استعجالاً سبيل الهزيمة وكان اليهود يسألونه امتحاناً لأن الله عمى عليهم علم وقتها في التوراة فأمر الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم أن يجيبهم بقوله - قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عَنْكَ اللَّهُ - يعني إن الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه نبيّاً ولا ملكاً (تفسير غزالی ج ۵ ص ۲۲۸)

امام محمد بن السنہ لغوی رحمہ فرماتے ہیں کہ:-

وَلَيْسَ لَكَ النَّاسُ مِنَ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يَذُرُّكَ أَيْ شَيْءٍ يَعْلَمُكَ أَمْرُ السَّاعَةِ وَمَتَى يَكُونُ قِيَامُهَا أَيْ أَنْتَ لَا تَعْرِفُ (معالم التنزيل برغان ج ۵ ص ۵۲۸)

اور خطیب شریفی رحمہ کے اس موقع پر یہی الفاظ ہیں۔ (دیکھئے السراج المنیر ص ۲۴۷ ج ۳)

اور امام رازی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَا يَتَّبِعِينَ لَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَخْفَاهَا لِحِكْمَةٍ (کیر ج ۱ ص ۵۲۷)

مشرکین از راو شرارت و عجلت خواہی کے اور یہود بطور امتحان کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے، کیونکہ تورات میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا گیا تھا سو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سب کو یہی جواب دیں کہ اس کا علم بس صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اس نے اس کو اپنے ہی ساتھ مختص کر لیا ہے۔ اور اُس نے اس کی اطلاع کسی نبی اور کسی فرشتہ کو نہیں دی ہے۔

لوگ آپ سے قیامت کے بابت سوال کرتے ہیں آپ فرمائیے کہ اس کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور کسی نے اس کو بتایا؟ یعنی کس چیز نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی ہے کہ وہ کب واقع ہوگی؟ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

آپ فرمادیجئے کہ قیامت کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اس کا علم نہیں ہو سکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

اور قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ :-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَمْ يَطْلَعْ
عليها ملكاً ولا نبياً - (بیضاوی ج ۲ ص ۵۸)

اور علامہ معین بن صفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ - لَمْ يَطْلَعْ عَلَيْهِ
احداً - (جامع البیان بر جلالین ص ۲۵۶)

اور علامہ ابوالسعودؒ فرماتے ہیں کہ :-

یعنی ان الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه
نبياً ولا ملكاً - (تفسير ابوالسعود ج ۴ ص ۲۵۲)

اور بعینہ ہی الفاظ اس مقام پر علامہ نسفی المنفیؒ لکے ہیں (دیکھیے تفسیر ملوک ج ۳ ص ۲۴۰)۔

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

يقول تعالى مُخْبِرًا لِرَسُولِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ
وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ إِنَّهُ لَا عِلْمَ لَهُ بِالتَّائِعَةِ وَإِنْ
سَأَلَهُ النَّاسُ عَنْ ذَلِكَ وَارْتَدَّ عَنْهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا
إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا قَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ الْأَعْرَافِ
وَهُي مَكِيَّةٌ وَهَذِهِ مَدِينَةٌ فَاسْتَمِرَّ الْحَالُ فِي
رَدِّ عِلْمِهَا إِلَى اللَّهِ الَّذِي يَقِيمُهَا لَكِنْ أَخْبَرَنَا أَنَّهَا
قَرِيبَةٌ يَقُولُهُ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
تَكُونُ قَرِيبًا - (تفسير ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹)

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ أَى عَنْ
وَقْتُ قِيَامِهَا اسْتَهْزَاءً أَوْ تَحَقُّتًا أَوْ امْتِنَانًا
إِلَى أَنْ قَالَ قُلْ يَا مُحَمَّدًا إِنَّمَا عَلَّمْتُهَا عِنْدَ

آپ فرمادیکھتے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کہے
اس نے نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی اسی اطلع دی ہے اور نہ کسی نبی کو۔

آپ کہتے تھے کہ اس کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کہے اور آپ کو
یہ کہنے نے بتایا؟ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے ہی لیے خاص کر لیا ہے
اور کسی فرشتہ اور کسی نبی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلوات اللہ

وسلامہ علیہ) کو بتلایا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ
لوگ پوچھتے ہیں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو
بس خدا تعالیٰ ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف میں بھی
یہی حکم ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے۔ اس مدنی
آیت سے بھی سہی معلوم ہوا کہ علم قیامت کو اس کے قائم کرنے
والے کے حوالہ کرنا ہی تمہرہ البتہ وَمَا يُدْرِيكَ الْخَوْفُ فَكَر
آپ کو یہ بتلادیا گیا ہے کہ فی الجملہ قیامت کا وقوع قریب ہی ہے۔

آپ کو قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں یعنی قیامت کے برپا
ہونے کے مخصوص وقت کے متعلق استہزاء یا امتحان یا امتحان آپ سے
پوچھتے ہیں دھڑکنا یا غمزدگی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرما

اللہ لم یطلع اللہ احدا من الانبیاء صحیحہ کہ قیامت کے وقت خاص کا علم تو بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ نے حضراتِ انبیاء کو علمِ مہم السلام اور شرتوں میں سے کسی ایک کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی اور آپ کو کس چیز نے بتایا ہے اس کے قیام کا وقت؟ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے قیام پر مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کیا۔ (تفسیر مظہری ج ۷، ص ۲۴۰)

قرآنِ کریم کی یہ آیت اور اس کے تحت حضراتِ مفسرین کرام کی یہ صریح عبارتیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ وقتِ قیام قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع کیا تھا اور قرآنِ کریم کی اس آیت سے حضراتِ مفسرین کرام رونے سے بھی سمجھا ہے (جیسا کہ ان کی عبارت سے یہ روشن ہو گیا ہے) کہ قیامت کا عطا فی علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ نہ تو مکہ مکرمہ میں یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا اور نہ ہی مدینہ طیبہ میں، آخر تک یہی حال مستمر رہا۔ مگر نہ معلوم اہل بدعت کو یہ کمال سے منکشف ہوا اور ان پر اب کون سی نئی وحی نازل ہوئی جس سے ان کو یہ بتلا دیا گیا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا ہو گیا تھا اور آپ کی امت کے حضرات اولیاء کرام کو بھی؟

بہتر خدا کہ عارف و زام بکس نکتہ در چیز تم کہ باوہ فروش از کجا شنیدہ فائدہ :- علامہ خازن نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رات میں علمِ قیامت کو مخفی رکھا ہے اور علامہ ابو السعود نے اور علامہ نسفی نے اسی موقع پر اس کی تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علمِ قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے :-

اور انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۶ میں ہے :- لیکن اُس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ :- اور یہی عبارت انجیل مرقس باب ۱۳، آیت ۳۲ میں مذکور ہے الغرض قرآنِ کریم اور صحیح احادیث کی طرح سابق آسمانی کتابیں بھی اس پر متفق ہیں کہ قیامت کا حیک وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں نہ کسی فرشتہ کو اور نہ کسی رسول کو :-

تیسری آیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
يُبْعَثُوْنَ (پ ۲۰- نمل- ۵۷)

آپ فرمادیجئے کہ نہیں علم رکھتے غیب کا وہ جو آسمانوں میں
ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ، اور
مخلوق کو یہ علم خبر بھی نہیں کہ کب بلائے جائیں گے۔

یہ نص بھی قطعی طور پر اس کو واضح کر رہی ہے کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو غیب کا
علم حاصل ہو غیب کا علم تو صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اور بس انباء غیب اور انباء غیب
کا معاملہ ہی جدا ہے۔ پہلے تفصیل سے باحوالہ یہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور ان کا استدلال سو فیصدی حق اور صحیح
نہ ہے۔ ذاتی اور عطائی وغیرہ کا جھگڑا پہلے منقل کر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، وہاں ہی ملاحظہ
کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی گند چکا ہے کہ جن حضرات نے ذاتی اور مستقل وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان
کی مراد بھی ہرگز یہ نہیں کہ کلی طور پر سب علم غیب غیر اللہ کو حاصل تھا بلکہ انہوں نے نفی اور اثبات کے
دلائل کو ہمیشہ نظر رکھ کر صرف بعض جزئیات کے بارے میں ایسا کہا ہے چنانچہ خود ان کی تصریحات ہم نے
باحوالہ عرض کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔
علامہ بغوی رحمہ اللہ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں کہ:-

نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعة
(معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۷)

اور یہی شان نزول جلالین ص ۳۲۷، مدارک ج ۲ ص ۳۲۷ اور جامع البیان ص ۳۲۷ وغیرہ میں مذکور ہے۔

علامہ خازنؒ فرماتے ہیں کہ:-

والمعنی ان اللہ هو الذی یعلم الغیب وحدہ
و یعلم متى تقوم الساعة وما یَشْعُرُوْنَ
اَيَّانَ یُبْعَثُوْنَ یعنی ان من فی السَّمٰوٰتِ

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس خدا تعالیٰ ہی کو علم غیب اور وہی
جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور ان کو یہ خبر نہیں کہ
وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں

میں ہے اور وہ فرشتے (وخیرو) ہیں اور جو زمین میں ہے یعنی بنی آدم لا یعلمون متى یبعثون واللہ تعالیٰ تفرد بعلمہ ذالک۔
(غازن ج ۵ ص ۱۲۵)

وہم الملائکۃ ومن فی الارض وہم بنو آدم لا یعلمون متى یبعثون واللہ تعالیٰ تفرد بعلمہ ذالک۔

(غازن ج ۵ ص ۱۲۵)

اور حافظ ابن کثیرؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:-

یقول تعالیٰ آمرا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول معلما لجميع الخلق انه لا یعلم احد من اهل السموات والارض الغیب الا اللہ وقولہ الغیب الا اللہ استثناء منقطع ای لا یعلم احد ذالک الا اللہ عزوجل فانه المتفرد بذالک لا شریک له کما قال تعالیٰ وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو الآتية۔ وقال تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعة والآتية اور اس بارے میں بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب المحققؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

قل یا محمد فی جوابہم لا یعلم من فی السموات من الملائکۃ ومن فی الارض من الجن والانس ومنہم الانبیاء علیہم السلام من موصول او موصوف الغیب یعنی مغایب عن مشاعرہم ولم یقم علیہ دلیل عقلی الا اللہ۔

(تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو تعلیم دیتے ہوئے یہ بتلا دیں کہ آسمان اور زمین کے ہونے والوں میں سے کوئی ایک بھی خدا تعالیٰ کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا، اور الا اللہ کی استثناء منقطع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیکر کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے، وہی اس کے ساتھ متفرد ہے۔ اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ دوسری جگہ فرماتا ہے، وعندہ مفاتیح الغیب الآتية اور فرماتا ہے عندہ علم الساعة والآتية اور اس بارے میں بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ غیب مجھ خدا تعالیٰ کے نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے، اور وہ جو زمین میں ہیں یعنی جن اور انسان اور انہی ان لوگوں میں سے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہیں جو حق موصول یا موصوف ہے اور غیب وہ چیز ہے جہاں کے حواس سے ادھیل ہوا اور اس پر کوئی عقلی دلیل بھی قائم نہ ہو۔

غرضیکہ اس آیت سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ جن انسان اور فرشتے کوئی بھی آسمان و زمین میں ہیں

والی مخلوق غیب کا علم نہیں رکھتی کیونکہ علم غیب کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی متفرد ہے :-

مفتی احمد یار خان صاحب کل لا یفکروا آیتہ کا جواب
دیتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں بگاڑتے ہیں "تم فرماؤ خود

مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع

غیب ہمیں جانتے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ پھر کے تفسیر انموزج جلیل کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر ثبوتے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر مدارک سی آیت غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا، مدارک کی اس تہجیر سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے۔ بلفظہ جواد الحق ص ۹۱

مفتی صاحب اتنے جبری اور دلیر ہیں کہ تفسیر ہی میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں بھی اپنی طرف سے لفظ خود داخل کرنے سے نہیں چڑکتے۔ نہ ان کو خدا کا خوف ہے اور

الجواب

نہ مرنے کا، نہ قبر کا اور نہ حشر کا، اور میں ماشاء اللہ مفتی۔ مفتی صاحب! آپ کو قرآن کریم کے ترجمہ میں لفظ خود کوئی نہیں مبہم ہونے دے گا اور پھر انموزج جلیل کی جو عبارت پیش کی اس پر بھی مطلقاً کوئی غور ہی نہیں کیا کہ کیا اس سے غیر اللہ کے لیے کل غیب ثابت ہوتا ہے یا بعض؟ اور پھر یہ عبارت ان کی تائید میں ہے یا تردید میں؟ پھر مدارک کی عبارت سے جو مسئلہ بزور کشید کیا وہ اس سے بھی عجیب تر ہے کیا صاحب مدارک نے یہ کہا ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا غیب غیر اللہ کے لیے ثابت ہے؟ اور کیا جو علوم فریق مخالفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتا ہے ان پر بقول علامہ نسفیؒ کوئی قطعی دلیل قائم ہے؟ اور کیا صاحب مدارک نے قیامت کے علم کو غیب نہیں کہا؟ اور کیا یہ بھی نہیں فرمایا کہ باوجود غیب ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی پہلے ان کی مفصل عبارت عرض کر دی گئی ہے۔ اور پہلے مفصل گند چکا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر تفصیلی قصص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور قیامت وغیرہ کا عطائی علم بھی حاصل نہ تھا۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے، سراسر اطل اور مردود ہے کیونکہ مفصل گند چکا ہے کہ کلیات کا عطائی طور پر بھی علم کسی کو نہیں بعض بعض جزئیات کا معاملہ ہی الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر جس گروہ اور جن عقائد و اعمال سے ان کا

تعلق ہے ان سے وابستہ ہونے کے بعد عقل و سمجھ رہتی ہی کہاں ہے؟ مفتی صاحب یہ تو فرمائیے کہ آپ نے جو خود اور ذاتی علم غیب کی تفسیر کی ہے کیا یہ روایت اور حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو لایئے ورنہ ایسی تفسیر تو آپ کے نزدیک بھی غیر معتبر ہے (دیکھئے جاد الحق ص ۱) پھر اس سے استدلال کیا؟ ع

”صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں“

حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب مکشوف الحنفی (المتوفی ۱۳۰۲ھ) موضوع اور جعلی حدیثوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اور ایسی حدیثوں کو دواج دینے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

وَمِنْهَا مَا يَذْكُرُ الْوَعَاظُ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
 مَفْقُلاً وَوُجِبَ لَهُ عِلْمُ كُلِّ مَا مَغْضَى وَمَا يَأْتِي
 كَلِياً وَجُزئاً وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ عِلْمِهِ وَعِلْمِ رَبِّهِ
 مِنْ حَيْثُ الْإِحَاطَةُ وَالشَّمُولُ وَأَمَّا الْفَرْقُ
 بَيْنَهُمَا إِنْ عِلْمَ اللَّهِ تَعَالَى اِذْنِي أَبَدِي بِنَفْسِ ذَاتِهِ
 بَدُونَ تَعْلِيمٍ غَيْرِهِ بِخِلَافِ عِلْمِ الرَّسُولِ فَإِنَّهُ
 حَصَلَ لَهُ بِتَعْلِيمِ رَبِّهِ وَهَذَا مِنْ خُرُوفِ الْقَوْلِ
 وَذَوْرُ عَلَى مَا صَرَحَ بِهِ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ فِي
 الْمُنْتَهَى الْمَكِّيَةِ شَرْحِ الْقَصِيدَةِ الْهَمْزِيَّةِ وَغَيْرِهِ
 مِنْ أَرْبَابِ الشُّعُورِ وَالنَّاتِبِ مِنَ الْآيَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ
 وَالْإِحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ هُوَ أَنَّ الْإِحَاطَةَ وَالشَّمُولَ
 وَعِلْمُ كُلِّ غَيْبٍ مُخْتَصٌّ بِجَنَابِ الْحَقِّ وَلَهُ
 تَوْجِبَ هَذِهِ الصِّفَةِ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ نَعَمْ
 عِلْمُ نَبِيِّنا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزِيدُ
 أَكْثَرَ مِنْ عِلْمِ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ

اُن جعلی حدیثوں میں سے وہ بھی ہیں جن کو واعظ بیان کیا کرتے ہیں
 کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین اور آخرین کا مفصل علم
 دیدیا گیا تھا اور آپ کو تمام ماضی کے اور آئندہ کے کلی و جزئی واقعات کا
 دیدے گئے تھے اور یہ کہ آپ کے علم اور رب تعالیٰ کے علم میں احاطہ و شمول کے
 لحاظ سے کوئی فرق نہیں بل ان دونوں کے علم کا فرق یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ کا علم انلی ابدی اور ذاتی ہے اللہ تعالیٰ کو کسی اور نے تعلیم نہیں دی
 بخلاف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم
 سے حاصل ہوا ہے اور یہ خاص و صمیم کی بات اور محض ہے جیسا کہ امام
 ابن حجر المکی نے اپنی کتاب المنہ المکیہ شرح القصیدۃ الحمزۃ میں
 اور اسی طرح دیگر ارباب شہر نے اس کی تصریح فرمائی ہے قرآن کریم
 کی آیات اور احادیث نبویہ و علی صاحبہ الصغیرۃ سے جو کچھ ثابت
 ہے وہ یہ ہے کہ احاطہ و شمول بھی اور مرتبہ جبریا کا علم بھی حق
 تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور یہ صفت مخلوق میں سے کسی کو
 نہیں دی گئی بل ہمکنج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم باقی تمام
 حضرات انبیاء کرام اور رسولوں سے طبع الصلوٰۃ والسلام زیادہ
 اور کثیر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کو غیب کی تعلیم آپ کو دی ہے

وتعليم ربه الامور الغيبية له بالنسبة
الى تعليمه غيره اكل فهو صلى الله تعالى عليه
وسلم اكل علما وعلماء وسيد المخلوقات مرتبة
وفضلة (الانوار المرفوعة في الاجابة للموضوعه ص ۲۶۸)
اس میں آپ برہنیت اور اول کے اکل ہیں غلامہ
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم و عمل
کے لحاظ سے اکل اور تمام مخلوقات کے پس مندرجہ اور فضیلت
کے اعتبار سے سرط ہیں۔

پوچھی آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا
فِيْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا إِلَىٰ ذِكْرِكَ مَتَطَهَّرَ
إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَغْشَاهَا ○
(پ ۳۰ - نزعات - رکوع ۲)
آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کب اس کا قیام
ہوگا؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا؟ تیرے رب ہی کی طرف
ہے اس کی انتباہ تو تو صرف ڈرنا ہے اس کو جو
اُس سے ڈرتا ہے۔

یہ آیت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت کے بارے میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے سوال کیا تھا، جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ آپ
تو منذر ہیں۔ وقت قیام ساعت کا علم آپ کے منصب میں داخل نہیں ہے اس کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی
جانتا ہے، آپ کو اس کے علم سے کیا غرض؟
حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ
السَّاعَةِ فَتُزَلَّتْ فِيْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا
(الترغيب ابن مردويه - درمنثور ج ۶ ص ۳۱۴)
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے وقت اس
کو دریافت فرماتے تھے تو آپ پر یہ آیت فیْمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا
نازل ہوئی کہ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:-

لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ
عَنِ السَّاعَةِ حَتَّىٰ أَنْزَلَ عَلَيْهِ فِيْمَ أَنْتَ مِنْ
ذِكْرَاهَا إِلَىٰ ذِكْرِكَ مَتَطَهَّرَ فَلَمْ يُسْأَلْ عَنْهَا
(متدرک ج ۱ ص ۵۵ قال الحاكم مجمع وسكت عنه الذهبي و)
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر قیامت کے
متعلق دریافت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل
ہوئی۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ تیرے رب ہی
کی طرف ہے اس کے علم کی انتباہ۔ پھر آپ نے اس کے

واخرجه ابن مردويه و مشورہ ۶ ص ۳۱۴

بارے میں کبھی دریافت نہیں فرمایا۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۲ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ صحیح المسجود مشورہ کہ ان کا صحابی ہونا صحیح ہے اور وہ مشورہ ہیں۔ علی ج ۲ ص ۱۲۵ (فرماتے ہیں کہ:-

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر ذكر الساعة حتى فنزلت فيمأة أنت من ذكرها إلى ذلك مئتي مائة فكنت عنها - (آخر جبریل بن جبریل والنسائي وابن جرير والطبراني وابن مردويه، مشورہ ۶ ص ۳۱۴)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

وقال الله عز وجل لنبيه عليه الصلاة والسلام يسئلوك عن الساعة أيان مرسها فيمأة أنت من ذكرها إلى ذلك مئتي مائة أخبرنا سفيان عن الزهري عن عروة قال لعنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة حتى أنزل الله فيمأة أنت من ذكرها فاستهوى قال الشافعي وقال الله عز وجل قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب إلا الله وقال تعالى إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث إلى آخر سورة انتهى بلفظه

(رسالہ فی اصول الفقہ ص ۱۱۱ للامام الشافعی رحمہ اللہ)

کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور

بارش کا نازل کرنا (وغيره ان الله عنده - الآية)

جس طرح کہ ان آیات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غیر اللہ سے علم غیب کی نفی ثابت کی ہے۔ اسی طرح امام اہل السنۃ والجماعت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی مقصد کے لیے ان آیات کو پیش فرماتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور نہ تو غیب کا علم

رکھتا ہے اور نہ اُمیرِ خمسہ کا۔

یہ بات ملحوظِ خاطر ہے کہ پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم مخصوصاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اس لیے مشرکین اور منافقین کے سوال سے متاثر ہو کر بار بار آپ کے متعلق دریافت فرماتے تھے اور آپ کو اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ ابھی روایات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے لیکن کفار اور منافقین کی طرف سے اذلو شرارت و امتحان (اور بعض مخلص ممالک کی طرف سے محض ہتھی لے لیے پھر بھی) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک یہ سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے مکمل دور میں قیامت کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ نصوص قطعیہ اس پر بوضاحت دلالت کرتی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر پورے بسط سے کیا جائے گا، انشاء اللہ العزیز!

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ: اَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا الْآيَةِ كِى تَفْسِيرِ فِي تَحْرِيرِ فَرُطَةِ هِيَ :-

ای ایس علمہا الیک ولا الی احد
من الخلق بل مودھا و مرجعھا الی اللہ
عزوجل فهو الذی یعلم وقتھا علی التعیین
ولهذا لما سأل جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن وقت الساعة قال ما المثل
عنہا باعلم من السائل۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۹۷)

یعنی اُس (قیامت کے وقت خاص) کا علم نہ آپ کو
ہے اور نہ کسی اور مخلوق کو بلکہ اس کا ملزوم مرجع بس صرف خدا تعالیٰ
ہی ہے۔ وہی اس کے وقت معین کو جانتا ہے اور اسی واسطے
جب حضرت جبرائیل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (اس میں)
مستول کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم
اس کو نہیں جانتے میں بھی نہیں جانتا)۔

اور علامہ علی بن محمد خازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :-

يَسْأَلُونَكَ اِىَّ يَامُحَمَّدٌ عَنْ السَّاعَةِ اَيَّانَ
مُرْسِلُهَا اِىَّ مَتَى ظَهَرُوهَا وَ قِيَامُهَا فَيَقُولُ اَنْتَ
مِنْ ذِكْرِهَا اِىَّ لَسْتُ فِي شَيْئٍ مِنْ عِلْمِهَا وَ
ذَكَرْتُهَا حَتَّى تَهْتَمَّ لَهَا وَ تَذْكُرُ وَ قَتَهَا۔ اِلَى

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے
متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب ہوگا اس کا قیام؟ کس چیز
میں ہیں آپ اس کے ذکر سے یعنی آپ کو اس کے علم مذکور
سے کوئی سروکار نہیں میاں تک کہ آپ اس کا اہتمام کریں

اور اس کے وقت کا خیال کریں آپکے رب ہی کی طرف ہے
اس کی انتہا یعنی اس کا علم بس صرف خدا تعالیٰ پر ختم ہے
اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال
کرتے ہیں کہ اس کا علم اور قیام کب ہوگا آپ
کو اس کے ذکر اور علم سے کوئی تعلق نہیں
اور آپ اس کو نہیں جانتے۔

یعنی قیامت کے وقت کا علم خدا تعالیٰ پر ہی ختم ہے اس
نے اپنی مخلوق میں جس کسی ایک کو بھی اس کا علم عطا نہیں کیا
جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اس کا علم تو صرف میرے رب ہی
کے پاس ہے اور نیز اس کا ارشاد ہے بے شک اللہ
تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

اور بعینہ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی کے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۴

تیسرے رب ہی کی طرف ہے اُس کے علم کی انتہا کہ
قیامت کب ہوگی؟ اس کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا

قیامت کا علم اُن چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ
تعالیٰ نے محض اپنے ہی لیے مخصوص کر لیا ہے۔

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ

رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا اِي مُنْتَهَىٰ عِلْمِهَا لَا يَعْلَمُ
مَتَىٰ تَقُومُ السَّاعَةُ اِلَّا هُوَ

(غازن ج ۷ ص ۱۷۳)

اور امام بغویؒ کہتے ہیں کہ:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَلُهَا مَتَىٰ ظُهُورُهَا
وَقِيَامُهَا فَيَقُولُ سَيَأْتِيكُمْ أُنْتُمْ مِنْ ذِكْرُهَا لَنْتَ فِي شَيْءٍ
مِنْ عِلْمِهَا وَذِكْرُهَا اِي لَا تَعْلَمُهَا۔

(معالم التنزيل ج ۷ ص ۳۷۱)

اور خلیب شریانیؒ کہتے ہیں کہ:-

اِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا اِي مُنْتَهَىٰ عِلْمِهَا
لَمْ يُوْتِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
اَلْمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي وَقَوْلِهِ تَعَالَى اِنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ

(السراج المنير ج ۴ ص ۴۸۳)

اور بعینہ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی کے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۴

اِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا مُنْتَهَىٰ عِلْمِهَا مَتَىٰ تَكُونُ
لَا يَعْلَمُهَا خَيْرًا (ملک ج ۴ ص ۲۴۸)

اور قاضی بیضاویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وَقْتَهَا اِي وَقْتُ السَّاعَةِ مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ لِعِلْمِهِ

(بیضاوی ج ۲ ص ۳۵۸)

اور علامہ ابوالسعودؒ کہتے ہیں کہ:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَلُهَا

فِيهِ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَهَا إِي فِي إِي شَيْئٍ
 مِنْ إِنْ تَذَكَّرْ لَهُمْ وَقْتُهَا وَتَعْلَمَهُمْ
 بِهِ حَتَّى يَسْأَلُونَكَ بِأَيِّهَا إِنْ ذَلِكَ
 فَرَحَ عَلَيْكَ بِهِ وَإِي لَكَ ذَلِكَ وَهُوَ
 مِنْهَا اسْتَأْشَرَ أَعْلَمَهُمْ عِلْمُ الْغُيُوبِ
 إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِلَيْهِ تَرْجِعُ
 مِنْتَهَى عِلْمُهَا إِي عِلْمُهَا بِكُنْهٍهَا وَ
 تَفَاصِيلُ أَمْرُهَا وَوَقْتُهَا وَقَوْعُهَا
 لَا إِلَى أَحَدٍ غَيْرِهَا -

(ابو السعود ج ۸ ص ۲۶۴)

اور علامہ جلال الدین محلی (المتوفی ۸۶۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-
 إِي لَيْسَ عِنْدَكَ عِلْمُهَا حَتَّى تَذَكَّرَهَا إِلَى
 رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِي مِنْتَهَى عِلْمُهَا لَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ
 (جلالین ص ۴۸۸)

اور علامہ معین بن صفی رح فرماتے ہیں کہ :-

إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِي مِنْتَهَى عِلْمُهَا إِلَى
 اللَّهُ وَحْدَهُ - (تفسیر جامع البیان ص ۴۸۸ بر جلالین)

قرآن کریم کہ یہ نص قطعی الدلالة اور اس کی تفسیر میں اقوال حضرات مفسرین کریمہ اس امر کو واضح کرتے
 ہیں کہ قیامت کا وقت خاص اور اس کی جملہ تفصیل کا علم جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل
 نہ تھا اور نہ یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا۔ فریق مخالف کی طرف سے اس آیت کے جواب میں جو بیہودہ اور
 فرسودہ باتیں پیش کی گئی ہیں۔ (مثلاً اس میں علم ذاتی کی نفی ہے) اور یہ کہ اس کے بعد آپ کو اس کا
 علم عطا کر دیا گیا تھا جیسا کہ روح البیان اور صاوی وغیرہ میں لکھا ہے، اور یہ کہ قیامت جمعہ کے دن
 آئے گی اور سات ہزار سال کے بعد آئے گی وغیرہ (دیکھئے جاد الحق ص ۱۷۱ تا ۱۷۳ وغیرہ) ان

کب اس کا قیام ہوگا؟ کس چیز میں ہیں آپ اس کے ذکر
 کرنے سے یعنی آپ کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کا یہ منصب
 ہی نہیں کہ آپ ان کو قیامت کا وقت بتلائیں یہاں تک کہ
 وہ آپ سے اس کے بیان کرنے کا سوال کریں کیونکہ یہ تو جب
 ہو سکتا ہے جب آپ کو خود اس کا علم ہو اور وہ بھلا آپ کو
 کیونکر حاصل ہو سکتا ہے درآنحالیکہ قیامت ان چیزوں میں سے
 ہے جن کے علم کو اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنی ذات مختص کر لیا
 آپ کے رب ہی کو ہے اس کے علم کی انتہا یعنی اس کی کمند و حقیقت
 کا علم اور اس کی تمام تفصیلات کا علم اور اس کے وقت
 خاص کا علم خدا تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔

تمام کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ایک منیب اور منصف مزاج کے لیے یہ پیش کردہ دلائل بالکل کافی ہیں، ہاں ہٹ دھرم کے لیے کچھ بھی نہیں ہے وہ تو اس کا مصداق ہے نصیحت کن مرا چندان کہ غراہی کہ نواں شستن از زنجی سیاہی

پانچویں آیت

اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔
 قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا مَسْئَرُ لِي فِي الْخَبِيرِ وَمَا مَسَرَّتْهُ السُّوءُ إِنَّ آتَا الْآلَافَ نِيرُورًا ۚ بَشِيرًا نَّعِيمًا يُؤْمِنُونَ ○
 (پ ۹۔ اعراف۔ رکوع ۱)

قرآن کریم کی یہ قطعی نص اس امر کو بالکل عیاں کر رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوص صفات کے حامل نہ تھے۔ نہ تو آپ مختارِ کل تھے کہ دوسروں کا تو کہنا ہی کیا خود اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک ہوتے اور نہ آپ کو علمِ غیب حاصل تھا، ورنہ آپ کی زندگی سدا بہار رہتی اور آپ کو کبھی حالاتِ زمانہ اور دشمنوں کی طرف سے گزند اور تکلیف نہ پہنچتی اور یہ اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے کر دیا ہے تاکہ آپ کے منصبِ نبوت کا علم ہر ایک مومن کو بخوبی ہو سکے کہ نہ تو آپ متصرف فی الامور ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے والا بھی لو کوئی ہو (لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ)۔
 اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی اور خازن و حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا شانِ نزول لیل نقل کرتے ہیں کہ:-

ان اهل مكة قالوا يا محمد الا يحبرك ربك بالسعر الرخيص قبل ان يغلو فتشتريه فترج عند الغلاء وبلا دض التي يريد ان يجذب فترحل عنها الى ماقد اخصبت
 اہل مکہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ
 لے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تمہارا پروردگار اشیاء کی گنتی
 سے پہلے نرخ کی اندلی کی خبر تجھے نہیں دیتا تاکہ آپ ارزانی میں
 خرید کر گنتی کے زمانہ میں خاطر خواہ نفع حاصل کریں؟ اور کیا آپ کا
 رب آپ کو خبر نہیں بتاتا کہ فلاں زمین میں قحط نازل ہو گیا

ہے تاکہ آپ دلوں سے کسی سرسبز و شاداب علاقہ کی طرف کوچ کر جائیں اور خوشی و عیش سے زندگی گزاریں تو اس پر یہ آیت کریمہ قُلْ لَا أُمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا

فانزل الله تعالى قُلْ لَا أُمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا مَالًا وَلَا نَفْسًا وَلَا جَلْبَ نَفْعٍ وَلَا دَفْعَ ضَرٍّ وَلَا ظَهْرًا لِلْعَبودية والتبرئ عن ادعاء العلم بالغيب - الا ما شاء الله من ذلك

(معالم ج ۲ ص ۲۶۶ و غار ج ۲ ص ۶۸۱)
اور قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ :-

فرد ہیچے کہ میں اپنے نفس کے نفع و ضرر کا مالک نہیں ہوں کہ میں نفع حاصل کر سکوں اور ضرر کو ٹال سکوں۔ اس میں اظہار عبودیت ہے اور غیبت کے علم کے دعوے سے بیزاری کا اعلان ہے ہاں مگر جو خدا تعالیٰ چاہے تو مجھے اس پر آگاہ کر دے اور بتا دے اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی یعنی اگر میں غیب جانتا تو اپنی اس موجودہ حالت کو بدل دیتا یا اس طور کہ بہت منافع حاصل کر لیتا اور مضرات سے بچ سکتا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

قُلْ لَا أُمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا مَالًا وَلَا نَفْسًا وَلَا جَلْبَ نَفْعٍ وَلَا دَفْعَ ضَرٍّ وَلَا ظَهْرًا لِلْعَبودية والتبرئ عن ادعاء العلم بالغيب - الا ما شاء الله من ذلك
فيلهمني اياه وليوفقني له وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا شَكَّكْتُ مِنْ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ لَخَافْتُ حَالِي مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنْ اسْتِكْثَارِ الْمَنَافِعِ وَاجْتِنَابِ الْمَضَارِعِ حَتَّى لَا يَمَسَّنِيَ سُوءٌ - (بيضاوي ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنی موجودہ حالت کو بدل دیتا کہ منافع بہت سے حاصل کر لیتا اور تکلیف و پریشانی سے مجتنب رہتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ - اى لكانت حالى على خلاف ما هى عليه من استكثار الخير ولجتناب السوء والمضار حتى لا يمسنى شئ منها -

(مدارك ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ ابو طاهر محمد بن یعقوب الشافعیؒ (المتوفی ۸۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا یعنی نفع اور ضرر جانتا تو میں بہت خیر یعنی نفع جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف یعنی ضرر نہ پہنچتا۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ النفع والضرر لَا شَكَّكْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ - الضرر (تنوير المقياس ج ۲ ص ۶۸۱)

اور علامہ معین بن صفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

اگر میں غیب جانتا تو میرا حال موجودہ حال کے برعکس ہوتا یعنی

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا شَكَّكْتُ مِنَ الْخَيْرِ

وَمَا مَسَّنِيَ الشُّوْءُ اِی لکنت حالی من استکثار
الخیر واستغفار المنافع واجتناب الشُّوْء علی
خلاف ما می علیه فلم اکن غالباً مرةً ومغلوباً
لغیری ودیماً وخاسراً (جامع البیان ۱۴۴)
اور علامہ ابو السعوی: اِنَّا اِلَّا نَذِیْرٌ کِی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ای ما انا الا عبد مرسل للانذار والبشارة
ثانی حیازة ما يتعلق بهما من العلوم الدینیة
والدنیویة لا الوقوف علی الغیوب
الَّتِی لا علاقة بینهما و بین الاحکام والشرائع
(ابو السعوی ج ۲ ص ۵۲۴)
یعنی میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں جو ہشیار کرنے اور
بشارت سننے کے لیے بھیجا گیا ہوں میرا تعلق ان دینی اور
دنوی علوم سے ہے جن کا انذار و تنبیہ سے کچھ لگاؤ ہو باقی
غیب کی وہ باتیں جن کا احکام اور شرائع سے کچھ تعلق نہیں،
اُن کو معلوم کرنا میری شان نہیں ہے۔

اور امام ابن جریر (المتوفی ۳۲۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ:-

معنی ذالک لو کنت اعلم الغیب لا عدت
للسنة المجدبة من المحصبة ولعرفت الفلأ
من الرخص فاستعددت له فی الرخص -
(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۳۰ وحکا ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳)
اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو
قحط کے سال کے لیے شادابی کے سال سے اور
گرائی کے زمانہ کے لیے ارزانی کے موسم
سے سامان تیار کر لیا کرتا۔

اور امام بغوی رحمہ فرماتے ہیں کہ:-
ای لو کنت اعلم الخصب والمجدب لاستکثرت
من المال لسنة القحط وما مسَّنِيَ الشُّوْء اِی
الضر والفق والحرص (معالم ج ۲ ص ۲۶۶)
اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:-

ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر اِی
من المال وفی رواية لعلمت اذا اشتریت شیئاً
ما ربح فیہ فلا ابيع شیئاً الا ربحت فیہ ولا یعیلنی
اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سامان حاصل کر لیتا اور جب
کوئی چیز بغرض تجارت خریدتا تو مجھے انجام معلوم ہو جایا کرتا
اور ہر معاملہ میں مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر و ناداری میرے

الفقر - (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳) پاس بھی نہ پہنکتی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِی جَلْب منفعة ولا دفع مضرة دینیة ولا دنیویة و هو اظہار للعبودية والتبری عن دعوی العلم بالغیب الا ما شاء الله من ذالک فیعلمنی به وحیا جلیا او خفیا ویعطنی قدرۃ علی جلب النفع او دفع الضرر ولو کنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبِ لَا سَتَکْثُرُ مِنْ الْخَیْرِ الْاَیة یعنی لا ستکثرت من جلب المنافع و دفع المضار حتی لا یسنی سوء ولم اکن مغلوبا فی المحروب تارة وغالبا اُخری۔

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۱۹۹)

اور علامہ الشیخ محمد اوس الحنفی رحمہ اللہ نے اس آیت کی چند تفاسیر نقل کر کے اس کو ترجیح دی ہے کہ:-

یعنی اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم کی نفی کی گئی ہے وہ ایسا علم ہے جو جلب منافع اور دفع مضار میں مفید ہے اور یہ ایسا علم ہے جس کو احکام اور شرائع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن غیوب کو آپ جانتے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ چونکہ ان کا تعلق تو احکام و شرائع و فیہا سے ہے اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے علوم کے نہ حاصل ہونے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب جلیل پر ہرگز کوئی طعن نہیں آتا۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۱۱)

حضرات مفسرین کرام رحمہم کی ان عبارت کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ الخیر سے ایمان، عمل اور ایسی دینی و دُغریٰ خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہے، ہرگز مردود نہیں ہے کیونکہ اس خیر سے جو حصہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے وہ اور کس کو مل سکتا ہے؟ بلکہ الخیر سے مراد اس آیت میں مال، فتح، تجارت میں نفع اور سرسبز و شاداب زمین اور علاقہ کا علم ہونا وغیرہ اشیاء مراد ہیں اور ان امور کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اخیر زمانہ حیات تک حاصل نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کا علم حاصل نہیں تھا اور اس عدم علم کی وجہ سے آپ کے منصب رفیع پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا جیسا کہ علامہ آلوسی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

اسی طرح اس آیت کریمہ میں الشوہ کے لفظ سے کفر و شرک، بدعت اور دینی طور پر السوء مراد نہیں ہے کیونکہ ایسے سوء سے تو خدا تعالیٰ کے نیک بندے بھی محفوظ رہتے ہیں چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم رسول اور صرف رسول ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء سردار و جلال خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم بلکہ اس مقام پر حسب تصریح حضرات مفسرین کو لازم ہے (جن کے حوالیات ذکر کر دیے گئے ہیں) السوء سے مراد فقر و ضرر و بھوک، قحط و گھری اور تجارت وغیرہ میں خسارہ ہے اور اس قسم کے سوء سے نامزد ریت ہونا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کلی غرض نہیں ہے، دشمنوں کی طوفان آگیا و انت مبارک شہید کرنا اور ہمدان کا شہید کرنا یہودی کی طرف زہر کا دیاجانا اور آپ کی وفات کا ایک ظاہری سبب یہ بھی تھا۔ مستند کہ ج ۳ ص ۱۹۱ علی شریطا، لہید بن اعصم یہودی کی طرف سے جلاہ کیا جانا، اصحاب مبز معونہ کا واقعہ وغیرہ وغیرہ صحیح واقعات اس سوء کے ثبوت پر شاہد صلی ہیں۔ اور یہی حال آپ کے فقر و فاقہ کا تھا جس کے ثبوت کے لیے اتنا ثبوت ہی کافی ہے کہ جس وقت آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی زہر مبارک چند صلحہ جو کے بدلے ایک یہودی کے ہل رہن رکھی ہوئی تھی (بخاری ج ۱ ص ۳۷۱ و مسلم ج ۲ ص ۳۱) جس کو حضرت ابو بکر نے آپ کی وفات کے بعد چھڑایا تھا اور آپ کے ایک مہمان کے لیے آپ کی جملہ ادراج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر وں سے کھانا منیانا ہو سکا ناچار حضرت ابو طلحہ انصاری نے اس کو ایک طبع اور قابل رشک طریقہ سے کھانا کھلایا تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۵) اور مرض الموت میں تین دفعہ مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھنے کے لیے اٹھنا اور ہر بار غشی کا جاری ہونا دیکھنے بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ و مسلم ج ۲ ص ۳۱ وغیرہ) اس میں سوء کی بین دلیل ہے۔ بہر حال یہ حقیقت بالکل ناقابل انکار ہے کہ اخیر زمانہ حیات تک بھی عدم استکثار خیر اور مس سوء کے باب میں آپ کا وہی حال رہا جو پہلے تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اس آخر وقت تک بھی آپ کو ان غریب کا پورا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا جو استکثار خیر اور اجتناب عن سوء میں عادتاً موثر ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے

جس کا انکار خالص جہالت اور بے دینی ہے۔ بشرطیکہ ایمان و بعیرت کی دولت حاصل ہو ورنہ صرف نام کے اسلام اور زبانی حق پرستی سے کیا بنتا ہے؟

کو بے بصر ہو تو یہ مانع نگاہ بھی ہے وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک
اس آیت کریمہ میں اَلْخَيْرُ کا مطلب آپ کے مفسرین کرام کی زبانی سن ہی لیا ہے، اب آپ فریق
مخالفت کی ہرزہ گوئی یا بدعہم خود نہایت نفیس تحقیق بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

فریقِ مخالف کے مجدد اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین
صاحب وغیرہ نے بڑے شکر و فخر سے کھلائے ہیں، وہ تو قابلِ دید ہیں ہی مگر مفتی احمد یار خان صاحب کی بھی سن
لیجئے کہ بڑے میاں تو خیر بڑے میاں چھوٹے میاں سبھاں اللہ کیا ارشاد فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی قطعی الثبوت
اور قطعی الدلالت آیت کو کاٹنے کے لیے (معاذ اللہ تعالیٰ) کس طرح عشقِ پیچھے لڑتے ہیں۔ مفتی صاحب
لکھتے ہیں کہ :-

”ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ مؤخر کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم
غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے مَنْ يُوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ نیز اِنَّا
اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْتُورَ نِيْزْ يَعْطِيْهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ
نے فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ لَهَذَا لِمَعْنٰی علم غیب بھی ہے یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں
ہے نہ کہ انکار میں“ (بلغت جاد الحق ص ۸۸، ۸۹)

مفتی صاحب! ہوش و حواس کو ٹھکانے میں لا کر خیر سے اُس اَلْخَيْرُ کو پیش نظر رکھتے
الجواب جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے اور جس کا بیان حضرات مفسرین کرام نے مال
غلبہ اور تجارت میں نفع وغیرہ سے کیا ہے۔ آپ اَلْخَيْرُ کی جس لائن پر چل کر راہ قرار اختیار کر رہے ہیں۔
وہ محل نزاع نہیں ہے۔ اُس اَلْخَيْرُ سے جو وافر حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے، اس
کا کس کو انکار ہے؟ اسی طرح وَاللّٰهُ يَعْلَمُكَ مِنَ النَّاسِ میں جس عصمت اور حفاظت کا وعدہ
اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو جان سے کوئی نہیں
مار سکتا اور اللہ تعالیٰ اس میں آپ کا محافظ اور نگران ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ کو کبھی بیماری
قحط، فقر اور بھوک وغیرہ سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا، اور نہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگا اور نہ دانست

مبارک شہید ہوگا۔ اور اخیر کے ان دونوں مفہوموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فاین الثری من الثریا۔ اور مجاہد تعریف مولوی محمد عمر صاحب کی باری جب آتی ہے تو بقول شخصے ”پدر نوازند سپر تمام کند“ کے مطابق وہ سب سے باری لے جاتے ہیں، اور یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ اگر بقول کسے آپ کو نقصان ہو سکتا ہے اور آپ نقصان دہ کرنے کے اہل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا قائل نہیں کیونکہ رحمت اور رحمت کا اجتماع ایک ذات میں محال ہے اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے۔ بنی مقلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان کے قائل کی مثال یوں سمجھئے جیسا ایک شخص ایک ہی وقت میں دن کا بھی قائل ہو اور اسی دن کو رات بھی سمجھے۔ لہذا مذکورہ بالا آیت سے آپ کی ذات کے واسطے بمشیت الہی نفع ہی نفع ثابت ہے الخ (مقیاس حنفیت ص ۳۷۷ و ص ۳۷۸)

پھر اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت کو قضیہ شرطیہ بنا کر اور شرط و جزاء کی طرف تحلیل اور تجزیہ کر کے بزم خود متعبد آیات اور احادیث میں کہیں الخیر سے اطاعت منکونہی، کہیں سیئات اور کہیں کوئی اور عمل مصلح وغیرہ مراد ہے اور اسی طرح السوء سے کہیں بیکاری اور کہیں بُرے اعمال وغیرہ مراد ہیں جن سے بہر حال آپ کی ذات گرامی محفوظ رہی ہے، پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ آپ نے چونکہ استکثار خیر کیا اور اجتناب سوء سے موصوف ہے لہذا آپ کو علم غیب حاصل ہوا۔ ہذا قضیہ شرطیہ باطل ہو جائے گا اور اس پر کئی صفات انہوں نے بلاوجہ بیاہ کر دیے ہیں۔ مگر بے سود، کیونکہ اس مقام پر الخیر اور السوء سے دینی طور پر خیر اور سوء مراد نہیں ہے بلکہ الخیر سے نیا مال، نفع، اور نفع وغیرہ اور السوء سے فقر و شکست اور خسارہ وغیرہ مراد ہے، لہذا تکرار اعادة کی ضرورت ہی نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ تمام خود تراشیدہ منطوق باطل اور مردود ہے۔

الجواب

آؤ اس لیے کہ گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ و انت مبارک کا ایک حصہ شہید ہوا، زہر غرانی کا واقعہ پیش آیا اور اس قسم کے متعدد واقعات کتب احادیث میں آتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی ٹانگ مبارک زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ نے نماز بھی پیچھ کر پڑھی بلکہ پڑھائی بھی دیکھے بخاری ج ۱ ص ۶۱ وغیرہ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ دُنیوی امور میں آپ کو کبھی نقصان نہیں ہوا؟ مولوی محمد عمر صاحب کا تمام حیثی اور تاریخی صحیح واقعات سے

انکار کرنا ایک کھلی ہوئی جہالت یا خیانت ہے۔

و ثانیاً آپ کو نقصان بھی ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی متعدد نصوص قطعہ پر یقین نہیں آتا تو ہم سے بہت پوچھتے اپنے ہی ہم مسلک بابر غامفی احمد یار خان صاحب سے پوچھ لیجئے وہ لکھتے ہیں تو معنی یہ ہونے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا پھر آگے لکھتے ہیں کہ ۲ اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو، الی ان قال تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الہمیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے (ملفوظہ ج۱۱ الحق ص ۸۸) علم غیب ذاتی کے متعلق مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے اور اشارہ ابھی مذکور ہو گا۔ مگر اتنی بات تو مفتی احمد یار خان صاحب کو بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان کے ٹالنے پر قدرت نہ تھی، وہو المطلوب، اور کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مفتی احمد یار خان صاحب بھی رحمۃ اللعالمین ہونے کے منکر ہیں؟ صاف بتانا یہاں تو مفتی صاحب یہ لکھ گئے مگر جواد الحق ص ۱۸۵ ہی میں حضور کے مختار کل ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ سچ ہے کہ دروغ گور حافظہ نباشد!

ثالثاً باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے پر قدرت بھی نہ تھی، مہذا آپ رحمۃ اللعالمین بھی تھے اور اس میں نہ کو رحمت و رحمت کا اجتماع ہے اور نہ اجتماع نقیضین ہے (یہ مولوی محمد عمر صاحب کی خوش نصیبی اور نیک نیتی ہے کہ ان کو اس مقام پر بغیر نقیضین نظر آئے)۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ مفعول لہ ہے اور اس کا اور کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (دیکھئے تہذیب و تہذیب) اس لحاظ معنی یہ ہونگے۔

کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں۔ تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے۔ رحمت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور نقصان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا۔ جب عمل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین کمال سے اور کیسے لازم آیا؟ علاوہ ازیں اگر یہ رحمت بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہو تو یہ رحمت دینی لحاظ سے ہے اور آپ کو جو نقصان پہنچا وہ دنیوی اعتبار سے ہوا۔ اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہی ہے کہ ویتفاوت الاعتبار یتفاوت الاحکام (سلم العلوم ص ۲۴) کہ اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

اور نیز یہ بھی مذکور ہے۔ لولا الاعتبارات لطلت الحکمة۔ ایذا کہ اگر اعتبارات کا اعتبار نہ کیا جلتے تو حکمت باطل ہو جاتے گی۔

دو آجاً مولوی محمد عمر صاحب کے کلام سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ یونانی منطق کا یہ جزئیہ کہ اجتماع نقیضین محال ہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی ہزار سال پہلے بنا ہی اس لیے تھا کہ آپ چونکہ رحمۃ اللعالمین ہیں لہذا رحمت اور رحمت دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور بقول مولوی محمد عمر صاحب اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے۔ یہ ہیں وہ علوم عقلیہ جن سے مولوی محمد عمر صاحب کی ذات گرامی موصوف ہے۔ فَمِنْ جَانِ مَنْ يَسْكُدُ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ۝

قسمت کیا ہر ایک کو قیام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا رہا فخری مخالفت کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ جن اہل کلمہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اُن کا سوال علم ذاتی سے مرگز نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے تو یہ دریافت کیا تھا (جیسا کہ پہلے حضرت مفسرین کرام رحمہ اللہ نقل کیا جا چکا ہے) کہ الا یخبرک ربک بالسرور الخیص الہی (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تیرا پروردگار تجھ کو گمانی سے پہلے ارزانی کی خبر اور اطلاع نہیں دیتا؟) اور کیا زمین پر قحط نازل ہونے سے پہلے تیرا رب تجھے اس کی اطلاع نہیں دیتا کہ آپ اُس کے مطابق عمل کر کے خاطر خواہ نفع حاصل کریں اور نقصانات سے بچ جائیں (مخصوصاً) اس سے معلوم ہوا کہ ان مشرکین کا سوال بھی علم عطائی ہی کے متعلق تھا ذاتی کا سوال نہ تھا ورنہ یہ سوال از آسمان اور جواب از زمین کا مصداق ہو گا۔

وثانیاً اس عالم اباب میں صرف اباب جلب منفعت اور دفع مضرت کا معلوم ہونا کافی ہے یہ لازم اور ضروری نہیں کہ علم ذاتی ہو۔ ایک سلیم الطبع اور صاحب عقل کو زہر کی مضرت سے بچنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کے کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی طرح شد کے منافع کا مطلق علم اس کو درکار ہے علم ذاتی کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی احمق یہ جانتے ہوئے بھی زہر کھائے کہ مجھے تو اس کے نقصان کا ذاتی علم نہیں بلکہ کسی کا بتلایا ہوا ہے تو ایسے بیوقوف اور احمق کا دنیا میں کیا علاج ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر بروقت علاج کرے تو شاید کہ مفید ہو ورنہ لے سودہ علاج نقیض ظالم زود ہنگام جوانی کن کہ اس ماریہ چول پیر گرد و آلود

چھٹی آیت

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

قُلْ مَا كُنْتُ بِذِمَّةِ الرُّسُلِ وَمَا أَذْهَبَ مِنِّي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا يَكْفُرُ لِي أَنِّي أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُؤْمَرُ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ○

(پ ۲۶- الاحقاف - رکوع ۱) مجھے حکم آیا اور میرا کام تو ڈرنا ہے کھول کر۔

یعنی میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بد کہتے ہو؟ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لے کر نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت جاری رہا ہے، اُن سب رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہی کچھ میں کہتا ہوں جو ان سب نے کہا باقی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا مل میں کام صرف وہی الہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف ظہور معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو اُن کا علم اور ولایت نہ تھی، اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادث اور واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی جعفر ام العلاء الانصاری رحمہ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا، حالانکہ مایفعل بی ولا یحکم درواہ البخاری ج ۲ ص ۱۲۹، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

وصاحب مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۵۵ واللفظ لہ

مایفعل بی ولا یحکم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات مفسرین کرام رحمہم (جن میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت قتادہؓ وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس میں یَغْفِرُ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی اور اسی پر فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت نے انباء المصطفیٰ

۶۵۰ وغیرہ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جلد الحق ص ۹۸ و ۹۹ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس
حنفیت ص ۲۹۵ میں زور دیا ہے اور دیگر اہل بدعت حضرات نے بھی یہی کچھ کہلایا ہے۔

الجواب | اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے
مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے۔

اول اس لیے کہ نص قرآنی میں وما اذبرئ ما یفعل لئی وَلَا یحکم خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز
نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ فلما الاخبار فلا یحکم فیہا ناسخ ولا منسوخ۔
(ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۴) اخبار میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور دوسرے مقام پر کہتے
ہیں کہ ہذا خبر لا یجوز نسخہ (تفسیر ج ۱ ص ۵۲) یہ خبر ہے اور اس میں نسخ جائز نہیں ہے۔
اور شیخ احمد المدعو بہ ملا جیونؒ نسخ اور السناد کا فرق نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

وبعضہ علی ان النسخ لا یکون الا فی الامور المتہی دون الخبر (تفسیر احمدیہ ص ۱) خبر میں نہیں ہوتا۔

اور نواب صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- نسخ در اخبار نیست زیرا کہ وقوع ال خلاف خبر محض صادق غیر
متصور است۔ بلغظہ (اغادة الشیوخ ص ۵)

اور علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ:- خبر اور وعدہ و وعید میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔ (الانکاح ج ۲ ص ۲۱)
اور حضرت ملا علی النعمانیؒ حضرت ام العلاء الانصاریہؒ کی حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ:-

قلت وفيه ان النسخ علی تقریر صحیحہ تاخیر میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے اس لیے کہ ما وجودا غیر
الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار ناسخ کے صحیح ہونے کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا
(مرقات لامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵) ہے اخبار میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔

اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- اور اخبار کا نسخ ناممکن بلغظہ (الانکاح ج ۲ ص ۲۱)
اور یہی کچھ مولوی ابوالبرکات ستیدا احمد صاحبؒ کہتے ہیں کہ:- اس لیے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے:-

(بلغظہ ردود مناظرہ تلوق ص ۵)

ان تمام اقتباسات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے بلکہ بقتل خالصا مجبہ ناممکن
ہے، اور لا ادری الآیۃ خبر ہے لہذا اس کا نسخ کیسے؟

مفتی احمد یار خان صاحب کا ارشاد | مفتی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ: اگر کوئی کہے کہ آیت لَا اَدْرِیْ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں

ہو سکتی تو اس کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جازز کہتے ہیں جیسے وَإِنْ تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ فَنَاسًا مِّنْهُنَّ اِلٰی اَنْ یَّقَالَ دُوْرٌ مِّنْهُنَّ یَا کُلَّ لَا اَدْرِیْ اور قُلْ امر ہے نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہے جیسے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیَامُ یَا اللّٰهُ عَلٰی النَّاسِ جَمِیْعًا الْبَیِّنَاتُ وَغَیْرُہَا جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے۔ چوتھے یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر و احادیث پر ہے جن سے نسخ ثابت ہے۔ (ملفوظ جلد ۱ ص ۹۵)

مفتی صاحب کے یہ جوابات پچندہ وجوہ باطل ہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ علماء کے ذمہ یہ الزام | الجواب کہ وہ مطلقاً خبر کے نسخ کو جائز کہتے ہیں، بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ علماء نے اس کی تفصیل

کی ہے کہ اگر وعید یا حکم وغیرہ کی صورت میں خبر ہو تو اس کا نسخ جائز ہے اور خبر بحیثیت خبر کا نسخ جائز نہیں ہے اور لَا اَدْرِیْ خالص خبر ہے، لہذا اس کا نسخ کسی صورت میں صحیح نہیں ہوگا، اِذَا تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ سے استدلال تو ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرات مفسرین کرام کا ایک جزم وغیرہ اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ امام بغوی رحمہ اور علامہ غازی رحمہ وغیرہ کہتے ہیں کہ:-

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلَاٰیَةُ (وَإِنْ تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ) غَیْرُ مَنْسُوْخَةٍ اور بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت وَإِنْ تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ مَنْسُوْخَةٌ لَا اَدْرِیْ لَا یُرَدُّ عَلٰی اَخْبَارِ الْمَیْیَرِ عَلٰی الْاَمْرِ وَالنَّبٰی وَقَوْلُهُ یَا سَبِّحْ بِهٖ اللّٰهُ خَبَرٌ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ النِّسْخُ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲۱ و غازی ج ۱ ص ۱۲۱) اور بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت وَإِنْ تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ مَنْسُوْخَةٌ لَا یُرَدُّ عَلٰی اَخْبَارِ الْمَیْیَرِ عَلٰی الْاَمْرِ وَالنَّبٰی وَقَوْلُهُ یَا سَبِّحْ بِهٖ اللّٰهُ خَبَرٌ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ النِّسْخُ (معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲۱ و غازی ج ۱ ص ۱۲۱) بہ اللہ خبر ہے اس میں بطلان نسخ کیونکر صحیح ہے؟

اور علامہ نسفی الحنفی رحمہ اسی آیت وَإِنْ تَبَدُّوا الْاٰیٰتِ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:-
وَالْمُحَقِّقُونَ عَلٰی اَنْ النِّسْخَ یُکُوْنُ فِی الْاَحْکَامِ مُحَقِّقِیْنَ عِلْمًا کَاِیْمٍ مَّسْکُوبٍ کہ نسخ کا وقوع احکام میں
لَا فِی الْاَخْبَارِ۔ (مدارک ج ۱ ص ۱۲۱) ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا۔

باقی جن حضرات مفسرین کرام نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا اوجہ دیا ہے تو وہ اور قاعدہ پر مبنی ہے، جمہور علماء کرام کا یہ مسلک ہے کہ جب خبر کسی حکم یا وعید یا تکلیف پر مشتمل ہو تو اس کا نسخ جائز ہے۔ ابوعلی اور ابوہاشم وغیرہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو افادۃ الشیوخ ص ۱) اور چونکہ

يُحَايِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ وَالْكَرْبُ خَيْرٌ مِمَّا يَكْتُمُونَ، اس لیے اس میں اس اعتبار سے نسخ جائز ہے یہ مطلب یہ کہ خبر میں حیثیت انہ خبر کو وہ مورد نسخ قرار دیتے ہیں اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ الگ بات ہے کہ اہل بدعت حضرات کو جو بدعات و رسوم کے پابند و محکوم ہیں ان غامض اور دقیق مباحث میں بصیرت حاصل نہ ہو مگر اس میں علم اور علماء کا کلیا قصور کیلئے ہے؟
 آزاد کی دولت دل روشن نفس گرم محکوم کا سرمایہ فقط دیدہ نناک
 قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی روایت مَا يَفْعَلُ بِنِي آلِ أَبِي بَكْرٍ نَسْخَ كَقَوْلِ نَقْلِ كَرَكَةِ اِقَامِ
 فرماتے ہیں کہ۔

وهذا القول عندی غیر موصی
 الی ان قال وقوله لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ الْاَيَةُ
 بعد بضع عشرة سنة تاخير للبيان عن
 الحاجة وذلك محال۔
 اس آیت کے منسوخ ہونے کا قائل میرے نزدیک پسندیدہ
 نہیں ہے۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ یہ اس لیے کہ لِيَدْخُلَ
 الْمُؤْمِنِينَ الْاَيَةُ کا دس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکنے کے بعد
 ندول (جس میں نجاتِ اُخروی کا ذکر ہے) اس پر پڑی ہے کہ
 وقت ضرورت سے بیان مؤخر ہوا یہ محال ہے۔
 (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۹۶)

حضرت قاضی صاحب کی یہ عبارت اس امر کو بالکل واضح کرتی ہے کہ کئی سال گزر چکنے پر بھی جناب رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اور مومنین کی نجاتِ اُخروی کا علم نہ ہونا یقیناً محال ہے اور اس لیے نسخ کا
 یہ قول قابل التفات ہی نہیں ہے اور نہ یہ پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں تفتیشِ شان کا پہلو
 بھی نکلتا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) کہ سالہا سال تک آپ کو اپنی نجات کا علم بھی نہ تھا تو پھر آپ لوگوں کو کس
 چیز کی دعوت دیتے تھے؟ مگر فریقِ مخالف کو اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کے لیے اسی میں تو قیصر نظر آتی ہے۔
 سچ ہے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

ہر سیتہ نشین نہیں جبرئیل امین کا
 ہر فکر نہیں طائر فردوس کا میناد
 وثانیاً مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ متنازع فیہ جملہ لا ادری الآیۃ کا ہے، لفظ قل کا نہیں ہے
 جو لہر ہے۔ کلام کے سمجھنے کا سلیقہ بھی درکار ہے کہ یہاں بات قل کے مقولہ میں ہو رہی ہے۔ قل میں نہیں
 ہو رہی۔

وثالثاً جملہ لا ادری صورت میں بھی خبر ہے اور معنی میں بھی خبر ہے۔ یہ خبر فتنی حکم کو متضمن نہیں ہے

جیسا کہ مفتی صاحب نے ٹھوکر کھائی یا مغالطہ کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

درآبعاً مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اور احادیث پر اعتراض ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی نری غرض فہمی ہے۔ حدیث تو اس بارے میں ایک بھی موجود نہیں ہے چہ جائیکہ احادیث باقی موقوفات حضرات صحابہ رضوانہ علیہم کا نام اگر ان کے نزدیک علوم الناس کو دعوہ دینے کے لیے حدیث ہے تو لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ علاوہ انہیں حضرت ابی جاسمؓ وغیرہ کی روایت اس کے خلاف بھی آرہی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمارا اعتراض آپ پر ہوا حضرت مضر بن کرام کے ایک غیر معصوم نظریہ پر، ہمارا دعویٰ تو ہر حال ثابت ہے اور ہمارا استدلال باطل ہے کمالہ مفتی مگر دینی نگاہ بلند ہو تو تب حقیقت آشکار ہوگی۔

ننگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز یہی ہے رنجست سفر میر کار و ال کے لیے
دوم اس لیے کہ نسخ کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے اپنی نجات اخروی کا علم نہ تھا جب سورۃ فتح نازل ہوئی تو پھر یہ علم ہوا اور مفتی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بلفظ جلد المعنی ص ۹۵) اور حدیبیہ کا معاملہ ۳ سالہ میں پیش آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت کی زندگی میں سچے سال منی زندگی میں، کیونکہ معاہدہ حدیبیہ ذوالقعدہ ۳ سالہ میں ہوا تھا) اپنی اخروی نجات کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر آپ کو اپنی نبوت اور حضرت کا علم نہ تھا اور اپنی اخروی غلارہ کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے؟ قرین مخالفت سینہ پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے یہ کہے (اگر ان کے نزدیک انصاف و دیانت کسی چیز کا نام ہے) کہ کیا ایسا نظریہ رکھنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین تو نہ ہوگی؟ اور بتائیں کہ یہ کس کے ایمان پر رجسٹری ہوگی اور کس کا ایمان کامل ہوگا؟ لوگوں کو توہین و تحقیر کا طعن دینے والو ذرا اپنے گھر کی خبر بھی تو لو کہ یہ کیا راز ہے؟

راز ہے راز ہے تقدیر جہاں تگ و تاز جو شش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے لڑ
ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس دن نبوت عطا ہوئی تھی اسی دن آپ کو اپنی اخروی نجات کا علم تھا، یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کو انیس سال بعد از نبوت اپنی اخروی

نجات کا علم ہی نہ تھا۔ باقی صحیح دلائل کی موجودگی میں غیر معصوم ہستیوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو چھٹی چھٹی کر اپنا سہارا بنانا فریق مخالفت ہی کو زیب دیتا ہے، کیونکہ وہ ایسے ہوائی قلعے میں بسنے کے اور تار عنکبوت میں پناہ لینے کے حامی ہیں اگرچہ ان کی اس کارروائی سے درعیان توحید و حق کا خون بھی کھول نہ ہوتا ہو جس کی تلقین وہ اکثر عشق و محبت کے جھوٹے دعوؤں سے کرتے رہتے ہیں۔

خون بہا کی سبب عیث فخر کے قتل کے بعد اب دعا کیجئے کیا فائدہ گھبراہٹ سے
 سوئم۔ اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیاوی امور کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ اَدْرِی مَا یَفْعَلُ بَیْ وَلَا یَعْلَمُ کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئیں گے۔ چنانچہ متعدد تفسیر کے حوالے اس پر موجود ہیں مگر ہم صرف چند حوالیات ہی اس پر عرض کرتے ہیں جن میں ایک حوالہ تفسیر ابن کثیر کا ہو گا اور یہ وہی تفسیر ہے جس سے نسخ کا ذکر تو مفید مطلب سمجھتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب (دیکھئے مقیاس ۲۹۵) وغیرہ نے نقل کر دیا ہے مگر اس عبارت کو دلائلی کھانڈ کھجڑا بھانک گئے ہیں ممکن ہے کہ اس کو انہوں نے سفوف طین ہی سمجھ رکھا ہو۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ :-

وقال الضحاك وما ادری ما یفعل بی ولا یحکم ای ما ادری بماذا اؤمر و بماذا انھی بعد هذا؟ وقال البرک الہذلی عن الحسن البصری فی قوله تعالیٰ وما ادری ما یفعل بی ولا یحکم قال اما فی الآخرة فمعاذ اللہ وقد علم انه فی الجنة ولكن قال لا ادری ما یفعل بی ولا یحکم فی الدنیا اخرج کہا اخرجت الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام من قبلی؟ ام اقل کہا حضرت ضحاک نے فرمایا کہ ما ادری ما یفعل بی ولا یحکم کا یہ مطلب ہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد مجھے کس چیز کا حکم دیا جائے گا اور میں کس چیز سے منع کیا جاؤں گا؟ البرک الہذلی نے حضرت حسن بصری سے روایت کہتے ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نجات کا علم نہ تھا آپ کو یہ معلوم تھا کہ آپ جنت میں جائیں گے لیکن آپ یہ فرمایا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا پیش آئے گا، کیا میں ملک سے نکال دیا جاؤں گا جیسے پہلے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نکالے گئے؟ یا قتل کیا جاؤں گا جیسے کہ پہلے

قلت الانبياء من قبلي؟ ولا ادري ان يحسن
بعد اترمون بالمجاعة؟ وهذا القول
هو الذي عول عليه ابن جرير وانه لا يجوز
غيره ولا شك ان هذا هو اللائق به صلى الله
عليه وسلم فانه بالنسبة الى الآخرة جازم
انه يصير الى الجنة هو ومن اتبعه واما في
الدنيا فلم يدر ما كان يؤل اليه امره و
امر مشركي قريش الى ماذا؟ اليؤمنون ام
يكفرون فيعذبون فيستاصلون بكفرهم
(ملفوظ)

(تفسير ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۵)

بیت سے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قتل کئے
گئے؟ اور میں یہ نہیں جانتا کہ کیا تمہیں زمین میں دھنسا دیا
جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے؟ اور اسی قول پر امام
ابن جریر نے اکتفا کیا ہے، اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی
قول جائز ہی نہیں اور کوئی شک نہیں کہ یہی آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے لائق ہے کیونکہ
آخرت کے بارے میں تو آپ کو یقین تھا کہ آپ بھی اور
آپ کے پیروکار بھی جنت میں جائیں گے بل البتہ دنیاوی
امور کا علم آپ کو نہ تھا کہ آپ کا انجام کیا ہوگا؟ اور مشرکین
کہہ گا کیا شتر ہوگا؟ کیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے اور
عذاب میں مبتلا کئے ان کا استیصال کر دیا جائیگا۔

حافظ ابن کثیر کی یہ عبارت ہر ایک منصف مزاج آدمی کے لیے حجتِ قاطعہ ہے کہ اس آیت سے مراد
نجاتِ آخری نہیں بلکہ امور دنیوی مراد ہیں اور حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ لا ادری الامور دنیوی
کے ساتھ مخصوص ہے، اور پھر امور دنیوی کی یہ تفسیر کی ہے کہ:-

والمواد من الامور الدنیویۃ بالنسبة
الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
الجوع والعطش والشبع والری
والمرض والصحة والفقرو
الغنی وكذا حال الامة وقيل
المعنى اخرج من بدی ام
اقتل كما فعل بالانبياء من قبلي
واترمون بالمجاعة ام يخسفنكم
كالنكد بين من قبلكم والحاصل انه

امور دنیوی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی
امت کے حق میں بھوک، پیاس، سیرشکی، سیرابی، مرض، صحت
فقر اور غنی (وغیرہ) مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امور دنیوی
سے مراد یہ ہے کہ کیا میں اس طرح شہر بدر کیا جاؤں گا
جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
شہر بدر کئے جاتے تھے، یا قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے
پہلے پیغمبر قتل کیے جاتے تھے اور میں یہ بھی نہیں جانتا
کہ تم سابق مکذبین کی طرح زمین میں خسف کیے جاؤ گے
یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے اور حاصل یہ ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادنیٰ فرما کر اپنی ذات مبارک سے علم غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ آپ غیب پر مطلع نہیں ہیں اور اسی طرح جو آپ کیلئے اور دوسروں کیلئے مقدمہ ہے آپ اس پر بھی آگاہ نہیں ہیں یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ آپ کو اپنی نبیجائے گرامی میں تردد تھا اور اس کا آپ کو یقین نہیں تھا (ماشاؤکلا) کیونکہ صحیح احادیث سے اس کے خلاف ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کو نبیجائے اُخروی کا کامل یقین تھا۔

ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ ما اُذریٰ الہی کی آیت امور دینی کے بارے میں ہے، ارہی آخرت تو اس کے بارے میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپ جنت میں اور آپ کو جہنم کے واسطے میں جانیگے، پھر ان امور کی تفصیل میں بھی اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ پر مصائب کا جرم ہوا تو حضورؐ نے مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک ایسی زمین پیش کی گئی ہے جس میں شہداء و بھرت کجوریں تھیں (دجوینہ علیہ کی زمین تھی) آپ نے حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آپ کب اس سرزمین کی طرف ہجرت کریں گے تو آپ خاموش رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں میرے رب کیا ہوگا اور تمہارا ساتھ کیا ہوگا؟ یعنی کیا میں آدم اس جگہ میں چھوڑ دے جاؤں گے یا جو زمین خواب میں دکھائی گئی ہے وہاں کی طرف ہجرت کا حکم دیا جائے گا؟ اور بعض حضرات منسرب کر لیں یہ فرماتے ہیں کہ

یرید نفی علم الغیب عن نفسه
وانہ لیس بمطلع علیہ وانہ غیر
واقف ولا مطلع علی المقدلہ و
لغیرہ وللمکتون من امسہ وامر غیرہ
لانہ موقوف فی امرہ غیر متیقن بنیجاء
لہا صح من الاحادیث الدالۃ علی
خلاف ذالک (مفہم)

(مرقاۃ، ہاشم مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۵۶)

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ:-

وقال جماعة قوله ما اذري ما يفعل بي
ولا يحكم في الدنيا واما في الآخرة
فقد علم انه في الجنة وان
من كثر به فهو في النار
ثم اختلفوا في فقال ابن عباس
لما اشتد الياء واصحاب رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم رأی رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم فيما
یرى التائم وهو بمكة ارضا
ذات سباغ وغل رفعت له يهاجر
اليها فنزل له اصحابه معي تعاجروا لي
الارض التي اريت فسكت فانزل الله
تعالیٰ هذه الآية وما اذري ما يفعل
بي ولا يحكم اترك في مكاني ام اخرج

انا وایاکم الی الدرض الی رفعتم
لی وقال بعضهم وما ادری ما یفعل
بی ولا یحکم الی ماذا یصیر امری وامرکم
فی الدنیا اما انا فاخرج کما اخرجت
الانبیاء من قبلی وانتم ایها المصدقون
لا ادری تخرجون معی ام تترکون ام
ماذا یفعل بکم ولا ادری ماذا یفعل
بکم ایها المکتوبون افرمون بالجحارة
من السکاء ام یخسف بکم ام
ای شیئ یتفعل بکم کما فعل بالکم
المکذبة ام (معالم التنزیل ج ۴ ص ۶۵۹)

ما ادری الخ کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے لئے کیا
معاملہ کا دنیا میں انجام کیا ہوگا؟ کیا میں شہر سے نکالا جاؤں
گا جیسا کہ مجھ سے پہلے رسول نکالے گئے؟ یا میں قتل
کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
قتل کیے گئے اور میری تصدیق کرنے والوں میں تمہارے متعلق بھی نہیں
جانتا کہ کیا تم میرے ساتھ نکالے جاؤ گے یا مجھے چھوڑ دیے جاؤ گے
اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا؟ اور اسے میری تکذیب
کرنے والوں میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم پر آسمان
سے پتھر برسائے جائیں گے یا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔
یا اس کے علاوہ کوئی اور عذاب آئے گا۔ جیسا کہ پہلے جھٹلانے
والوں پر کیا تھا؟

اس عبارت سے ایک تو یہ بات بصر اُحت معلوم ہوتی کہ حضرات معترین کرام کی ایک بہت بڑی عجمت
کے نزدیک یہ آیت ائمہ دینی سے متعلق ہے، نجات وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہذا یہ آیت
کسی طرح منسوخ نہیں ہوگی، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ حضرت ابن عباس سے نسخ کی روایت
کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ہجرت کے مقام کے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال
تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ہجرت اسی دنیا کے اندر مدینہ طیبہ میں ہوئی، کوئی معقول وجہ پیش نہیں کی جاسکتی
کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت کو جو نقلی اور عقلی دلائل سے مؤید ہے ترک کر کے ان کی اس روایت
کو ترجیح دی جائے جس کی تائید میں عقلی اور نقلی دلائل مفقود ہیں، جس میں تعظیم اور توقیر رسول (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) کا پہلو بھی عقائد ہے اور جس پر بلا وجہ فریق مخالفت زور دے رہا ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور
ہے کہ کیا حضرت ابن عباس کی طرف یہ نسبت کسی مجمع منسے ثابت بھی ہے یا یہ محض دل مضطرب
کو دلاسا دیا جا رہا ہے؟

جب دیا اس نے دلاسا شب کو وقت اضطراب
دل کی وہ بیتابیوں سب راحت جال ہو گئیں

الحاصل قرآن کریم کی آیت اور اسی طرح حضرت امام العلاء الانصاریؒ کی صحیح حدیث نہ تو منسوخ ہے اور نہ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی آخری نجات کا علم نہ تھا، حاشا وکلاثم حاشا وکلا بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور امور دنیوی کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ امور دنیوی سے نہ تو آپ کا کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا اور نہ ان سے لاعلمی سے آپ کی شان رفیع پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ ان دنیوی امور کا نہ جانا ہی آپ کا کمال سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سید اکوسی الحنفیؒ وغیرہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔ چھارم اگر ولاء ادری مایفعل بی ولاء یکد سے آخرت ہی مراد ہو تو اس درایت سے تفصیل درایت مراد ہوگی۔ چنانچہ حضرت ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ :-

ان یکون نفیاً للذاتیة المفصلة دون الجملة
قلت هذا هو الصحيح - (مرقات ہمش مشکوٰۃ ج ۲
ص ۶۵۶ و شلنی ہمش بجای ۲ ص ۱۳۹)
قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

ومع ذلك ما ادری تفصیلاً مایفعل بی ولاء
بحکم فی جزاء فعل عمل مخصوص -
اس (اجمالی جزاء کے علم کے) باوجود میں تفصیلاً نہیں جانتا
کہ ہر ایک عمل مخصوص کی جزاء کے سلسلہ میں میرے ساتھ کیا
ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔
(منہجی ۸ ص ۳۹۴)

درایت مفصلہ کا یہ مطلب لینا چاہیے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نجات کا یقین کامل تھا مگر حشر میں آپ کے کیا کیا جزئی اور تفصیلی واقعات پیش آئیں گے اور اسی طرح جنت کی ابدی زندگی میں جو بالآباد تک قائم ہے گی کیا کیا اور کس کس نوعیت اور مقدار کی نعمتیں آپ کو دی جائیں گی اور اسی طرح جو جو حالات دوسرے لوگوں سے پیش آئیں گے، اس مفصل درایت اور علم کی نفی ہے نہ کہ نفس نجات کی کیونکہ وہ تو یقینی تھی اور اس کے متعلق آپ کا علم بھی یقینی تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آیت کو یہ قولاً
تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قَوتِ رَبِّهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُتَعَالِیُّ الَّذِیْ لَا یُؤْتِی الْحِکْمَ إِلَّا مَن یَشَاءُ وَهُوَ عَلِیْمٌ ذِی الْحِکْمِ
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

ما لم یترعین ولم تسمع اذن ولم یخطر علی
قلب بشر ولا یعلم ملک مقرب ولا نبی مرسل
ان کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ
کسی بشر کے دل میں ان کا خطرہ گزرا، اور ان کو نہ تو کوئی

ابن ابی شیبہ - طبرانی - ابن جریر - و مشورہ ج ۵ ص ۱۸۱)
 اور مستدرک میں ان کی روایت یوں آتی ہے کہ :-

ولا يعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب
 (مشک ج ۲ ص ۱۵۴ قال الحاكم والذہبی صحیح)
 اور علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس لا ملک مقرب ولا نبی
 مرسل (بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۸)

اور علامہ ابوالسعودؒ لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس من النفوس لا ملک مقرب
 ولا نبی مرسل (ابوالسعود ج ۲ ص ۳۱۱)

اور علامہ نسفی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

لا يعلم احدٌ ما أُعِدَّ لِمُؤَلَّاءٍ مِنَ الْكَرَامَةِ
 (مدارک ج ۲ ص ۲۲۳)

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :-

ای فلا يعلم احد عظمة ما انخفض الله ليعني
 الجنات من النعيم المقيم والذات التي لا
 يطلع على مثله احد (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۳)

اور یہی کچھ حافظ ابن تیمیہؒ نے شرح حدیث النزول ص ۱۳ طبع ام ترس میں لکھا ہے لا یعلمہ، ملک مقرب ولا نبی
 مرسل الخ -

اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا دعویٰ فریق مخالف کو بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مآلہا
 لکھتے ہیں کہ :-

”ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات
 جملہ ماکان و مایکون الی یوم القیمۃ جمیع منہیات لوح محفوظ کا علم دیا۔ (انباء المصطفیٰ ص ۱۸۱)

اور الدولۃ الملیکۃ ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ:-

کل کاشن من اقل یوم الی الیوم الآخر بل
تمام وہ باتیں جو صفہ اول سے صفہ آخر تک ہونے والی
الی دخول اهل الدارین منازلہم وہو للعبور
ہیں بلکہ اہل جنت کے داخلہ جنت اور اہل نار کے داخلہ
عندہ بے ماکان و مایحکون
تائیک کے واقعات کو ماکان و مایحکون سے تعبیر کیا جاتا ہے

یعنی اہل جنت اور اہل نار کے جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی منزلوں پر پہنچنے کے بعد کا علم ماکان و
مایحکون سے خارج ہے۔ وہو المطلوب۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔“ (بمغلفہ جادوالحی صفحہ ۱)
ان تمام عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل روز روشن کی طرح سامنے آ جاتا ہے کہ اگر آیت اور
حدیث سے مراد ائمہ اُخروی بھی ہوں تو انھیں مغفرت اور انھیں نجات اس سے مراد مراد نہیں ہے کیونکہ وہ
تو ایک یقینی امر ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہ اُخروی کی پوری تفصیلات اور بعد از قیامت اہل جنت
کے لیے بے انتہا نعمتوں اور اہل نار کے کتل حالات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا اور یہ آیت اور حدیث بھی
صرف یہ بتلا رہی ہے اور اس معنی میں فریق مخالف کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے ان کی
عبارات سے ملاحظہ کر لیا ہے اور جنت کی ان نعمتوں کے لیے ہر مسلمان کے دل میں صحیح ترسپ ہونی
چاہیے، اگرچہ شاق و غماز کی ان رکاوٹوں کا جو انہوں نے جنت کے حصول کے راستے میں کھڑی کر رکھی ہیں بیان نہیں ہو سکتا
نہاں بے دل ہے اور دل بے زبان ہے ہنسے مجبوری!

بیاں میں کس طرح آئے کہ جو دل پر گزرتی ہے؟

پہنچیم، اگر فریق مخالف کا یہ جواب صحیح ہے کہ سیدہ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ کو سیدہ
تک علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ جمیع ماکان و مایحکون کے آپ عالم تھے۔ کیونکہ پہلے گند چکا ہے کہ فریق
مخالف کے نزدیک اہل جنت کے داخلہ جنت تک اور اہل نار کے داخلہ نار تک کا کل علم ماکان و مایحکون میں داخل
ہے اور جب آپ کو ایسے سال تک بعد از نبوت اپنی نجات کا بھی علم نہیں تھا اور اسی طرح ولایت
قوم کی نجات اور فلاح کا علم بھی نہیں تھا، تو مولوی احمد رضا خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب

مولوی محمد صالح صاحب مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کو دیانت اور انصاف کے ساتھ (بشرطیکہ وہ دیانت اور انصاف کو سمجھیں اور پھر ملحوظ بھی رکھیں) مسئلہ سے قبل کی نازل شدہ آیات اور پہلے کی وارد شدہ احادیث سے ہرگز اپنے مضموم و موعولے علم عجیب پر استدلال کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ حکم تو آپ کو ان کے خیال کے مطابق اپنی اور قوم کی نجات اور فلاح ہی کا علم نہیں تھا اور یہ ماکان و مایکون میں داخل ہے اور اگر پہلے کی آیات (جن میں مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنٍّ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ مَا كَانَ اللَّهُ يُطْلِعُكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَسِي مِنْ رَسُولِهِ مَنْ يَشَاءُ) وغیرہ وغیرہ آیات اور ہذا مصرع فلان غدا وغیرہ وغیرہ و احادیث جن کی کچھ بحث پہلے گزر چکی ہے اور پوری تفصیل اپنے مقام پر آئے گی (انشاء اللہ العزیز) سے ملتی عجیب ثابت ہے تو اس آیت کے منسوخ ہونے کے کیا معنی؟ اور پھر اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اور قوم کی نجات کے متعلق علم کا حاصل نہ ہونا کیونکہ صحیح ہوا؟ کوئی معقول اور صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب ضرورت مخالفت اس آیت کو منسوخ قرار دینا ہے تو اس سے پہلے کی نازل شدہ آیات سے علم عجیب ملتی اور جمیع ماکان و مایکون پر اس کا استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ واضح دلیل بیان کریں لیکن پہنچے گا تا نہ مرکزِ عرفان زندگی جو رازِ دان مرتبہ علم و فن نہیں مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر سچی نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اولاً یہ کہ اس آیت میں ولایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی اور ایت اٹکل اور قیاس کے جاننے کو کہتے ہیں یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا وحی سے جانتا ہوں دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے لہذا یہ منسوخ ہے“ (ملفوظہ جاد الحق ص ۹۷)

مفتی صاحب نے جس وجہ کا ثبوت اس آیت میں دیا ہے وہ قابلِ غور ہے :-

الجواب اولاً اس لیے کہ مخالفین کے ذمہ یہ الزام لگایا کہ وہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق یہ خبر نہ تھی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر اس سے نفسِ نجات مراد ہے تو یہ ہم پر مفتی صاحب کا خالص افتراء اور بہتان ہے جیسا کہ مفصل گند چمکاتے

اور اگر حجت کی تمام نعمتوں کا معاملہ ہے تو اس میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت بھی ہمارے ساتھ ہے۔
پھر الزام کس پر ہوگا؟

یوں نظر دوڑے نہ برہمی تان کر اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر!
وٹائی۔ مفتی صاحب! وہ تیسری صحیح تفسیر جو ہم نے بحوالہ نقل کی ہے، اس کو آپ کیوں ٹرپ کر گئے ہیں؟ کیا وہ صحیح تفسیر حضرت مفسرین کرامؒ نے نہیں کی؟ اور کیا اس تفسیر سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کا پہلو نمایاں نہیں ہوا؟۔

وَاللَّاءُ دِلِیْت کسے یہ معنی کہ اکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں، یہ بھی مفتی صاحب کی بدالیونی ایجاد یا مفتیانہ اختراع ہے۔ ائمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے یا درایت کو خاص علم کہتے ہیں جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جو قیل سے مروی ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح ص ۵۵۲ میں ہے: دری به ای علم به و ادلاء اعلیٰ۔ (وشمل فی القاموس ج ۴ ص ۳۷۶)
اور علامہ الزبیدی الحنفی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

فی التکملة قال شیخنا باتحاد العلم والدراية
وصرح غیره بان الدراية اخص من العلم كما
فی التوشیح وغیره وقیل ان دری فیما سبقه
شک قاله ابو علی۔
تکملہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں اور رسول نے تعین کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے۔ توشیح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے، ابو علی نے ایسا ہی کہا ہے۔
(داج العروس ج ۱۰ ص ۷۱)

سائویں آیت | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

مَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يَتَّخِذَ لَهُ أَشْرًا حَتَّىٰ يُبَيَّنَ
فِي الْوَحْيِ مُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ مُبْدِيُ
الْغُيُوبِ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ كُوِّنَ الْكِتَابَ
مِنَ اللَّهِ سَبْعُ مِائَاتٍ ۖ لَمْ تَكُنْ مِنَّا حَتَّىٰ أَخَذَكَ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
نبی کو لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوتے جب تک
کہ وہ ان کا خون زمین پر نہ بادیو، تم دنیا کا سامان چاہتے
ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب
اور حکمت والا ہے اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو اللہ تعالیٰ
کو عذاب عظیم ہے اس سے قبل تو تم پر اس چیز کی وجہ سے جو تم

(پ ۱۰۔ انفال۔ رکوع ۹)

نے لی ہے، بڑا عذاب نازل ہوتا۔

اس آیت کا شان نزول متعدد حضرات صحابہ کرام سے (جن میں خصوصیت سے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالیوب انصاریؓ قابل ذکر ہیں) دیکھتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶ وغیرہ) مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، جس کا قدر مشترک خلاصہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں (جو) رمضان ۳؎ کو ہوئی) مشرکین کے ستر آدمی جن میں بڑے بڑے نامی گرامی سردار اور رؤساء اور صنادید قریش شامل تھے قتل کئے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں پر احسان کیا جائے اور کچھ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس سے ہمیں کچھ تو مالی قوت حاصل ہو جائے گی اور پھر یہ بھی امید ہے کہ شاید یہ لوگ کسی دین راہ راست پر آجائیں اور اسلام قبول کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت یہ سب کے سب آئمہ کفر اور مشرکوں کے سردار ہیں ان کو اگر یہیں تہ تیغ کر دیا جائے تو کفر کی بڑی طاقت ٹوٹ جائے گی اور میری رائے یہ ہے کہ ہر ایک اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے، میرا فلال عزیز میرے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ کا بھائی ان کے ہاتھ میں اور حضرت حمزہؓ کا بھائی ان کے ہاتھ میں مے دیا جائے، اور ہم خود اپنے عزیزوں کو قتل کریں رحمۃ اللعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوہریرہؓ کے مشورہ کو قبول کر لیا اور ان تمام قیدیوں کو معاوضہ لے کر چھوڑ دیا۔ دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۴، ترمذی ج ۲ ص ۱۳۴، مستدرک ج ۲ ص ۲۲۹، مجمع الفوائد ج ۲ ص ۲۷۰ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵ و ۳۲۶ وغیرہ) اور امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے اس روایت میں یہ لفظ بھی نقل کرتے ہیں کہ:-

خلقی السبی صلی اللہ علیہ وسلم وسکد عمرؓ (نزول آیت کے بعد) انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ اے عمرؓ! بہت قریب تھا کہ تیری رائے کی مخالفت کی وجہ سے ہم پر کئی مصیبت نازل ہوتی۔ (مستدرک ج ۲ ص ۲۲۹، تامل الحاکمؒ والذہبیؒ و صحیح)

یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ یہ واقعہ جنگ بدر کے اختتام کے بعد کا ہے اور جنگ کے شروع ہونے سے ایک دلی پہلے آپؐ یہ فرما بھی چکے ہیں کہ ہمارا مصرع قلان عذا انشاء اللہ (جس سے فریق مخالف بلاوجہ

علم غیب کا اثبات کرتا ہے) اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب اور جمیع ماکان مایکون کا علم حاصل ہوا تو آپ دیدہ وانتہ اس لئے کو اختیار نہ فرماتے جو حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند نہ تھی بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں اس لغزش کی وجہ سے روئے اور خداوند کریم کا عذاب آپ نے بہت ہی قریب دیکھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہی کی روایت میں ہے:-

فلما کان من الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم والابو بكر قاعدين وهما يكيان قلت يا رسول الله اخبرني من اى شئى بتكى انت و صلبك فان وجدت بكاء بكيت وان لم اجد بكاء تباكت لباكتكما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكى للذى عرض على ام صلبك من اخذهم الغداو لقد عرض على غذاهم ادنى من هذا الشجرة شجرة قريبة من نبى الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ما كان ينبغي أن يكون الآية (مسلم ج ۲ ص ۱۱۱)

میں جب کل حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں مدہمے ہیں میں نے کیا رسول اللہؐ مجھے بھی بتائیے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں مدہمے ہیں؟ اگر مجھے بھی مدفا آیا تو ضرور مدفا دینا آپ کے مدنے میں شریک ہونے کے لیے ہمدردی کی کوشش کر دوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں کے قریب لینے کی وجہ سے جو عذاب مجھے بتایا گیا اس کی وجہ سے میں دور ہوں، وہ عذاب اس درخت کے قریب آ پہنچا تھا۔ اور آپ نے اپنے قریب ہی ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا اس پر یہ آیت ماکان لنبی الہنازل ہوتی۔

دیکھا آپ نے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد من الغد کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر تمام حضرات صحابہ کرامؓ کو جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام النازل میں بلند درجہ اور شان رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر ولی کامل ہے) یہ معلوم نہیں کہ ہمدی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے گا اور خدا کی ابتدائی نشانیاں ہمارے سامنے بہت ہی قریب رونما کی جائیں گی حتیٰ کہ ہمیں اپنی اس رائے پر ہچکچاتے ہوئے رونما بھی پڑے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نوازش اور مہربانی سے درگزر فرما کر بعد کو فدیہ وغیرہ حلال قرار دیا، اس واقعہ کی ایک ایک جزو اپنے اندر حقیقت رکھتی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی واضح سے واضح دلیل ہے اور ہے

بھی صرف واقعہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے اور قیامت سے پہلے کا ہے اور اس دن کے بعد کا ہے جس دن آپ نے ہذا مصرع فذلن الخ فرمایا تھا، لہذا مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا یہ عند لنگ بھی ختم ہو گیا کہ جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو (بلغفہ جاء الحق منک) دیکھئے مفتی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ: ہمارا حق محبت ہے آپ کے ذمہ غریب خانے پہ اگر حساب صاف کرو

ان صحیح اور صریح روایت کے بعد اس کی ضرورت نہیں کہ ہم حضرات مضر بنی کرام کی تفاسیر اس مضمون کی تشریح میں نقل کریں اور خواہ مخواہ دامن بیان کو دراز کریں۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے حضرات فقہاء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے اس آیت سے ایک تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر منصوص احکام میں اجتہاد کے صحیح ہونے پر استدلال کیا ہے اور عالم ماکان و مایکون کو اجتہاد کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ اور دوسرا یہ استدلال کیا ہے کہ مجتہد کو اس کی غلطی اور خطا کی صورت میں گرفت نہیں ہوتی۔ توضیح اور توجیح کا ایک حوالہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اور حضرت ملا جیون دیکھتے ہیں کہ:-

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما حکم بخلذ
الغداء بالاجتہاد ثم نزل بعدہ نص بخلافه
وهو هذه الآية لم ينقل من اخذ الغداء الى
القتل بل استقر عليه (تفسیرات احمدیہ ص ۲۹۳)

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے فدیہ
لیسے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی
جس اجتہاد کے خلاف تھی تو فدیہ کے بعد قتل کا فیصلہ
پھر احتیاد نہ کیا گیا بلکہ فدیہ پر ہی بات قائم رہی۔

اکھوین آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

يَسْأَلُكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئًا أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ
أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّ ظِلَّكَ مُنْكِرٌ
(پ ۲۔ آل عمران۔ رکوع ۱۳)

(اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!) آپ کا کچھ اختیار نہیں یا تو اللہ
تعالیٰ ان پر جو ع فرمائے (اور وہ توبہ کریں) یا ان کو عذاب کئے
کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا شان نزول غزوہ اُمد میں (جو سوال ۳ میں
واقع ہوا تھا) مشرکین مکہ کی وہ سخت بے اعتدالیاں تھیں جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ

مبارک بھی زخمی ہوا اور دانت مبارک کا ایک حصہ دکڑائی و فدا دہائی چ ۲۰۸ للعلامة السمرودی رحمہ المتوفی
 (۱۰۱) شہید ہوا تو آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ :-

کیف یفلح قوم شیعوا بنبیہم صلی اللہ علیہ وسلم
 وہ قوم کس طرح اور کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی
 دے کے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا ہو اور ان کا دانت مبارک
 شہید کر دیا ہو حالانکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت سے
 اللہ لَیْسَ لَکَ الْاِیْمَةُ دجائی ۲ ص ۵۸۲ و مسلم ۲
 رہا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
 (۱۰۱) واللفظ (۱)

اور حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ (المتوفی ۱۰۶) سے روایت ہے کہ :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُعْزِزُ عَلٰی
 جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوان بن امیہ
 صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو و الحارث بن
 اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام و جابر بن عبد اللہ
 ہشام فنزلت لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ اِلَیْہِ (بخاری ۲)
 (۵۸۲) واللفظ (۱) و دجائی ۲ ص ۵۸۲ و ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۲
 یہ آیت نازل ہوئی۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے انجام اور فلاح و ہدایت کا علم نہ تھا اس لیے آپ نے
 ان کے حق میں بدعافرائی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں چونکہ ان کی قیمت میں ایمان کی دولت تھی اور یہ
 سب حضرات بعد کو مسلمان ہو گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان
 کے حق میں بدعافرائی سے منع کر دیا اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت امام احمد رحمہ (المتوفی
 ۲۴۱) کی روایت میں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے ایول آتہ ہے :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 حضرت ابن عمر رحمہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
 اللہم العن العن فلانا اللہم العن الحارث
 تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اے اللہ فلاں اور فلاں
 بن ہشام اللہم العن سہیل بن عمرو واللہم
 پر لعنت نازل کر اے اللہ حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو
 العن صفوان بن امیہ فنزلت هذه الآية
 اور صفوان بن امیہ پر لعنت نازل کر اس پر لَیْسَ لَکَ
 لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ الْاِیْمَةُ فقیب علیہم کلہم
 الایۃ نازل ہوئی، اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی
 توفیق دے کر ان پر رجوع فرمایا اور ان کو اسلام کی ہدایت
 نصیب ہوئی۔
 (منہ احمد ج ۲ ص ۵۸۲ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۲)

اور کتب احادیث اور تواریخ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے فتح مکہ کے موقع پر (جوشہ کو ہوا) اسلام قبول کیا تھا اور مخلص مسلمانوں کی صف میں داخل ہو کر وہ کارنامے مکمل کیے جو اسلامی تاریخ میں آفتاب نیمروز کی طرح درخشندہ ہیں۔ سچ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اسلام سے نوازے اس کو کون روک سکتا ہے؟ آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے ایمان کے لیے بڑی انتھک کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور ان حضرات پر لعنت اور بددعا بھی کی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہو کر رہا۔

اس آیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختارِ کل ہونے کی نفی بھی صاف طور پر ثابت ہو گئی ہے، دیکھتے فریقِ مخالف اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ صحیح بات کو تسلیم کرنا ان کا شیلوہ نہیں ہے اور اس کا انہیں کوئی احساس بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی مستراح کارواں جانا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جانا رہا
فریقِ مخالف کا تو یہاں تک دعوئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے ایمان اور کفر اور ظاہر و باطن کو اور جو کچھ کہ آئندہ پیش آنے والا ہے سب کو جانتے ہیں مگر یہ آیت کریمہ مع ان احادیث کے جو اس کی تشریح و تفسیر میں پیش کی گئی ہیں، اس باطل نظریہ کی قطعی تردید کرتی ہیں۔
اس لیے کہ جو کافر آپؐ کے مد مقابل میں لڑنے آئے تھے (اور جن کی وجہ سے ستر صحابی شہید ہوئے جن میں آپؐ کے چچا محترم حضرت حمزہؓ سید الشہداء بھی تھے) اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں اس واقعہ کے صرف پانچ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے تھے، ان کے انجام اور ایمان کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز نہ تھا ورنہ آپؐ کیوں اللہ العزیز کے الفاظ سے ان کے حق میں بددعا کرتے؟ آپؐ کو اگر خدا اسی بھی ان کے ایمان لانے کی امید ہوتی تو آپؐ وہی پیکرِ عفو و کرم تو ہیں جنہوں نے طائف کی بستی میں سارے بدن کے لہو لہاں ہونے کے بعد بھی اہل طائف کی حسن عاقبت کی امید کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قُرْبٰى فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ، اور گویا اس طرح آپؐ نے ان کو ایک گونہ امان دی۔

نہ کیوں جبال میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

میرے جرم ملے سیاہ کو تیرے بھونہ بندہ نوازیں

اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپؐ

کو یہ ضرور معلوم ہوتا کہ میری اس بددعا پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا اور مجھے اس پر تنبیہ کی جائے گی لہذا میں بددعا ہی کر دوں، کیا فریقِ مخالفت کی جانب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عقیدت ہے کہ آپ دیدہ دانستہ اور عمداً اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیا کرتے تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ بئینا والوجہ! فریقِ مخالفت کا اس آیت کے جواب میں کوئی قابلِ توجہ قول ہماری نظر سے نہیں گذرا تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔ اور ہے ہی یہ واقعہ اور قیامت سے قبل کا ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب کی مٹہ مانگی مراد ہے یہ بجز الفاظ کے مادی نہیں کئی پہ کام ان کے

نورِ آیت | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ فَبِئْسَ مَوْضِعًا أَذْوَاجُكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأُظْهِرَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ ۚ أَعْمَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مِنْ أَمْنِكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ ۝ الْحَكِيمُ ۝

(پ ۲۸- تحریم - رکوع ۱) بنایا اُس خبر رکھنے والے واقعت نے۔

ان آیات کے شانِ نزول میں روایت میں جو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہؓ (المثوفاۃ سلمہ) کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ولہذا اسنادِ صحیحہ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶) اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں بسندِ صحیحہ (فتح الباری ج ۹ ص ۲۵۸) مگر زیادہ تر حضرات محدثین اور مفسرین اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش ام المؤمنین کے پاس کہیں سے شہید کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طبعی طور پر شہد

سے اُس تھا خلافت معمول حضرت زینبؓ کے پاس شہد نوش کرنے کے سلسلہ میں دیر ہو جایا کرتی تھی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو مقتضائے بشریت یہ چیز ناگوار گزری کہ آپؐ زیادہ دیر کسی کے پاس بٹھریں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی لطیف جیلہ اور بہانہ سے آپؐ کا حضرت زینبؓ کے پاس کثرت سے آنا ناجائز نہ کر دیں۔ سوچا اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اگر آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ اور اگر حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ کہیں کہ آپؐ کے دہن مبارک سے مغفیرہ ایک قسم کا گوند ہے) کی بُرائی ہے۔ جب آپؐ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بات آخر کہہ ہی دی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کھایا مگر البتہ زینبؓ کے پاس شہد استعمال کیا ہے۔

فلن اعود له وقد حلفت لا تجتري بذلك
احد (بخاری ج ۲ ص ۴۹۹ واللفظہ وسلم ج ۱ ص ۴۸۵)
لیکن میں پھر نہ کھاؤں گا اور اس کے ترک پر قسم کھا چکا ہوں
مگر تم کسی کو نہ بتانا۔

اس زوجہ مطہرہؓ سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ راز کی بات کسی اور نبی کی کو بھی بتا دی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کر دی کہ آپؐ کی بیوی نے وہ راز افشا کر دیا ہے۔ جب آپؐ اس کا کچھ حصہ اُس زوجہ مطہرہؓ کے سامنے پیش کیا اور دوسرے حصہ سے اعراض کر دیا کہ اس کو مزید ندامت نہ ہو، تو اس نے کہا، حضرت آپؐ کو یہ کس نے بتایا ہے کہ میں نے وہ راز کی بات کسی اور کو بتا دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہے جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ثقافت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور لوٹدی (یاشہد) کو پھر استعمال کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۶)

ہمارا استدلال اس مضمون سے اس طرح ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب یا جمیع مآکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپؐ کو نزول آیات سے قبل ہی معلوم ہوتا کہ میرے فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوگا، لہذا میں ایسا نہ کر دوں۔ کیا فریق مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمداً ایسا کیا تھا؟ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور مختارِ مکمل نہ ہونے کی بھی صاف وضاحت ہو گئی ہے کیونکہ اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے، اور حضرات ازواج مطہراتؓ نے جبالی خفیہ مشورہ کیا تھا آپؐ و اہل تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کو یہ تمام قصہ معلوم ہوتا۔ اور اگر مختارِ مکمل

ہوتے تو جب آپ نے اپنی مرضی سے صرف اپنی ذات بابرکات کے لیے (فونڈی یا) شہد حرام کر دیا تھا تو وہ حرام ہی رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو آپ کی بشریت بھی اس سے ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا مخصوص واقعہ اور شہد کا استعمال بشریت کے لوازمات میں سے ہے۔ فوراً محض (جیسے فرشتے) کو نہ تو عورت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانے اور پینے کی، اور اللہ تعالیٰ کا لفظ انزلی و امبی ہے، وہ اس کی ایک صفت ہے جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ وہ قابلِ افلاک ہی نہیں اور نہ وہ کھانے پینے اور بیوی کا محتاج ہے اور نہ وہ نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ ہے بلکہ اللہ کے نور کے فیض اور سبب سے آپ کا نور بنا ہے دیکھئے الانار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۲۷ جو لوگ نور من نور اللہ کی رٹ بایں معنی لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ قرار پائے تو یہ قطعاً باطل اور سرسرمرد ہے۔ کھاکی اللہ عن ذالک علواً کثیراً۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج مطہرات اور خصوصیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کا جو قرآن کریم کی حافظہ اور تفسیر قرآن کریم حدیث اور دین کی بڑی عمارت رکھتی تھیں، جن کی نظیر نہ تو پہلی امتوں میں ہے نہ پچھلی امتوں میں، (کما صرح بہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۸) کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کا علم رکھتے اور ہر جگہ حاضر و ناظر تھے۔ در نہ جس طرح آپ کی موجودگی میں انہوں نے کوئی سازش اور مشورہ نہیں کیا تھا آپ کی غیر حاضری میں بھی ان کو یہ جرأت ہرگز نہ ہوتی اس لیے کہ آپ بخیاں ان کے عالم الغیب اور حاضر و ناظر تھے۔ پھر آگے جس بی بی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا۔؟ یہ تو قطعاً قطعی ہے کہ ان کا اعتقاد آپ کے متعلق علم غیب کا ہرگز نہ تھا اور آپ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں تو جمیع ماکان و مایکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں بلکہ بالکل باطل کا علم ہونا کیا شواہد؟ بلکہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیونکہ وہی علیم اور خیر ہے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ سلسلہ کا ہے اور وہ تمام آیات جن سے فریقِ مخالف مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر کشید کرتا ہے۔ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، کیا وجہ ہے کہ ان آیات سے جناب امام الانبیاء خاتم البین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو اپنا حاضر و ناظر اور جمیع ماکان و مایکون کا عالم ہونا سمجھ میں نہ آسکا۔

اور حضرات انوارِ مطہراتؒ کو بھی ان آیات سے یہ مسائل سمجھ نہ سکے، اور فریقِ مخالفت کو یہ سمجھ گئے۔ پھر کیے باور کر لیا جائے کہ واقعی ان آیات سے یہ مسائل ثابت ہوتے ہیں؟ یہ بات ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے اور ہر ایک باشعور اور منصف مزاج اس کی تائید کرے گا۔ اور تقریباً تمام وہ احادیث جن سے فریقِ مخالفتِ علم غیب اور حاضر و ناظر پر استدلال کیا کرتا ہے اس واقعہ سے قبل کی ہیں۔ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی ان احادیث سے یہ مسائل اخذ ثابت ہوتے ہیں، اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات انوارِ مطہراتؒ کا آپ کے گھر میں رہتے ہوئے آپ کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ کا عقیدہ نہیں تھا تو فریقِ مخالفت عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً یہ فرمائیں کہ کس کے ایمان پر جرحی ہوئی؟ اہل حق کے ایمان پر یا اہل بدعت کے؟

ہے روکش آفتاب نہ بغیر پردہ بلا وسیلہ دہاں لگائی ہے آنکھ دل نے جہاں مجالِ نظر نیست
مفتی صاحب ازراہ شفقت و عنایت اہل حق کی جماعت کی طرف سے مفت و کالت کرتے ہوئے اس مضمون مفتی احمد یار خان صاحب کا چمکلا کو قتل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”جس پر یہ آیت اتری لَیْسَ لَکُمْ مِمَّا اَخْلَ اللہُ وَلَکَ مَعْلُومٌ ہوا کہ آپ کو اپنے دہن پاک کی بوجہ بھی علم نہ تھا کہ اس سے بڑا رہی ہے یا نہیں؟ جواب اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تَبْتَغِیْ مَوْنٰتَکُمْ اَزْوَاجَکُمْ لَے حبیب یہ حرام فرما، آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ الی معترض انعام کی رضا کے لیے ہے نیز اپنے منہ کی بوجہ غیب نہیں محسوس چیز ہے، ہر صیغہ الدعا غمخسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص مانتے گئے؟“ (بلنظم جاد الحق ص ۱۴)

نہ معلوم مفتی صاحب کی یہ منقول اور مفروضہ باتیں کس نے کہی ہیں؟ اور کن الفاظ میں کہی
الجواب ہیں مگر مفتی صاحب اپنے ہوش و حواس کو قائم کرتے ہوئے پہلے ہمارا استدلال ملاحظہ کر لیں، پھر جواب کی ہمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ استدلال یہ نہیں ہے کہ آپ کے دہن مبارک کی بوجہ محسوس ہے یا غیب ہے؟ اس کا آپ کو علم تھا یا نہیں تھا؟ ہمارا استدلال پہلے گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔ آپ محاسنِ باختہ ہو کر حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرف کیوں پہلے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرح اور کس کے حواس ہو سکتے ہیں؟ نیز مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اے حبیب یہ حرام فرما، آپ کی بے خبری سے نہیں

بلکہ انی معترض انذواج کی رضا کے لیے ہے۔ مفتی صاحب فرمائیں کہ یہ کیس آیت کا ترجمہ ہے؟ یہ قرآن کریم کی کیسی کھلی ہوئی تشریف ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو علم تو تھا کہ واقعی اس تحریم سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اور مجھ پر وہ تنبیہ بھی نازل فرمائے گا۔ مگر چونکہ معترض انذواج کو راضی کرنا ہے لہذا میں عمداً اور دیدہ و دانستہ اس حلال چیز کو حرام کرتا ہوں۔ کیا واقعی مفتی صاحب امدان کی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمداً خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور حضرت انذواج کو راضی رکھا کرتے تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، لاجل ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔ یہ ہے فسریق مخالفت کے عشق و محبت کی جھلک۔

مری تعمیر میں منفر ہے اک صہرت خرابی کی
ہیوولی برق خرمں کا ہے خوں گرم و مہقال کا

دسویں آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ لَا يَعْلَمُونَ خُنَّ كَفَلَهُمُ اللَّهُ (پ۔ التوبہ۔ رکوع ۱)
اور بعض مہینے والے اٹھتے ہیں نفاق پر اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔
یہ ارشاد خداوندی سورۃ توبہ میں ہے جو سب سے آخری سورت ہے۔ چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ اور مسلم ج ۲ ص ۲۵۰ میں حضرت براہ شعیب عازب (المتوفی ۳۷۰ھ) سے اور متذکر ج ۲ ص ۲۱۱ میں (جس کی تصحیح پر امام حاکم رحمہ اور علامہ ذہبی رحمہ دونوں متفق ہیں) حضرت عثمان بن عفان (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے کہ آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبہ۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۃ توبہ ہے۔ ہاں البتہ اس کی صرف دعائیں ہی ہیں۔ وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ

(التفسیر القان ج ۱ ص ۳۱)

یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو بھی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق مد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اٹھتے ہوئے اور بعد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے، ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ کو علم تھا اور جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ لَا تَعْرِفُهُمْ بَاعِيَانَهُمْ وَهُمْ
تَقْرِير لِمَا رَقَعَهُ فِيهِ وَتَوْقُهُمْ فِي
تَحَامِي مَوَاقِعِ التَّهْمِ إِلَى حَدِّ خَفِيِّ عَلَيْكَ
حَالُهُمْ مَعَ كَمَالِ فُطْنَتِكَ وَصَدَقَ فِرَاسَتُكَ
عَنْ تَعْلَمُهُمْ وَنُطْلَعُ عَلَى اسْرَارِهِمْ
أَنْ قَدْ رَوَا أَنْ يَلْبَسُوا عَلَيْكَ لَمْ يَقْدِرُوا
أَنْ يَلْبَسُوا عَلَيْنَا۔

(بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۶)

امام بغوی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ أَنْتَ يَا مُحْتَدِّعُ تَعْلَمُهُمْ الْخَلْقُ
(معالم ج ۲ ص ۹۹)

اور علامہ غازی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ بِعَيْنِ النِّصْرِ بِلُغَا فِي السِّفَاقِ إِلَّا
حَيْثُ أَنْتَ لَا تَعْلَمُهُمْ يَا مُصَدِّعُ مَعَاوِ خَطَرِكَ
وَاطْلَاعِكَ عَلَى الْإِسْرَارِ عَنْ تَعْلَمُهُمْ بِعَيْنِ لَكِنْ
عَنْ تَعْلَمُهُمْ لِأَنَّهُ لَمْ يَخْفِ عَلَيْنَا خَافِيَةٌ وَأَنْ دَقَّتْ

(غازی ج ۲ ص ۱۸۶)

اور علامہ نسفی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ أَيْ يَخْفَوْنَ عَلَيْكَ مَعَ كَمَالِ فُطْنَتِكَ
وَصَدَقَ فِرَاسَتُكَ لِحَرْطِ تَوْقِهِمْ فِي تَحَامِي مَا
يَشْكُكَ فِي أَمْرِهِ ثُمَّ قَالَ عَنْ تَعْلَمُهُمْ
أَيْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ وَالْإِنَّمَا يَطْلَعُ عَلَى سِرِّهِمْ

دلے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان منافقوں کی شخصیتوں کو
نہیں جانتے اور اس میں اس بات کو واضح کرنا ہے کہ وہ اپنے
نفاق کو چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ وہ ان باتوں سے بے
حد بچتے ہیں جو ان کے معاملہ کو مشکوک کرتی ہیں حتیٰ اگر
آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراست کے ان کے
نفاق پر مطلع نہیں ہو سکتے ہم ہی ان کو جانتے امدان کے
بیمبوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دیتے پر قادر
ہو گئے تو ہم کو تو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان منافقوں کو نہیں
جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ نفاق کی اس حد کو پہنچ
چکے ہیں کہ آپ باوجود روشن دلی اور اطلاع برسرانہ کے
ان کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں کیونکہ ہم پر کوئی
پہیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ ایک فتنہ بے مقدار ہی کیوں
نہ ہو۔

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ آپ پر باوجود آپ کی
کمال فطانت اور صدق فراست کے مخفی ہیں کیونکہ وہ ایسے
معااملات سے بہت پرہیز کرتے ہیں جو ان کے نفاق پر آپ
کو شک میں ڈال دیں ہم ہی ان کو جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ

کے بغیر اور کوئی بھی ان کو نہیں جانتا اور نہ ان کے بھید پر کوئی اور واقف ہے کیونکہ وہ کفر کو تو سویدائے قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور ظاہر میں آپ کے سامنے وہ غلصہ مومنین کی صورت میں پیش آتے ہیں۔

آپ ان کو یعنی ان کے نفاق کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو یعنی ان کے نفاق کو جانتے ہیں۔

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ باوجود کمال فطانت اور صحیح فراست کے ان کو بعینہ نفاق نہیں جانتے اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ بڑے ماہر ہیں اور تمت کے مواقع سے یہاں تک پرہیز کرتے ہیں کہ آپ ان کو نہیں جانی سکتے بس ہم ہی ان کو جانتے اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہیں تو ہم کو تو فریب دینے کی اُن کو کوئی قدرت نہیں ہے۔

اور قریب قریب یہی کچھ علامہ معین بن صفی نے لکھا ہے (دیکھئے جامع البیان ص ۱۶۱)

آپ ان کو نہیں جانتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بیان کیا ہے کہ وہ نفاق میں اتنے سرکش واقع ہوئے ہیں کہ آپ ان کو عنوان نفاق سے نہیں جانتے۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ان کے نفاق کو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا

غیر لا نهر یبطنون الکفر فی سوادہم
قلوبہم ویبرزون لك ظاہراً کظاہر
المخلصین من المؤمنین
(مدارک ج ۲ ص ۱۸۶)

علامہ الوطام محمد بن یعقوب لکھتے ہیں کہ:-
لَا تَعْلَمُہُمْ لَا تَعْلَمُ نَاقِہُہُمْ مَخْنُ تَعْلَمُہُمْ
تَعْلَمُ نَاقِہُہُمْ (تذویر المفہاس ج ۲ ص ۱۸۶)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-
لَا تَعْلَمُہُمْ یعنی تو انہیں یا محمد بصفۃ النفاق
مع کمال فطنتک وصدق فوائتک فہو تقریر
لہما رقیہم وقرقہم فی تمامی مواقع التہم الی
حد حفی علیک مَخْنُ تَعْلَمُہُمْ فطلع علی
سرائرہم ان قدر واعلیٰ ان لبسوا علیک فلا
یقدرون ان یلبسوا علینا

(تفسیر منطری ج ۲ ص ۲۸۹)

اور علامہ آلوسی الخفی لکھتے ہیں کہ:-

لَا تَعْلَمُہُمْ بیان لقروہم ای لا تعرف
انت بعنوان نفاقہم الی ان قال و
حاصلہ لا تعرف نفاقہم۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۱)

نیز اسی آیت کے تحت ارتقام فرماتے ہیں کہ:-
وقال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم

لَا تَعْلَمُهُمْ يَخُنُّ نَفْلَهُمْ هُمْ وَهَذِهِ الْآيَاتُ
وَيُخَوِّهَا أَقْوَى دَلِيلٌ فِي الرُّوحِ عَلَى مَنْ يَزْعُمُ
الْكَشْفَ وَلَا اِطْلَاعَ عَلَى الْمَغْیَبَاتِ بِحُجْرَةِ مَعْنَا
الْقَلْبِ وَتَجَرُّدِ النَّفْسِ عَنِ الشَّوَاغِلِ وَبَعْضِهِمْ
يَتَسَاهَلُونَ فِي هَذَا الْبَابِ جِدًّا

کہ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ
اور اس قسم کی دوسری آیات ان لوگوں کی تردید کے لیے جو
محض صفائی قلب اور شواغل نفس سے الگ ہونے کی وجہ سے
کشف اور اطلاق بر مغیبات کا دعویٰ کرتے ہیں قوی
ترین دلائل میں بعض لوگوں نے یوں ہی بلاوجہ اس باب

میں تباہی سے کام لیا ہے۔

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱)

نوٹ۔ صاحب روح المعانی مطلق کشف و کرامت کے منکر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزر بھی چکا
ہے اور آگے ابھی رہا ہے بلکہ ایسے کشف کے منکر ہیں جو تمام امور کو محیط ہو اور ہر ایک کے ظاہر و باطن
پر حاوی و مشتمل ہو علاوہ ان کے کشف اور غیب کی بعض خبریں بقول ابن خلدون عجائبات وغیرہ کو بھی معلوم ہو
سکتی ہیں اس کی مبسوط بحث مقدمہ ابن خلدون ص ۱۱ میں دیکھئے۔

ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے جن منافقین کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان کا اتفاق اور ان کے دوسرے ظاہری
اور باطنی احوال سب ہی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون میں سے ہیں لیکن اس آیت میں اس کی تصریح
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی منافقت اور منافقانہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کا علم نہ
تھا۔ اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل تھا۔ اور یہ آیت سورہ توبہ کی ہے جو
قرآن کریم کی تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب فریق مخالفت پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے
نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر نہ لے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقوں
کا اتفاق اور ان کی منافقانہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا علم ہو گیا تھا۔ خبر واحد صحیح بھی اس بات میں
ہرگز حجت نہیں چپ جائیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء اور خصوصاً صاوی شریعت و پہلی شریعت اور جعلی وغیرہ
کا نام بھی مت لیجئے۔

ڈنٹ جائے نہ تیغ لے قاتل! سخت جاں ہوں فدا سمجھ کر کھینچ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر تفسیری مخالفت کے بزعیم خود جوابات کا بھی
سرسری طور پر طائرانہ جائزہ لیں۔

فریقِ مخالفت کے اعلیٰ حضرت اور مجددِ مائتہ حاضرہ **ثَبِّانًا بِكَلِّ شَيْئٍ** سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم

فریقِ مخالفت کے اعلیٰ حضرت

پر استدلال کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ: "بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ کرتا ہے زمین کی اندھیر لیل میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو مجاہدِ افضیلاً جان لیا" (ملفوظہ انباء المصطفیٰ ص ۱۷) یہ لکھتے ہیں کہ: "اور جب کہ یہ قرآنِ عظیم کے **ثَبِّانًا بِكَلِّ شَيْئٍ** ہونے نے دیا اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلامِ مجید کا ہے نہ کہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآنِ شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ **نَقُصُّصُ عَلَیْكَ یَا سَافِقِیْنِ** کے باب میں فرمایا جاتے لا تَعْلَمُہُمْ ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ معظم مصطفوی کا نافی نہیں۔ الحمد للہ طائفہ تالفہ و جابریہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علمِ عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے، سب کا جواب دہن دوز فتن سوز انہی دو فقروں میں ہو گیا" (ملفوظہ انباء المصطفیٰ ص ۱۷)

خالص صاحب کا یہ مجددانہ مغالطہ پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اَوَّلًا اس لیے کہ **ثَبِّانًا بِكَلِّ شَيْئٍ** کی جس آیت سے خالص صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کا عجیب ثابت کرتے ہیں وہ تو سورۃ نحل کی آیت ہے اور سورۃ نحل کی سورت ہے۔ اگر آپ کو مکہ مکرمہ ہی میں سب غیب عطا ہو گیا تھا تو اور باتیں تو روز میں الگ مدینہ طیبہ میں سورۃ بقرہ۔ آل عمران اور مائدہ وغیرہ جیسی لمبی سورتیں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا خان صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک یہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس میں نہ تھیں؟

و ثانیاً اگر واقعی آپ کو مکہ مکرمہ میں کل صغیر و کبیر اور ہر رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا تو مدینہ طیبہ میں بہت سی چیزوں کے بارے میں آپ کے علم کی نفی قرآنِ کریم و احادیث متواترہ میں کیوں وارد ہوئی ہے جیسا کہ بہت سی آیات پہلے عرض کی گئی ہیں اور احادیث کا ذکر آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

و ثالثاً خان صاحب کو کوئی نص قرآنی اور حدیث متواترہ پیش کرنے کی پابندی تھی کہ جن حضرات انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم آپ کو نہ نقص علیک کے نزول تک نہیں دیا گیا تھا وہ آپ کو اس آیت یا حدیث متواترہ سے ملنا ثابت ہے اسی طرح ان کو **لَا تَعْلَمُہُمْ عَنْ نَقُصُّصُ عَلَیْكَ** کے بعد کوئی

نص قرآنی یا خبر متواتر پیش کشی چاہیے تھی کہ ان منافقین کا علم آپ کو اس قطعی الدلالتہ نص سے اور اس متواتر اور صریح حدیث سے حاصل ہو گیا تھا۔ خان صاحب کو اس جہان میں کوئی آیت اور خبر متواتر اس پر دستیاب نہیں ہو سکی تو اس جہان سے (جہاں وہ پہنچ چکے ہیں) ہی اپنے اتباع و اذتاب کو بتا دینا چاہتے تھے کہ وہ بیچارے یہ ادھار تو ختم کر سکیں۔ آخر خان صاحب نے مرزوں کی امداد اور اعانت پر تو کئی کتا بول میں صفات کے صفات سیاہ کر دیے ہیں۔ اگر ان سے یہ بھی نہ ہو سکا تو وہ کس کام کے؟ ان میں کوئی دم خرم ہے تو یہ ادھار ہی چکاویں۔ ہے کوئی خان صاحب کا لائق علمی بیٹا جو یہ صاحب بے باقی کرے۔ دیدہ بایہ ذیل من ہمار؟

و ادباً خان صاحب کا تغافل یا قلت تدبیر کا حیرت ناک مظاہرہ دیکھئے کہ کس طرح یہ لکھ گئے ہیں۔ کہ الحمد للہ طائفۃ الفہ و ما بہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن و ذوق و فتن سوز نہیں دونوں فقروں میں ہو گیا۔ خان صاحب ہوش میں آکر فرماتے کہ وہ کون سی آیات قطعیہ قرآنیہ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماکان و مایکون کے علم پر پیش کی ہیں؟ لفظ گل اور لفظ مآ کے عموم سے آپ کا استدلال خالص خیانت یاری جہالت پر مبنی ہے جیسا کہ اسی کتاب میں باقرہ خود خان صاحب یہ مذکور ہوگا کہ یہ کبھی استغراق حقیقی اور کبھی استغراق عرنی کے لیے آتے ہیں اور یہی مطلب حضرات مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ باول لائل یہ بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، انشاء اللہ العزیز۔

اور خان صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حق محض قصص و روایات و اخبار و حکایات ہی نہیں پیش کرتے بلکہ وہ تو صرف وہ قصص و اخبار و حکایات پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم کی قطعی آیات سے ثابت ہیں اور وہ صحیح روایات پیش کرتے ہیں جن کا قدر مشترک متواتر ہے اور ان کے خلاف ایک عروت بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ خان صاحب کا انتہائی فاسد اور باطل عقیدہ اور بے جا غلو ہے۔ خان صاحب جیسے فاسد عقیدہ رکھنے والے کسی غالی فرقہ کی شکایت امام سیوطی رحمہ اللہ نے یوں کی ہے جس کو حضرت ملا علی القاری اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:-

ولکن ہذا اور الغلو عندہم ان علم رسول اور لیکن یہ غالی فرقہ اس کا قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ منطبق علی علمہ اللہ سواہ فکل ما
یعلمہ اللہ یعلمہ رسولہ واللہ تعالیٰ
یقول وَ مِمَّنْ حَوْلَکُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ
وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِینَةِ مَزْجُوا عَلَى الْفَقَاقِ
لَا تَعْلَمُہُمْ تَحْنُ تَعْلَمُہُمْ وَهَذَا فِی
بِرْلُوۃِہِی مِنْ أَوَّحِر مَازِل مِنَ الْقُرْآنِ لَمَّا
وَالْمُنَافِقُونَ جَبْرَانِہِ فِی الْمَدِینَةِ انھِی و
مَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِیۃَ عِلْمِ اللّٰہِ وَرَسُولِہِ
یَکْفُرُ اِجْمَاعًا کَمَا لَا یُخْفٰی۔

(موضوعات کبیرہ ص ۱۱۹)

وہم کا اور خدا تعالیٰ کا علم برابر ہے۔ سو جس چیز کو اللہ تعالیٰ
جانتا ہے اس کو خباب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی
جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تمہارے آس پاس
دیا تیل میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں بھی کچھ منافق
ہیں جو منافق پڑاے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے
میں بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ ارشاد سورت برأت
میں ہے جو قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور منافق بھی دور
نہ تھے آپ کے پڑوس میں مدینہ کے اندر رہتے تھے اور جس نے یہ
اعتقاد کر لیا کہ خدا تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا علم برابر ہے تو وہ اجماع امت کے روئے کافر ہے۔

اس تسویہ سے تسویہ فی الکلیفیت مراد نہیں ہے کہ ذاتی اور عطائی کا دوزار
لوٹ ضروری اس کا جھگڑا شروع کر دیا جائے، بلکہ اس سے ظاہر تسویہ فی المقدار والکمیۃ
مراد ہے جیسا کہ خود خالصاب کو اقرار ہے اور وہ کہتے ہیں کہ:-

وان اداد مجرد التسویۃ فی المقدار کما ہو
ظاہر کلامہ الخ (الدولۃ المکیۃ ص ۱۲)

اس کے بعد خالصاب نے آئیں بائیں شائیں کر کے بہت سی فضول باتیں لکھی ہیں جو اس قابل ہی
نہیں کہ ان کی طرف التفات کیا جائے۔

وخاصاً خان صاحب کا دعویٰ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نزول صحیح
قرآن کریم کے وقت سب مکان و مایکون کا علم حاصل ہوا تھا پہلے نہ تھا۔ پھر خان صاحب نے
بتینا نکل میثاق وغیرہ آیات سے (جو کہ مکرر میں نازل ہوئیں) کیوں ہر صغیر و کبیر اور طیب و یابس
وغیرہ کا ثبوت فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے؟ اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ کرنے پر اپنے تھمال
یا تغافل کا ثبوت دیا ہے؟ خالصاب، جس وقت کا دعویٰ ہے، اس وقت کے مطابق دلیل
بھی دے گا رہے۔ اس کو کوئی مقلد نہیں باور کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تو

حاصل ہو آخری وقت میں اور دلائل پیش کئے جائیں مگر زندگی کے اور جنگ بدر کے کہ ہذا مصرع
 فُلَانٌ عَدَا اِلٰہَ اللّٰہِ - دعویٰ تو یہ ہو کہ آپ کو نزول جمع قرآن کے وقت ماکان و مایکون کا علم
 عطا ہوا تھا اور دلیل پیش کی جائے لفظ اللہ کی کہ اس کے معنی ہی غیب دان کے ہوتے ہیں۔
 اس لحاظ سے جس دن آپ کو نبوت و رسالت عطا ہوئی تھی اسی دن سے آپ کے لیے کئی غیب کا
 دعویٰ کرنا چاہیے۔ الغرض بدعت پسند حضرات قرآن کریم اور حدیث کے علم سے تو ویسے ہی کو رہے
 ہیں، جو اشیاء صرف متوسط قسم کی عقل سے حاصل ہوتی ہیں وہ ان سے بھی محروم ہیں۔ مگر کیا کیا جانتے
 کہنے والے نے کیا ہی پتے کی بات کہی ہے۔

بلند بال تو ہوتا تھا جھور و عنیور حکم ہر محبت سے بے نصیب رہا
 الغرض خان صاحب کی طرف سے لَکَلَّہُمْ لَحْنٌ لَکَلَّہُمْ کَاکُوْنِ جواب نہیں ہو سکا اور
 نہ ہی ان کی جماعت سے تاقیامت اس کی تمییز کی جاسکتی ہے، وَاَتٰی لَہُمْ التَّائُوْمُ مِنْ تَمَکَانَ لَیْسَ
 دیکھتے وہ خان صاحب بریلی سے بولتے تھے اور یہ مولوی محمد عمر صاحب
 اچھرو سے بول رہے ہیں دونوں کو خدا تعالیٰ نے موزوں و مناسب عجیب

دی ہیں۔ بریلی کا پاگل خانہ بھی مشہور ہے اور اچھرو کا پاگل خانہ بھی ملک میں کم شہرت نہیں رکھتا۔ مشہور ہے
 جیسی روح ویسے فرشتے، بجلا خدا تعالیٰ کے کاموں میں کس کو دخل ہے۔ جیسے عقیدے ویسے بندے،
 جیسے بندے ویسے ہی جگہیں، اور لطف یہ کہ جیسے مولوی ویسے ان کے ماننے والے۔ کئی پھر کس چیز کی ہو
 گی؟ جی "قیاس کن زنگستان من بہار مرا"

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"محمد عمر۔ ذرا گستاخی سے کام نہ لو، یہ مکی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی طرف منسوب ہے
 ایسے الفاظ آپ کی نسبت لگانا کفر ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمانا لَکَلَّہُمْ لَحْنٌ لَکَلَّہُمْ تَوَاکُسُ
 کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محاررے کو سمجھانے کے واسطے سَنَعَدَ بِہُمْ مَرَّتَیْنِ فرمایا ہے۔ یہ
 محاورہ اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کسی دوست کے مقابلہ میں اس کے دشمن کو ضروری سزا
 دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدید نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے۔
 کہ تو نہیں جانتا یہ منکر ٹاپے ایمان ہے میں اس کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور

اس کی سفارش نہ کرے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس مقام پر لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا يَنْزِلْ بِهِ السُّلُوفُ الَّتِي لَا تُجْزَىٰ ۚ اے ایمانی کو سختی سے اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی منافقانہ چال دیکھ کر اپنی رحمت سے چھڑالیں اور آپ کے علم منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ ۷۲ مائدہ ۱۰ فَاَتَىٰ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ اَبْطَغُوا ۚ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اُولَٰئِكَ يَفْعَلُوْنَ ۚ اے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اگر آپ کو منافقین کے نفاق کا علم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے نفاق کی رویت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ منافقین کے دلوں کی مرض کو جانتے ہیں اور ملاحظہ فرماتے ہیں۔ (انتہی مقیاس۔ ۳۸۶-۳۸۷)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب قرآن کریم کی خالص تحریف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور بالکل باطل اور قطعاً مردود ہے۔

الجواب

اولاً اس لیے کہ اپنے قرآن کریم کی آیت اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر میں متعدد حضرات مفسرین کرام کے اقوال ملاحظہ کر لیے ہیں ان میں سے کسی کو یہ مبارک اجتہاد نہ سوجھا۔ نہ معلوم مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کو (دیکھتے جاد الحق متل) یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ کتب تفسیر کی ورق گردانی کر لیجئے، کوئی ایک معتبر اور مستند مفسر بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس نے ایسی تحریف کی ہو۔ جیسی مولوی محمد عمر صاحب (دو غیرہ) نے کی ہے۔ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا ۱

وثالثاً یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں (رحمہم اللہ) کا ذکر ہو چکا ہے) وہ تو اس آیت کریمہ کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور اُن کا باطن معلوم نہ تھا اور مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں کہ اے الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک یہ سب حضرات مفسرین کرام کافر ٹھہرے؟ دل کی کناگی پٹی نہ ہو؟ ع۔ جو قلب کو گرا مے اور روح کو تڑپائے

وثالثاً مولوی محمد عمر صاحب نے فَاَتَىٰ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ اَبْطَغُوا ۚ پیش کر کے جو یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کے نفاق کی رویت کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا؟ تو یہ بھی مولوی محمد عمر صاحب یتیم علم کی عجیب جہالت کا ثبوت ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ فَاَتَىٰ کا مفعول الذین ہے فی قلوبہم نہیں ہے اور مفعول یہ ہے کہ اے مخاطب آپ اُن لوگوں کو

دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے یَسَادُ عُنْكَ فَيَسْهَدُكَ دُورٌ وَدُورٌ كَرُّ اَنْ اهلِ کتاب میں گھستے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے لہذا ہمیں ان سے بگاڑنا سبب نہیں ہے۔ منافقوں کا اور ان کے ظاہری طور پر اہل کتاب سے میل جول کا دیکھنا کہاں؟ اور دلوں کا دیکھنا کہاں؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے ان کو تو مال و زر درکار ہے، ایمان ہے یا نہ ہے، ان کا مالی مفیکہ ہاتھ سے نہ نکل جائے اور وہ مفت غصی سے محروم نہ ہو جائیں۔

بلاں مرنے کے پروردی بہ زنجیر تلاش دانہ در صحر اگر ازل است

مفتی احمد یار خاں صاحب کا مفتیانہ کمرشمہ | مفتی صاحب نے اس آیت کے جواب میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت وَلِتَعْرِفْتَهُمْ رَفِ الْجَنِّ اَلْقَوْلُ سے منسوخ ہے جیسا کہ تفسیر جمل میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔ یعنی شرح بخاری ج ۴ ص ۲۱۱ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا شرح شفا ملا علی قاری ج ۱ ص ۲۱۱ میں ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین تین اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ (محصلہ جاد الحق ص ۱۱)

مفتی صاحب کی یہ سب باتیں اس آیت کریمہ کا ہرگز جواب نہیں بن سکتیں۔
الجواب:- اولاً اس لیے کہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور یہ کہ تَعْلَمُهُمْ اِسی میں مذکور ہے، اور تمام معتبر حضرات مفسرین کرامؓ یہی فرماتے اور بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافق لوگوں کا علم تھا کیونکہ یہ اس نص قطعی سے ثابت ہے اور سورۃ محمدؐ جس میں وَلِتَعْرِفْتَهُمْ الْآیۃ ہے پہلے نازل ہوئی ہے لہذا مقدم سے متأخر کا منسوخ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور حمل (جو الشیخ سلیمان اجملؒ نے مسئلہ میں چار جلدوں میں لکھی ہے) کا یہ مقام ہی نہیں کہ اسکی غیر معتبر تفسیر کو لے کر صحیح روایات اور معتبر حضرات مفسرین کرامؓ کی مستند تفسیروں کو رد کیا جاسکے، اس لیے حمل کا یہ حوالہ اور تفسیر سرے سے قابل التفات ہی نہیں ہے۔ مفتی صاحب ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ ”رہی تفسیر قرآن تابعینؓ یا تبع تابعینؓ کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ما خذاز اعلام کلمۃ اللہ للعلامہ گر لڑوی قدس سرہ“ (انتہی جاد الحق ص ۱۱) اور دوسری طرف حمل کی تفسیر کر لے کر غیر سے قرآن کریم کی آیت کو منسوخ کر کے

اس سے معلوم ہوا کہ لَا تَعْلَمُہُمْ مَخْنٌ تَعْلَمُہُمْ میں حقیقی علم مراد ہے کہ ان منافقوں کا حقیقی علم آپ کو نہیں وہ صرف ہمیں کو ہے اور وَلَوْ ذَاكَ الْآیۃِ میں چہرے بشرے اور طرز گفتگو سے پہچاننا مراد ہے جو صرف ظاہری قرائن اور شواہد کے تحت ہے اور یہ ظن کے درجہ سے اوپر نہیں جانا کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے، جو زور شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے۔ منافق کتنی ہی کوشش اور تصنع سے کام لے وہ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔

اور علامہ السید محمد موسیٰ الحنفی رحمہ ارقام فرماتے ہیں کہ:-

ولا تخمصر السیما بالکتابۃ بل قد تکون
بغیرھا ایضا متباہر فہم بہ التبی علیہ
وسلم کما یعرف القائل حال الشخص بعلامتہ
تدل علیہ وکثیرا ما یعرف الانسان محبہ و
میغضہ من النظر ویکاد النظر ینطق بیانہ
القلب وقد شاہدنا غیر واحد یعرف السنی
والشیعی لسمات فی الوجہ وان صح ان بعض
الدولیاء قدست اسرارہم کان یعرف البر
الفاجر والمؤمن والکافر ویقول اشم
من فلاں رائحة الطاعة ومن فلاں
رائحة المعصیة ومن فلاں رائحة
الایمان ومن فلاں رائحة الکفر اھ
(روح المعانی ج ۲ ص ۶۷)

اور یہ علامت کتابتہ میں مختصر نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر
بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان منافقوں کو پہچان سکتے تھے جیسا کہ قیادان کسی شخص کے
ظاہری حالات اور علامت کو دیکھ کر اس کا حال معلوم کر
لیتا ہے اور بیا اوقات النان اپنے دوست اور دشمن
کو اس کی نظر ہی سے پہچان لیتا ہے اور نظر ہی اس کے
دل کی ترجمانی کر دیتی ہے اور ہم نے متعدد حضرات کو دیکھا
ہے کہ وہ چہرے پر علامات کو دیکھ کر سنی اور شیعہ کو پہچان
لیتے ہیں، اور اگر یہ صحیح ہو تو اس سے مزید تائید حاصل ہو
جاتی ہے کہ بعض حضرات اولیاء کریم نیک اور بد مومن اور
کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلاں سبھے
طاعت کی اور فلاں سے معصیت کی تو آتی ہے اور فلاں
سے ایمان اور فلاں سے کفر کا رائحہ عروس ہوتا ہے الخ

الغرض لَا تَعْلَمُہُمْ مَخْنٌ تَعْلَمُہُمْ کو فَتَعْرِضُہُمْ سے منسوخ قرار دینا اس پر باطل اور مردود
ہے کیونکہ ان کا محل جہاں ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقوں کو جمع کے دن
خطبہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ اولاً تو اس لیے
کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبر واحد ہے اور بقول خالصا حب اس کو قرآن کریم قطعی

آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بانی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے؟
خان صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”کہ عموم آیات قطعہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بانی“ (انباء المصطفیٰ)
نیز لکھتے ہیں کہ ”نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو موم قرآن کی تخصیص کر کے بلکہ اس کے مضمر مفعول ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی قطعی سے تخصیص ہو سکے“ (ملفوظ انباء المصطفیٰ ص ۱۷۱)

اور مفتی صاحب کا حوالہ بھی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ دوسروں سے قطعی الدلالة دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں امدیوں لکھتے ہیں کہ ”وہ آیت قطعی الدلالة ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو“ (ملفوظ حامد الحق ص ۱۷۱)

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے“ انتہی (حامد الحق ص ۱۷۱)

جیت تک وہ اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کریں ان کو پہلے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے؟
ثانیاً اس مضمون کی کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس سلسلہ کی روایات کا حوالہ مذکور کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے رجال کا ذکر خیر بھی کتب اسامہ الرجال سے کر رہے ہیں تاکہ اس مسئلہ حقیقت سامنے آجائے۔

ان کی روایت امام ابن جریر (د اور طبرانی ج ۱ و ابن ابی حاتم و ابن مردودہ و ابوالشیخ) وغیرہ نے نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت

اور ان کی سند یوں ہے :- اسباط عن السدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما دیکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۵۱۱ و عمدة القاری ج ۴ ص ۱۱۱ و درمنثور ج ۳ ص ۱۱۱ و ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ و رفع المعانی ج ۱ ص ۱۱۱ وغیرہ مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے، اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے۔ کیونکہ ایک تو اس کی سند میں اسباط - بن نصر اللہ المذنی البویوسف ہے، امام حرب کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلہ اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔ امام ابو حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوالنعمان سے اس کی تضعیف سنی ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور منقولہ الاسانید ہیں، المم نسائی

کا بیان ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ساجی رح اس کو ضعیف میں بیان کرتے ہیں۔ امام ابن معینؒ سے ایک روایت میں یس بشی کے الفاظ مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۲) اور دوسرے راوی اس میں السدی البکی میں جن کا نام اسمعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمؒ ہے۔ یہ اگرچہ فہم تفسیر کے امام ہیں مگر فہم حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کرامؒ کی رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعیف ہوتا ہے۔ امام جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ ہذا کتاب شتامؒ (وہ بہت بڑا جھوٹا اور تیرائی تھا) امام ابو زرعرہؒ فرماتے ہیں کہ وہ کمزور ہے۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں اس کی حدیث لکھی تو جاسکتی ہے مگر اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے ساجی کا بیان ہے کہ صدوق فیہ نظر۔ امام طبرانیؒ کہتے ہیں لا یحتج بحديثہ کہ اس کی حدیث سے احتجاج واستدلال جائز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۲) اور معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳۱ برہن کثیر اور مجموع التفسیر ج ۳ ص ۱۱۱ میں اس مضمون کی ایک روایت کلبی اور سدی دونوں مروی ہے کلبی کا حال بھی سن لیجئے اور سدی اس مقام پر الضعیف ہے۔ اس کا حال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو القضر الکلبی ہے۔ امام معمر بن سلیمانؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک اُن میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیمؒ کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے، ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ یس لشی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ابو جزرہؒ نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کا فرہ ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریعؒ سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی اُن سے یہی سنا کہ اشہد انہ کافر اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ:-

یقول کان جبرائیل یوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام النبی لحاجتہ وجلس علی فاوحی الہ علیہ رض

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی لایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کی چٹ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علیؒ بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام مورد وحی اور منبہ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علیؒ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی

منانگے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہے کہ اس بھولے بجائے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علیؓ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ خلافت بلا فضل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علیؓ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات منور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلا وجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سننا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علیؓ ہی ہوں۔ آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ :-

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں یہ پیش محمد شد مقصود صلی اللہ علیہ وسلم
معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈر لیا اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔
مفسر (بلکہ کلبی نے خود یہ کہہ ہے کہ جب میں بطریق البوصالح عن ابن عباسؓ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو فو کذب، (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کر لم رہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو یہ پیش کرنا صحیح نہیں ہے امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت کبھی بھی نہیں جاسکتی۔ علی بن الجعد، حاکم ابو احمدؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایت پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجیؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ الحاکمؒ کہتے ہیں کہ البوصالحؒ سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ :-

وقد اتفق ثقات اهل النقل على اذمه و تمام اہل نقل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر
ترك الرواية عنه في الاحكام والنعوج بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور نعوج میں اس کی
(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ مطلقاً) کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اقل سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا

بھی جائز نہیں ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۵)، اور علامہ محمد طاہر الخفنیؒ کہتے ہیں کہ کمزور ترین روایت
قرن تفسیر میں کبھی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ ہے اور

فاذا انقم الیہ محمد بن مروان السدی جب اس کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے
الصغیر فی سلسلۃ الکذب (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۵ و ۸۶) پھر توریہ جھوٹ کا ایک پلزدہ ہے۔

اور اس روایت میں غیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ صحیح ہے، شاید کہ پلنگ خفتہ باشد
اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے:-

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (ضعفاء صغیر امام بخاریؒ ص ۲۹)
اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائیؒ ص ۵۲) علامہ
ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے
کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے
اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایات پر بالکل یقین ہے۔ (میزان الاعتدال
ج ۳ ص ۱۳۲)۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات ص ۲۹۱)۔ حافظ
ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵)۔ علامہ نسکیؒ لکھتے ہیں کہ وہ
ضعیف ہے (شفاء القاتم ص ۲)۔ علامہ محمد طاہرؒ لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۵)
جریر بن عبد الحمیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ابن غیرؒ کہتے ہیں کہ وہ محض نتیجہ ہے۔ یعقوب بن
سفیانؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا وکان یضع۔
(خود جعلی حدیثیں بھی بنایا کرتا تھا)۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث ہرگز
نہیں لکھی جاسکتی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۳۱)

یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب
مخصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدہ پر زور نہ پڑے۔
قولا اسفا۔ اور خود لویل گوہر افشاں ہیں کہ۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی
خاص نہیں بنا سکتے یہ جانیگے محض اپنی رائے سے۔ (جوار الحق ص ۵۱)۔

یہی حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت جو شرح شفاء میں حضرت ملا علی نقویؒ نے نقل

کی ہے کہ منافق مردِ تین سوا اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند انہوں نے کوئی بیان نہیں کی۔ ظن غالب یہی ہے کہ اس کی سند میں بھی کوئی کلمی اور رسی جیسا شیر موجد ہے تو ایسی بلا سند اور موقوف روایت سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رو کیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی روایت قرآن کریم کی آیت کا جواب کیسے بن سکتی ہے؟ منفی صاحب ابو دمرول سے تو آپ قطعی الدلالت نص اور حدیث متواتر مانگتے ہیں، کیلئے گھر شریف کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے؟ خدا اور ہر بھی تو نگاہ کیجئے اور دل کی کہتے عوام کے سامنے تو آپ دل کی کہنے کو تیار نہ ہوں گے۔ ہمارے سامنے ہی کہہ دیجئے۔

میں اگر حائل تو نیکے مطلب دل کچھ نہ کچھ میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے
حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت

کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر بہت سے منافقوں کو نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا تھا اور ان منافقوں کی تعداد چھتیس تھی۔ یہ روایت عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۲۱ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ و ج ۴ ص ۱۸ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷ اور خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۲ و روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۰ و تاریخ کبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳ وغیرہ میں مذکور ہے۔

صحابی کا نام بعض روایتوں میں ابن مسعود اور بعض میں ابو مسعود (عقبہ بن عمرو انصاری) آتا ہے دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔

یہ روایت امام بیہقی نے دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۸۶ میں ابوالاحمد الزبیری کے علاوہ بھی دو سندوں سے نقل کی ہے لیکن دونوں میں مدار عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ پر ہے قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود دالہذلی سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ عن ابی مسعود الانصاری الخ (درمنثور ج ۳ ص ۲۷۲) ابن مسعود اور ابو مسعود میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی کی سند میں ”ابوالاحمد الزبیری عن سفیان الخ“ واقع ہیں اور یہ اگرچہ اکثر حضرات محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ: کثیر الخطافی

حدیث سفیان (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطا کرتے ہیں) امد یہ روایت بھی ان کی سفیان ہی سے ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے مگر شیعہ ہے۔ اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر لہ اوہام ان سے اوہام صادر ہوتے بہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کیل ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی، یعقوب بن شیبہ اور امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔ (تہذیب ج ۴ ص ۱۵۵) امد شیعہ کا نظریہ علم غیب کے بارے میں نیز حضرات صحابہ کرام کے اوپر طعن کرنے اور لفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور ابن مردویہ کی روایت میں جو بطریق ابن مسعود مروی ہے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ :-

ماکان تعرف المنافقین علی عہد رسول اللہ صلی ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صرف اللہ علیہ وسلم الا بغضہم علی بن ابی طالب اس علامت کے منافقوں کو پہانتے تھے کہ وہ حضرت علیؑ سے بغض رکھتے ہیں۔ (مشورہ ج ۶ ص ۶۶)

سو پہنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علیؑ سے تھا، حضرت عمرؓ وغیرہ سے نہ تھا؟ ان کے ساتھ بغض کرنے کو کسوں علامات لفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ بلکہ اسی سابق روایت میں ایک لطیف جملہ سے حضرت عمرؓ کا خطبہ مجمع میں درج ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ آئے تو منافق مسجد سے نکل بسے تھے اور حضرت عمرؓ جبا کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو مجمع پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آ رہا ہوں مگر بعد کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ ہے۔ اور بعض کتب اسماء الرجال (مثلاً تاریخ کبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳ و کتاب الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۴۰۹ و کتاب الثقات لابن حبان ج ۵ ص ۲۶۷ وغیرہ) میں بلا توثیق اس راوی کا نام تو مذکور ہے اور تعجیل المنفعة لابن حجر ص ۳۲۶ میں ہے فوثقه ابن حبان (یعنی کتاب الثقات میں اس کے ذکر کرنے سے اس کی توثیق ہوئی) لیکن آگے تصریح ہے ولم یدکر سما عا عن ابیہ ولا ابوہ من ابی مسعود (تعجیل المنفعة ص ۳۲۶ طبع حیدر آباد دکن) تو اصول حدیث کے رُو سے یہ روایت منقطع ہوئی جو صحیح نہیں ہے اور تفسیر المنار میں اس کی تصریح ہے کہ

والذی اراہ ان الروایة غیر صحیحة ہمارے خیال کے مطابق یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے۔

(المنار ج ۱ ص ۲۰)

الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی

روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی ہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔ علاوہ بریں روایتی حدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض روایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالفت کا مدعی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورتِ صحت اس روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس^{۳۲} منافق تھے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟ مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقع پر پچھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ یکسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی اور احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بے سند روایت کا فریق مخالفت کیا جواب دے گا۔ ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جن میں تین سو مرد^{۳۳} اور ایک سو ستر عورتیں شامل تھیں دیکھئے فریق مخالفت کیا لب کنائی کرتا ہے نہ کوئی یہ پیش کرنے سے شاعر غرض نوا کا قول وعدے کا اعتبار کیا جب اس میں ان کے گھر بھی ہے

فائدہ ۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تبوک کے سفر میں ایک گھائی کے اندر بلہ (اور ایک روایت میں چوہ) اور ایک میں پندرہ کا ذکر بھی آیا ہے) منافقوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ کے صرف حضرت حذیفہ کو بتائیے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ صاحبِ سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ تھے۔ دیکھئے مسلم ج ۲ صفحہ ۲۶۹ البدایہ والنہایہ ج ۵ صفحہ ۱۹ و زاد المعاد ج ۲ صفحہ ۱۷۰ و ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۴۲ و خصائص الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۲۶۹ وغیرہ اور یہی وہ سر اور راز ہے جس کا تذکرہ طاعلی فی القاری نے صرافت ج ۵ صفحہ ۱۱۱ میں کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کے تمام منافقوں کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہ کو بتائیے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر دیکھتے ہیں کہ:-

انہ علیہ السلام اعلم حذیفۃ بالعیان
اربعۃ عشر وخمسة عشر منافقا وهذا
تخصیص لا یقتضی انہ اطلع علی اسمائهم
و اعیانہم کلہم۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام اور ان کی شخصیتوں کے بتائیے تھے اور یہ صرف ان چودہ پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۷) حضرت حذیفہؓ کو سب کے نام اور ذات بھی بتلا دی تھیں۔

الحاصل مرقاة کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ کو جملہ منافقوں کا علم تھا اور آپ نے حضرت حذیفہؓ کو وہ سب بتلا دیے تھے اور اسی لیے وہ زردان مشہور تھے وغیرہ وغیرہ یہ حدیث اور تاریخ اسلام سے بنے خبری کا نتیجہ ہے۔ اس سابق مفصل بحث کے بعد کوئی غلجبان باقی نہیں رہتا۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو لوٹ چکا
خلعت کے بھیا نک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھو چکا

گیا رھویں آیت | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَمْذُحَتَيَا يَكْبَتَيْنِ ۝
لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَكُمُ الْكَافِرِينَ ۝
(پ ۱۰- التوبہ - رکوع ۷)
اللہ تعالیٰ بخشے تجھ کو کہوں رخصت مے دی تو نے اُن
کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تجھ پر سچ کئے والے اور جان
لیتا تو جھوٹل کو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سورہ میں قیصر روم کے مقابلہ کے لیے تبوک کے مقام پر جانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لیے لغیر عام کا صاف اعلان فرمایا، تو منافقین نے یہ دیکھ کر کہ فضل کی کٹائی کا موسم ہے، اگر می بڑی نعمت ہے، سفر اور صاف بہت لمبی ہے۔ پھر رمیوں کی مسلح اور آزمودہ کار لا تعداد فوجوں سے مقابلہ ہے۔ وہاں سے بھلا کامیابی اور غنیمت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اگر مختلف قسم کے عذر پیش کئے اور اپنی مجبوریاں بیان کیں اور اس غزوہ میں نہ جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے ان کو ان بہانوں میں صادق تصور کرتے ہوئے شرکت نہ کرنے کی اجازت مے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپؐ ایک گونہ عتاب آمیز مگر نہایت پیارے انداز میں کہا گیا کہ آپؐ نے ان کے اعذار کا سچ اور جھوٹ معلوم ہونے سے پہلے کیوں ان کو اجازت مے دی۔ انہوں نے غزوہ تبوک میں جانا تو بہر حال نہ تھا اور ان کی عدم شرکت سے قرآن اور حالات کے تحت ان کا سچا اور جھوٹا ہونا آپؐ کو بخوبی معلوم ہو جاتا۔ اب تو یہ آپؐ کی اجازت کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور لوگوں کے نزدیک سرخرو ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی ؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے امتداد سے منافقوں کی ایک جماعت کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی تھی، اسی کے خلاف میری آیت نازل ہوئی اور آپ کی تسلی کے لیے معافی کے اعلان کو مقدم کر کے اس طرح فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبٹا آپ نے ان کو پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی؟ اور کیوں نہ ان کے معاملہ کو اس وقت تک کے لیے ملتوی رکھا جب تک آپ ان میں سے عذر کر کر کر کے ان کو جان نہ لیتے۔

اور علامہ معین بن صفیؒ نے بھی اس کے قریب قریب تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے جامع البیان ص ۱۵۸)

اور علامہ ابوالسعودؒ لکھتے ہیں کہ:-

گو یا آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ نے ان منافقوں کو اجازت دینے میں کیوں اتنی جلدی کی؟ اور کیوں اتنا توقف بھی نہ کیا کہ اہل معاملہ آپ پر کھل جانا بعد ازاں کہ حرم و احتیاط کا مقتضی ہے۔

وَكَانَ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْنٌ لِّجَمَاعَةٍ فِي التَّخَلُّفِ بِاجْتِمَاعِهِمْ فَزَلَّ عَتَائِلُهُ وَقَدَّمَ الْعَوْرَةَ لَطَمِينًا لِقَلْبِهِمْ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِيَكُ أَذْنُكَ لَهُمْ فِي التَّخَلُّفِ وَهَلَا تَرَكَتَهُمْ حَتَّى يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ مَدَّ قُتُوفَافِي الْعُذُورِ تَعْلَمُ الْكَافِرِينَ ①

(تفسیر جلالین ص ۱۵۸)

كَانَ قِيلَ لِيَسْرِعْتَ إِلَى الْأَذْنِ لَهُمْ وَهَلَا ثَابِتٌ حَتَّى يَجْعَلَ الْأَمْرَ كَمَا هُوَ قَضِيَةُ الْحَزْمِ۔

(ابوالسعود ج ۵ ص ۱۳۳)

اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کیا ہوا تھا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے زہ جانے کی اجازت دے دی جب انہوں نے اجازت چاہی اور چلے گئے اور کیوں نہ آپ نے اتنا توقف کیا کہ آپ کو ان کے پیچھے اور چھوٹے معلوم ہو جاتے۔

مَعْنَا مَا لَكَ إِذْنٌ لَهُمْ فِي الْقَعُودِ عَنِ الْغَزْوِ حِينَ اسْتَذْنُوا وَاسْتَلَوْاكَ بِعَلَلِهِمْ وَهَلَا اسْتَانَيْتَ بِالْأَمْرِ حَتَّى يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ مَدَّ قُتُوفَافِي الْعُذُورِ تَعْلَمُ الْكَافِرِينَ ② (مارک ج ۲ ص ۹۸)

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاویؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے بیضاوی ص ۲۹۱)

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقوں نے جب آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اس حالت میں کیوں نہ چھوڑ دیا۔ کہ ان میں سے کسی کو بھی ترکہ جہاد کی آپ اجازت نہ دیتے

يَقُولُ تَعَالَى هَلَا تَرَكَتَهُمْ لَمَا اسْتَذْنُوا فَلَمْ تَأْذِنْ أَحَدًا مِنْهُمْ فِي الْقَعُودِ لَتَعْلَمَ الصَّادِقُ مِنْهُمْ فِي الظُّلْمِ طَاعَتِكَ

فانهم كانوا مصرين على القعود عن
الغزو وان لم تاذن لهم فيه -
تاکہ آپ ان میں سے اُن کے صدق کو جو آپ کی اطاعت کا
اظہار کرتے ہیں نہ جان لیتے کیونکہ وہ تو ترک جہاد پر مقرر تھے
ہی، اگرچہ آپ ان کو اجازت نہ بھی دیتے۔
(ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ:-
لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرض للثاقلین
یومئذ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۸۴)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت منافقوں کو
نہ جانتے تھے (اور بعد کر بھی سب کا علم نہیں ہو سکا)
اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ:-

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاذن لهم
لا یدری ما فی انفسهم -
تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اجازت
دینے لگے کہ وہ بتوک کی مہم میں شریک نہ ہوں لیکن آپ
ان کے دلوں کی باتوں کو نہ جانتے تھے۔
(کنز العمال ج ۲ ص ۲۴۹)

اس آیت سے اور اس کی ذیل میں حضرات مفسرین کرامؒ کے اقوال اور عبارتیں یہ بات بالکل
واضح ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہیش کردہ اعذار کی
کی بنا پر غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی تھی، ان کے اعذار اور بہانوں کا سچ
اور بھوٹ ہونا اس وقت تک آپ کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے، اور یہ آیت
سورہ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ کماثر۔

مفتی احمد یار خاں صاحب کی اُپج

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ جواب انہ اس آیت
میں آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے

بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے
مجرموں کے پردہ پوش آپ نے ان کو رسوا نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کو نسی ہوئی
تھی؟ عفا اللہ، کلمہ دعا یہ ہے نہ کہ عتاب (انتہی بلغۃ جاد الحق مسئلہ)

الجواب

مفتی صاحب نے حسب عادت یہاں بھی عجیب قسم کی خیانت یا جہالت کا ثبوت دیا
ہے۔ اُولا اس لیے کہ حتیٰ یتبین لک الذین صدقوا وعلکمہ الکاذبین ○
کو بالکل مضمہ ہی کہ گئے ہیں، اور ان کا معذہ ایسا قوی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈکاڑ تک نہیں لیتے۔ اگر

(پ ۱۱ - التوبہ - رکوع ۱۳) جھوٹے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خبیث قسم کا عیسائی پادری تھا جس کا نام ابو عامر رہا تھا، جب سیر مفتی اور مولوی تھا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو ابو عامر کی مکاریاں اور دینی فریب کاریاں آفتاب نبوت کے سامنے بے نقاب ہو گئیں۔ وہ مجبور ہو کر وہاں سے مکہ مکرمہ بھاگ گیا اور مشرکین مکہ کو اہل اسلام کے خلاف اکسایا۔ جنگ اُمد میں خود میدان میں لڑا، اور اسی کی سازش سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ جب حنین کے مقام پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور سارے عرب ان کے زیر اثر آگیا، تو ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب میں کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو وہ بھاگ کر ملک شام جا پہنچا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک جوار شکر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم نعلیٰ میں مسلمانوں کو پامال کر دے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) قم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو، جہاں نماز کے کھانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں اور قاصد نم کو وہیں میرے خطوط و خطبہ پہنچایا کریں اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں و مناسب جگہ میرے بھڑنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث اور ناپاک مقاصد تھے جن کے لیے مسجد منار تعمیر ہوئی اور منافقوں نے حضور کے سامنے یہ کہا کہ حضرت واللہ جاری نیت اچھی ہے۔ بیماری اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں اور نالوں کا مسجد قبا تک جانا دشوار ہے۔ اس لیے یہ مسجد بنائی گئی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو۔ آپ وہاں نماز کا افتتاح فرمائیں تاکہ ہمارے لیے موجب برکت و سعادت ہو۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تبوک کی مہم پر جا رہا ہوں۔ (اور بعید نہیں کہ تبوک کے مقام پر جانے کے لیے جو مجبوری اہل اسلام کو پیش آئی تھی اس میں بھی ابو عامر کا ہاتھ ہو اور اس نے رومیوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہو کہ وہ عرب پر چڑھائی کریں جیسا کہ اس کا مذکور بیان بتا رہے ہیں)

ولو قد منا ان شاء الله تعالى اتيناكم فصلينا جب ہم واپس آئے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسجد میں لکھو فیہ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۸) نماز پڑھیں گے۔

جب آپ تبوک کی مہم سے بحیرہ عافیت واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ میں ابھی داخل نہ ہوئے

تھے کہ ایفائے عہد کا وقت بالکل قریب پہنچ گیا۔

ولم یبق بینہ وبينہما الا یوم او بعض
یوم نزل علیہ جبرائیل بنحبر المسجد الضرر
وما اعتمد الا بالیوم من الکفر والتفریق بین
جماعة المؤمنین الی ان قال فبعث رسول
الله صلی الله علیہ وسلم الی ذالک المسجد
من ہمدہ قبل مقدمہ المدینة۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۸)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ان منافقین کے سرغزینہ خدج سے دریافت فرمایا کہ اس
مسجد سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ تو اس نے کہا۔ یا رسول اللہ!۔

والله ما اردت الا الحسنى وهو كاذب
فصدقه رسول الله صلی الله علیہ وسلم۔
(در منثور ج ۳ ص ۲۷۶)

اور حضرت طلحہ بن زید لکھتے ہیں کہ:-

فقال علیہ السلام انا علی اجناح سفرا اذا
قدمنا من تبوك انتاء الله تعالى صلينا
فيه فلما قفل من غزوة تبوك سألوه اتيان
المسجد فنزلت علیہ فقال علیہ السلام
لو حثني من قاتل حمزة بن عبد المطلب
وغيرها انطلقوا الی هذا المسجد الظالم
اهله فهدموا واحرقوه ففعلوا
(تفسیرات احمدیہ ص ۲۱۱)

اس کا شان نزول دیگر حضرات مفسرین کرام نے بھی یہی کچھ لکھا ہے مگر ہم خوف طوالت کے

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ طیبہ میں ایک
دن یا اس کا کچھ حصہ باقی رہا تو حضرت جبرائیلؑ مسجد منور
کی حقیقت سے آپ کو آگاہ کرنے کے لئے اور اس مسجد کے
تعمیر کرنے والوں نے کفر اور تفریق بین المسلمین کا جو
پروگرام بنایا تھا اس سے آپ کو باخبر کیا۔ تو آپ نے مدینہ طیبہ
میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے قاصد بھیجے جنہوں نے
اس مسجد کو گر کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

خدا کی قسم میرا مقصد اس مسجد کی تعمیر سے صرف یہی ہے
حالانکہ وہ جھوٹا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اس کو سمجھا سمجھ کر اس کی تعمیر فرمادی

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس وقت تو سفر کی تیاری
میں ہیں۔ انتاء اللہ تعالیٰ جب تبوک سے واپس آئے تو
اس میں نماز پڑھیں گے۔ جب آپ تبوک سے واپس
تشریف لائے تو ان منافقوں نے آپ کے ایفاء عہد کا
سوال کیا۔ اس پر یہ ارشاد نازل ہوا۔ آپ نے حضرت وحشیؓ
قاتل حضرت حمزہؓ اور معن بن عدیؓ وغیرہ کو بھیجا اور
یہ حکم دیا کہ ان ظالموں کی مسجد کو گر کر جلا دو۔ چنانچہ
انہوں نے ایسا ہی کیا۔

کی عبادت قلم انداز کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے ایک معلمین پہننے والے منافقوں کی ان گہری سازشوں اور اسلام کے خلاف مملکت اور خطرناک قسم کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو آپ کبھی ان جھوٹوں کو سچا تصور نہ فرماتے اور نہ ان سے وعدہ کرتے اور اگر آپ کو اس سازش کا علم ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر اس سے آپ کو آگاہ کرنے اور قرآن کریم کے نازل ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غزوہ تبوک سے رجوع تک بھی آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نص قرآنی سے یہی کچھ ثابت ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت زید بن ارقم کے واقعہ میں سورۃ المنافقون کا نزول اور عید اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھنا وغیرہ متعدد واقعات قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہونے کی صراحت سے نفی ثابت ہوتی ہے۔ مگر ہم بخوف طوالت ان کا ذکر ترک کرتے ہیں اور ہم نے پہلے ہی یہ بات عرض کر دی ہے کہ ارادہ تو کم و بیش سچا سچا پیش کرنے کا تھا مگر کتاب کے حجم کے بڑھ جانے کے خوف سے ہم نے صرف ان آیات اور ان کی تفسیر پر اقتصار کیا ہے اور یہ بارہ آیات نچولے آیتہ کریمہ **إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا**۔ صرف جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی پر نعرے قطعی ہیں اور ان میں بیشتر واقعات اور اخبار ہیں جن کا نسخ بالکل ناممکن ہے۔

من آنچه شرط بلاغ است با قومی گویم
تو خواه ازین سخنم پند گیر و خواه طلال

جملہ اہل اسلام کے ستمہ اصول و قواعد کے رُوسے قرآن کریم کی نصو میں قطعیت کے بعد
دلائل اور براہین کی مد میں حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین سید المرسل محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

اسی وجہ سے ہم قرآن کریم کی واضح تر آیات کے بعد آئندہ باب میں آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح اور صریح حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ احادیث کی رُوسے بھی
آپ جیسے ماحکان و مایکون کے عالم نہ تھے اور یہی کچھ حضرات محدثین کرام ،
بزرگان دین اور شراح حدیث نے سمجھا ہے ، نہ جیسا کہ فریق مخالف کا باطل اور بے بنیاد
عقیدہ ہے کہ آپ کو تمام غیب اور جملہ ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا ۔

باب ہفتم

اس باب میں ہم چند احادیث عرض کریں گے جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ آپ جمیع ممالک و ممالکوں کے عالم تھے اور جب خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی فرمادی ہے تو کسی اور کی بات کیسے اور کیونکر حجت ہو سکتی ہے؟ اور ہم اس کا التزام کریں گے کہ کوئی حدیث ضعیف پیش نہ ہو جو حدیث بھی ہم استدلال میں پیش کریں گے وہ صحیح ہی ہوگی یا کم از کم درجہ میں حسن ہوگی۔ مل متابعات اور شواہد میں حضرات محدثین کرامؒ کا قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ علی

زبان خلق کو نقت رة خدا سمجھو

پہلی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ:-

قال كان النبي صلى الله عليه وسلم بارزاً ليوما للناس فأتاه رجل فقال ما الايمان قال الايمان ان تؤمن بالله و ملائكته و بكتابهم و برسولهم (وفي نسخة و كتبه) و تؤمن بالبعث قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور آخرت پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا

کہ اسلام پر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے عرض کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح شروع اور غلوں سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے، وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی (کچھ) علامتیں بتلائے دیتا ہوں۔ جب لٹنی پٹنے آقا کو بجے اور جب سیاہ اونٹوں کے چرنے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) اور وقت قیامت تھا ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آپ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعة الا۔ اس کے بعد سوال کرنے والا شخص چلا گیا تو حضور نے فرمایا اس کو واپس لاؤ مگر وہ نہ رنہ آیا، آپ نے فرمایا کہ یہ شخص میرا ہی ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیتے آئے تھے۔

(رو فی نسخة مثیناً) و قسیم الصلوة و تؤدی الزکوٰۃ المفروضة و تصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد الله معانك قراءه فان لم تكن تراه فاتته يراك قال معنی الساعة قال ما المستول (رو فی نسخة عنها) با علم من السائل وما خبرك عن اشراطها اذا طلت الامة ربها و اذا تناول نعاة الابل اليهم في البنيان في خمس لا يعلمهن الا الله ثم تلا النبي صلى الله عليه و سلم ان الله عنده علم الساعة الآية ثم اذير فقال ردوه فلم يروا شيئاً فقال هذا جبرائيل جاء يعلم اناس دينهم۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۱ و سنائی ج ۲

ص ۲۱۹ و ترمذی ج ۲ ص ۸۵ تحفہ الاخوان ج ۲ ص ۳۲

و البراءة ج ۲ ص ۲۸۹)

یہ روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲ و البراءة ج ۲ ص ۲۸۹ و طحاوی ص ۵ و مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲ و سنائی ج ۲ ص ۲۱۹) اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلیؓ (المتوفی ۸۵ھ) اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوعامر الاشعریؓ (المتوفی ۸۵ھ) سے بھی مروی ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۲ و عمدة القاری ج ۱ ص ۲۸۳) اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ

(الموتنی ۵۲) اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (الموتنی ۵۸) سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۱۷۰) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۲۹)۔ یہ جلیل القدر دین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے اور پھر ذیل میں طبقات روایت کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا ضبط و شمار بھی مشکل ہے۔ اس حدیث میں جتنے علوم و معارف اور دقائق و اسرار ہیں وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ان کی تفصیل کے لیے کتب شروح حدیث وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔ ہم اس حدیث کے پیش نظر جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں وہ صرف تین امور ہیں:-

امر اول:- یہ روایت اس پر نص قطعی ہے کہ قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا، بل البتہ قیامت کی چند چیدہ چیدہ اور چنیدہ چنیدہ نشانیاں آپ کے ضروریان فرمائی ہیں مگر یہ محل نزاع سے خارج ہیں۔ لہذا مقررہ

امر دوم:- اس حدیث کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خالص دین ہے، کیونکہ اس کے آخر میں صاف طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ سائل حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ جاء یحکمہ الناس ینہم وہ اس لیے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھلا جائے اور جامع المسانید ج ۱ ص ۱۷۰ کی روایت میں ہے ہذا جبرائیل اناکم یحکمہ معالمہ دینکم کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے وہ تمہیں تمہارے دین کے واضح نشانے سکھانے آئے تھے۔

امر سوم:- یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا واقعہ ہے جس میں تمام احکام دین نازل ہو چکے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام لوگوں کے ذہن میں ان امور کا اہتمام پیدا کرنے اور ان امور دین پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ مگر ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے تھے، بعد میں آپ کو یہ علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیل تھے۔ ہم ان امور پر اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں اور چند دلائل عرض کرتے ہیں

امر اول:- جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ منی السعۃ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ما المسئول عنہا با علمہ من السائل۔ جس سے یہ پوچھا جا رہا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ شرح حدیث نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں اول یہ کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں نفی علم میں مساوی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:-

مراد اس سے بھی صرف یہی ہے کہ سائل اور مسئول عنہ ،
دونوں نفی علم میں برابر ہیں ۔

فان المراد ایضاً التساوی فی عدم العلم به
رفع الباری ج ۱ ص ۱۱۱

اور حافظ بدر الدین عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :-

وہ دونوں نفی علم میں مساوی ہیں اور ہر ایک سائل اور
مسئول عنہ کا یہی حکم ہے ۔

لا فہما متساویان فی نفی العلم به وان کل سائل
ومسئول فہو کذا لک (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۵۴)

اور علامہ قسطلانیؒ ارقام فرماتے ہیں کہ :-

اس سے مراد وقت قیامت کے علم کی نفی کرنا ہے ۔ کیونکہ
اس کے آنے کا علم قطعی ہے لہذا وہ مشترک ہے اور اگرچہ
بظاہر اس سے علم میں مساوات مفہوم ہوتی ہے لیکن
در اصل مراد یہ ہے کہ اس بات کے جاننے میں برابری
جدا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خاص وقت کا علم اپنے
ساتھ مخصوص کر لیا ہے کیونکہ اس کے بعد یہ قول موجود ہے
کہ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم
بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے ۔

والمراد نفی علم وقتہا لان علم مجیشھا
مقطوع به فهو علم مشترك وهذا
وان اشعر بالتساوی فی العلم
الا ان المراد التساوی فی العلم
بان الله استأثر بعلمه وقت عبیہا
بقوله بعد فی خمس لا یعلمہن
الا الله الا ۔

(قسطلانی ج ۱ ص ۲۵)

الشیخ الاسلام ذکریاء (المتوفی ۹۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ :-

انما المراد التساوی فی نفی العلم به (الترغیۃ النہای ص ۲۸)

اس سے مراد بس نفی علم میں برابری ہے ۔

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

مطلب یہ ہے کہ علم قیامت کی تکمیل سے عاجز ہونے
میں مسئول اور سائل دونوں برابر ہیں ۔

ای التساوی فی العجز عن درک ذلک علم
المستول والسائل (تفسیر ج ۳ ص ۳۴۳)

اور امام نوویؒ ما المسئول عنہا با علم من السائل کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ :-

اس جواب میں اس کی تعلیم ہے کہ عالم اور مفتی وغیرہ کو
چاہئے کہ جب ان سے کسی ایسی بات کا سوال ہو جو
انہیں معلوم نہ ہو تو وہ صاف صاف کہہ دیں کہ تم کو علم

فیہ انه ینبغی للعالم والمفتی وغیرہما
اذا سئل عن مالا یعلم ان یقول لا اعلم
وان ذلک لا ینقصہ

نہیں اور اس سے ان کی تشخیص شان نہیں ہوتی۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱)

اور علامہ سندی الحنفی فرماتے ہیں کہ :-

قوله صلى الله عليه وسلم ما المسئول عنها
بإعلم من السائل كناية عن تساويها في علم
العالم - (بموازاة التعليل الصحيح ج ۱ ص ۲۱)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد و المسؤل
عنها با علم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ مسائل و مسئلہ
اس میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم ان کو نہیں ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ :-

يعني يستقيم من دأنا تر از تو بدال یعنی من و تو
ہر دو برابریم درنا دانستن کی بلکہ ہر سائل و
مسئلہ ہمیں سال وارد کہ آواز جز خداوند
تعالیٰ کے نماند و دے تعالیٰ میچکس راز
ملاکہ و سل بل اطلاق ندادہ۔

یعنی میں اس وقت قیامت کو تم سے زیادہ نہیں جانتا
یعنی میں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں
بلکہ ہر سائل و مسئلہ کا اس بارہ میں یہی حال ہے
کہ اس کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور
اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی

(اشعۃ المعاد ج ۱ ص ۱۵۱)

اس کی اطلاع نہیں دی۔

اہل علم کے نزدیک یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جب کسی جملہ اور کلام کا معنی ایک مقام پر با
اشکال ہو (اور اس مقام میں دوسرے سے اشکال ہے ہی نہیں) تو اس جملہ اور کلام کا دوسرا مقام دیکھ
کہ اس کی مدد سے معنی مراد کی تعیین کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم نے جب المسئلہ عنہا با علم من السائل
کا جملہ دوسرے مقام پر دیکھا تو اس سے بھی نفی علم ہی کا معنی حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی عالم آیا، اس نے جناب رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین کے ٹکڑوں اور بقاع میں کون سے بقیعات سب سے بہتر ہیں۔ آپ نے
سکوت اختیار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد تک خاموش رہوں گا، اُن
سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام
سے یہ دریافت فرمایا :-

فقل ما المسئول عنها بإعلم من السائل ولكن
أسأل ربّي تبارك وتعالى (الحديث)

تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے
زیادہ نہیں جانتا لیکن میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔

چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے گئے اور باری تعالیٰ سے پوچھ کر آئے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس مرتبہ باری تعالیٰ کے اتنا قریب ہوا کہ اتنا قریب مجھے کبھی نصیب نہیں ہوا آپ نے فرمایا، اے جبرائیل! وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اور باری تعالیٰ میں اس وضع صرف ستر ہزار پرے نور کے حامل تھے اور باری تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

شر البقاع اسواقها وخیر البقاع مساجدھا۔۔۔ بدترین ٹھوٹے بازار میں اور بہترین ٹھوٹے دواخانہ جہان فی صمیمہ عن ابن عمر (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷) سمجھیں ہیں۔

اس روایت میں ما المسؤل عنہا با علمہ من السائل کا مطلب اور معنی بخیر نفی علم کے اور کچھ بھی نہیں یہاں کہ غنی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترکیب علم کی مقتضی نہیں بلکہ نفی علم کی مقتضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے یہ سوال کیا کہ زمین کے ٹکڑوں میں سے کون سے ٹکڑے تین تیر اپنے آپ نے فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا یہاں تک کہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نہ پوچھ لوں جب آپ نے حضرت جبرائیل سے سوال کیا تو انہوں نے بھی فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا الحدیث یہ روایت اس بات پر نفی قطعی ہے کہ اس مقام پر اس جملہ سے مراد صرف نفی علم ہے اور بس۔

آپ نے حدیث کے اندرونی اور بیرونی دلائل کے تحت مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی

اور مطلب بھی سن ہی لیا ہے۔ اب خدا مولوی محمد عمر صاحب کی بھی سن لیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ :-

”اور ولابی صاحب اگر ما المسؤل یا علمہ من السائل کے معنی معاذ اللہ علم ہونے کے ہی کر دے تو تم سآخبرک عن أشراطہا اور اذا ولدت الأمة دبتہا اور اذا انطاكل دُعَاةُ ابْلِ البعثر فی البئس کے کذب ثابت ہو گے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جملے کے معنی اُلٹے سے آپ کے تین جملوں کا انکار لازمی ہو گا کیونکہ ما المسؤل یا علمہ من السائل کے تمارے مطلب سمجھنے سے لگے تین جملوں سے اس کا تناقض لازم آئے گا“ (ملفوظہ مقیاس خفیت ص ۴۳)

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کا جواب اینٹی یا جمل مرکب گیا وہ تمام حضرات محدثین کرام جواب جن سے ہم نے ما المسؤل عنہا با علمہ من السائل کا مطلب نقل کیا ہے بقول مولوی محمد عمر صاحب وہ سب کے سب ولابی صاحب ہوئے اور انہوں نے اس ایک جملہ کا معنی اُلٹ کر

اگلے تین جملوں کا الٹ کر دیا اور وہ ان جملوں کے کذب بھی ثابت ہو گئے، لاجل ولا قوتہ الا باللہ۔ مولوی محمد عمر صاحب خود اپنے علم کے مطابق اور انصاف و دیانت سے (اور درحقیقت ان سے ان میں کسی چیز کی ریسرچ سے توقع ہی بے جا ہے) فرمائیں کہ آپ ما المستول عنها باعلم من السائل کا یہ ایجاو بندہ اور خود ساختہ معنی کر کے فی خمس لا يعلمهن الا الله الہ کا کیا مطلب بیان کریں گے؟ اور ایک روایت میں ہے: فی خمس من الغیب لا يعلمهن الا الله (مسلم ج ۱ ص ۱۲۱) اس روایت کی موجودگی میں تو کوئی بھی باطل ترجیح کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اور کیا آپ اس کے کذب نہیں ٹھہریں گے؟ باقی تناقض کا بھی عجیب گرمولوی محمد عمر صاحب کو دستیاب ہوا ہے کہ نہ موضوع و محل ایک اور نہ تناقض کی دوسری شرطوں کا اہم ان میں وجود، مگر تناقض بہر حال ان کے نزدیک ہو ہی جائے گا۔ مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ہے نفس قیامت کا علم اور ایک ہے اس کی بعض علامات اور اشرط کا علم۔ یہ دو بالکل الگ الگ اور مجاہدہ چیزیں ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں مختلف ابواب میں مفصل عرض کر چکے ہیں ما المستول عنها باعلم من السائل سے نفس قیامت کے علم کی نفی ہے اور اگلے جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ قیامت کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ نفی اور چیز کی ہے اور اثبات اور چیز کا ہے تو تناقض کیا اور کہاں سے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب اور ان کی جماعت کو اس سے کیا غرض؟ افنوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کے علم اور دیانت پر کہ وہ سَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا کے واضح مفہوم کو جو محض قیامت سے قبل بعض نشانوں کی طرف نشیر ہے کیے نظر انداز کر گئے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضورؐ سے پوچھا گیا کہ متى الساعة؟ تو آپ نے فرمایا ہی سبحان الله فی خمس لا يعلمهن الا الله الى ان قال ولكن ان شئت حدثتك بمعالم دون ذلك پھر آپ نے چند نشانیاں بیان فرمائیں۔ اور فرمایا کہ:

فذلك من معالم الساعة واشراطها یہ ہیں قیامت کی علامتیں اور اس کی نشانیاں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹، ابن کثیر ج ۳ ص ۵۴۴) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بھی ہے کہ جب آپؐ سے سوال ہوا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا سبحان الله ما المستول عنها باعلم من السائل (مسند الطائمان ص ۳۵) کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ سب عبارات اور اقتباسات اس امر کو متعین کر دیتے ہیں کہ اس عبارت سے مراد نفی علم میں برابری ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قیامت کی ٹھیک گھڑی اور وقت معلوم نہیں

بعینہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی وہ معلوم نہیں اور حسب تصریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ بدر الدین العینی الحنفی رحمہ اور علامہ قسطلانی رحمہ وغیرہ فی خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ اس کی دلیل ہے کہ چونکہ یہ قول نفی علم ہی کے ساتھ مناسب ہے نہ کہ علم کے ساتھ جیسا کہ کسی بھی اونی امتثال پر بھی یہ بات مخفی نہیں ہے۔ دوسرے معنی اس کا علم میں برابری سے کیا گیا ہے مگر برابری کس بات میں؟ صرف اس بات میں برابری کہ سائل اور مسئلہ عنہا دونوں اس کے جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ کی عبارت میں یہ بات صراحت کے ساتھ گزر چکی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

وهذا وان كان مُشْعَرًا بالتساوي في العلم لكن المراد التساوي في العلم بان الله تعالى استأثر بعلمهما لقوله بعد في خمس لا يعلمهن الا الله -
 (رفع الباري ج ۱ ص ۱۸۴)

الترجمہ اس لفظ سے بظاہر علم میں مساوات منہوم ہوتی ہے لیکن حوازی ہے کہ سائل اور مسئلہ اس بات کے علم میں برابر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو اپنے ہی کالیے مخصوص کر لیا ہے کیونکہ بعد میں اپنے یہ ارشاد فرمایا کہ قیامت الیٰ یاباخی چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور علامہ آلوسی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-
 والمراد التساوي في العلم بان الله تعالى استأثر بعلمهما على الوجه الاكمل
 (روح المعاني ج ۲ ص ۲۱)

مراد یہ ہے کہ سائل اور مسئلہ دونوں کا علم اس میں برابر ہے کہ قیامت کے علیٰ وجہ الاقم علم کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ علم میں برابری سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ سائل اور مسئلہ عنہا دونوں کو قیامت کا علم ہے اور اس میں وہ دونوں برابر ہیں بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ سائل و مسئلہ عنہا دونوں اس علم میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ اور اس نے یہ علم صرف اپنی ذات

لہ یکم طائسی مشک کی روایت میں ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما المسئول عنها يا علم من اسأل من خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده الآيات
 اور جامع المائزہ ص ۱۸۴ کی روایت میں ہے فہی من الخمس التي استأثر الله تعالى بها۔

کے ساتھ مختص کر دیا ہے حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں۔ ان علم الساعة مما استأثر الله تعالى به (مرقاۃ ص ۱۶) یعنی بلاشبہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے ساتھ مختص ہے۔

شرح حدیث کا بیان تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے، اب ذرا فریقِ مخالف کی خوش گویاں بھی ملاحظہ کر ہی لیجئے۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی، اور نہ فرماتے لَّا اَعْلَمُ (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبرئیل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی، اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں“ (ملفوظہ جاد الحق ص ۱۷)

اور مولوی عمر عمر صاحب لکھتے ہیں کہ مسئلہ سائل سے اعلم نہیں یعنی اے جبرئیل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں، تو بھی جانتا ہے۔ میں بھی جانتا ہوں۔ (ملفوظہ مقیاس حقیقت ص ۱۶۷)

فریقِ مخالف کا یہ جواب قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے بلکہ طفلِ تسلی سے بڑھ کر اس کی کوئی **جواب** وقعت ہی نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر آپ کو یہ علم تھا تو آپ نے اپنے فی خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ کیوں فرمایا، اور سورۃ النہان کی آخری آیت جس میں اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰیۃِ مذکور ہے آپ نے کیوں تلاوت فرمائی؟ اور اس سے احتجاج کیسے صحیح ہوا؟

وثانیاً شرح حدیث کے اقوال ہم نے ہمیشہ کر لیے ہیں۔ ان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد نفی علم ہی ہے۔ راہِ راست سے مہٹ کر وہ اختراعی راز مراد نہیں جس کا ذکر فریقِ مخالف نے کیا ہے۔

وثالثاً عنقریب بیان ہو گا کہ جب حضرت جبرئیل نے آپ سے سوال کیا تھا تو اس وقت تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمادیا کہ تو اود میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟ سوال کے وقت تو حضرت جبرئیل کی پوزیشن ایک سائل اور اعرابی اور بدوست بڑھ کر نہ تھی۔ آپ نے صلاً ایک اعرابی اور بدوست کو یہ کیوں فرمادیا کہ تو اود میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟

نمائے سابق میں کسی احمق اور جاہل سے حضرت امام جلال الدین سیوطی ر کا سابقہ پڑا ہے جس کو حضرت ملا علی القاری ہوں نقل فرماتے ہیں کہ:-

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے جو در حقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ نرمے جھلاڑ ہیں یہ کھلا ہوا عیوش کہاہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیام ساعت معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبرائیل میں تو یہ آتا ہے کہ مسئلہ عننا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تخریص کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو دو نول قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جبل اور قبیح ترین تحریف اور عناب بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بجایہ کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الا یہ کہ یہ جاہل دعوے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت حضرت جبرائیل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ مجھ آنحضرت جبرائیلؑ جب بھی میرے پاس آئے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں میں اس کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ پر کبھی مشتبه نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی کو واپس بلا لاؤ جب حضرات صحابہؓ گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ عرصہ بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیلؑ تھے، چنانچہ آپ نے

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعى في زماننا العلم وهو متشيع بما لم يعط ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلم متى تقوم الساعة قيل له فتد قال في حديث جبرائيل ما المثل عننا با علم من السائل فحرفه عن موضعه وقال معناه انا وانت نعلمها وهذا من اعظم الجبل واقبح التحريف والتبسي اعلم بالله من ان يقول لمن كان يظنّه اعرابيا انا وانت نعلم الساعة الا ان يقول هذا الجاهل انه كان يعرف انه جبرائيل فرسول الله عليه السلام هو الصادق في قوله والذي نفسي بيده مناجاة في صورة الا قد عرفت غير هذه الصورة وفي اللفظ الا خبر ماشبه على غير هذه البرة وفي اللفظ الآخر ردوا على الاعرابي فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيئا وانما علم النبي صلى الله عليه وسلم انه جبرائيل بعد مدة كما قال مسلم فلبثت مليا فقال عليه السلام يا عمر اتدري من السائل والمحرّف يقول

علم وقت السؤال ان جبرائیل ۲
ولم یخبر الصحابة بذلك الا
بعد مدة ثم قوله فی الحدیث
ما المسئول عنما یا علم من السائل
یعلم کل سائل و مسئول فکل سائل و
مسئول عن الساعة هذا شأنها
(مروضات کبیر ص ۱۱۹)

حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ اے عمرؓ تم جانتے ہو
کہ سائل کون تھا؟ اور یہ معروف کتاب ہے کہ آپ سوال کے
وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت جبرائیلؑ تھے اور حضرات
صحابہ کرام کو اپنے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد ہی پہنچا المسئول
عنہا با علم من السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ
ہر سائل اور ہر مسئلہ کا یہی حکم ہے کہ قیامت کا علم بجز اللہ تعالیٰ
کے اور کسی کو نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے بار بار پڑھیں اور پھر
غور فرمائیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بیان کر کے کہ میں بھی قیامت کو جانتا ہوں اور تو بھی، وہ کن کن خطبات
کے مستحق ہوتے ہیں اور علامہ سیوطیؒ اور حضرت ملا علی بن القاریؒ نے ان کو کس گروہ میں شامل کیا ہے۔ اور کن
کن خطبات سے نوازا ہے؟

لائے کتاب سماعت کس کا دل کس کا جگر
داستان در دو غم ہے داستان غنایب

اور اس عبارت کے آخری حصہ سے مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ بہانہ بھی دور ہو گیا کہ مرد نہ فرماتے
”لا علم“ (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ بات یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم صرف یہ فرماتے کہ لا علم (میں نہیں جانتا) یا یہ فرماتے کہ میں اور تو دونوں نہیں جانتے تو
یہ احتمال باقی رہ جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور اس کو جانتا ہے اس لیے آپ نے تعبیر میں ایسی فرمائی
کہ ہر سائل اور ہر مسئلہ کا یہی حال اور شان ہے کہ قیامت کا علم ان کو نہیں اس میں کسی سائل اور کسی مسئلہ
کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہ ہے اس دراز عبارت کا راز۔

چنانچہ علامہ عینی الحنفیؒ دیکھتے ہیں کہ:-

لما قال كذا لك اشعرا بالتعظيم تعريضا
للسامعين ان كل سائل ومسئول فهو كذا لك
(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۳)

یہ عام تعبیر اپنے اس لئے اختیار فرمائی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم
ہو جائے اور سامعین سمجھ جائیں کہ اس بارے میں ہر سائل اور
ہر مسئلہ کا یہی حکم ہے۔

(اور اسی کے قریب حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ فتح الباری ص ۱۶)

پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے قیامت کی چند نشانیوں کے علم سے نفس قیامت کا علم ثابت کرنے کی جو ناکام اور لا طائل کو کشش کی ہے (دیکھئے جہاد الحق ص ۱۸) تو وہ عجیب جہالت کا پلندہ ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ چند نشانیوں کے علم سے (جن کا دلائل سے ثبوت ملتا ہے) ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نفس قیامت کا علم بھی ہو کیونکہ یہ تو اِنَّ اللہَ سَعِدَہٗ عَلِمَ السَّاعَۃَ الْاٰیَۃَ کی میں ہے جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ باقی فرضی اور خود ساختہ اور خود تراشیدہ دے معنی دلائل سے یہ حکم قطعاً ہرگز فتح نہیں ہو سکتا اور نہ یہ جائز و دعوئے اور شیر قابو آ سکتا ہے جو بزبان حال یہ کہتا ہے کہ۔

ہزار دام سے نکلا ہول ایک جنبش سے

جسے ضرور ہو آئے کرے شکار مجھے

امسودوم :- اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے (جس میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے علم کی نفی بھی ہے) وہ خالص ایمان اور دین ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جعل ذالک کلام من الایمان اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے آپ نے اس سب

کو ایمان قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری ۱ ص ۱۶)

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العید لکھتے ہیں کہ :-

ويعلم کہ دینک اہی قواعد دینک ادکلیات حضرت جبرائیلؑ انہیں دین کی تعلیم دیتے تھے ہیں یعنی دین

دینک (شرح البعین نوید لابن دقیق العید ص ۱۸) کے قواعد یا کلیات سکھانے کے لیے آئے ہیں

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ :-

جعل ہذا کلام من الدین اس حدیث میں تمام چیزوں کو آپ کی طرف سے

دین قرار دیا گیا ہے۔ (العبودیت فی تفسیر القرآن ص ۱۶)

اور علامہ ابوالعباس احمد بن عمر الانصاری قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ :-

هذا الحديث يصلح ان يقال له ام السنة اس حدیث کو اُم السنۃ کہنا زیادہ مناسب

لما تضمن من جملة علم السنة ہے کیونکہ یہ تمام علوم سنت پر اجمالاً

مشتمل ہے۔

فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۱ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۱

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیث ہر قسم کی ظاہری و باطنی عبادات یعنی تمام ایمانیات اور اعمال ظاہرہ اور اخلاص نیت (دو غیر وضائی ملکات) اور آفات شیطانہ کے تحفظات پر حاوی ہے گویا کہ تمام علوم شریعت اس کی طرف راجع ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں۔ (ملخصاً)

اشتمل هذا الحديث على جميع وظائف العبادات الظاهرة والباطنة من عقود الايمان ابتداءً وحالاً ومآلاً ومن اعمال الجوارح ومن اخلاص السريرة والتخلف من آفات الاعمال حقيقاً ان علوم الشريعة كلها راجعة اليه ومتشعبة منه (بجوالہ فتح ج ۱ ص ۱۱۱ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۱)

پھر علی الخصوص قیامت کے علم کو الگ کر کے شرح حدیث نے بیان فرمایا ہے چنانچہ علامہ علی الحنفی تحریر فرماتے ہیں کہ:-

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اس کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ اس کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ جزو دین ہے۔

قلت لا اعتقاد بوجودها و بعدم العلم بوقتها لغير الله تعالى من الدين ايضاً -

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۱)

اور علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ:-

اس میں قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اسی طرح یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عقیدے جزو دین ہیں۔

يدخل فيه اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم بوقتها لغير الله تعالى لانها من الدين

(ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۱)

اور شیخ الاسلام زکریا نے اس موقع پر بعینہ یہی کچھ لکھا ہے (دیکھیے تحت الباری ج ۱ ص ۲۲۱ مع القسطلانی) ان تمام عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔ قواعد دین، کلیات دین، ایمان اور جزو دین سے علیحدہ نہیں اس عقیدے کے خلاف کوئی اور خود ساختہ عقیدہ رکھتا ہے تو گویا وہ دین کے ایک اہم عقیدہ اور قاعدہ دین کا منکر ہے اور اس کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے۔

الہی خیر ہو کہ فتنہ آخر نہال آیا ہے ایمان و دین سالم کہ وقت امتحان آیا

علیہ وسلمہ وصدقہ جبرائیل ۲ لیکون
ذالک کالغذکة لدینہ انتہی
کیا، اپنے جواب دیا تو حضرت جبرائیل نے تصدیق کی تاکہ
اس طرف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش کردہ
رجحۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۱

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل بے نقاب ہو گئی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد تمام احکام دین
کے نزول کے بعد ہوئی تھی اور یہ محض اس لیے ہوئی تھی تاکہ تمام حاضرین مجلس کے سامنے دینِ قیسم کی اصولی اور بنیادی
بالوں کا اعادہ کر کے ان کو مضبوط کر دیا جائے اور دیگر اُمم کی طرح یہ بھی اچھی طرح واضح کر دیا جائے کہ قیامت
کے علم کا باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا اُمم دین، کلیات دین اور قواعد دین میں سے ہے اور آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مہرک سے زندگی کے آخری لمحات میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ قیامت کا
علم نہ مجھ سے نہ سائل کو اور یہی حال ہے ہر ایک سائل اور ہر مسئول عن الساعة کا، اس لیے کہ قیامت کا علم
ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو بخیر خالین کائنات کے اور کوئی نہیں جانتا فی خمس لا یعلمہن الا اللہ
اور بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ایک سوال کرتے جاتے تھے
اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا ثانی اور کافی جواب ارشاد فرماتے تو حضرت جبرائیل ۲ اس
کی تصدیق کرتے کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بڑے متعجب ہوئے کہ یہ عجیب
قسم کا سائل ہے کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا ہے دیکھئے مسلم ج ۱ ص ۲۹۱ و سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۹ وغیرہ کیونکہ
سوال کرنا تو بظاہر اس بات پر مبنی ہے کہ اس کو کچھ بھی علم نہیں اور تصدیق کرنا اس امر پر متفرع ہے کہ سائل
ان مسائل کو بخوبی جانتا ہے مگر تھا وہ بالکل نووارد اور غیر معروف کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بھی اس کو نہیں
جانتا تھا حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس کے سوالات کے وقت اس کو نہ پہچان سکے چنانچہ
حضرت عمرؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل ۲ کے چلے جانے
کے بعد ارشاد فرمایا کہ:-

فوالذی لھنی بیدہ ما شئت علی منامانی
قبل مسرتی ہذہ وما عرفتہ حتی
ولی (موارد الظلم ص ۳۵ و رواہ الدارقطنی ج ۱
ص ۲۸۲ و قال اسناد ثابت صحیح - و فتح الباری ج ۱
اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ
جب حضرت جبرائیل ۲ میرے پاس آتے ہیں وہ کبھی اس دفعہ
سے پہلے مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے اور کبھی ایسا نہیں ہوا
کہ میں نے ان کو نہ پہچانا ہو) مگر اب میں ان کو نہیں

ص ۱۱۵ وجمدة القاری ج ۱ ص ۳۲) پچان کیا یا نہ کیا کہ وہ چلے گئے۔

اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ۔

لا والذی بعث محمدًا بالحق ہدی ولبشیرًا
ماكنت باعلم من رجل منعہ وانہ جبرائیل علیہ
السلام الحدیث (سنائی ج ۲ ص ۲۶۹ فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۰
وجمدة القاری ج ۱ ص ۳۲)

قسم ہے اس رب جلیل کی جس نے محمدؐ کو رسول پر حق بنا کر
بھیجا کہ میں اس سائل کو تم میں سے کسی ایک شخص نے
بھی زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اور (اب معلوم ہوا کہ) وہ تو
حضرت جبرائیلؑ تھے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

والذی نفسی محمد مبدعہ ماجارنی قط
الا وانا اعرفہ الا ان تحون هذه المرة
رفع الباری ج ۱ ص ۱۵۰ وجمدة القاری ج ۱ ص ۲۶۹ اور ارشاد سنائی ج ۱ ص ۱۵۰)

قسم ہے افسانہ کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ
حضرت جبرائیلؑ جب کبھی میرے پاس آتے ہیں میں ان کو
پہچانتا ہوں۔ بخیر اس دفعہ کے کہ میں ان کو نہیں پہچان سکا۔

اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ
واللہ ما اتانی فی سورة الا وانا اعرفہ
فیہا الا هذه الصودۃ۔

بجذا میرے پاس جس صودت میں بھی حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام
آتے تھے میں ان کو پہچان لیا کرتا تھا اگر اس صودت میں ان کو نہیں

(جامع المسانید ج ۱ ص ۱۵۰)

پہچان سکا۔

اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں ہے۔

اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صودۃ
اعرابی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
يعرفہ الحدیث (کنز العمال ج ۱ ص ۶۹)

حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی کی شکل میں آئے
اور حضورؐ ان کو نہ پہچان سکے۔

اور حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ کی حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ:-

انہ اما جبرائیل فی صودۃ لہ يعرفہ فیہا
الحدیث (کنز العمال ج ۱ ص ۶۹)

حضرت جبرائیلؑ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
ایسی شکل میں آئے کہ حضورؐ ان کو اس شکل میں نہ پہچان سکے۔

ان روایات سے ایک تو یہ امر ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ
علیہ السلام کو ایک نووارد و بیاتی اور اعرابی سمجھ کر اس سے گفتگو کی تھی۔ پس یہ کیونکر عقل میں آسکتا ہے اور یہ

کیسے بار کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عامی اور اعرابی سمجھتے ہوں اس سے یہ فرمائیں کہ مسئلہ و مسائل یعنی میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور مجھے اور تجھے دونوں کو قیامت کا وقت خاص معلوم ہے؟ الغرض اس حدیث کے جملہ اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد سختی سے اس کی تردید کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمدیہ خان صاحب وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے، اور دوسرا یہ امر بھی ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو یقیناً ماکان و مایکون میں داخل ہیں اور جو بار بار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی بھی لاتے رہے ہیں۔ جب ایک اجنبی صورت و شکل میں آئے تو آپ ان کو بھی نہ پہچان سکے۔ اگر آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو ضرور علیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ پہچان لیتے اور آپ پر وہ ہرگز مخفی نہ ہوتے۔ کیونکہ عالم الغیب اور عالم ماکان و مایکون پر کسی کے علیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی اس کی حقیقت مشتبہ نہیں ہو کرتی لہذا اس موقع پر آپ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ پہچاننا علم غیب کے نفی کی ایک مستقل اور جہاں دلیل ہے۔ اور علامہ العینی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ قین رائیں گذر چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ، وہ سائل تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اسی طرح الحدادؓ ج ۲ ص ۲۸۹ اور ترمذی ج ۲ ص ۸۵ کی روایت میں ہے۔ اور ابن جان کی روایت میں ہے کہ تیسرے دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور محدث ابن مندہؒ کی روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ (محصلہ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۱) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

سبحان اللہ وہ تو حضرت جبائیل علیہ السلام تھے
 دینہم الحدیث (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۱) و عمدۃ القاری ج ۱
 ص ۲۳۱ و شرفی ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۱)
 کی تعلیم دیں۔

کیا عالم ماکان و مایکون پر بھی کبھی تین دن (یا تین رات) تک حقیقت مخفی رہ سکتی ہے؟ اور کیا اس پر بھی ایسا تعجب طاری ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کے منکشف ہونے کے بعد سبحان اللہ سے بات، کہ شروع کرے؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمر مہارک کے آخری حصہ میں بھی امور خستہ اور ان میں سے علی الخصوص وقت قیامت اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا علم حاصل نہ تھا تو اس کے بعد کس دلیل پر حاصل

ہوا؟ اگر انصاف اور دیانت کے ساتھ دیکھا جائے تو یہی ایک روایت قرین مخالفت کے باطل عقیدہ اودان کی طرف سے جملہ پیش کردہ خرافات کا جواب بالکل کافی، وافی اور شافی ہے۔ بشرطیکہ کوئی ماننا چاہے وہ نہ تو یہی اگر نہ پہلے تو باتیں ہزار ہیں

قائد کا :- نور امام حمیدی (المتوفی ۱۳۸۸ھ) میں امام عالم بن شرجیل الشعمی (المتوفی ۱۳۸۸ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیل سے قیامت کے بارے میں سائل کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے :-

فانتفض يا جفحت۔ و قال ما المستل۔ زور سے پلنے بازو کو جھٹک کر دگیا اور کہہ جواب دیا
عنها باعلی من السائل۔ دفع الباری ۱۷۱ ص ۱۷۱ و عمدة۔ اور فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے وقت
القاری ۱۷۱ ص ۱۷۱ و در منثور ۳ ص ۱۵۱) کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مالا یدرك بالقیام کے قبل سے ہے۔ لہذا حکما مفرج ہے۔
الغرض یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ بعض دیگر امور کی طرح وقت قیامت کا علم بھی مخصوصاً باری تعالیٰ میں سے ہے اور اس کے بغیر ان کو اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ نہ تو اس کو حضرت جبرائیل جانتے ہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور یہی کچھ قرآن کریم، صحیح احادیث اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتفاق عقیدہ سے ثابت ہے۔

حدیث جبرائیل اور فریق مخالف کا جواب | مفتی احمد یار خان صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزوں کوئی نہیں جانتا۔ اس کی شرحیں ملاحظہ ہو۔ امام قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی، شرح بخاری میں اور طحاوی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں :-
فَمَنْ ادَّعى عَلَیْهِ شَیْءٌ مِّمَّا اُخْبِرَ مُسْتَنْبِدٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ كَاذِبًا فِیْ دَعْوَاہٖ اَوْ شَخْصٌ اِنْ پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے
حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت كئے ہوئے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ لمعات میں
شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں الْمُرَادُ لَا یَعْلَمُہٗ بِذَوْنِ تَعْلِیْمٍ

اللہ تعالیٰ۔ مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو (نہیں بلکہ امورِ خمسہ میں سے بعض بعض امور اور جزئیات کو صفحہ) بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اشعة اللمعات میں شیخ عبدالحقؒ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں مراد آنست کہ بے تعلیم الہی بحباب عقل اینہا ندانند امورِ غیب اند کہ جز خداے تعالیٰ کسے از انداند مگر آنکہ وہے تعالیٰ از نزد خود کے راجحی والہام بدانند، مراد یہ ہے کہ ان امورِ غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتا دے وحی یا الہام سے۔ (ملفوظ جاد الحق ص ۱۸)

جواب | فریقِ مخالفت کے مفتی اور وکیل نے اصل عبارت کے پیش کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔

اصل عبارت یوں ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے دوسرے ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کی کسی کے لیے اُمید نہیں کی جاسکتی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد و عنہ مفادِ الغیب لا یعلمہا الا اللہ کی تفسیر انہی پانچ چیزوں سے کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر صحیح (بخاری وغیرہ) کی حدیث میں ہے پس جو شخص ان پانچ میں سے کسی چیز کے علم کا دعوے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیے بغیر کرے تو وہ اپنے اس دعوے میں سراسر جھوٹا ہوگا۔

قال القرطبی: لا مطلع لاحد فی علم شیئ من ہذا الامور الخمس لہذا الحدیث و قد فسر التبی صلی اللہ علیہ وسلم قول اللہ تعالیٰ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَا اِلَّا ہُوَ بہذا الجنس وهو فی الصحیح قال فمن ادعی علم شیئ منها غیر مستندہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعوہ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۷ و ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۵۱ و مرقات ج ۱ ص ۶۵)

فریقِ مخالفت نے ان امورِ خمسہ کے کلیات کے علم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو دعوے کیا ہے اور اس عبارت کے آخری حصہ سے جو نتیجہ انہوں نے نکالا ہے۔ وہ محض نامنہی یا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ امام قرطبیؒ تو ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا تذکرہ فرماتے ہیں اور صاف کہہ رہے ہیں کہ فی علم شیئ من ہذا الامور الخمس۔ اور فمن ادعی علم شیئ منها۔ کہاں امورِ خمسہ کے کلیات کا علم اور کہاں ان کے بعض جزئیات کا علم؟ ہم پہلے مفصل عرض کر چکے ہیں کہ ان امورِ خمسہ کے

جزئیات کے علم میں اہل حق کا مبتدعین سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ ان امورِ خمسہ کے کلیات کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا جتنا علم اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کرے، وہ محلِ نزاع نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی باحوالہ ہم نے عرض کر دی ہے کہ حضراتِ اولیائے کرامؑ کا مکاشفہ یا الہام وغیرہ ایک ظنی امر ہوتا ہے، علم یقینی کا اطلاق اس پر نہیں کیا جاسکتا الا مجازاً اور ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا علم بھی وہی قطعی اور یقینی ہوگا جس کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی جلتے اور آپؐ وہ حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ امرِ غیب کی یقینی اور غیر مشکوک اطلاع جو دوسرے شیطانینہ وغیرہ سے قطعی طور پر محفوظ ہو۔ سوائے حضراتِ انبیاء و کرام علیہم السلام کے کسی اور کو براہِ راست نہیں دی جاتی۔ اور یہی مفاد ہے امام قمریؒ کے ارشاد کا جس کو حافظ ابن حجرؒ، علامہ علیؒ، خطیب قسطلانیؒ اور حضرت ملا علیؒ القاریؒ وغیرہ نے صرف نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ جزئیاتِ امورِ خمسہ ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحقؒ لمعات اور اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ یہ بدون تعلیم خداوندی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ عام اس سے کہ وہ تعلیم قطعی بذریعہ وحی ہو یا ظنی بذریعہ الہام ہو جیسا کہ حضراتِ اولیاء کرامؑ وغیرہ کو ہوتی ہے، کلیاتِ امورِ خمسہ کے بارے میں حضرت شیخ صاحب ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ ان کا علم بھی باعلام خداوندی کسی اور کو ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب اور اسی طرح ان کے استاد مفتی نعیم الدین صاحب وغیرہ کو دھوکہ ہوا ہے، حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی متعدد عباراتیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اسی حدیثِ جبریلؑ میں ان کی اشعۃ اللمعات کی عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ قیامت کے وقت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور رسل میں سے کسی کو نہیں دی اور اس کے عہدِ علم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جبریلؑ دونوں برابر ہیں کہ من و توہر دو برابریم در نادانستن آلِ آدم۔ ایسی صاف اور صریح عبارات کی موجودگی میں غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو مغالطہ دینا اہل حق اور اہل انصاف سے بالکل بعید ہے مگر کیا کیا جلتے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نزلا ہے۔ ان کو ہر صحیح بات سے عفا واد کر ہے اور ہر باطل عقیدہ اور عمل سے ان کو عتیت ہے۔

کیوں یہ دل آگیا پسند میں کون سی بات جاکنی دل میں؟

دوسری حدیث

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ :-

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسالونی عن الساعة والنما علیہا عندہ الحدیث رقم ۲۸۷۱ واللفظ للامام احمد ۳۲۶۷۰ ورواہ شریک ۲۸۹۱ وکنز ۲۸۹۱ ومنتزک ۲۸۹۱ وقال الحاکم صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح (اور کسی کو نہیں ہے)۔

یہ صحیح اور صریح روایت بھی اس پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات حسرت آیات سے ایک ماہ پیشتر تک قیامت کے وقت کا علم نہ تھا اور اس کے بعد کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو قیامت کے ٹھیک وقت کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ باقی صادی اور بخاری اور اسی طرح غلبہؓ میں کچھ لکھ یا کہہ بیٹے والے نیم صوفی مہرگز کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے اور نہ یہاں قیاس سے کام چل سکتا ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

همزة النكار مقدرة ای تسالونی عن الساعة والنما علیہا عند اللہ ای لا یعلمہا الا هو۔ (مرقات ۵۰ مشکلا)

همزة النکاری اس مقام میں مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم تو بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر قیامت کے وقت اور کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اسی حدیث کے ترجمہ اور شرح میں تحریر فرماتے ہیں :-

گفت جابرؓ شنیدم آنحضرتؐ را پیش از طلوع خورشید یک ماہ تسالونی عن الساعة نہ پر سید مرا از وقت قیام قیامت وانما یخبر اللہ ونست علم بہ تعیین وقت ان قبل وند عز وجل یعنی از وقت وقوع

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے صرف ایک مہینہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبریٰ کے آنے کا

قیامت کبریٰ میں پر سید اک خود معلوم من نیست وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں
وآل راجعہ خدا تعالیٰ غافلہ۔ (میں کیا بتاؤں) اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی

راشعۃ المؤمنات ج ۴ ص ۳۷۷ بھی نہیں جانتا۔

اس صحیح حدیث اور اس کی شرح میں حضرت ملا علی نقی القاری رحمہ اور شیخ عبدالحق صاحب کی تشریح
سے صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے تک قیامت تک
کا علم نہ تھا۔ جو لوگ حضرت ملا علی نقی القاری اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب کی غیر متعلق عبارتوں سے مثلاً
دیکھتے مفتی احمد یار خان صاحب کی جاء الحق مثلاً وغیرہ مسئلہ علم قیامت کشید کرتے ہیں، ان کو ان صریح
عبارات کو محض دے دل سے پڑھنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کا کیا عقیدہ اور تحقیق ہے، اور اہل بدعت
کیا کہتے ہیں؟

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ قیامت کی حدیث کے
تحت لکھا ہے کہ اگر کوئی کج طبع آپ کی بے علمی کی دلیل اخذ کرے تو یہ اس کے نقص ایمانی کی دلیل ہے
درمظہر مقیاس صفحہ ۴۲۹ کیا ان کے نزدیک حضرت ملا علی نقی القاری رحمہ اور شیخ عبدالحق وغیرہ صاحب کے
سب کج طبع اور ناقص الایمان ہیں؟ یا یہ مشرعی صرف دیوبندیوں اور دہلیوں کے لئے رکھ چھوڑی ہے؟

تیسری حدیث

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ:-

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
السَّاعَةِ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدِي لَا يَحِلُّهَا لَوْ قَتَلْتُهَا
إِلَّا هُوَ لَكِنِ اخْبِرْكُمْ بِمَشَارِيطِهَا وَمَا يَكُونُ
بَيْنَ يَدَيْهَا أَلْ بَيْنَ يَدَيْهَا فَنَفْثَةٌ وَهَرَجًا الْحَيْثُ
رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مَنَهِ ۵۷ ص ۲۸۵ بِنَدِّ صَحِيحٍ وَتَعْيِيرٍ إِنْ كَثُرَ
ج ۲ ص ۲۷۷ وَدَرْ مَنُورُ ج ۳ ص ۱۵۱
جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت قیامت
کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علم
تو بس میرے رب ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے
وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی کچھ نشانیاں
بتلاتا ہوں اس سے پہلے (بکثرت) فتنے اور قتل و
غارت ہوگی۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفس قیامت کبریٰ اور چیز ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں
اور ہیں۔ اول کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اذ ثانی الذکر کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو

آپ کی شان کے لائق اور مناسب عطا فرمایا تھا۔ جو خود غرض یا جاہل لوگ وقت قیامت کبریٰ اور اس کی نشانیوں کو غلط طے کر کے الجھن پیدا کرنے کی ناکام اور بے سود کوشش کرتے ہیں، ان کو اس مضمون کی دیگر احادیث کی طرح یہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہیے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن
الساعة فانا شاهد فقال لا يعلمها الا الله
ولا يعلمها لوقتها الا هو ولكن ساء خبركم
بمشاريطها وما بين يديها من الفتن و
الهرج الحثيث (بخسبه الطبراني وابن مردويه
ميرے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو
اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہی اس کو اس
کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی بعض
علامتیں بتلائے دیتا ہوں کہ اس سے پہلے بڑے
نقٹے اور خورخیزیاں ہوں گی۔)

یہ حدیث بھی اپنے مفہوم اور مراد میں بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب نے اس حدیث کے جواب میں جو خوشگوفے کھلائے ہیں اور جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ قابل دید ہے (دیکھئے متیاس ص ۲۳۴)۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ فوجداری عدالت کے محل وقوع کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے دفتر کی اندرونی جملہ کیفیات اور تمام فائلیں اور جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہوتا ہے، وہ سب مقفل معلوم ہو۔ اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ قیامت کی چیدہ چیدہ علامات اور نشانیاں بتانے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت کبریٰ کا ٹھیک وقت بھی آپ کو معلوم ہو جیسا کہ ان پیش کردہ روایات میں نفیس قیامت اور علامات قیامت کو الگ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ اہل کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی کا علم خدا تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا، اور ہمارا مقصد ان روایات کے پیش کرنے سے اہل بدعت کے خانہ ساز عقیدہ علم غیب گلی یا علم جمیع ممالک و مایکون کی نفی ہی ہے۔ اس کو اس پر محمول کرنا معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ کہ ہم کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیینؐ سردار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریعت کی تفصیل مقصود ہے، انتہائی بے ایمانی اور اعلیٰ درجہ کی شیطنت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کمال علمی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مرتبہ اور درجہ ہے۔ جملہ دیگر کمالات کی

طرح علمی کمال میں بھی آپ ﷺ بعد از خدا بزرگ توفیق مختصر

حضرت عبداللہ بن مسعود جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
چوتھی حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ:-

قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى
وعيسى فتذاكروا امر الساعة قال فرددوا
امرهم الى ابراهيم عليه السلام فقال لا علم
لي بها فرددوا الامر الى موسى فقال لا علم لي
بها فرددوا الامر الى عيسى فقال اما
وجبتا فلا يعلمها احد الا الله ذلك
الحديث (رواه احمد في مسنده ج ۳ ص ۳۵۵ والفظله
وابن ماجه ص ۲۹ وسنده صحيح والحكم في المستدرک
ج ۲ ص ۴۸۸ ج ۲ ص ۵۵۵ ج ۲ ص ۲۸۵ وقال الحاكم
والذہبی مجمع وابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۲ ودر منثور
ج ۳ ص ۱۵۲)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میری ملاقات
حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم
الصلوة والسلام سے ہوئی تو ان میں وقت قیامت کا
تذکرہ ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں یہ سوال
پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی
علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ
مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا، تو انہوں نے
ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ
کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے الخ۔

ابن ماجہ اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:-

فبدا ابا ابراهيم فسالوا عنها فلم يكن عنده
منها علم فسالوا موسي فلم يكن عنده
منها علم الحديث (ابن ماجه ومستدرک ج ۲ ص ۴۸۸)
اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:-

فتراجعوا الحديث الى عيسى فقال عيسى
عهد الله الى فيما دون وجبتا فلا يعلمها
الحديث (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۵ وقال
الحاكم والذہبی مجمع)

انہوں نے بات کا رخ حضرت عیسیٰ کی طرف پھیر دیا انہوں
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت سے پہلے کی
کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقت
و وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی یہی کچھ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام جلیقہ اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی قیامت کے خاص وقت کا علم نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ علامات قیامت میں سے ہیں اس لیے بالآخر اس بحث کو ان کی طرف لوٹا گیا مگر ان سے بھی یہی جواب ملا کہ اگرچہ قیامت کی بعض علامات تو مجھے بتائی گئی ہیں مگر اس کا ٹھیک وقت معلوم نہیں بلکہ صاف لغفلوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ :-

اما وجبتہما فلا یعلم بہا احد الا اللہ اس کا ٹھیک وقت وقوع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے حالانکہ بارشاد خداوندی وَاِنَّہٗ لَیَعْلَمُ السَّاعَۃَ وہ قیامت کی علامت ہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے ؟ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا، اور اس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اور فن حدیث کا یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن اور دیکھ کر اُس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی (تقریری) حدیث ہے۔ لٰنہ لا یسکت علی باطل ولا یقر منکر (نوی ۲ ج ۱۵۱ وغیرہ) کیوں کہ آپ نہ باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو رد کیے بغیر چھوڑتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ :-

اما وجبتہما فلا یعلم بہا احد الا اللہ بہر حال اُس کا ٹھیک وقت بخیر اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کی تردید نہیں فرمائی کہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اس لیے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا وقت بتا دیا ہے۔ لہذا اصول حدیث کے مسلم قاعدہ بھی رُو سے آپ بھی ان اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ میں شامل ہیں جن کو قیامت کا علم حاصل نہیں اور جب اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تو اور کس کو ہو گا یا ہو سکتا ہے ؟ حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :-

فَصَوَّلُوا احباب اولی العزم من المرسلین سورہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت لیس عندهم علم بوقت الساعة علی التّیین کے وقت معین کا علم نہیں رکھتے۔

(تفسیر ابن کثیر ۲ ج ۲۴۳)

اور اس صحیح اور صریح روایت کے پیش نظر گویا اولوا العزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کا اس پر اتفاق و اجماع قائم ہو گیا کہ قیامت کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اور یہی ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اسی صحیح عقیدہ پر قائم رکھے آمین۔

فریقِ مخالفت کی رکیک تائیل | فریقِ مخالفت کے اس دور میں وکیلِ عظیم نے جو کچھ اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے وہ بالکلے خود ایک زندہ ڈرامہ ہے اور وہ اس ڈرامائی رنگ میں عجیب و غریب باتیں کہ گئے ہیں چنانچہ ان کے جواب کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

”باقی رہا انبیاءِ علیہم السلام کا مذکرہ تو یہ اس لیے تھا اور آپ کے رد پر وہ اسی لیے ایک دوسرے پر بات ڈالتے تھے کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ہم نے آج تک قیامت کے راز کو فاش نہیں کیا آپ بھی اس کو فاش نہ فرمائیں، صرف یہ بات بتانی مقصود تھی، ویسے عرض کرتا کہ کہیں قیامت کا ذکر نہ کرنا اس جملہ کو انہوں نے گستاخی سمجھی آپس میں مذکرہ کر کے آپ کو بتا دیا کہ آپ ملاحظہ فرمائیے آپ نے بھی ایسے ہی عمل کرنا ہے۔ کسی کو بتانا نہیں چاہا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر ڈالا ظاہر نہیں فرمایا ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپسے ضرور سوال کرتے انبیاءِ علیہم السلام کا آسمانوں میں مذکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے الخ“ (ملفوظہ مقیاسِ حقیقت ص ۴۳۸)

جواب | یہ ہیں وہ جواہرِ پائے جو فریقِ مخالفت کے مناظرِ عظیم نے زیبِ قلم فرماتے ہیں، مولوی صاحب ہوش میں آکر فرمائیے کہ آپ کے تو یہ لکھا ہے کہ انبیاءِ علیہم السلام کا آسمانوں میں مذکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان میں سے ہر ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ لا علم لی بہا و مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے کیا مولوی محمد عمر صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں یا خدا تعالیٰ کے نبی لا علم لی بہا قرآن کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے میں سچے تھے؟ غور سے جواب دینا؟ اور پھر یہ بھی غور سے کہنا کہ ہم نے ہی اس سے ان کی لاعلمی کا معنی سمجھا ہے یا نفس الامر میں باقرہ حضرت انبیاء کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کا مطلب ہی صرف یہ ہے؟ مولوی محمد عمر صاحب! اصل خبرت کو چھوڑ

کہ اصرار و صبر کی باتیں کرنا اور لوگوں کو مغالطہ دینا کہاں کا اصناف و دیانت ہے؟ پھر اس پر بھی غور نہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم جمیع ماکان و مایکون ہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس کمیت علی سے آپ کو یہ جانا چہ معنی دارد کہ آپ بھی راز کی بات کو فاش نہ کرنا؟ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولوا العزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے جمیع ماکان و یکون کے علم کو نہیں مانتے تھے جمعی تو انہوں نے اس لطیف حیلہ سے قیامت کے علم کی رازداری کی آپ کو تلقین کی اور براہ راست کہہ دینے کے بقول مولوی محمد عمر صاحب گستاخی سمجھی مولوی صاحب نے ازراہ جہالت جس چیز کو اپنی دلیل بنایا وہی ان کے مخالفت پر تھی ہے۔ قلندر لاہوری رحمہ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا کہ سہ

چمن میں بھین ڈالیاں ہزاروں، مگر مقدر کا کھیل دیکھو

گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آسٹیا نہ

دیکھا آپ نے شیر بیشہ کا جواب اور اس پر ضد اور اصرار اور دوسروں کو یوں کو سنا کہ تم نے اپنے انتہاء سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے (بلفظہ مقیاس ص ۲۹) مگر یہ نہ سوچا کہ اختراع کس نے کی اور دھوکہ کس نے دیا؟ افسوس ہے اس حقیقت پر، وہ تو دل میں ضرور خوش ہوں گے کہ سہ

پکڑ کر لیا ہوں میں شیر تحقیق تم اپنے فیصل معنی کو نکالو!

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب شہد میں فتح مکہ کے بعد لشکر اسلام کو لے کر مقام حنین پر قبیلہ بنو ہوازن اور ثقیف کو شکست دے کر ان کے مال و

پانچویں حدیث

اسباب اور مویشی و جنگی اسیروں کو (جو قانزین جنگ کے مطابق غلام بنائے جاسکتے ہیں) بطور غنیمت حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان تقسیم کر دیا، تو ہوازن و غیرہ کی طرف سے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ کہا کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اس لیے ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اموال و اسباب اور قیدی ہمیں واپس دے دیے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم ان کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر چکے ہیں اور یہ میری ذات واحد کا سوال نہیں۔ لہذا صاف بات یہ ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو واپس لے لو۔ مال لے لو یا قیدی۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہمیں قیدی مل جائیں آپ نے فرمایا۔ اچھا میں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا معاملہ پیش کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، اب اپنے کیے پر نادم ہو کر آتے ہیں اور چاہتے ہیں

کہ ان کے قیدیل کو رطلی دے دی جائے، اندیش خود بھی اسی کے حق میں ہوں اور سب سے پہلے اعلان کرتا ہوں کہ بنی ہاشم کے حصہ میں جو اسیر آتے ہیں ان کو ان کے حوالہ کرتا ہوں۔ پس تم میں سے جو لوگ بلا معاوضہ بطیب خاطر ایک کر سکیں تو قہار نہ ہمارا وعدہ ہے کہ اولین موقع پر ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں کہ حضرت ہم بطیب خاطر ہوازن وغیرہ کے اسیروں کو آزاد کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ بات مجمع عام کی تھی اور اس طرح متعین طور پر ہر شخص کی مرضی نہیں معلوم ہو سکتی تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

انی لا ادری من اذن منکم ممن لا یاذن فاجعوا حتی یرفع الینا عرفاءکم
امرکم (بخاری ج ۲ ص ۲۶۱) واللفظ لہ وایضاً رواہ فی
ج ۱ ص ۲۷۹ و ج ۱ ص ۳۰۸ و ج ۲ ص ۶۱۸ ، والبدوؤ
بہ تحقیق مجھے پتہ نہیں چلتا کہ آپ لوگوں میں سے کس
کی مرضی ہے اور کس کی مرضی نہیں ہے لہذا اب
یہاں سے آپ لوگ چلے جائیں پھر ہر قبیلہ
اور خاندان کے لیڈر، ممبر اور چودھری اس معاملہ کی
رپورٹ ہمارے سامنے پیش کریں۔

اس کے بعد آپ کے سامنے رپورٹ پیش کی گئی اور تمام اسیروں کو رہا کر دیا گیا۔
اس صحیح روایت سے بعراحت یہ معلوم ہوا کہ عام مجمع میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ
معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور نہیں ہے اور کس کو منظور نہیں ہے اور اسی ہی لیے آپ نے یہ معاملہ عرفاء قوم
کے حوالہ کیا۔ اگر آپ عالم جمیع ماکان و مایکون ہوتے تو لا محالہ آپ کو ان تمام لوگوں کے قلبی میلانات کا
علم ہوتا اور آپ یہ نہ فرماتے کہ انی لا ادری الخ (میں نہیں جانتا) اور ہم پہلے تاج العروس وغیرہ کتب
سے یہ ثابت کر آتے ہیں کہ روایت اور علم متحد المعنی ہیں، اور ایک قول کے لحاظ سے روایت خاص اور علم عام
ہے اگر آپ حضرات صحابہ کرام کے دلائل کی بات نہیں چاہتے تھے تو غائبین کے شمار کیسے جانتے ہیں؟ یہ روایت
بھی ظم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی رمضان شمسہ کے بعد کی،
دیکھتے فریق غماص کیا جواب ارشاد فرماتا ہے۔

حضرت خالد بن الولید (المتوفی ۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی
چھٹی حدیث | اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (المتوفی ۱۶ھ)
(جو حضرت خالد کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرہ میں داخل ہوا تو اُس وقت ان کے پاس بیٹھی ہوئی گودہ

(غضب) رکھی ہوئی تھی۔ جس کو ان کی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں۔
تو حضرت میمونہؓ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے
اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے جب تک کہ آپ کو
یہ نہ بتلا دیا جاتا کہ یہ کھانا کیا اور کیسا ہے، تو جو حضرات ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے
فرمایا کہ :-

اخبرون رسول الله صلى الله عليه وسلم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے؟
بما قد متن له قلن هو الضب يا رسول الله حضرت انعامؓ نے فرمایا کہ حضرت یہ گوہ ہے۔ آپ نے
فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم يد یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا (اور گوہ نہیں کھائی اور
الحديث ویکملی ج ۲ ص ۸۳ وسلم ج ۲ ص ۱۵۱ واللفظہ) حضرت خالدؓ نے وہ خوب مزے سے کھائی۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب کئی اور جمیع ماکان و ما
یکون کا علم محیط حاصل نہ تھا۔ ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے تو گوہ پیش کی گئی ہے
اور آپ ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ازواج مطہرات
کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہے اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی
مطلقاً ضرورت ہی نہ پیش آتی۔ اخبرون رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قد متن له کہ آپ کو
اس کی اطلاع دے دو کہ یہ کیا ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی محفوظ خاطر ہے کہ حضرت
میمونہؓ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف ذوالنعمہ سکتہ میں عمرہ القضاء کے موقع
پر مسرت کے مقام پر حاصل ہوا تھا جو ان کا مدفن بھی ہے دیکھئے مستدک ج ۴ ص ۲۷ وغیرہ میں سکتہ کی تصریح
موجود ہے) اور حضرت خالد بن الولیدؓ کا مشرف باسلام ہونا بھی اس کے بعد کا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری -

حصہ ۲۳ ص ۲۱۹ وغیرہ) اور حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-
وانه كان لا يعلم من اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
الغیبات الا ما علمه الله تعالى۔ علیہ وسلم کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی
(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۹) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

ایک گروہ پیش کش کی گئی تو آپ نے اس کے کھلنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ :-

لا ادری لعلہ من المتروک التي مسخت
مجھے معلوم نہیں کہ شاید یہ اُن امتوں میں سے ہو
(مسلم ۲ ص ۱۵۱ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور حضرت ابو سعید بن الخدی رذی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی اور بدو نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ میں ایک ایسے نشیبی جنگل میں رہتا ہوں جہاں گروہیں بکثرت ہیں اور ہمارے یہاں کے لوگ عموماً ان کو کھاتے ہیں۔ فرمائیے میں کیا کر دوں؟ آپ خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے حاضرین کی تلقین سے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ :-

یا اعدائی ان الله عز وجل لعن او غضب
لے اعدائی بنی اسرائیل کے ایک خاندان پر خدا تعالیٰ کا غضب
علی سبط من بنی اسرائیل فسنحهم دوا
اور اس کی پھٹکار ہوئی اور ان کو مسخ کر کے زمین پر بیگنے
یدبلون فی الامراض فذا ادری لعل هذا منها
و اے جانور بنا دیا گیا جو زمین پر بیگنے ہیں سو مجھے معلوم نہیں
الحديث (مسلم ۲ ص ۱۵۲ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت ثابت بن یزید الانصاری (المتوفی ۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غزوہ میں بھٹی ہوئی گروہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کش کی تو آپ نے ان کو تماثل نہ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ :-
ان امة من بنی اسرائیل مسخت دواب
بنی اسرائیل کی ایک اُمت کو زمین پر پلٹنے والے جانوروں
فی الارض والی لا ادری ائی الدواب هی۔
کی صورت میں مسخ کر دیا گیا تھا اور مجھے معلوم
نہیں کہ وہ کون سے جانور ہیں؟ (لہذا میں اس
ابن ماجہ ص ۲۹ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور حضرت حذیفہ رذی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-
امة مسخت قال واكبر على انه قال
ایک اُمت مسخ کر دی گئی تھی۔ میری نزادہ دانست کے مطابق
ما ادری ما فعلت قال وما ادری لعل
آپ نے فرمایا کہ اس کا پیش کیا ہو اور مجھے علم نہیں کہ شاید یہ گروہ
هذا منها (مسند احمد ج ۵ و کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

اور محمد کبیر طبرانی میں حضرت جابر بن عمرو رذی اللہ عنہ (المتوفی ۵۴ھ) اور حضرت عمر بن عبد بن (المتوفی ۵۱ھ)
سے بھی قریب قریب یہی مضمون مروی ہے۔ (دیکھئے کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ غزوہ ینبوع میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو ہم نے شکار میں بہت سی گویاں حاصل کیں۔ لوگوں نے بھی ان کو بھوننا اور میں نے بھی بھونا۔ پھر میں نے گوہ لاکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی۔

فأخذ هوذا فجعل يعد أصابعه فقال ان
أمة من الأمم مسخت دواب فلا
أدري أي أمة فلم يأكل الحديث
دکنز العمال ج ۸ ص ۵۱ رواه ابن جریر والبرقانی ج ۲ ص ۱۷۰ و
ابن ماجه ص ۲۴۷ عن ثابت بن یزید

تو آپ نے ایک کڑی لی اور اس سے گوہ کی انگلیاں
شمار کرنے لگے۔ پھر فرمایا کہ اگلی امتوں میں سے ایک
امت کو مسخ کر کے زمین پر ریگنے والے جانور بنادیا
گیا تھا سو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سی مخلوق ہے اور
آپ نے وہ نہ کھائی۔

اس روایت میں فلا آدمی کے صریح جملے کے علاوہ آپ کا کڑی لے کر اس سے گوہ کی انگلیوں کو
شمار کرنا بھی، جمع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کی واضح گواہی ہے کیونکہ عالم ماکان و مایکون کبھی اس طرح
غور سے کسی جانور کی انگلیاں نہیں شمار کیا کرتا یہ مضمون جو متعدد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (جیسا کہ
آپ نے ملاحظہ کیا) صاف طور پر آپ کے علم کلی اور جمع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کر رہا ہے اور یہ بات بھی
قابل لحاظ ہے کہ ان میں بیشتر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انصار مدینہ میں سے ہیں یا آپ کے مدینہ طیبہ میں جانے کے
بعد مسلمان ہوئے ہیں (جیسے حضرت خالد بن الولید وغیرہ) اور یہ مختلف واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں
کیونکہ مکہ مکرمہ میں گمراہ نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ گوہ :-

لَمْ يَحْنِ بَارِضٌ قَوْمِي فَاجِدَنِي إِعَافَةً
میری قوم کی سرزمین میں نہ ہوتی تھی لہذا مجھے اس سے
در بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ و مسلم ج ۲ ص ۱۵۱

کر اہت محسوس ہوتی ہے۔

یہ سب واقعات ہیں اور قیامت سے قبل کے ہیں اور معراج شریف کے بعد کے ہیں اور لطف یہ ہے
کہ علت و حرمت اور احکام سے متعلق ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا آدمی الخ فرما کر اپنے
علم کی نفی فرما رہے ہیں۔ دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں :-

عجب نہیں کہ بدلے اُسے نگاہ تری
بلا رہی ہے اُسے ممکنات کی دنیا

ساتویں حدیث | حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں) جب جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام عرفات سے بٹے سکون اور وقار سے واپس ہوئے تو وداعی عمرت میں آپؐ سواری کو تیز کر دیا اور حضرت صحابہ کرامؓ کو حج نرات کی رمی کرنے کا طریقہ بتایا اور ان کو سلیقہ اور وقار سے چلنے کا حکم فرمایا اور نیز فرمایا کہ :-

لَتُخَذَ اَمْبِیُّ مَنْكُهَا فَاَنْی لَا ادری لعلی لَا
المقام بعد عامہم ہذا -
(رواہ احمد فی مسندہ ج ۳ ص ۲۳۲ بسند صحیح)
اس سال کے بعد طاعات نہ کر سکوں۔

اور حضرت جابرؓ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ :-
لعلی لَا اراکم بعد عامی ہذا (رواہ الترمذی ،
جامعہ اشفاق حدیث حسن صحیح والمشکوۃ ج ۱ ص ۲۳۲)
نہ دیکھ سکوں۔
اور مسند دارمی ص ۱۱۱ کی روایت میں ہے کہ :-

واللہ لَا ادری لعلی لَا اراکم
(الحدیث)
آپؐ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس
کے بعد پھر تم سے نہ مل سکوں۔

اور عرفات سے اس کی روانگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تقریباً تین ماہ زندہ رہے
ہیں۔ جب جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں اور لَا ادری
اس کی دلیل ہے تو دوسروں کی وفات کا علم کئی کیسے حاصل ہوگا؟ اور جب آپؐ اپنے حضرات صحابہ کرامؓ
سے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اود
کہاں سے دیکھ سکتے ہیں؟ یہ صحیح روایت علم کئی اور حاضر و ناظر کی فنی کی واضح دلیل ہے۔

آٹھویں حدیث | حضرت ابوہریرہؓ (جو کچھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے) روایت کرتے
ہیں کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

انی لَا اقلب الی اہلی فاجد التمرۃ ساقطۃ
علی فراشی فارفعھا لَا اکلھا ثم اغشی ان
تکون صدقۃ فالقیھا۔
ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کچھ پڑی
ہوتی پاتا ہوں اور اس کو کھالے کے ارادہ سے اٹھا لیتا
ہوں، پھر میں یہ غلو محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہوتی

بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ و کنز العمال ج ۳ ص ۲۸۵) میں اس کو کھڑ دیتا ہوں اور نہیں کھاتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:-

مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ فی الطریق فقال لولہ انی اخاف ان تكون من الصدقة لا کلتھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ و مسلم ج ۱ ص ۲۹۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۱ و قال متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپؐ نے کھجور کا ایک دانہ دیکھا اور آپؐ نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی کھجور ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

انی لاری التمرۃ فما یمنعنی من اکلھا الا مخافة ان تكون من تمر الصدقة۔ (طیالسی ص ۲۶۶ و کنز العمال ج ۲ ص ۳۲۸)

میں کھجور کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے کھانے سے اور کوئی چیز نہیں منع کرتی مگر صرف یہ خوف کہ وہ کیس زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تضرعوا لیلۃ فقیل لہ ما اسمرک قال انی وجدت تمرۃ ساقطۃ فاکلتھا ثم تذکرت تمرا حان عندنا من تمر الصدقة فلا ادری امن ذلک کانت التمرۃ او من تمر اهلی فذلک اسهرنی (مسندک ج ۲ ص ۲۰۰ - قال الحاكم والذہبی معجم)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی آپؐ اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپؐ کو کیوں بے قراری میں نیند نہیں آ رہی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان وما یحکم کا علم حاصل نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپؐ کو ہرگز کوئی تردد نہ ہوتا اور نہ آپؐ اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ حاضر و ناظر بھی نہ تھے ورنہ آپؐ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کھجور تو میرے دیکھتے دیکھتے وہاں شخص سے فلاں وقت گری ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کی تاویل بے جا | مولوی محمد عمر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ :-

» نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے علی ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے القار کا سبق سمجھایا۔ و ط بی جس کو آپ کی بے علی سمجھ بیٹھا ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیا ہے کہ ایک کھجور بھی اگر نقطہ پڑی ہو اور تھارا دل بھی چاہے تو کھلنے سے پرہیز کرو کیونکہ تم نے میری سنت پر عمل کرنا ہے « (بلغتہ مقیاس خفیت ص ۵۶)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ دعوئے محض دفع الوقتی اور سرسر مردوس ہے کیونکہ ان مذکورہ صحیح روایات میں مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اسی بات کا تردد تھا کہ مبادا یہ کھجور صدقہ اور زکوٰۃ کی ہو جو میرے (اور میری اہل کے) لیے حلال نہیں ہے اور مستدک کی روایت میں تو صاف طود پر فلاذی کا جملہ اس مردود تاویل کی بیخ کنی کے لیے کافی ہے۔ باقی القار کا یہ مفروض بہانہ بھی بیکار ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے نمونہ عمل تھے اور امت کو آپ کی پیروی ضروری ہے مگر جو چیز آپ نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ صرف اس افتادہ کھجور کے بارے میں لاطلی ہے۔ باقی امور سب ضمنی ہیں۔

نویں حدیث | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ :-

لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الحندق وضع السلاح واعتل اتاکہ جبرائیل فقال قد وضعت السلاح وبالله ما وضعتا اخرج الیہم قال فالی این ؟ قال ههنا و اشار الی بنی قریظۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم (بخاری ج ۲ ص ۵۹ و مسلم ج ۲ ص ۹۵)

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت آئے اور انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک نہیں اتارے اور اصران کی طرف چلنے آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بتو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اصران چنانچہ آپ (دیکھ کر کے ساتھ) اصران تشریف لے گئے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کدھر

خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے، اور نہ تو آپ ہتھیار اُتارتے اور نہ حضرت جبریل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ خالی این؟ یعنی اب ہمیں کوہر کو جانا ہے؟ اور جب آپ بمع اسلامی فوج کے بنو قریظہ تشریف لے گئے اور محاصرہ کے بعد ان کو گرفتار کیا تو بحکم الملک ان کے بارہ میں تورات ہی کا حکم نافذ کیا گیا کہ ستر ہزار اونچوں کو گرفتار کیا جائے اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت علیؓ القریظیؓ بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحالت اسیری بنی قریظہ کی شکست کے دن :-

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔
تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میرے بارے میں ترو کیا کہ کیا
میں بالغ ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے حکم دیا کہ وہ میرے زیر نفاذ بال دیکھ کر فیصلہ کریں۔ چنانچہ
جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر نفاذ بال نہیں اُگے
تھے لہذا مجھے نابالغ سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا اور
ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ میں نے زیر نفاذ
بالوں پر اُسترا (بال نہ اُگنے کی وجہ سے) نہیں پھیرا تھا۔ تو انہوں
نے مجھے قتل نہ کیا۔

عَرَضْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ قَرْيَظَةَ فَشَكَوْتُ إِلَيْهِ قَامِرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَيَّ هَلْ ابْتَدَأْتُ
فَنَظَرُوا إِلَيَّ فَحَدَّثُوا بِحَدَّثِي ابْتَدَأْتُ فَنَظَرُوا إِلَيَّ
وَالْحَقُّ بِالْبَنِيِّ فِي رِوَايَةٍ
فَلَمْ يَمُرُوا الْمَرْسِي حَبْرَتَ عَلَى شَعْرَةٍ يَعْنِي عَائِثَةَ
فَتَرَكُوا مِنْ الْقَتْلِ.

(مسند رک ۲ ص ۱۶۳ - قال الحاكم)

والذمعي صحيح على شرطهما)

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر ایک کے بارے
میں حاضر و ناظر ہوتے تو اس کا رد وائی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اگر علم ہوتا تو جیسا کہ
خود کابل ولی تھے تو ان کو اشد مجبوری کے بغیر زیر نفاذ بال دیکھ کر ان کے — بالغ یا نابالغ ہونے پر استدلال
کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ روایت بھی آپ کے علم کلّی اور مضموم عقیدہ حاضر و ناظر کی تحدید کی ناقابل جواب دلیل
ہے۔ البتہ نہ ملنے والوں کے لیے یہ محاورہ کافی ہے کہ خورے بدرابانہ ملے بس یا رہے :-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سترہ میں خیبر فتح کیا تو اس میں دیگر سامان
غنیمت کے علاوہ بہت سے غلام اور لونڈیاں بھی ہاتھ آئیں۔ جب جنگی اور شرعی
قانون کے تحت ان کی تقسیم کی باری آئی تو حضرت وحید بن غنیمہ الکلبی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

وسوئل حدیث

میں حاضر ہو کر فرمایا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت کر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا کر ایک باندی انتخاب کر لو۔ چنانچہ انہوں نے گرفتار شدہ عورتوں میں سے حضرت صفیہ بنت حبیبی (المتوفیۃ ۳۸ھ) کو چن لیا۔ اتنے میں ایک اور صحابی تشریف لائے، اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا نبی اللہ! اعطیت حبیۃ صفیۃ بنت حبیبی اور بنو الغنیم کی سردار ہے، وحیدہ دہیہ معمولی سی ہے سیدۃ قریظۃ والنضیر لہ تفصلح الدلائل قال ادعوا بہا فہلم بہا فلما نظر الیہا التبتی صلی اللہ علیہ وسلم قال فخذ جارية من السبی غیرہا قال فاعتقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونز وجہا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۹۹ و مسلم ج ۱ ص ۵۹۹)

یہ تو آپ کی شان کے لائق ہے آپ نے فرمایا کہ بلاؤ اس کو، آپ نے ملاحظہ کیا تو حضرت وحیدہ سے فرمایا کہ توقیر یوں میں سے کوئی اور لونڈی اس کے عوض میں لے لے۔ آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملے یا علم جمیع ممالک و مایکون حاصل ہوتا تو آپ اس صحابی کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہ، حضرت وحیدہ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے یہ جان لیتے کہ وحیدہ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو انتخاب کر لے گا، جس سے خود صفیہ کی اور اس کے خاندان کی دل نشینی ہوگی۔ کیونکہ یہ عورت وحیدہ جیسے ایک معمولی سپاہی کے مناسب حال نہیں ہے۔ اور جو رائے آپ نے بعد کو اختیار فرمائی وہی پہلے اختیار فرمائی لیتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو مرحبؓ اس کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے۔ دارمی ص ۱۷۰ و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۹۲) کہ اس میں زہر ہے۔ اور اگرچہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں اس کا ناپاک اللہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن برادر بن معرور جابر بنہ ہو سکے (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۴ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ مشکوٰۃ و ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۴ اور دارمی ص ۱۷۰ و مترجم ادو ص ۲ کی روایت میں ہے کہ:-

فتوفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاة الخ
 (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴) واللفظ لہ
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرام
 جنہوں نے وہ زہر الود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔

مشکوٰۃ کی روایت میں لفظ بعض نہیں ہے اور ابو داؤد و دارمی کی روایت میں بعض صحابہ کے الفاظ ہیں
 اس روایت میں بعض سے ایک صحابی بھی مراد ہو تب بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا ورنہ آپ ایک صحابی کو بھی نہ مرنے دیتے اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 پر آپ کے مرض وفات میں جب اس زہر کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ
 سے فرمایا کہ :-

یا عائشة رض ما اذال احد البهائم الطعام
 الذی اكلت بخیر و هذا اذان وجدت
 القطع البهري من ذلك السم
 (بخاری ج ۲ ص ۶۲)
 اے عائشہ رض! میں نے خبر میں جب سے بکری کا زہر الود
 گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف میں برابر
 محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے
 کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم :-

كان لا يأكل من هدية حتى يأمر
 صاحبها ان يأكل منها للشاة التي اهدت
 له (رواہ الطبرانی فی الکبیر والبرار - اسناد صحیح)
 (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵)
 تحفہ امدادیہ کا کھانا نہیں تناول فرمایا کرتے تھے جب
 تک کہ صاحب ہدیہ کو اس کے کھانے کا حکم نہ فرماتے
 چونکہ آپ کو بکری کا زہر الود گوشت کھلایا گیا تھا اس
 لیے آپ اس کے بعد یہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عزیزیؒ (المتوفی ۸۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

فاكلوا منها فمات بعض صحبه وصار
 المصطفى صلى الله عليه وسلم
 يعاوده الاذى حتى توفي -
 (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵)
 اس بکری کا گوشت چند حضرات صحابہ کرام نے کھیا جس
 کی وجہ سے آپ کے بعض حضرت صحابہ کرام کی وفات واقع ہو گئی
 اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے وقت تک بار بار

اس زہر کا دورہ پڑتا رہا اور آپ کو تکلیف پہنچتی رہی۔
 اور حضرت اُمّ مبشرؓ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت! آپ پر اس دفعہ بیماری میں ٹہری

تکلیف ہے اور میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن برادر بن معرود فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ :-

وانا لا اقعہم غیرہا ہذا اور ان القطاع
ابہری (مسندک ج ۲ ص ۲۱۹) قال الحاکم
والذہبی علی شرطہما) میں بھی اس کے بغیر اس کا کوئی اور ظاہری سبب
نہیں سمجھتا اور اس وقت تو میری رگ ہال کئی سی معلوم
ہو رہی ہے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو
یہ المنک اور افسوسناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور آپ کو پہلے ہی سے اس بیہودہ کی یہ ناشائستہ حرکت معلوم
ہو جاتی اور بعض گناہ صحابی شہید نہ ہوتے اور نہ آپ کو یہ تکلیف ہوتی کیا فریق مخالف کے نزدیک
قصدا و ارادۃ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زہر آلود گوشت کھایا اور محمد اصحابہ کرامؓ کو کھلایا؟
جس کے نتیجے میں بعض کو وفات ہو گئی۔ ہمارا ایمان اور عقیدت تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتی۔

مفتی احمد یار خان صاحب کا جواب

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

” اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر
بجکم النی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی ہے کہ ہم اسے کھالیں
ناکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی و رضا
تھے “ (انتہی بلغہ جاد الحق ص ۱۲۷ و ۱۲۸)

سبحان اللہ تعالیٰ یہ ہے فریق مخالف کے مفتی کا جواب۔ مفتی صاحب واجب جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے تو آپ نے عمدۃ گوشت کیوں
کھایا؟ اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کیوں کھانے دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ :-

ومن تحتی سماً فقتل نفسه فسمہ فی
یدہ ینحسہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا
ابدًا (بخاری ج ۲ ص ۲۱۷ و ۲۱۸) اور جس نے زہر پیا اور خود کشی کر لی تو زہر اس کے
ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ اور
ابد الا باذیک وہ زہر پیتا ہے گا۔

یہ مسئلہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے کہ کیا یہ ارشاد متحمل کے لیے ہے یا غلو سے مکث طویل مراد ہے یا ایسے مجرم کی سزا یہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو یہ سزا دی نہ جائے (دیکھئے نووی ج ۱ ص ۳۷ وغیرہ) اس حدیث کے پیش نظر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقول مفتی احمد یار خاں صاحب علم ہوتے ہوتے زہر آلود گوشت کھایا اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کھلایا؟ یہ جو بڑا بات ہے کہ آپؐ پر سکا قوی اثر کچھ نہ ہوا مگر آپؐ نے (العیاذ باللہ تعالیٰ) الدواہ بانجیث کے حکم کو توڑا جو بڑے خود گناہ ہے اور اس کی دوزخ میں غلو کی وعید بطور تشدید آتی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) علاوہ ازیں آپؐ پر بھی اثر کیوں نہ ہوا جب کہ اس زہر کے کھانے کے بعد تین سال تک آپؐ اس کا الم اور درد محسوس فرماتے رہے جیسا کہ روایت میں تصریح گند چچی ہے اور وفات کے وقت تو آپؐ کو رگ جان کٹتی سی نظر آتی تھی۔ کیا مفتی صاحب یہ اثر نہیں ہے؟ آپؐ نے کس ساگ یا خداع سے یہ لکھ دیا ہے کہ ”زہر ہم پر حکم الہی اثر نہ کرے گا۔“ پھر مفتی صاحب ارزوتے افتاد یہ فرمائیں کہ حضرت بشر بن براد بن معروف اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے چند نفوس کو جو شہادت کی اس وفات سے ہلکا رہا ہوا پڑا۔ اس کا اثر کہاں سے آیا تھا؟ اور کیا عمداً کسی کو اس طرح زہر خورانی جائز اور درست ہے؟ باقی رہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور راضی برضا ہونا تو وہ اپنے مقام پر خن اور درست ہے اس کا کون منکر ہے؟ مگر اصل حدیث کا جواب نہ تو مفتی صاحب نے دے سکے اور نہ ان کی جماعت کی طرف سے آج تک دیا جاسکا ہے اور نہ تاقیامت دیا جاسکتا ہے۔ شوق سے طبع انسانی کر لیں۔

کر جائیں گی کام اُن کی منوں سا رنگا ہیں
دنیائے سکوں زیر و زبر ہو کے ہے گی

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید بن الخدریؓ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت

بارھویں حدیث

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص (ابن جعدی الانصاری رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ۲ ص ۲۶ کو خیر کا عامل بنا کر بھیجا تو اُس نے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور تحفہ عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ فرمایا کہ:-

اَکُلْ تَمْرَ خَيْرٍ هَكَذَا قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا
رسول الله انالناخذ الصاع من هذا
کیا خیر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟
عامل نے کہا: نہیں، حضرت! بخدا ہم تو دو اور تین

بالصاعين والصاعين بالثلاثه فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل بع الجمع
بالدراهم ثم اجمع بالدرهم جنباً۔
(بخاری ج ۱ ص ۲۹۳ و مسلم ۲ ص ۱۶۱)

صاع ردی قسم کی کھجوروں کے عوض میں ان کا ایک یا دو
صاع خریدتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو،
تم ردی کھجوروں کو رقم کے عوض میں فروخت کر دیا کرو
پھر رقم کے بدلہ میں یہ کھجوریں لے لیا کرو۔

ایک صاع موجودہ انگریزی سیر کے لحاظ سے ساٹھ سے تین سیر کا ہوتا ہے۔ چونکہ حرمت سود پر کوئی
زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا اس لیے اس عامل کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ (ردی شرح مسلم ج ۲
ص ۱۶۱ وغیرہ) اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کلی علم غیب یا جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل
ہوتا اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریقِ مخالفت کا غلط دعویٰ ہے تو آپ کو خبر کے علاقہ کی کھجوروں
کا ضرر علم ہوتا کیونکہ بقول فریقِ مخالفت آپ کو ذرہ ذرہ اور درخت کے ایک ایک پتہ کا علم ہے۔ پھر صلا
آپ کو کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوتیں؟ اور خبرِ مدینہ طیبہ سے صرف دو سو میل
فدہ ہے۔

ضروری انتباہ فریقِ مخالفت کا یہ ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات
میں جہاں جہاں بھی یہ آئے ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض
بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ
بعض مصلح کی بنا پر ایسے سوالات کر لیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
سوال کیا تھا کہ:-

مَا تِلْكَ بِمِثْلِكَ يَا مُوسَىٰ ۖ اَتِيرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کو علم نہیں تھا وہ علیٰ ہذا القیاس۔
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوالات کا حال بھی سمجھو۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ موسیٰ
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا مَا تِلْكَ بِمِثْلِكَ يَا مُوسَىٰ ۖ اَتِيرے ہاتھ میں لے موسیٰ علیہ السلام
کیا ہے؟ (حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں عصا لے کھڑے تھے، کیا اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا اس کے عدم علم پر
دلائل کرتا ہے؟) (ملفوظہ مقیاسِ حقیقت ص ۱۶۷) ہم نے فریقِ مخالفت کا جواب اور اس کے ضرور مقدمات
عرض کر دیے ہیں۔ کیونکہ سہ

مری ضد سے ہوا ہے مہرباں دوست مرے احباب ہیں دشمن پر ہزاروں
جواب فریق مخالفت کا یہ مترعوم خیال بھی سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولا اس لیے کہ
 اللہ تعالیٰ کے عَلَیْہِ سَلَامٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلَیْہِ سَلَامٌ ہونے کے بارے
 میں کسی کو شک اور شبہ ہی نہیں ہے اس لیے جناب باری تعالیٰ عزوجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت
 ہی پر مبنی ہوگا، بخلاف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء عظامہ وغیرہ مخلوق کا سوال
 کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں ہے الا یہ کہ کوئی قطعی
 اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے صرف
 اس سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر عمل کیا جائے گا۔ غرضیکہ مخلوق کا خالق پر اور حادث کا قديم پر اور
 غیر عالم الغیب ہستیوں کا باری تعالیٰ پر قیاس کرنا جہن کا علم بقول خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام دریا کا قطرہ ہو۔
 بخاری ج ۲ ص ۶۹ دستدرج ۲ ص ۶۹ - قال الحاكم والذهبی علی شرطہما (کتنا صرح ظلم ہے
 وثانیاً بلا شک شرعی احکام اور امور دین کے بارے میں بعض مصالح کے تحت جب آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رض سے سوال کیا تو حضرات صحابہ کرام نے بعض مقامات پر فرمایا
 کہ اللہ ورسولہ اعلم جیسا کہ حجۃ الوداع وغیرہ میں ایسا ہوا تھا۔ اور معرفت النبی میں تو آپ کا مقام
 بہت ہی اونچا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ فواللہ لانا اعلمہم باللہ الحدیث (مسلم ۲ ص ۶۹ واللفظ لہ
 و بخاری ج ۱ ص ۶) بخدا میں معرفت خداوندی میں ان سب سے بڑھا ہوا ہوں، مگر جب دنیاوی معاملات کا
 سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامور دنیا کہ کسی ایک صحیح روایت سے
 یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے غیر شرعی امر کے بارے میں سوال فرمایا تو آپ اس کو خوب جانتے تھے،
 بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے متعلق اس کا متعدد احادیث سے ثبوت ملتا ہے مثلاً
 حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
 فرشتے پند و نصیحت اور ذکر و تدریس کی مجال سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس انانوں کی
 ڈائری پیش کرتے ہیں تو:-

فیسألہم اللہ عزوجل وھو اعلم بہم الخ واللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان
 (مسلم ج ۲ ص ۶۹ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹)
 (انانوں کے حالات) کو خوب جانتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میلان عشرین گنگاروں کے ایک گروہ سے جو اپنی پیٹھ پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

فیقال اللہ عنہم وہو اعلیٰ جہم الحدیث سوال فرمائے گا حالانکہ وہ ان کو بخوبی جانتا ہوگا۔
(مسند کرمہ امہ قاتل الحاکم والذہبی علی شرطہما)

اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فسق و فجور سے جب انسانوں کی ڈائری پوچھتا ہے۔

فیقول تبارک وتعالیٰ وہو اعلیٰ من این جبکہ الحدیث (طیلسی ۳۹)

اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں کہ جناب باری تعالیٰ نے سوال کیا حالانکہ وہ ان کو اعدان کے حالات کو بخوبی جانتا ہے۔ کیا فریق مخالف عزت کر کے یہ بتا سکتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کی صحبت اور بیماری یا موت اور حیات یا کسی اور حال کے بارے میں دریافت فرمایا ہو اور اس کا ذکر ہو کہ وہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ۔ (حالانکہ آپ خوب اور بہتر جانتے تھے) اگر ایسے ہی تو کوئی امور اور حالات کے متعلق کوئی صحیح روایت ہے تو فہم ورنہ ایسی خود ساختہ اور مصنوعی ترجیحات کو کون سنتا ہے؟

وثالثاً کتب اہادیث میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض دفعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی چیز کے بارے میں سوال فرمایا اور اس وقت تک آپ کو حقیقت حال معلوم نہ تھی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جواب دینے کے بعد آپ پر حقیقت منکشف ہوئی اور آپ کو اس کا علم ہوا۔ چنانچہ حضرت یزید بن ثابت (المتنی ۱۳) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دفعہ چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میں باہر نکلے تو۔

فرأی قبراً حیداً اقل ما هذا قالوا هذه مولاہ آپ نے ایک نئی قبر دیکھی۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا بنی فلان ففرزها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کہ یہ قبر کس کی ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا رضائی ج ۲۲۱ والقطرہ وابن ماجہ ص ۳۱ ومنہما ج ۲ ص ۲۸۸ کہ یہ فلان خاندان کی لڑکی کی قبر ہے۔ ان کے بتلانے

سنن الکبریٰ ۴۲ ص ۱۶ طحاوی ۱۶ ص ۲۹۵) پر آپ نے اس کو پہچان لیا۔

مولوی محمد عمر صاحب فخر فہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شہادہ سمجھ کر معصوم کر گئے ہیں اور سیخ پا اور آگ بجولا ہو کر لکھتے ہیں کہ تم نے تو نعمانی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے، آپ کا بلفظ کے پہلے جنازے میں تشریف نہ لانا آپ کے عدم علم پر دال نہیں بلکہ آپ کے مختار کل ہونے پر دال ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے دوبارہ جنازہ پڑھ لینا ہے الخ (مقیاس ص ۵۵) یہ ہے عمری جواب، سبحان اللہ کیا فریقِ مخالف یہ بنا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلان چیز کے متعلق سوال کیا، اور عجیب کے جواب کے بعد فخر اللہ تعالیٰ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہچان لیا۔ اگر فریقِ مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون کی پیش کرے، دیدہ باید۔ وائی نہمہ النّٰوئشُ مِنْ مَّكٰنٍ لَّيْسَ بِكَ بِمُؤْمِنٍ لِّمُؤْمِنٍ سے پیغمبروں کا علم غیب ثابت کرنے والا، ذرا ہمت تو کرو، کچھ تو لب کثی کرو۔

مٹیاد کی نگاہ اُسی دن سے سچر پہ تھی جس دن کہ آشیاں میں تجھے بال و پر ملے
تیرھویں حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

انی لا ادری ما قدر لبقائی فیکہ فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وصخرہ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۲۸۵) منہ ج ۲ ص ۲۸۵
میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا اس لیے میں تمہیں اپنے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک دنیا میں زندہ رہوں گا اور جب آپ کو اپنی زندگی اور وفات کا علم نہیں تو اور کس کی موت و حیات کا علم ہوگا؟ اگر آپ جمیع ماکان و مایحون کا علم رکھتے تو ضرور آپ کو اس کا علم ہوتا۔ اس روایت سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک معتبر اور معتمد ہونے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے کا ثبوت بھی واضح ہو گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر کی فضیلتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟ مگر یہ

گر نہ ہیند بروز شہر و چشم چشم آفتاب را سپہ گاہ؟
 حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پیشاب
 کیا اور پھر تیمم کر لیا (یا آپ کا معمول ہی اکثر یہی رہا) کان پھر یقیناً المداۃ الحدیث میں نے عرض کیا حضرت
 پانی تو آپ کے بالکل قریب ہے، آپ نے تیمم فرمایا ہے؟ تو آپ نے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:-
 ما یدرینی لعلی لا ابلعہ۔ (رواہ فی شرح السنۃ و بحجۃ کیا معلوم ہے شاید کہ میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔
 ابن الجوزی فی کتاب الوضوء مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵) (اور اس سے قبل ہی وفات ہو جائے۔)

یعنی میں نے تیمم اس لیے کر لیا ہے کہ جتنا وقت بھی گزرے وہ طہارت ہی میں گزرے، اور میرے
 پاس کیا سند موجود ہے کہ میں زندہ رہوں گا اور پانی تک بھی پہنچ جاؤں گا؟

پھر دھوئیں حدیث

جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْفُوا أَعْصَا تَكْفُرُوا
 فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هُمْ لَا يُفْقَهُوْنَ اَلَمْ يَلْعَنُوا
 كَافِرًا بَفَضْلِكَ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ
 وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۲﴾ (الحجرات: ۱)
 اے لوگو جو ایمان لائے ہو موت اونچی کرو اپنی آوازیں بنی
 کی آواز پر لاد نہ لولو ان کے سامنے اونچی آواز سے جیسے کہ تم ایک
 دوسرے کے ساتھ جبر سے بولتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا عمل
 اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس (المتوفی ۱۲ھ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آنا
 ہی ترک کر دیا چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن
 قیس فقال رجل یا رسول اللہ انا اعلمک
 علمہ فلو ان فوجہ فی بیتہ منکأ رأسہ
 فقال لہ ما شانک؟ فقال شرکان میرفع صوتہ
 فوق صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فقد حبط عملہ فہو من اهل النار فانی الرجل
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحبر انہ قال کذلک
 جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس
 کو گم اور غائب پایا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت میں آپ
 کے لیے اُس کا حال دریافت کر آتا ہوں، وہ صحابی
 گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر
 میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اُنہوں نے ان سے
 دریافت کیا آپ کو کیا فکیر ہے؟ وہ بولے کہ معاملہ
 خراب ہے میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جاتی

کذا فقل موسى فجمع اليه المرة الاخيرة
 بشارته عظيمه فقال اذهب اليه فقتله
 انك لست من اهل النار ولكنك من
 اهل الجنة (بخاری ج ۲ ص ۵۸۷ وج ۱ ص ۵۸۷ واللفظ لا
 ووارد النّان ص ۵۶۷)
 رہی تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں اور میں تو
 روزِ محشر ہو گیا ہوں، وہ صحابی حضورؐ کے پاس گئے اور
 یہ باتیں آپؐ سے عرض کر دیں کہ ثابت رہ تو ایسا ادا کیا
 کہ تمہیں دوبارہ وہ بشارت عظیمہ لے کر گئے اور حضورؐ فرمایا
 جا کر اس کو کہو کہ تو روزِ محشر نہیں بلکہ عقیقہ ہے (مختصلاً)

اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ
 (لیکن حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول وفدِ بنی نضیم ہے جو ۳۳ھ میں دیگر وفد
 کے ساتھ آیا تھا اور حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات ۳۳ھ کو ہو چکی تھی تفسیر ابن کثیرؒ ج ۴ ص ۳۸۰ اور علامہ
 قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ تفسیر ابن منذرؒ میں اس کا نام سعد بن عبادہ المتوفی ۳۵ھ اور تفسیر ابن جریرؒ میں
 ان کا نام عامر بن عدی الجعلانی (المتوفی ۳۵ھ) آیا ہے۔ ارشاد الداری ص ۳۵۱ سے فرمایا کہ:-
 یا ابا عمرو ما شان ثابت اشتکی؟
 فقال سعد انه لجاری وما علمت له
 بشکوى فأتاه سعد بن فذکر له قول
 رسول الله صلى الله عليه وسلم (الحديث)
 (مسلم ج ۴ ص ۲۷۷، ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۷)
 ہے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ حضرت وہ میرے
 پڑوس میں رہتے ہیں اور میرے علم کے مطابق وہ بیمار
 نہیں ہیں چنانچہ حضرت سعدؓ ان کے پاس گئے
 اور آپ کا پیغام ذکر کیا۔

اور حضرت انسؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

وجلس في اهله حزينا فتفقده رسول الله
 صلى الله عليه وسلم فانطلق بعض القوم اليه فقالوا
 له تفقدك رسول الله صلى الله عليه وسلم ملك الله
 (مسند احمد ص ۳۳۷ و ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۷)
 حضرت ثابتؓ نہ اپنے گھر میں محموم ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرتؐ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا قوم میں سے بعض ان
 کے پاس گئے اور کہا کہ تجھے کیا ہے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھے مفقود پایا ہے الخ۔

عربی لغت میں فقد اور فقدان کے معنی نگاہ سے غائب اور اوجھل ہو جانا، گم ہو جانا اور نہ ملنا وغیرہ
 آتے ہیں چنانچہ علامہ مطرزی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و
 فقدت الشيء غاب عني وانا فاقد و

الشیء مفقود و تفقدته واقفدتہ ہے میں فاقہ ہوں اور وہ شے مفقود ہے اور تفقدتہ واقفدتہ
تطلبتہ واقفدتہ بمعنی فقدتہ

(مغرب ج ۲ ص ۱۸۱) بھی یہ ہے کہ میں نے اس کو نہ پایا۔

علامہ فیروز آبادیؒ اور امام محمد بن ابی بکر الرازیؒ کہتے ہیں کہ :-

و تفقدہ طلبہ عند غیبتہ کہ تفقدہ کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اس کو غائب

ہونے پر تلاش کیا۔ (القاموس ج ۳ ص ۳۳۳ وغار الصلح ص ۱۱۱)

اور علامہ زبیدی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-

افتقدہ و تفقدہ طلبہ عند غیبتہ

وفی حدیث عائشہ ؓ افتقدت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ ای لم اجدہ۔

(الناج العروس ج ۲ ص ۵۵۵)

اور علامہ البہار القرشیؒ کہتے ہیں کہ :-

فقدہ - فقد ان باضم والکسر گم کردن

..... افتقاد کذا تفقد گم شدہ راجستن

(مراج ص ۱۹۱)

فقد فتدان ضمہ اور کسر کے ساتھ گم کرنے کے معنی میں

آتا ہے..... اور یہی افتقاد کا مطلب ہے۔ اور تفقد کا

مطلب ہوتا ہے گم شدہ چیز کو تلاش کرنا۔

اور اسی مادہ سے فاقہ بصیرت اور مفقود الخیر وغیرہ کے محاورے نکلے ہیں۔ بعض اکابر ہندی حضرات

مفسرین کرامؒ نے تفقد کے معنی 'غبری' اور بعض نے 'حاضری لی' کے کہے ہیں جو اپنے مقام پر بجا ماورہ ہونے

کے ساتھ بالکل صحیح ہے مگر کیا کیا جائے کہ مولوی محمد عمر صاحب تحریک کرنے میں توفیق المثل اور اصل

بات کے نہ سمجھنے میں فاقہ فہم واقع ہوئے ہیں جو مفقود الخیر اس ہو کر کیا سے کیا کہہ اور لکھ دیتے ہیں چنانچہ

وہ لکھتے ہیں کہ :- چنانچہ تفقد الخیر کے معنی تمنا کا کہیں نے بھی اسی بنا پر دوہ بنا ان کے نزدیک

ہمہ کی غیر حاضری کی اطلاع دینا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی دلیل ہے مقیاس

ص ۱۸۱) گم ہونے کے نہیں کہتے :- الخ (مقیاس ص ۱۸۱)۔ رمز شناس اور نکتہ رس بھی دنیا میں کافی گزر چکے ہیں

اور اب بھی موجود ہیں مگر مولوی محمد عمر صاحب تو چیزے دیگر است۔ صحیح اور سیدھی بات کو محرف کر دینا

اُن کے بایں ہاتھ کا کر تیسے۔ ہمارا استدلال اس صحیح روایت سے بالکل واضح ہے کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس کے قتل کا یا ان کے بیمار پڑ جانے وغیرہ کا ہرگز خلاف واقعہ خیال آپ کے ذہن مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور حضرت صحابہ کرامؓ سے نہ تو پوچھنے کی فوجت آتی اور نہ تحقیق حال کے بعد آپ کو وہ آگاہ کرنا ہی ضروری اور مناسب سمجھتے اور یہ واقعہ ہے بقول حافظ ابن کثیرؒ کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ یہ واقعہ اس کی زندہ شہادت ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ:

فقد نبی اللہ عزوجل عن رفع الاصوات بحضرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد روينا عن امير المؤمنين عمن الخطاب رضى الله عنه انه سمع صوت رجلين في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم قد ارتفعت ثم جاء فقال اتدريان اين انتما؟ ثم قال من اين انتما؟ فقال من اهل الطائف فقال لو كنتما من اهل المدينة لا وجهكما ضربا وقال العلماء يكره رفع الصوت عند قبره صلى الله عليه وسلم كما كان يكره في حياته عليه الصلوة والسلام لان محترم حيلو في قبره صلى الله عليه وسلم دائما (ج ۴ ص ۲۸)

یہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں آوازیں بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہم نے حضرت عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے مسجد نبویؐ میں دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی آواز بلند کر رہے ہیں، حضرت عمرؓ ان کے پاس گئے اور فرمایا تم دونوں جانتے ہو کہ تم کس جگہ ہو؟ پھر فرمایا تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ بولے ہم طائف کے ہتھیار ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تمہاری خوب مرمت کرتا۔ علماء کہتے ہیں کہ جیسے حضورؐ کی زندگی میں آواز بلند کرنے کی مکر وہ تھی۔ اسی طرح آپ کی قبر کے پاس بھی مکر وہ ہے کیونکہ آپ زندگی میں بھی اور قبر مبارک میں بھی ہمیشہ قابلِ صدا احترام ہیں۔

جس روایت کا حوالہ حافظ ابن کثیرؒ نے دیا ہے، وہ بخاری ج ۱ ص ۶۷ اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷ وغیرہ میں مذکور ہے، افسوس اور صد افسوس اور حیف بالائے حیف فریقِ مخالفت پر کہ ایک طرف تو وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور دوسری طرف خصوصیت سے مسجدوں کے اندر چلا جلا کر اور گئے پھاڑ پھاڑ کر بلند آواز سے درود دیتے اور نعت خوانی (بلکہ قوالی) کرتے ہیں

اگر اہل بدعت کا عقیدہ واقعی دیانت پر مبنی ہے تو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے زعمِ باطل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم ہے، ورنہ اگر ایمان ہو بھی تو وہ اس صورت میں کافر ہو جاتے ہیں اور تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ کاشکس کہ اہل بدعت حضرات کو یہ شہد بھی حاصل ہو۔ حضرت ثابت بن قیس کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارت خطی بھی مل چکی تھی۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ :-

ولا ارفع صوتی ابداً علی صوت رسول اللہ میں کبھی بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ) کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کر مل گا۔

اور یہی ایک پختہ مسلمان اور سچے عاشق اور متقی کی علامت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی اور حاضری میں کبھی اپنی آواز بلند نہ کرے، نہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور نہ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک کے پاس جہاں آپ کا جسدِ اطہر موجود اور حاضر ہے اور آپ کی روح مبارک کا باوجود ملا اعلیٰ اور علیین میں ہونے کے آپ کے جسم مبارک سے ایسا اعلیٰ اور اکمل تعلق ہے جس سے بڑھ کر علم برزخ میں تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس جو شخص درود شریف پڑھتا ہے آپ نفسِ نقیص اس کو خود سننے اور جواب دینے میں مزید تحقیق کے لیے راقم کی مفصل کتاب لکھیں اور اجمالاً تبصریں، الواظظ طبع جدید کا مطالعہ کیجئے۔

نوٹ :- ذکرِ الجہار یا رفع الصوت فی المساجد کی بحث کا ہماری اس کتاب سے تعلق نہیں ہے۔ ہم نے اس پر بفضلہ تعالیٰ بالانزید علیہ بحث اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں اور اختصاراً الذہاب الواضح میں کر دی ہے۔ وہ ملاحظہ کر لی جائے۔ یہاں تو صرف نفی علم غیب کی بحث ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بادلائل ثابت ہو گئی ہے :-

حضرت سہیل بن سعد الساعسی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک پندرہویں حدیث ۱۵ شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور آپ اپنے سر مبارک کو گنگھی یا اس کی مانند کسی اور چیز سے بھلا رہے تھے فلما رآہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو قال لہو اعلہ انک تنظر فی لطمعت فی فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تجھے دیکھ رہا ہے تو میں ضرور

میںک و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الاذن من اجل البصر۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۱۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

فلانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہم یصلون لیسطعنہ۔

(بخاری ج ۲ ص ۲۱۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ والبدو لہ ج ۲ ص ۲۱۱)

آنکھ میں چوکا مارنا چاہتے تھے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من اطلع فی بیت قوم بغير اذنہم فقد
حل لہم ان یقتلوا عینہ۔

(البدو لہ ج ۲ ص ۲۱۱ و مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ واللفظ لہ)

کے لیے اس کی آنکھ کو پھوڑ دینا حلال اور جائز ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے، اپنے فرمایا کہ :- اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر
میں جھانکے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ دو تو ماکان علیک من حرج (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۵۵ و قال متفق علیہ) تم پر
اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔

اس مسئلہ میں علمائے اسلام کا کچھ اختلاف ہے کہ آیا انذار و تخریص کے بعد اس کی آنکھ پھوڑنی جائز
ہے؟ یا اس سے قبل بھی؟ حضرت امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ :-

فیہ وجہان لا مما بنا اھم صاحبواذا
نظاہر ہذا الحدیث۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱)

کے بھی اس کی آنکھ پھوڑنی جائز ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ تو پہلے اس شخص
کو دیکھا تھا اور نہ اس کے متعلق علم تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ جب آپ نے اس کو دیکھ لیا (فلما رآہ) تو نہایت
لطیف جیلہ اور تدبیر سے تاکہ اس شخص کو علم و شعور نہ ہو سکے؟ اس کی آنکھ پھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کی
آنکھ میں چوکا مارنے کے لیے اس کے پیچھے تشریف بھی لے گئے و مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور جان بچا لی۔ کمافی

روایۃ الترمذی ج ۲ ص ۹۵۔ فتقر الرجل۔ وقال حسن ميمح (اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ما کان وما یكون کا علم ہوتا یا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریق مخالف معی ہے تو اس روایت میں فلما راہ اور لواء عندک انتک تنظر فی الاما کے الفاظ کی سرے سے مطلقاً گنجائش ہی نہ ہوتی۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ وحی الہی کے علاوہ جن امور کی طرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ و التفات نہ ہو، وہ بات آپ کو معلوم نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو ایسی باتوں سے کچھ لگاؤ ہی تھا اور اس میں آپ کی کوئی تنقیص شان بھی نہیں اور لیسے امور کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ:-
انی فیما یدوح الی کا حدکہ (طہانی البیرواہن شہین من معنا) جن امور میں میری طرف وحی نازل نہیں ہوتی انہیں
بن جبر قال الشیخ حدیث ميمح۔ السراج المیزج ص ۲ ص ۵۵) میں بس تمہاری ہی طرح ہوں۔

یعنی جیسے بعض امور کا تمہیں علم نہیں ہو سکتا مجھے بھی نہیں ہوتا اور جیسے توجہ و التفات کے بغیر تمہیں کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی مجھے بھی معلوم نہیں ہوتی، اور جیسے تمہارے اجتہاد اور رائے میں غلطی اور خلاف واقعہ ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے مجھ سے بھی اجتہاد اور رائے میں لغزش واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ تاہمیر خیل وغیرہ کے واقعہ میں آیا ہوا تھا (راجع لہ العزیزی ج ۲ ص ۵۵) اس روایت سے ہمارا استدلال روز روشن کی طرح بالکل صاف اور واضح ہے۔

مولوی صاحب لواء عندک کو اظہار کے معنی میں لے کر اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ایک عجیب ہوائی تقریر کرتے ہیں کہ نہ تو وہ

مولوی محمد عمر صاحب کی گپ

زمین کی ہے نہ آسمان کی، چنانچہ اٹلے تقریر میں لکھتے ہیں کہ:-

• آپ نے ارشاد فرمایا لواء عندک انتک تنظر فی الاما اگر میں ظاہر کرنا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں چوکا مارنا کیونکہ بغیر میرے ظاہر کرنے کے تجھے چوکا مارنا یہ سنت ہو جاتی کہ سوراخ سے جھانکنے والے کی آنکھ میں بغیر اظہار ہی لوگ چوکا مارنا شروع کر دیتے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی جھانکنے والا دیوار سے یا دروازے کے سوراخ سے جھانکے تو پہلے اس کو انتک تنظر فی سے سوال کرے کہ کیا تو میری طرف دیکھتا ہے؟ جب وہ اس کا جواب صحیح دیوے تو اس کی آنکھ میں چوکا مار دے الخ (مقیاس ص ۱۷)

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب اس حدیث کے الفاظ کے پیش نظر خالص سیدہ زوری لافریع اور من مانی کا رد وانی ہے، کیونکہ حدیث میں فلما راہ کا جملہ صراحت سے اس پر دلالت

جواب

کہ تمہارے کہ آپ نے پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا اور پھر بعد کو دیکھا ہے، اور یہ بھی اسی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ ایک لطیف جیلہ سے اس شخص کی آنکھ میں سوکا مارنے کے لیے بغیر اطلاق دینے کے دروازے کے قریب تک پہنچے ہیں۔ اگر اس شخص کی قیمت یاوری نہ کرتی اور وہ پیچھے نہ ہٹ جاتا تو آنکھ سے وہ ضرور محروم ہو جاتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو جو حکم دیا ہے وہ بھی صرف یہ ہے کہ جھلکے والے کی آنکھ اطلاق کے بغیر پھوٹی جاسکتی ہے اور حضرت امام نووی کا اقتباس ہم نے نقل کر دیا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس کے مؤید ہیں کہ اس کی آنکھ بغیر اطلاق پھوٹی جاسکتی ہے علاوہ انہی مولوی محمد عمر صاحب نے اَنَّكَ تَنْظُرُونِي کو اپنے مدعائے باطل کے لیے جملہ استغماہ بن کر جس جہالت یا خیانت کا ثبوت دیا ہے وہ بجلتے خود ان کی شرمناک تحریف کا رفا رو رہی ہے اور علم کو معنی انمار لے کر انہوں نے شرط اور جزا کے درمیان جو بے ربطی پیدا کی ہے۔ وہ بزبان مال مولوی محمد عمر صاحب سے یوں مخاطب کر رہی ہے کہ

سُتُخْتِی دَہِی اُور تال دَہِی پَر رَاگَی کُچھ بے وقت سی تھی
قُل تو بیت یاروں نے چایا پڑ گئے اکثر ان ہمیں

اس سے انکار نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے بعض تفسیری حوالوں کے پیش نظر علم بمعنی اللہ ہی آیا ہے جیسے **إِلَّا لِنَعْلَمَ** وغیرہ میں مگر وہ یہ مقام نہیں ہے۔ خداوند کریم کا علم محیط اور ازلی ہے مضارع وغیرہ کے صیغوں سے اس کی حُسنِ تعبیر پر مخلوق کے علم حادث اور غیر محیط کو قیاس کرنا اور ایک کی تعبیر دوسرے پر سپال کرنا اور فرق مراتب کو ملحوظ نہ رکھنا زندقہ اور الحاد ہے۔ ولنعیم ما قبل علی
گر فرق مراتب بھی زندقہ

سوال ہویں حدیث حضرت انس بن مالک وغیرہ سے بطریق مختلفہ یہ واقعہ مروی ہے کہ قبیلہ مَکَل اور غُزَیْمَہ کے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے آپ کی بیعت کی۔ پھر جب چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی اور وہ کچھ بیمار پڑ گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم کو اونٹنوں کے گلوں کے ساتھ جنگل میں سہنے کی اجازت دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اور بیت المال کے کچھ اونٹ اور دو خادم ان کے ساتھ چند میل دور ایک چراگاہ پر روانہ کر دیے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے ایک راعی کو (جس کا نام حضرت لیث بن عقیل تھا)

شہید کر دیا اور بیت المال کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ دوسرے راعی نے مدینہ طیبہ آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرام کو مطلع کیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ:-

فجاء الخبر في أول النهار فبعث في آثارهم فلما ارتفع النهار جيئ بهم فقطع أيديهم وأرجلهم وسمرت أعينهم (الحديث)

یہ خبر دن کے ابتدائی حصہ میں پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ آدمی بھیجے وہ ان کو پکڑ لائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔ دیکھ کر انہوں نے بھی حضرت یسار سے ایسا ہی کیا تھا۔ (بخاری ۱۶/۳۷۹)

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:-

فقتلوا الراعي ووطئوا الابل فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فبعث في آثارهم (الحديث)

سور انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، تو یہ خبر خباب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی پس آپ نے ان کے پیچھے کچھ آدمی روانہ کئے۔ (مسلم ۲۶/۵۷۴)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ:-

أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فخر من عريضة الرومي رواية سعيد بن عجلي وعريضة مسلم ۲۷/۵۷۴ فاسلموا وباليهود وقد وقع بالمدينة الموم وهو البرسام ثم ذكر نحوه يشهد وعنده شباب من الانصار قريش من عشرين فارسهم اليهم وبعث معهم قالوا يقتلوا اشركهم.

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عجل اور عریضہ کے کچھ آدمی آئے اللہ اسلام قبول کر کے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر لی۔ مدینہ طیبہ میں برسام دربرسام یا استقاء کی بیماری پڑ گئی۔ پھر آگے ہی حدیث بیان کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس انصار مدینہ کے تقریباً بیس زحران تھے آپ نے ان کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ آپ نے ایک کھجور بھی بھیجا تاکہ وہ ان کا کھجور نکال کر ان کو گرفتار کر سکے۔ (مسلم ۲۶/۵۷۴)

اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ:-

كان اناس الا ورسول الله صلى الله عليه وسلم

کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

فَقَالُوا إِنَّا بَعَثْنَا فِيهِمَا رِجَالًا يَكْفُرُونَ ۖ فَخَلَا لَهُمَا الْيَمِينُ ۖ فَوَسَوَا فِي الْأَرْضِ مَكْرًا فَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاحْشَرُوا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاحْشَرُوا ۚ وَلَئِنْ لَا يُؤْمِنُوا بِآيَاتِنَا فَلْنَبْرِئُنَّ رِجَالًا آخَرِينَ ۖ فَسَوْفَ يَكُونُ لِآخَرِينَ مَكْرًا ۚ وَلَئِنْ لَا يُؤْمِنُوا بِآيَاتِنَا فَلْنَبْرِئُنَّ رِجَالًا آخَرِينَ ۖ فَسَوْفَ يَكُونُ لِآخَرِينَ مَكْرًا ۚ وَلَئِنْ لَا يُؤْمِنُوا بِآيَاتِنَا فَلْنَبْرِئُنَّ رِجَالًا آخَرِينَ ۖ فَسَوْفَ يَكُونُ لِآخَرِينَ مَكْرًا ۚ

میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ہیں سوا انہوں نے بیت تو کر لی لیکن وہ جھوٹے تھے، اسلام کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

ان تمام روایات کے پیش نظر یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو غلص مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ بیت المال کے اونٹ اور پائینے خاص چرواہے اور خادم ان کی خدمت کے لیے باہر جنگ اور چراگاہ میں بھیج دیے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی کارروائی کریں گے تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتے اور بیت المال کے اونٹوں اور پائینے غاصل کی جان کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام فرماتے، پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ انہی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں میٹس کے قریب انہیں پھیلے۔ جو عالم الغیب ہو اور جس کو جمیع ممالک و مایکون کا علم ہو، اس کے لیے فناء الخبیر اور فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا کیا مطلب؟ اور مسلم شریف کی حدیث میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ نے ان زبواؤں کے ساتھ ایک کھوہ بھی روانہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے قیافہ اور کھوج کے فن کی مدد سے ڈاکوؤں کا سراغ لگائے۔ جمیع ممالک و مایکون کے علم کو کھوہ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو علم ہوتا تو فرمائیے کہ وہ ڈاکو تمہیں فلان مقام پر ملیں گے ان کو گرفتار کر لاؤ جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ایک خط کے سلسلہ میں علی التبعین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک عورت روضۂ خبج کے مقام پر نہیں ملے گی اس سے ایک خط لے آنا۔ کیونکہ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا (فاطلع اللہ تعالیٰ علی ذلک رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۵۵) یہ بھی یاد رہے کہ مکمل اور عنریہ کا واقعہ حب

تحقیق علامہ ابن سعد (۲۳۰ھ) اور ابن حبان (۲۵۴ھ) وغیرہ شوال ۲۵۴ھ کے واقعہ کا ہے

سترھویں حدیث [بخاری (۲۵۴ھ) کا حضرت زید بن حارثہ (۲۵۴ھ) کے طلاق

بعد ۵۴ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا تو آپ نے دعوتِ ولیمہ پر چند حضرات صحابہ کرام کو مدعو کیا۔ کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہیں اسی

حجرہ میں بیٹھے باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذنان اور مثاغل میں خلل واقع ہوا تو آپ باین خیال دہاں سے اٹھ گئے کہ شاید یہ لوگ بھی اٹھ جائیں۔ مگر وہ حضرات آپ کی منشاء کا بالکل احساس نہ کر سکے اور جب آپ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے۔

ثم ظن انهم خرجوا فرجع ورجعت معه حتى اذا دخل على زينب بنته فاذا هم جالسون لم يبقوا فرجع النبي صلى الله عليه وسلم الحديث وبناری ج ۲ ص ۲۰۷ مسلم ج ۱ ص ۱۷۱

اور یہ گمان اور خیال کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہوں گے مگر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما حضرت زینبؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ مہنوز بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر واپس باہر تشریف لے گئے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ:-
فلما راوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجع ظنوا انهم قد ثقلوا عليه الحديث (مسلم ج ۱ ص ۱۷۱)

جب ان حضرات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس ہوتے دیکھا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ آپ کچھ بھاری بلا و مجہد پر طویل مجلس ناگوار گزری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:-
ثم انهم قاموا فانطلقوا قال فحيث فلانحرفت النبي صلى الله عليه وسلم انهم قد انطلقوا قال فجاءه حتى دخل الحديث (مسلم ج ۱ ص ۱۷۱)

پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت وہ لوگ تو جا چکے ہیں تب آپ آئے اور حضرت زینبؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہوں گے اور دوسری دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کو اطلاع دے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہد تک اپنے بعض مخلص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے حالات تو کیا معلوم ہوتے اپنے حجرہ سے ان کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا اور نہ آپ ان کے حق میں حاضر و ناظر تھے اور جب آپ مدینہ منورہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے حاضر و ناظر اور عالم نہیں تو اور کس کے لئے ہوں گے؟ اور اس صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

حجرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے (اگر ہوتے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس گروہ کے چلے جانے یا نہ جانے کا آپ کو ضرور علم ہوتا) تو اور کس گھر میں ہر وقت آپ تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟ اور اگر آپ مختار کل ہوتے تو کوئی بی طور پر تصرف فرما کر ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حجرہ سے باہر نکال دیتے۔ یہی ایک بدلیت اہل بدعت کے جملہ باطل عقیدوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ کوئی شخص باطل عقیدہ کو چھوڑ کر حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اس کی دل میں صحیح عقیدہ کی کوئی قدر و عظمت بھی ہو۔

۱۸ اٹھارویں حدیث جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سلسلہ کے انداز میں جب حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لیے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کے لیے کہ اشہر حج میں عمر کا بڑا گناہ ہے وہ یہ کہ انہی دنوں آپ پہلے مستقل عمرہ ادا کیا جاتے اور اس کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جاتے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جاسکتا) اس لیے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے، اس واسطے اپنے اپنے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے، حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لیے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں۔ بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہو گا کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات پر جو پابندیاں رمتیں وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں اور ان سے اس عمرہ کے لیے آزادی حاصل ہو جائے گی نیز چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ایسا نہیں کر رہے تھے اس واسطے بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اسی طرح سے حج ادا کریں جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا فرمائیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت و سکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف ان کو حاصل ہو، بہر حال ان وجوہ کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس و پیش سالاحت ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان خیالات و وسوس اور افکار و خطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا :-

لو استقبلت من امری ما استعبرت ما اهدیت
ولو لا ان معی الہدی لاحتلت (بخاری ج ۱ ص ۲۲۷ واللفظہ)
والم ۱۲۹۶ و ابو داؤد ۱۰۷۱ و ابن ماجہ ۲۲۵ و نسائی ج ۲ ص ۱۸۰ جابر بن عبد اللہ
عن البراء و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷۴)

ایم حج میں عمرہ کر کے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے
متعلق جوابات اب مجھے بعد میں معلوم ہوتی، اگر وہ
مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی فترانی ساتھ
نہ لانا اور احرام سے باہر نکل آتا۔

اور بروایت حضرت عائشہ رضیہ روایت اس طرح آتی ہے کہ:-
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو
استقبلت من امری ما استعبرت ما سقت
الہدی ولحلت مع الناس حين حلوا
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۷ واللفظہ و مسلم ج ۱ ص ۳۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پہلے ہی سے
مجھے وہ رائے معلوم ہو جاتی جواب معلوم ہوتی ہے تو
میں اپنے ساتھ قربانی نہ لانا اور میں بھی لوگوں کی طرح
احرام سے نکل آتا۔

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی (المتوفی ۸۶۶ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-
ای لو علمت فی اقل الحال ما علمت اخذوا
من جواز العسرۃ فی اشهر الحج ما سقت الہدی
معہ (الکواکب للدری علی ما مش بخاری ج ۲ ص ۳۹)

یعنی اگر مجھے ابتداء ہی سے وہ بات معلوم ہوتی جواب آخر
میں آکر معلوم ہوتی ہے کہ حج کے مہینوں میں بھی عمرہ
کرنا جائز ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

اور علامہ بدر الدین العینی الحنفی (ارقام فرماتے ہیں کہ یعنی:-
ای لو عرفت فی اقل الحال ما عرفت اخذوا
من جواز العسرۃ فی اشهر الحج ما اهدیت
ای لکنتم متمتعاً بمخالفة اهل الجاهلیۃ
(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۳)

اگر شروع ہی سے میں وہ بات پہچان لیتا جو اب آخر
میں آکر معلوم ہوتی ہے کہ اشترک حج میں عمرہ جائز ہے
تو میں قربانی کیوں ساتھ لاتا؟ یعنی میں تو پھر ضرورتاً متعہ کے
اہل جاہلیت کی عملی مخالفت کرتا۔

اور خطیب قسطلانی (تحریر فرماتے ہیں کہ:-
ای لو علمت من امری فی الاول ما علمت فی
الآخر ما اهدیت (الدرر الساری ج ۱ ص ۱۹۱ طبع پیرتھلہ)
و تلخیص المحمود ج ۱ ص ۲۹۴)

یعنی اگر میں اپنے معاملہ کو ابتداء میں جان لیتا جیسا کہ
بعد میں آکر مجھے معلوم ہوا ہے تو میں فترانی
ساتھ نہ لاتا۔

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی (لکھتے ہیں کہ:-

ای لوظهر لی هذا الترائی الذی رأیتہ اخذنا
وامرئکھ بہ فی اقل امری من الاحرام الا
(لمعات لمشر مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۴)
یعنی اگر یہ رائے جواب اگر مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا
میں نے تمہیں حکم دیا ہے احرام کی ابتدا میں مجھے علوم ہوتی
تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

اور قریب قریب یہی الفاظ ہیں اس موقع پر حضرت شاد عبد الغنی مجددیؒ کے ہیں ملاحظہ ہو
راجح الحاجۃ ۲۷۸) اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب فارسی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-
اگر اس سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا
خواہ آمد من نیز سق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ
حکم الہی چنین خواہ بود۔ (اشعۃ الکفا ج ۲ ص ۳۲۸)
شاق گندے گا کہ میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے تو معلوم
نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔

اور علامہ محمد عبدالباقی جو بن یوسف الزرقانی رحمہ (المتوفی ۱۲۲۲ھ) شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ:-
ای لو عن لی هذا الترائی الذی رأیتہ
اخذنا وامرئکھ بہ فی اقل لما سقت
الہدی (زرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۸۴)
یعنی یہ رائے جواب بعد میں مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا میں
نے تمہیں حکم بھی دیا ہے، اگر شروع ہی میں مجھ پر ظاہر ہوتا
تو میں بھی ہی ساتھ نہ لاتا۔

اس حدیث اور اس حدیث کی شرح میں حضرات اکابر علماء اور محققین نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس
سے ہمارا استدلال اور مدعا بالکل واضح ہے کہ اگر سلسلہ کے اوائل تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا تو اس ارشاد کے فرماتے اور اس پریشانی کی ہرگز نہایت ہوتی
اور لطف یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی دنیاوی نہیں بلکہ عمرہ جیسی ایک بہترین عبادت کا معاملہ ہے اس واضح
ترین دلیل میں ہر ایک مٹیب کے لیے تسکین قلب کا کافی سامان موجود ہے اور نہ مننے والے کے حق
میں دنیا کی کوئی سود مند اور مفید ترین دلیل بھی کار آمد نہیں ہو سکتی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے میرے کا بگڑ مرور نادال پر کلام نرم و نازک بے اثر
اسی حجتہ الوداع کے واقعات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں
یہ بھی مروی ہے کہ:-
انیسویں حدیث

ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عندنا
وهو مسرور ثم رجع الی وهو کئیب فقال انی
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے
خوش و خرم باہر نکلے پھر کچھ دیر کے بعد آپ بکھینچے ہو کر

واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوا تھا اور اگر مجھے پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو جاتی جواب معلوم ہوئی ہے تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا مجھے خوف ہے کہ میں نے اپنے اس فعل سے امت پر بار نہ ڈال دیا ہو۔ رکہ وہ کعبہ میں داخل ہونے کی ضروری اور سنت سمجھیں اور اس کے لیے بلا وجہ مشقت اٹھائیں گے اور کعبہ کی بلندی اور گولگی کے حجم کی وجہ سے اس میں سب داخل ہو سکیں گے

دخلت الكعبة ولوا استقبال من امري
ما استذيرت ما دخلتها الى اخاف ال اكون
قد شقت على امتي - والبرادور ج ۱ ص ۲۷۷
والفظلة - والترفی ج ۱ ص ۲۷۷
ومند احمد ج ۱ ص ۱۲۷ وجع الغوائد ج ۱ ص ۱۸۲
کنز العمال ج ۱ ص ۱۸۲ و متبرک ج ۱ ص ۱۸۲ و قال
الحاکم والذہبی معجم فقال الترمذی حسن صحیح

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ ہرگز انکار تا سفت کے طور پر ایسا نہ فرماتے اور نہ بعد میں آپ کی رائے مبارک ہی بدلتی کیونکہ عالم الغیب کو نہ تو تا سفت لاحق ہوا کرتا ہے اور نہ حکم اور رائے بدل کر پہلی رائے پر کبھی پکھتا کر آتا ہے خدا کے حکم ہیں مبنی تمام حکمت پر فتوح جن میں ہے دنیا و دین کی خاطر خواہ

حضرت عبداللہ بن زمرہ (المتوفی ۳۷ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں چند اور مسلمانوں کی صحبت میں آپ کی خدمت اقدس میں موجود تھا حضرت بلال بن رباح - (المتوفی ۲۵ھ) نے آپ کو حسب عادت نماز کے لیے پکارا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائے۔ حضرت عبداللہ بن زمرہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمرؓ تو موجود ہیں مگر حضرت ابو بکرؓ حاضر نہیں ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیے چنانچہ وہ آگے ہوئے اور تکبیر کہی۔

بیسویں حدیث

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو اپنے حجرہ مبارکہ سے سراپا نکال کر فرمایا۔ نہیں، نہیں، نہیں۔ چاہیے کہ ابو بکرؓ ہی لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ نے طیش اور غصے میں اگر یہ

لما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوت
عمرہ قل ابن زمرہ رخرج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم حتی اطلع رأسه من حجرته ثم قل لا لا لا یصلی
فانس ابن ابی قحافة یقول ذالک مقضیا۔

امیر شاد فرمایا تھا۔

(البرادؤد ج ۲ ص ۲۸۵ و سند صحیح)

اور البرادؤد ہی کی ایک روایت میں (جو اس روایت کی صرف متابع اور شاہد ہے) یوں آتا ہے کہ:-
فلما سمع رسول الله صلى الله عليه و سلم صوته وكان عمره رجلاً
مجهولاً قال فاين ابو بكر؟ يا بئى الله
ذلك يا مسلمون يا بئى الله ذلك و
المسلمون فبعث الى ابي بكر
فجاء بعد ان صلى عمره تلك المصلحة
فصلى بالناس -

جب آپ نے عمرؓ کی آواز سنی اور حضرت عمرؓ کی آواز
قدرتی طور پر بلند تھی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کہاں ہے؟
اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔
اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔
کہہ سولے ابو بکرؓ کے کوئی اور امانت کھائے آپؐ نے حضرت
ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھی بھیجا مگر وہ اس وقت آئے
جبکہ حضرت عمرؓ یہ نماز لوگوں کو پڑھا چکے تھے اس کے
بعد حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(البرادؤد ج ۲ ص ۲۸۵)

اس روایت سے جہاں حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت اور منقبت ثابت ہوتی ہے اس سے یہ چیز بھی
وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض الموت تک جمیع ما
کان وما یحکون کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر آپ کو علم حاصل ہوتا، تو جب حضرت عمرؓ کو ابتداء میں نماز پڑھانے
کو کہا گیا تھا تو آپ آغاز نماز سے پہلے ہی ان کو روک دیتے حالانکہ روایت میں تصریح موجود ہے کہ جب
حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی اور آپؐ نے ان کی تکبیر سنی تو پھر عمرؓ مبارک سے آپؐ نے مبارک باہر نکال کر تین
مرتبہ نہیں، نہیں، نہیں فرمایا اور آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ نیز اگر آپ کو جمیع ماکان و مایحکون کا علم ہوتا تو
آپؐ یہ کیوں فرماتے فاين ابو بكر؟ یا بئى الله؟ ابو بکرؓ کہاں ہیں؟ یہ روایت بھی ہمارے مدعا پر دافع و دلیل ہے۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے (جنگ کا موقع تھا یا
ابتداء اسلام میں زیادہ وسعت تھی اور اب بھی بشرط یہ جائز ہے کہ اچانک آپؐ اپنے اپنے جوتے اتار کر
بائیں طرف رکھ دیے، حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی آپؐ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اتار دیے۔ آپؐ نے
فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ حضرات صحابہؓ کہہ اٹھے کہ حضرت ہم نے آپؐ کو جوتے
اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے۔

ایک سو بیس حدیث

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جبرائيل
اتاني فالتعنيني ان يها قدرا الحديث (رواه ابو داود ج ۹۵)
والداري مقرر مردود وندرج صحيح والشكوة ج ۱۸۸ وندرج ۲۳۰
قال الملک والذہبی علی شرط مسلم ولاحد الثانی ۱۵۰
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
میں نے تو اس لیے جوتے اتارے تھے کہ حضرت جبرائیل
علیہ السلام نے مجھے آکر اس کی خبر دی ہے کہ میری
جو تہمتوں کے نیچے نجاست لگی ہوئی ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان
و مایکون کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو آپ کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے پلیدی نظر آ جاتی اور پھر حضرت
جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہونے کا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی ؟
فان خبرنی کے الفاظ بھی ملحوظ خاطر رکھیں اور پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ماحکمہ علی القادر کہہ لیا کہ انہی
سے کہہ تمہیں جوتے اتار چکے ہیں کہیں چیز نے آواز کیا ہے ؟ (آپ کے سوال کرنے کا صحیح مفید بھی اس کے
بغیر نہیں ہو سکتا کہ آپ عالم الغیب نہ تھے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا جواب | مولوی محمد عمر صاحب اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”آپ نے پہلے جوتہ پاک کو اتار لیا اور اپنے دائیں جانب رکھ لیا الی ان قال تو آپ کے
اس فرمان سے یہ کتب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوتے پاک کے میل کا علم نہ تھا بلکہ اس سے
تو آپ کی شان پاک ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جوتے پاک میں ذرا سی میل کو بھی لپیٹ
نہیں فرماتے بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ پاک کو ذرا میل بھی چھوٹی ہو تو جبرائیل علیہ
السلام کو اس خدمت کے لیے بھیجا جاتا ہے الخ (مقیاس مطلق)

جواب | مولوی محمد عمر صاحب کا پہلے تو ترجمہ نقلی میں کمال دیکھئے پھر استدلالی کمال ملاحظہ کیجئے۔ اس حدیث
میں لفظ یہ آتے ہیں فوضعہما عن یسارہ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اپنے جوتے بائیں طرف رکھ دیے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو یسارہ ویسار کی خیر سے کوئی تیز ہی نہیں ہے
وہ لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے جوتہ پاک کو اتار لیا اور اپنی دائیں جانب رکھ لیا۔ اور اس حدیث میں آتے ہیں
کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ کو خبر دی کہ آپ کے جوتوں میں قذرا نجاست اور پلیدی لگی
ہوئی ہے مگر قذر کے معنی مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک میل اور ذرا سی میل کے ہیں۔

علامہ المطرزی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ:-

قد راى خير نليف - (مغرب ۲ ص ۱۲۴) قدر کے معنی ناپاک کے ہوتے ہیں۔

اور علامہ الجہال القرشیؒ کہتے ہیں:-

قد راى الصديق پليدى ومعهذا النفاقة - (صراح ص ۲۵) یعنی قدر کے معنی پليدى اور ناپاکى کے ہوتے ہیں اور استدلالى طور پر اس حديث کا مطلب بيان کر کے اپنے مشرعوں علمى اور ديانت کو جو چار چاند لگاتے ہیں، وہ صرف انتہى کا حصہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز شروع کی اور جتنی کی بجاست کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ فرماتے ہیں کہ:-

فاخبرنى ان فيهما قدرا ۱۰ انہوں نے مجھے اس کی خبر اور اطلاع دی کہ ان میں بجاست لگی ہوئی ہے۔

مگر مولوى محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس فرمان سے یہ کب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوڑے پاک کے میل کا علم نہ تھا الخ۔

مولوى صاحب کو ہوش و حواس درست کر کے بتلانا چاہیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ذرا سی میل کا علم تھا تو پہلے ہی سے آپ نے جوتے کیوں نہ اُتار دیے؟ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اگر آپ کو اطلاع دینے کی کیا ضرورت باقی رہی؟ اور جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے جوڑے پاک میں ذرا سی میل کو بھی پسند نہیں فرماتا تو آپ پہلے ہی سے مرنے والی کے مطابق جوتے اُتار دیتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کی انتظار کیوں کی؟ الغرض اس حدیث کے اندرونی اور بیرونی قرارین مولوى محمد عمر صاحب کی اس مبالغہانہ تاویل یا احمقانہ جواب کو رد کرنے کے لیے کافی ہیں اور ایسی محل اور بے تاویلات کا نام ہرگز جواب نہیں ہوا کرتا ہے۔

واعظ کی جھٹول سے قابل تو ہو گئے تھم

کوئی جواب شافی پر اُس سے بن آیا

۲۲ **بایسویں حدیث** | حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھی، ایک جنگ اپنے

بڑھو کیا۔ وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا۔ اصل الفاظ یہ ہیں کہ:-

انقطع عقدى فاقم رسول الله صلى الله عليه و میرا ایک ہار گم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

وسلم علی القاسمہ واقام الناس معه الحدیث
(بخاری ج ۱ ص ۲۷۲ و المغنلہ و مسلم ج ۱ ص ۱۶)
سلم اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو
تلاش کرنے کے لیے وہاں بکھڑے گئے۔
والو عمارہ ج ۱ ص ۲۷۲ و وسطا امام مالک ص ۱۹ و نسائی ج ۱ ص ۲۷۲۔

یہ ہمارے حضرت عائشہؓ اپنی بڑی ہمیشہ حضرت اسامہؓ سے عاریتہ لے گئی تھیں چنانچہ روایت میں ہے کہ ہر
انہا استعانت من اسماء قلاۃ فہلکت
فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نسا من اصحابہ فی طلبہا۔ الحدیث
(مسلم ج ۱ ص ۱۶)
حضرت عائشہؓ (اپنی بہن) حضرت اسامہؓ سے ہر
ہنگام لے گئی تھیں ہر منافع ہو گیا اور آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اپنے
حضرت صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے۔
بیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسیدہ
بن حفصہ وانا سامعہ فی طلب قلاۃ اختہا
عائشہ رضی اللہ عنہا (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۱)
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیرؓ
بن حفصہ اور کئی اور آدمیوں کو اس ہمد کی تلاش کے لیے
بھیجا جو حضرت عائشہؓ سے گم ہو چکا تھا۔

الغرض یہ تمام احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ اس ہمد کے تلاش کرنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اُس منزل میں قیام فرمایا اور اپنے کچھ حضرات صحابہ کرامؓ کو (جو بجائے خود ہر ایک کامل ولی تھا)
اس ہمد کے تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور اس اثنا میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ قرآن کے پاس پانی تھا
اور نہ وہ پانی پر تھے۔ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت بھی کی کہ آپ کی صاحبزادی نے سب لوگوں کو
پریشان کر دیا اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ پر کافی سختی بھی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور
غصہ میں آکر لگائیں۔ جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کر لیا تو اسی حدیث کے آخر
میں مذکور ہے کہ:-

فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا
العقمتہ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۲ و المغنلہ ج ۲ ص ۲۷۲)
جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی، اٹھایا تو
دیکھا کہ ہمد اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔
و مسلم ج ۱ ص ۲۷۲ و ابو داؤد ج ۱ ص ۲۷۲ و وسطا امام مالک ص ۱۹ و نسائی ج ۱ ص ۲۷۲۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ خود کیوں قیام فرماتے؟ اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو کیوں بھیجتے؟ آپ پہلے ہی فرمادیتے کہ ہار کو اوٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ اس کو اٹھا لو اور راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت ہے۔

یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسرؓ (الموتیؓ ۳۷ھ) سے بھی مروی ہے۔

(نسائی ج ۳ ص ۳۵۵ و ابوداؤد ج ۱ ص ۵۵ وغیرہ) یہ واقعہ اکثر حضرات محدثین کرامؓ اور ارباب سیر کے نزدیک غزوہ بنی المصطلق کا ہے جس کو مرسیع بھی کہتے ہیں۔ مصطلق قبیلہ کا نام تھا جس کے ساتھ یہ غزوہ پیش آیا تھا اور مرسیع پانی کا نام تھا جس پر یہ جنگ پیش آئی ہے، دیکھئے ابن ہشام ص ۲۹ ج ۲ و علی زاد المعاد ج ۲ ص ۱۲۵) اور یہ غزوہ حسب تحقیق امام ابن ہشامؓ (الموتیؓ ۱۳۲ھ) شعبان ۳۷ھ کو ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۸ و علی الزاد ج ۲ ص ۱۲۵)۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ فتح مکہ میں پیش کیا تھا جو اواخر ۳ھ میں ہوا۔ دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ وغیرہ)

الغرض کچھ بھی ہو، ہمارا مدعا اس سے بالکل روشن ہے اور فریق مخالف کی طرف سے کوئی ایسی بات اس حدیث کے جواب میں سامنے نہیں آئی جس کی طرف توجہ کی جائے۔ حضرت ملا علی نقاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نفی علم غیب پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔ (ملاحظہ ہو موضوعات کبیرہ ص ۱۱۹)

حضرت ابوسعید الخدریؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

تیسویں حدیث

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھا ہے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہو گا یا ان کو مجھ کی بیہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی

الناس یصقون یوم القیمة فاکون اقل من یفیک فاذا انا بموسیٰ اخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوذی بصعقة الطود۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۸۱ و اللفظ لہ)

مشتے اقرار دیا گیا ہوگا۔

دسم ج ۲ ص ۲۶۶

یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی کم و بیش ایسی الفاظ سے مروی ہے (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۲۵) و مسلم ج ۲ ص ۲۶۶ وغیرہ) یہ واقعہ قیامت سے متعلق ہے اور دخول جنت و نار سے قبل کا ہے۔ اگر بقول ابوہریرہؓ فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہیں تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ فلا آدمی میں نہیں جانتا؟ اس مقام پر فلا آدمی کا لفظ اسی کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوش اُن کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ علم نہیں ہوگا کہ آیا کہ اُن پر بھی یہ بے ہوشی طاری ہوتی ہے یا صاحبہ طور کے معاوضہ میں وہ مشتے ایسے ہیں جن کو گل کا یہ خط خیال ہے کہ وفات کے بعد حجابِ نفس اٹھ جانے کی وجہ سے آدمی علم غیب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صحیح پیش کیے اس باطل نظریہ کی تردید کے لیے بالکل کافی ہیں مگر

جب رمت آئیں قابو میں دل اپنا مائع و سچی بھی کام نہیں کرتی نصیحت کسی؟

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اپنی عادت

اچھروی فلسفہ | مالوفہ سے مجبور و لاچار بلکہ متعال ہو کر اور شاید کہ عالم نیند اور غفلت میں مبتلا ہو کر

بہت کچھ کہتے مگر ایک بات بھی کام کی نہیں کہی اور اسی ہی میں مولوی صاحب کی لیاقت اور کمال مضمحل

ہے۔ سچ ہے ک

نہ ہر کہ موئے برا فروخت دلبستی داند

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:-

” اور فلا آدمی کا جملہ ایسا ارشاد فرمایا جس سے اپنی ذاتِ گوئیہ کو فخر سے بھی متبرک رکھا۔ اور

موسیٰ علیہ السلام کو بھی بے ہوشی سے مستحق فرمایا تو فلا آدمی کا جملہ شانِ موسیت کو ملحوظ

رکھنے کے لیے نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کے لیے فرمایا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔“ الخ۔

در منظر مقیاس ص ۲۴۱

مولوی محمد عمر صاحب نے یہ جواب زیبِ قلم فرما کر جس طرح راہِ فرار اختیار کی ہے اور تصنیف

جواب | اور بناوٹ سے جس طرح کام لیا ہے اور جس طرح دفع الوقتی کرتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ گئے ہیں وہ تاریخ کے باب تصنیف اور تحریر کا ایک مستقل عنوان ہوگا اور رہی دنیا اس کو یاد رکھے گی۔

مولوی صاحب کو ہوش میں آکر یہ بتانا چاہیے کہ کیا جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیدہ و دانستہ اور عمدتاً محض اپنی انکساری اور تواضع کے لیے خلافت واقع جملہ فلا اذہریٰ کہ میں نہیں جانتا" ارشاد فرمایا؟ اور کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ موسویت اس خلافت واقع جملہ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتی تھی؟ اور کیا آپ کی ذات فلا اذہریٰ کے جملہ کے بغیر خضر سے مبرا نہیں ہو سکتی تھی؟ سوال صرف یہ ہے کہ وہ پاک زبان جس سے ساری زندگی کبھی خلافت واقع ایک جملہ بھی نہیں نکلا، نہ تو خوشی میں اور نہ غمی میں اور نہ تو حقیقت میں اور نہ مزاح میں اس پاک ہستی کے بارے میں یہ کیسے بادر کر لیا جائے کہ اس نے فلا اذہریٰ کے خلاف واقع الفاظ کے ساتھ اپنی ذات کو فخر و مباہات سے مبرا کیا؟ اور شانِ موسویت کو برقرار رکھا؟ اور کیا اس ذات کو جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوامع الکلم عطا ہوئے تھے اور جس کی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں سحائب بن وائل بھیجے فصیح بھی بھیج تھے، شانِ موسویت کی تعبیر کے لیے کوئی مناسب الفاظ نہ مل سکتے تھے، جو اپنے فلا اذہریٰ کے الفاظ استعمال کئے؟ مولوی صاحب غصہ جانے دیجئے۔ اگر آپ کو موسویت کا ذوق ہوتا تو اتنی اور ایسی غلط تعبیر کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ فلا اذہریٰ کے جملہ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہیں کہ "میں نہیں جانتا" ہاں اگر مولوی محمد عمر صاحب امان کی پارٹی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح ارشادات کو نگاہ ڈالنا اور آپ کی منشا اور مراد کو بدلنا عشق و محبت سے تو شوق سے کیجئے۔ دعا ہے کہ اللہ عز و جل فرزندِ مگر ہمیں معذور سمجھیے۔ ہم تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد کو بدلنا نرا زندقہ اور الحاد سمجھتے ہیں اور ہم آپ ہی کی مراد میں نجات سمجھتے ہیں۔

دل میں لگا کر ان کی تو، کرے جہاں میں نشرِ حق

شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شفاعت میں (جس کے اندر شفاعت کی پوری تفصیل

جو بیسیویں حدیث

موجود ہے) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اہلِ محشر جب دوسرے اولوا العزم حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بے نیل مرام واپس ہو کر میرے پاس آئیں گے تو میں فوراً شفاعت کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ :-

سویں سجدہ میں گر جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر
اپنی بہترین تعریفیں مشکفت فرمائے گا، اور بہتر ثنا
مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ
کسی کو نہیں بتایا گیا۔

فَاعْلَمْ سَلْبًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْعَلْ اللَّهُ عَلَى
مِنْ مَحَامِدِهِ وَحَسَنَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا
لَمْ يَفْعَلْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي الْحَدِيثُ
(بخاری ج ۲ ص ۶۸۵)

پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثنا کا طریقہ
ظاہر فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی نہ
نہیں کیا گیا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-
ثُمَّ يَفْعَلْ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ وَ
حَسَنَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ لَأَحَدٍ قَبْلِي الْحَدِيثُ
(مسلم ج ۱ والفظاۃ والبرہانہ ج ۱ وترمذی ج ۲ وصال حسن مجید)

اور حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم نے فرمایا :-

میں بارگاہِ الہی میں حاضری کی اجازت پاہوں گا، پس مجھے
اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے ایسی
تعریفیں الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں میں سویں
انہی تعریفوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا۔

اساذن علیّ دینی فیؤذن لی ویلہمنی محامد
احمدہ بہا لا تحضرنی الا ان فاحمدہ
بتلك المحامد الحدیث
(بخاری ج ۲ ص ۱۱۸۵)

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح بھی آتا ہے :-

تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جن پر اس
وقت میں قادر نہیں ہوں وہاں ہی اللہ تعالیٰ
مجھے الہام کرے گا۔

فاحمدہ بہ محامدہ لا اقدر علیہ
الا ان یلہمنی اللہ تعالیٰ الحدیث
(مسلم ج ۱ اصل)

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

سویں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جس کی
اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم فرمائے گا۔

فاحمد ربی تمجید یلہمنی الحدیث
(البرہانہ ج ۱ ص ۱۶۹)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ :-

تو اللہ تعالیٰ آپ پر ایسی دعا مشکفت فرمائے گا جو اس

فیفعلم اللہ علیہ من الثناء شئاً لم یفعلہ

علیٰ بنشر قسط (البرعوانہ ج ۱ ص ۱۸۸) نے کسی اور بشر پر کبھی بھی ظاہر نہیں کی۔

ان صحیح اور صریح روایات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہیں۔ جب آپ مقام محمود میں عرش کے چنچے (ایک جمعہ کے یعنی ایک ہفتہ کے) اندازہ کے مطابق سجدہ کریں گے، پھر دوبارہ اور پھر سہ بارہ اسی طرح، کھانی روایت ابی حوالہ ج ۱ ص ۱۸۸) سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفیں آپ کو الہام کی جائیں گی۔ اگر آپ کو دخول جنت و نارتک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہو جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعوئے ہے تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع کماں و مایوں کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف | مولوی صاحب حسب عادتِ شریعہ اس حدیث کے جواب میں ہر جوابات ارقام فرماتے ہیں وہ ان کے مختصر الفاظ میں یہ ہیں کہ

- ① یعنی اس وقت میرے خیال میں نہیں ان کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی بھی الخ
- ② آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا کی طرف سے ابھی مجھے اس الہام کا پتہ ہی نہیں ہوا الخ
- ③ خداوند کریم کی طرف سے چڑھایا ضرور گیا لیکن اس کو اس کے ترک کا حکم ہوگا انتہی بلفظ
- ④ یہ آخری ٹکڑا واقعہ نہیں، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تمام واقعہ آپ کو دکھا دیا ہو لیکن اس الہام کے الفاظ کو شب معراج کے لیے یا کسی خاص خلوت میں بیان فرمانے کے لیے لطف کے لیے محفوظ رکھا ہو الخ۔

- ⑤ ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے القاء ہوتے ہوئے وقت کسی دوسرے ضروری کام کا آہنچا ہو اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو کہ باقی اس الہام کو کسی دوسرے وقت میں بیان کر دیا گا۔ اس لیے آپ نے ان کی قید لگائی الخ (مقیاس حنفیت ص ۱۲۸)

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ سب ہرزہ سرائی ہے جو قابل التفات نہیں ہے۔ اول اس لیے جواب کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں سجدہ ریز ہوں گا تو اس وقت وہ محامد مجھ پر مکشفت ہوں گے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہیں اور اسی دن اللہ تعالیٰ مجھے الہام فرمائے گا اور اسی وقت مجھے ان تعریفوں کی تعلیم ہوگی۔ ان

تصریحات کی موجودگی میں اس بیہودگی کو کون سناسکتا ہے کہ ان کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی الحاح اور دعوٰی اس لیے مردود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو صراحت سے فرماتے ہیں کہ میں اب اس وقت اس پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ وہ تصریحیں اب بیان کر سکتا ہوں۔ وہ تصریحیں تو مجھ پر قیامت کے دن ہی ظاہر ہوں گی۔ اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ جواب بالکل بیکار ہے۔

اور سونم اس لیے باطل ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی خلاف واقع ارشاد نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اب مجھے معلوم ہی نہیں تو ترک کا کیا سوال ہے؟ امد ممکن ہے اس فیصلہ منطقی کو مولوی محمد عمر صاحب عالم شکر میں کہہ گئے ہوں، آخر یہ ان کی منطق ہے بلاوجہ تو ہرگز نہ ہوگی اور چوتھی تاویل اس لیے باطل ہے کہ اس روایت کے روای حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بالاتفاق کسبہ میں مسلمان ہوئے تھے، امد حضرت انس بن مالک میں جو انصار مدینہ میں سے تھے اور مخفی نہیں کہ معراج تو ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ کسبہ تک ایک بات اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ بتلائی گئی کہ معراج کی راست یا کسی اور موقع پر بتلا دی جائے گی، یہ کتنی تعجب انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے؟ ایسی لغو بات تو شاید چرچہ پھیلنے والے ملک بھی نہ کہہ سکیں جو مولوی محمد عمر صاحب کے قلم سے نکلی ہے۔

اگرچہ انہوں نے اس لیے باطل ہے کہ صراحت کے مقابلہ میں دُور از کار اور لایعنی احتمال ہرگز سمجھا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسے بے بنیاد اور مخفیانہ احتمالات کی بنیاد پر نصوص کو رد کیا جائے تو دین میں کیا کچھ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا، جب چاہا بنا دیا جب چاہا ڈھا دیا۔ (نعمت باللہ تعالیٰ) مگر تعجب یہ ہے کہ جی کھینٹا پڑا گویا بچوں سے ہم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا۔

وانہ سیماء برجال من امتی فیتؤخذہم ذات الشمال فاقول یا رب ائمنی فیقول انک لا تدعی ما احدثوا بعدک فاقول کما امدواں میری امت کے بعض لوگ لائے جائیں گے اور میرا ان کو بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائیگا تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی امد آدمی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا

ناقول یارب منی ومن امتی فیقال هل
 شعرت ما عملوا بعدک واللہ ما برحوا
 یرجعون علی اعتابہم (بخاری ج ۲ ص ۱۴۵) والفظول
 میں کہوں گائے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے
 امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کیا آپ کو علم ہے انہوں نے
 آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے؟ بخدا یہ تو جیسا کہ اپنی ایڑیوں کے بل
 (دیں) سے پیچھے ہوتے ہیں۔
 (مسلم ج ۲ ص ۱۳۹)

اور یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (بخاری ج ۲ ص ۱۴۵) و مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۷
 نیز یہ روایت حضرت زید بن خالد (المثنوی) سے (دیکھئے منہ احمد ج ۱ ص ۲۲۱) و کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۱
 اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے (دیکھئے کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۵) عن الطبرانی فی البیہر، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (دیکھئے مسلم
 ج ۲ ص ۲۲۵) و مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵) و کنز العمال ج ۲ ص ۲۲۵) بھی مروی ہے، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
 بھی یہ روایت مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ:-

فلا قولن ای رب منی ومن امتی فیقول
 انک لا تدری ما عملوا بعدک ما زالوا یجوعون
 علی اعتابہم (مسلم ج ۲ ص ۱۴۵) و کنز العمال
 میں عرض کرے کہوں گائے میرے رب یہ تو میرے ہیں اور
 میرے امتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گلے شک تو نہیں
 جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کیے ہیں؟ یہ تو
 ہمیشہ ایڑیوں پر اُلٹے پھرتے ہیں اور مرتد ہو گئے۔
 (ج ۲ ص ۱۴۵)

غرض یہ سب الفاظ صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
 ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بد انجامیوں کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت جمیع ما
 کان و بائحوں کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین و مٹرو دین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں
 اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدانِ عشریں آپ سے باری تعالیٰ ہرگز یہ نہ ارشاد فرماتا کہ:-
 انک لا تدری ما احدثوا بعدک اللہ انک لا علم لک بما احدثوا بعدک اللہ هل شعرت ما عملوا
 بعدک وغیرہ (کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا حرکتیں کی، میں اور آپ کو ان کا علم نہیں
 ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی ہیں اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ بدعات انہوں
 نے آپ کے بعد اختیار کی ہیں؟ وغیرہ)

اور ان تفصیلی روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انک
 لا تدری اور انک لا علم لک اللہ سے یہ جواب باری تعالیٰ خود نے گا اور بعض مجمل روایات کا بھی یہی

مفاد ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ سے لگا اور مسلم ج ۱ ص ۱۲۱ وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ جب یہ فرمائیں گے کہ یا رب ھذا من اصحابی تو ایک فرشتہ اس کے جواب میں یہ کہے گا وھل تعدی ما احدثوا بعدک اور فرشتوں کا جواب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوگا۔ مگر ان تفصیلی روایات سے یہ امر بالکل متعین ہو جاتا ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔ ممکن ہے یہ جواب کبھی بلا واسطہ اور کبھی بواسطہ فرشتہ ہو۔

حوض کوثر کی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس سے زیادہ حضرات صحابہ کرام رضے مروی ہے، حتیٰ کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں متعدد حضرت صحابہ کرام رضے اس حدیث کوثر کی تصریح کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:

بعض هذا ما يقتضی کون الحدیث متواترا ان اسانید کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے (بحوالہ شرح مسلم ۲ ص ۲۳۹)

اور قاضی عیاض رضہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

متواتر النقل (بحوالہ النووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۹) یہ حدیث متواتر النقل ہے۔

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کے ثبوت کے لیے نقص قطع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دخول جنت و نارسے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ان منافقین اور مرتدین کی بے لیاہلی اور بدعات وغیرہ کا علم بھی آپ کو ضرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ یہ ارشاد نہ فرماتا کہ آپ کو ان کے احداث کا علم نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا؟ یہ کون لوگ ہوں گے؟ ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے سامنے کلمہ پڑھا اور بعد کو مرتد ہو گئے یا بعد کو قیامت تک اپنے والے برائے نام امتی ہوں جو مرتد ہو گئے ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور اہل بدعت ہوں یہ الفاظ ان سب کو شامل ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱ وغیرہ)

بہر حال ہمارا مدعا اس روایت سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ادنیٰ اغیار بھی نہیں ہے البتہ لانسلمہ کا کبھی کوئی جواب ہوا ہی نہیں۔

فریق مخالف کی رکیک تاویل

مردعیان علم غیب ان صاف اور صریح احادیث میں بھی تاویل بے جا کرنے سے باز نہ رہے اور ان نصوص قاطعہ

اور صریحہ کو بھی توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے باطل نظریہ اور عقیدہ کے موافق بنانے کی ناکام کوشش کی اور خوب اپنی دیانت اور علم کے جوہر دکھاتے ہیں مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے تو یہ لکھ اور کہہ کر گلو خلاصی کرنے کی ناکام کاوش کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو ان منافقین اور مرتدین وغیرہ کے تفصیلی حالات معلوم ہیں لیکن قیامت کے دن چونکہ آپ کے سامنے بہت سے کام ہونگے۔ اور آپ کو بے انتہا مصروفیت ہوگی، لہذا اس وقت آپ کو ان کے انجام سے ذہول ہوگا اور اس ذہول کی بناء پر آپ ان لوگوں کی شفاعت کا اقدام فرمائیں گے اور آپ کو جواب ملے گا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو نئی نئی حرکتیں کیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں یعنی آپ بھڑے ہوئے ہیں۔ اور اس باطل تاویل کے لیے یہ قرآن پیش کئے ہیں کہ۔

① احادیث میں آتا ہے کہ عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں لہذا حوض کوثر پر پیش آنے والے واقعات کا علم بھی آپ کو ہے۔

② بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ دنیا ہی میں خواب کی حالت میں وہ لوگ حضور علیہ السلام کو دکھلا دیے گئے اور یہ حوض کوثر کا واقعہ بھی حضور پر گزر چکا لہذا اس کو اس موقع پر ذہول پر عمل کرنا ضروری ہے۔

③ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اما شرعت ما عملوا بعد ان میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے لہذا حامل مطلب یہ ہوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔ (محصلہ دیکھئے الدولۃ المکیۃ ص ۱۱۲ اور الکلمۃ الطیاریہ ص ۱۲۱ وغیرہ)

④ اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کننا صحن کے طور پر ہوگا کہ ان کو اپنے دویہ تو ہمارے بڑے غلص صاحب ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان سب کو سنا کر غلیں کرنے کے لیے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا الی ان قال پھر عہد کی بات تو یہ ہے کہ آج حضور علیہ السلام اس سارے قصہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اَعْرِضْهُمْ ہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ (منظوم جاد الحق ص ۱۱۹) یہ بھول جانے کا مسئلہ تو خواب احمد رضا خاں صاحب وغیرہ سے پوچھنے کیا خوب ہے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (مغذّر)

⑤ اور بیرونی محمد بن صاحب نے جب دیکھا کہ اس روایت کے جواب کے عہدہ برآ ہونا کوہ کنکن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے اور اس کا جواب نہایت ہی مشکل ہے تو یوں سعی شہرت حاصل کرنے کے درپے ہو گئے کہ یہ حدیث بخاری شریف میں تین دفعہ مذکور ہے اور تینوں جگہوں میں ہی اس کا ضعف ثابت ہے ۔ (مقیاس ص ۳۲) پھر آگے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے حجت نہیں ہو سکتی ۔ (مقیاس ص ۳۲) اور ضعف کی دلیل یہ پیش کی کہ پہلی سند میں محمد بن یوسف قریابی وہ ضعیف ہے اور دوسری میں محمد بن کثیر قرطبی کفی اور تیسری میں ابوالولید عبد الملک بن ہشام ہے ۔ البرداء ذکر کرتے ہیں کہ شیخ ضعیف اور شعبۂ ابن الحجاج راویوں کے ناموں میں غلطی کیا کرتے تھے و محصلہ مقیاس ص ۳۲ اور نیز وہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی حدیث اما شہرت کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے غلطی میں مبتلا ہو کر یہ غلط اور باطل قیاس کرتے ہیں کہ انک لا تعدی الحدیث میں ہمزہ مقدر ہے یعنی آپ جانتے ہیں ۔ ثابت ہوا کہ انک لا تعدی میں بھی استفہام مندر ہے ۔ (مقیاس ص ۳۹) یہ ہیں مخالفین کے زبردست دلائل اور درحقیقت نہایت ہی افتوناک اور مجادلانہ مغالطے اب ہم نمبر واران کی حقیقت عرض کرتے ہیں ، ملاحظہ کیجئے ۔

① آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقین اور مرتدین کے تفصیلی حالات کا علم ہرگز نہیں انصوف قطعیہ قرآنیر اور تواتر درجہ کی حدیثیں اس پر موجود ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا ذکر کر دیا گیا ہے جن میں ایک یہی حدیث مذکور انک لا تعدی الحدیث بھی ہے ۔ اب ایسے قطعی الثبوت دلائل کو رد کرنے کے لیے کوئی قطعی الثبوت دلیل درکار ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اگر بالفرض کوئی روایت ان کے خلاف صحیح ثابت ہو بھی جائے تو آخر خبر واحد ہی ہوگی ، اور خالصا صاحب بیرونی کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ خبر واحد کا انصوف اور آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے اور عرض اعمال کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالہ سے یوں آتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۔

حیاتی خیرکم و موتی خیرکم تعرض علی
امالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ
وما کان من سئی استغفرت اللہ لکم ۔
میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی
تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کے برابر
گئے جو اچھے ہوں گے میں ان پر حمد الہی بجا لاؤں گا اور

(قال السیوطی)۔ و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود مثله خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱) معافی طلب کر دل گا۔ جو برے ہوں گے میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لیے

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (المتوفی ۸۰۰ھ) فرماتے ہیں رواہ البزار و رجالہ رجال الصیح۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰ کہ اس روایت کو محدث بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اور یہ روایت طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۲ میں مرسلہ موجود ہے اس کی مزید بحث تسکین الصدور میں ملاحظہ کریں۔ مگر اس سے فریق مخالفت کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس عرض سے صرف اجمالی اور بعض امور کی پیشی مراد ہے۔ مثلاً درود شریف یا بعض اہم اور قابل ذکر واقعات۔ اس سے تفصیلی طور پر تمام جزئیات کی پیشی مرگزہ مراد نہیں ہے اور ایسے مقام پر عرض سے یہی مراد ہو سکتی ہے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۸۴ وغیرہ)۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-

و کذا ما عند البزار بسند جید
عن ابن مسعود رفعہ حیاتی
خیر لکم تحذرون و یحدث
کم و مماتی خیر لکم تعرض علی
اعمالکم فما کان من حسن
حمدت اللہ علیہ و ما کان من
سبیئ استغفرت اللہ لکم ذکرہ
فی شرح المواہب من وفاقہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ انہ عرض کعرض الاسماء
علی الملائکہ لا علم فیطامہ
(فہرست معنیین عمیدۃ الاسلام ص ۱)

اور اسی طرح یہ روایت جو حضرت ابن مسعود رفعہ بسند
جید مر فوعامری ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم مشکل مسئلے بیان کرو
گے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے
گی اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے
اعمال مجھ پر پیش ہوں گے جو اچھے ہوں گے تو میں حمد الہی
بجلاؤں گا اور جو برے ہوں گے تو میں تمہارے لیے اللہ
تعالیٰ سے معافی طلب کروں گا، یہ روایت شرح مواہب باب وفات
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیان کی گئی ہے۔ اس پیشی سے مراد
ایسی پیشی مراد ہے جیسے فرشتوں پر چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے
یہ پیشی علم عیض کے طور پر نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت تک
اور بعد القیامت کے بہت سے واقعات کا علم منجانب اللہ عطا ہوا ہے اور اجمالی طور پر اعمال بھی آپ

پر پیش ہوتے ہیں مگر تمام جزئیات کی تفصیل اور موقع محشر میں پیش آنے والے سب واقعات ہرگز اس غرض میں داخل نہیں ہیں اور نہ ان کا علم آپ کو عطا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ آخر یہ حدیث بھی تو صریح اور صحیح ہے کہ:-

اِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا اُحَدِّثُوْا لِعَمَلِكُمْ مَعَ عَرَضِ
الْاَعْمَالِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (ملا)

ایک خاص موقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔
یہ تحقیق آپ نہیں جانتے کہ جو بزرگ عارف اس قول نے آپ کے
بعد پیدا کی ہیں حلا تک آپ پر اعمال بھی پیش ہو رہے ہیں۔

الغرض اس جید اور صحیح روایت سے بھی فریقِ مخالف کا استدلال بالکل باطل ہے کیونکہ صرف اجمالی طور پر
بعض بعض اعمال کا پیش ہونا جدا امر ہے اور علم محیط ہونا الگ بات ہے جو فریقِ مخالف کا باطل دعویٰ
ہے اور لفظ عرض عموماً سرسری اور اجمالی پیشی پر ہی اطلاق ہوتا ہے۔ (کما مرثا)

نوٹ ضروری: حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں جو خصائص الکبریٰ میں نقل کی گئی ہے تَعْمَلُوْنَ
وَيُحَدِّثُ لَكُمْ نہیں یہ الفاظ بحوالہ بزار مجمع الزوائد میں ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ اور علامہ غزینیؒ (المتوفی
س) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

ابن سعد في طبقاته عن يكرمين عبد الله المزني
مرسلا ورجاله ثقات (السرّاج الميز ۲ ص ۲۳۳)

یہ روایت علامہ ابن سعدؒ نے طبقات میں حضرت یکرمن بن عبد اللہ
المزنیؒ سے مرسلاً روایت کی ہے اور اس کے لدی ثقت ہیں۔
یہ روایت امام سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱ میں بھی نقل کی ہے مگر یہ دونوں جگہوں میں مرسلاً۔
امام حارثؒ (المتوفی س) نے اپنے منہ میں حضرت انسؓ سے صرف ان الفاظ سے یہ روایت
نقل کی ہے، حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔ علامہ غزینیؒ لکھتے ہیں:- باسناد ضعیف (السرّاج المیز
ج ۲ ص ۲۳۳) کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

علامہ غزینیؒ نے حکیم تمغزیؒ کے طریق سے والد عبد العزیزؒ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ:-
تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس
على الله تعالى وتعرض على الانبياء وعلى
الآباء والامهات الحديث (السرّاج المیز ۱ ص ۱۶۵)

سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ پر اور حضرت انبیا و اولیاء کے
علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اور والدین پر اعمال پیش کئے
جاتے ہیں الخ

یہ دونوں روایتیں اور پہلا مرسلاً سب بل کہ حضرت ابن مسعودؓ کی جید اور صحیح روایت کی مؤید ہیں۔

الغرض عرض اعمال کی وہ روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اور جس پر جید اور صحیح ہونے کے آثار اور زیادہ نمایاں ہیں۔ فریق مخالف کو معین نہیں ہو سکتی، کیونکہ اعمال اگر پیش ہوتے بھی ہیں تب بھی امت اجابت کے اعمال پیش ہوتے ہیں، امت دعوت کو جس میں کفار، مرتدین اور منافقین وغیرہ بھی شامل ہیں، ہرگز یہ روایت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے آخری جملے یہ ہیں کہ:-

فما كان من حسن حمدت
الله عليه وما كان من سيئ
استغفرت الله لكم.
یعنی جو عمل اچھا میرے سامنے پیش ہوگا میں اس پر
اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤں گا اور جو برا عمل ہوگا اس پر
میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صرف وہ گناہ پیش کیے جاتے، یا پیش کیے جاسکتے ہیں جن کی مغفرت ہو سکتی ہے اور جن پر آپ بارگاہِ خداوندی میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو ان کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا اور نہ آپ ایسے لوگوں کے لیے سفارش ہی کریں گے، اور ان کے قادی الحدیث بھی مرتدین اور بدعتیوں وغیرہم کے متعلق ہے۔ انہی روایات کے آخر میں ہے انہم لم يزلوا مرتدين على احقابهم اذ انهم ارتدوا على اديبارهم۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمائے گا اذك لا تددى ما اعدوا لعدك۔ اور اس علم اور اطلاع کے بعد آپ یہ ارشاد فرمائیں گے:-

فانقروا سقما سقما بغير ما فيكم من العلم ۱۲۴، وكنوا على ۲۲۵
کہ یہ مجھ سے دُور ہوں دُور ہوں

الغرض عرض اعمال کی اس حدیث سے منافقین، مرتدین اور اسی قسم کے باطل پرستوں کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کُلّی اور تفصیلی علم ثابت کرنا لازماً ضروری اور سرسرا ہوا ہے جس سے نصوص قطعیہ کا رد ہوتا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو ایسی ناشائستہ حرکات سے بچائے۔

اور جن حضرات نے اعمال کی پیشی کے ساتھ جملہ یا ہر یا سب وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ محض استعراقی عرفی کے طور پر بالاعتدال استعمال کیے ہیں کیونکہ خود ان اکابر نے دوسرے مقامات پر تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کُلّی غیب یا جمیع ماحال و مایحکول کے علم کا انکار کر رکھا ہے

لہذا جس کو کسی بزرگ کی ایسی عبارت سے مغالطہ ہوا ہے تو اس کو خود اُن ہی بزرگوں کی عبارتیں دیکھنی چاہئیں
اسی طرح ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں آتی ہے کہ آپؐ ارشاد فرمایا کہ :-

عرضت علیٰ اجدود امتی حتی القذاۃ یخرجھا
الرجل من المسجد وعرضت علیٰ ذلّوب
أمتی فلم أدرکنا أعظم من القرآن اداۃ
أوتیھا الرجل ثعلبیسھا (ترمذی ج ۲ ص ۱۵۵)
مجد پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے
بیابان تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے نکلے اور مجد پر
مسیحی امت کے گناہ بھی پیش ہوئے تو میں نے
کوئی گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی کسی شخص کو قرآن کریم کی
کوئی سورت یا کوئی آیت یاد ہو اور پھر وہ اس کو بھلا دے۔
(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۱)

پہلے تو اس حدیث سے تفصیلی پیشی کا ثابت کرنا محل غور ہے کیونکہ حدیث کا مطلب صرف اجمالی
پیشی ہی سے پورا ہو جاتا ہے اور بس پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو بات اس حدیث سے ثابت ہے وہ
صرف اتنی ہے کہ امت کے اعمال میں سے نیکیاں اور بدیاں اس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش
کی گئی ہیں کہ یہ کام اچھا اور یہ بُرا ہے جس کا ارتکاب آپؐ کی امت کو کرے گی۔ اس میں اس کا تو کہیں ذکر
ہی نہیں کہ اگر ایک ہی نیکی یا بدی کو مثلاً ایک کر دڑ آدمی کرتے ہیں تو ان تمام کی تفصیلی کارکردگی کا علم محیط
بھی آپؐ کو حاصل ہو۔ اعمال کا نیک اور بد ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی عمل کے تمام کرنے والوں کے
تفصیلی حالات کا علم جذبات ہے اور ان دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اور تیسری خاص طور
پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ اس حدیث سے اگر بالفرض تفصیلی عرض بھی مراد ہو تو صرف مسلمانوں کے
اعمال اور ان کی نیکیوں اور بدیوں کا پیش ہونا ہی ثابت ہوگا اور اسی حدیث کا آخری ٹکڑا اس کا
واضح ترین قرینہ ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اور منافقین، مرتدین اور اہل بدعت کے گناہ و کفر و فساد، ارتداد
و بدعت وغیرہ تمام گناہ یقیناً قرآن کریم کے بھلا دینے سے بدرجہا بڑے ذنی اور زیادہ سنگین ہیں۔ اور
جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد تو یہ فرمایا ہے کہ اس سے بڑا گناہ میں نے اور کوئی نہیں
دیکھا کہ کوئی آدمی قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت بھلا دے تو اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہو جاتا
ہے کہ مرتدین اور اہل بدعت (جن کی بدعت کفر اور ارتداد کی حد تک پہنچ چکی ہیں) کے اعمال
ہرگز آپؐ کے سامنے نہیں پیش کئے جاتے، اور قرآنی مخالفت کا یہی دعوے تھا جو باطل ہو گیا ہے

اور اگر بالفرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ تمام انسانوں بلکہ جنوں کے (جو مکلف مخلوق ہے) اعمال

بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بزخ میں پیش کئے جلتے ہیں تو دیگر حیوانات، جمادات اور نباتات کے مختلف حالات کا عرض اور پیش کرنا کس حدیث اور کس دلیل سے ثابت ہوگا؟ اور جب تک فرتی مخالف یہ بھی نہ ثابت کرے تو ان کا دعویٰ علم غیب یقیناً باطل اور مردود ہے اور ان جملہ روایات کو پیش کھنے کے بعد بھی وہ اپنے باطل عقیدہ اور دعویٰ پر دلیل اور برہان سے تہی دست رہتا ہے اور ان روایات سے ان کا یہ مطلب ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا انہیں پتھوں کو جھٹلانا پڑے گا
خامدہ: در حقیقت تفصیلی طہ پر عرض اعمال کا عقیدہ ان برائے نام مدعیان عشق و محبت نے شیعہ شیعہ سے مستعار لیا ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک درود شریف وغیرہ کے عرض کا (جو صرف عرض اجمالی ہے) مسئلہ حق ہے مگر تفصیلی عرض اہل سنت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ شیعہ کا ہے۔ چنانچہ ان کی معتبر اور مستند کتاب اصول کافی میں اس عنوان سے ایک مستقل باب آتا ہے؛ باب عرض الاعتمال علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمة کہ وہ باب جس میں یہ بیان ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حضرات ائمہ کرام پر اعمال پیش کیے جلتے ہیں۔ پھر آگے بعض وہی دلائل پیش کئے ہیں جن پر فرتی مخالف کا یہ بے بنیاد عقیدہ کھڑا ہے دیکھئے کتاب الحجۃ جز سوم ص ۱۳۱ مع المصافی طبع نو کشور۔

یہ مدعی اسلام تو ہیں، ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے

تفصیلی کی وہ کوئی ان میں نہیں، وہ رنگ نہیں لیاؤں گے

② بخاری شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے دو نسخے ہیں، ایک بیہنا انا نائندہ کا نسخہ ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سورہ تھاکہ مجھ پر یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ یہ نسخہ بھی اکثر محدثین کو رام نے پڑھا ہے۔ مگر یہ نسخہ حاشیہ پر درج ہے، اصل نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے:-

بیہنا انا نائندہ اذا زمرة الحديث (بخاری ج ۲ ص ۶۵) کہ جب میں روضہ کوثر پہ کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت الہی

اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے اسی قلم کے نسخہ کو اوجہ کہہ کر ترجیح دی ہے۔ دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۵ و عمدة القاری ج ۱ ص ۶۵۱ اور مطلب یہ بیان کیا ہے:-

لان المراد قيامه على الحوض (امش بخاری ج ۲) ۹۵
 کیونکہ مراد توحضور علیہ السلام کا حوض کوثر پر قیام کرنا ہے۔
 لہذا یہی نسخہ صحیح ہے۔ تعجب نہ کرو جو اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ کو چھوڑ کر مروج نسخہ سے استدلال و استناد
 کرنا ہے جو کسی طرح درست نہیں ہے۔ اور اگر بینا انا ناسم کا نسخہ بھی صحیح ہو تب بھی درست ہے
 کہ خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیامت کا وہ نقشہ اجمالی طور پر پیش کر دیا گیا تھا
 اور اس اجمالی علم کی اپنے اُمت کو اطلاع دی۔ باقی تفصیلی جملہ کیفیات، تو وہ انک لا تدعی اور انک
 لا عملک میں داخل ہیں اور یہی حصہ ہمارا متئل ہے۔

اور حضرت اسماء رضی کی روایت میں یہ الفاظ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-
 انی علی الحوض حتی انظر من ۱
 یرد علی منکم وسیؤخذ ناس دونی
 فاقول یا رب متی من اُمتی
 فیقال هل شعرت ما عملوا بعدک
 واللہ ما یرحوا یرجعون علی
 ۲ عقابہم۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۵)

ایٹریل کے بل (دین سے) لوٹتے ہیں۔

اس روایت اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوض کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحتاً
 موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان تمام صحیح روایات سے
 کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں نیز اس صحیح روایت (اور اسی طرح اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے)
 معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ
 فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد و ابتداء اور رجعت
 قہر ہی کا کوئی علم نہیں ہوگا نالکھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واللہ ما یرحوا احیث کے الفاظ سے آپ کو ان کے
 ارتداد وغیرہ کا علم اور اس کی اطلاع دے دی جائیگی۔ جو لوگ ذہول وغیرہ کا ناکام بہانہ تلاش کر کے اس
 صحیح حدیث (بلکہ متواتر النقل والمعنی) کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو اچھی طرح خوف خدا
 کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ خود یہ حدیث اور پھر اس کی تشریح میں حضرات سلف صالحین رو کیا

فرماتے ہیں۔

سخن میں پیسروی گر کی سلف کی اپنی باتوں کو دہرانا پڑے گا
 (۳) باقی رہا مسلم کے حوالہ سے اما شعریت کے لفظ سے علم ثابت کرنا تو یہ عجیب حماقت ہے۔
 اولاً اس لیے کہ امام مسلم کا احادیث سے استدلال و احتجاج کرنے کا طریقہ ہی جدا ہے۔ چنانچہ خود تصریح
 کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلے وہ روایات پیش کروں گا جو ہر قسم کے عیب سے محفوظ ہوں گی اور ان کے
 روایت حفظ و اتقان سے موصوف ہوں گے، ان کے بعد وہ روایات پیش کروں گا جن کے روایت
 اگرچہ فی الجملہ ثقہ ہوں گے مگر حفظ و اتقان میں غیر اہل کے روایت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے دیکھئے مقدمہ
 مسلم ص ۳۳ و ص ۳۴ اور حضرت اسماءؓ کی یہ روایت جس میں اما شعریت ہے امام مسلم نے درجہ دوم پر
 پیش کی ہے۔ اس لیے اس روایت کو بنیاد قرار دینا فن حدیث کا صریح انکار ہے اور کسی اہل علم و
 اہل انصاف و دیانت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

وثانیاً حضرت اسماءؓ کی یہی روایت صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۵ وغیرہ میں اہل شعریت کے الفاظ سے
 آئی ہے جو سراسر فریق مخالف کے مدعی کے مخالف ہے۔

وثالثاً اگر اس روایت کو اول درجہ کی صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ہمزہ استفہام
 ہمیشہ اور ہر مقام پر انکار ہی کے لیے آیا کرتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کے لیے کون قطعی
 قرینہ موجود ہے کہ اس روایت میں ہمزہ استفہام انکار ہی کے لیے ہے؟ اور اگر بالقرض ہمزہ کو انکار
 ہی کے لیے مانا جائے تو پھر اس کا بھی قوی احتمال موجود ہے کہ صرف ما زائد ہو کیونکہ کلام عرب میں
 حروف لہنی مآ اور لا کا زائد ہونا بکثرت ہے اور یہی قرین قیاس ہے ایک تو اس لیے کہ مسلم کی
 یہ روایت بخاری کی روایت اہل شعریت کے بالکل مطابق ہو جاتی ہے، لہذا دونوں کا مفاد ایک
 ہی ہو جائے گا، اور نیز ان دوسری حدیثوں سے بھی کامل موافقت اور مطابقت ہو جائے گی جن میں
 صاف طور پر اِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا اِنَّكَ لَا تَعْلَمُ لَكَ وغیرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو لہنی علم میں
 نص صریح اور ناقابل تاویل و توجیہ ہیں کہ۔ بینک لگے نہ بچکڑی۔

ورابعاً احادیث کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اما شعریت کے جملہ کا زیادہ تر استعمال ایسے
 ہی مواقع پر ہوتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا۔ اس کی متعدد مثالیں کتب حدیث

میں موجود ہیں مگر ہم اپنے دعوے کی تنویر کے لیے صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ نے زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جھڑکا اور تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ :-

ثم قال أما شعرت انانا حمل الصدقة
(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷)
(اور نہ یہ ہمارے لیے حلال ہے)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت حسنؓ کو (جو بچے ہی تھے) یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ ہم آل بیت زکوٰۃ و صدقہ نہیں کھا سکتے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو ہرگز زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجور وہ اپنے منہ میں نہ ڈالتے اور نہ اس کو کھانے کی کوشش کرتے اور باوجودیکہ ان کو علم نہیں تھا پھر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما شعرت کا جملہ استعمال فرماتے ہیں اور اس حدیث کا یہ مطلب صرف ہماری اختراع نہیں بلکہ شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی الحنفی رحمہ اللہ اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

هذه اللفظة تقال في الشيء الواضح التحريم
واما شعرت كاللفظ اُس چیز اور موقع پر استعمال کیا جاتا
وتموه وان لم يكن المخاطب عالما به اي
ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب
كيف خفي عليك مع ظهور تحريمه
اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے غفی رہ
(عمدة القاری ج ۴ ص ۴۳۹)
گئی حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں اور ظاہر ہے۔

لیجئے خود ایک بلند پایہ حنفی، فقیہ اور محدث نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ بالے موقع پر استعمال ہوتا ہے جس کا مخاطب کو پہلے سے علم نہ ہو۔

اور یہی حدیث صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴ وغیرہ میں ان الفاظ سے آئی ہے۔

اما علمت انانا حمل الصدقة
حضرت امام نووی الشافعی رحمہ اللہ اما علمت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

هذه اللفظة تقال في شيء الواضح التحريم
واما علمت كاللفظ اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے
وتموه وان لم يكن المخاطب عالما به اي
جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس
(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴)
کو نہ جانتا ہو۔

تعجب ہے کہ فریقِ مخالفت تو اما شہرت کی روایت سے مخاطب کا علم ثابت کرتے ہیں اور یہاں
 حسب تصریح امام نووی وغیرہ اما علمت کے صریح جملہ سے بھی کا مخاطب کا عالم ہونا ثابت نہیں
 ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فریقِ مخالفت کو یہ ذوق عطا فرمائے کہ وہ عربی زبان کو اور اس کے مواقع استعمال کو سمجھ
 سکے۔ علم عربی سے تعلق اور اس میں مہارت نہ ہونے ہی کا یہ اثر ہے کہ فریقِ مخالفت قدم قدم پر ٹھیکیں
 کھاتا چلا جاتا ہے۔ کہیں لفظ محلّ اور مآ سے غلط استدلال کرتا ہے اور کہیں لفظ اما شہرت وغیرہ
 سے دھوکہ کھاتا ہے کیا کیا جلتے، علماء کی جگہ ان نام نہاد مفتیوں اور جملاد نے لی ہے جو قوم کی بدبختی اور
 اوبار کی علامت بنے۔

ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں اوبار کی
 سب کو کرنی ہوں گی پوری اپنی اپنی باریاں

الحاصل حدیث انتک لاتدعی اور انتک لا علمک وغیرہ نفی علم غیب میں نص صریح ہے
 اور نہ تو مخالفین کی طرف سے آج تک کوئی صحیح جواب اس کا بن سکا ہے اور نہ تاقیامت اس کی توقع
 ان سے کی جاسکتی ہے۔ بے جا اور دوراز کار تاویل یا خالص تحریف کا نام اگر جواب ہے تو ایسے
 سیکڑوں جواب وہ لے سکتے ہیں اور اس میدان کے بلا مقابلہ اور بلا مبالغہ غازی ہیں۔ ہم الٰہی کی
 اس صفت اور خوبی کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

پس اُنہیں گراپنا ذرا ہو جان اپنی بھی اُن پہ خدا ہو

کرتے ہیں خود نامنصفیاں اور کہتے ہیں نافذ ہیں

(۴) ان تمام احادیث اور پیش کردہ تفصیل کو مد نظر رکھنے کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ مفتی احمد یار خان
 صاحب کا یہ جواب کتنا فرسودہ بلکہ بے ہودہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر
 ہو گا کہ ان کو آنے دویہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر نگلیں کرنے
 کے لیے ہو گا۔ الحمد للہ مفتی صاحب ہی از روئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم رؤف و رحیم اور رحمتہ قللیں ہو کر قیامت کے دن طعن کیوں کریں گے؟ اور کیا ایسے مقام
 پر ایک مکلف اور پابندِ شریعت کے لیے طعن درست ہے؟ پھر اس طعن کے ثبوت پر کون سی نص یا
 واضح قرینہ موجود ہے؟ یا کوئی معقول عقلی دلیل ہی موجود ہے؟ اور پھر اس طعن کا جواب انتک لاتدعی

يَا اِنَّكَ لَا عَلِمْتَ لَكَ وَغَيْرِهِ سے کیسے صحیح اور درست ہوگا؟ الغرض مفتی صاحب کا یہ جواب محض طفل تسل یا اپنے ماؤف دل کی تکیس کا سامان ہے اور بس۔ رہا اَعْرِفْهُمْ کے جملہ سے اُن کا پہچانا تو وہ آثار و صوٹ سے ہوگا۔ جیسکہ حضرت البہر یث سے مروی ہے کہ:-

فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتْ بَعْدَ مَنْ
اُمِّتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِلَى اَنْ قَالَ فَاتَّبَعَهُمْ يَأْتُونَ
غُرَا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْغُرُفِ الْحَدِيثِ
مسلم ج ۱ ص ۱۲۴ و سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۱۸۶ و طیبی ص ۱۸۶
عن ابن مسعود (۱۲۴)

حضرت صحابہ کرام نے کہا کہ حضرت! آپ اُمّت کے ان افراد کو جو
ابھی تک نہیں آئے کیسے پہچانیں گے؟ تو اپنے آخر میں یہ
جواب ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے افراد اس حالت
میں واپس پیش ہوں گے کہ ان کے اعضاء و صلوٰت
اور مثال ہونگے (اس علامت میں ان کو شناخت کر دوں گا۔)

پھر اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ:-

فَيَقَالُ اَنَّهُمْ قَدْ بَدَلُوا بَعْدَكَ فَاقُولُ سُبْحٰنًا
سُبْحٰنًا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۴)

سو کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین بدل
دیا تھا تو میں کہوں گا۔ دُور ہوں، دُور ہوں۔

اور یہ پہچانا صرف ظاہری اور اجمالی ہوگا۔ باقی یہ کہ وہ مرتدین وغیرہ کس خاندان اور کس قبیلہ وغیرہ سے
تعلق رکھتے ہوں گے؟ ان کی عمریں کیا ہوں گی؟ ان کے نام کیا ہوں گے؟ اس کا تفصیلی علم آپ کے ہرگز نہ ہوگا
اسی طرح ان کے قد و قامت اور سیاہ و سفید ہونا وغیرہ جملہ کیفیات میں سے بعض قیامت کے
دن تو مشاہدہ سے معلوم ہوں گی، مگر دیگر بعض اس وقت بھی معلوم نہیں ہو سکیں گی اور ان کا ارتداد و
ابتداع وغیرہ تو بہر حال وہ اَنْتَ لَا تَدْرِي اور اَنْتَ لَا عَلِمْتَ کے تحت داخل ہے لہذا احرف و
کا جملہ اس تفصیلی سنٹی کا ہرگز جواب اور توڑ نہیں ہے۔ مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ فَيَقَالُ
اَنْتَ لَا تَدْرِي کا جواب محض فرشتوں کی طرف ہی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مفتی صاحب مغالطہ میں پڑے
ہوئے ہیں بلکہ یہ جواب حق تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ بھی ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے بخاری وغیرہ کی صریح
اور صحیح روایات اس پر عرض کر دی ہیں وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ
کرے کہ مفتی صاحب وغیرہ تعصب اور بغاوت کو چھوڑ کر انصاف کی نگاہ سے دلائل کا موازنہ کریں اور
خود بھی گمراہی سے بچ جائیں اور لوگوں کو بھی غلط راہ پر نہ ڈالیں مگر یہ

قائل گزریں وہاں سے کیونکہ سلامت و اعظ
ہو جہاں راہزن اور راہنما ایک ہی شخص

⑤ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اہل برکت کا وطیرہ ہی عجیب ہے کہ موضوع وجہی منکر و محلل اور ضعیف روایتوں سے تو وہ احتجاج و استدلال کرتے ہیں اور وہاں ضعف وغیرہ کا سوال سامنے ہی نہیں آتا مگر جب کوئی روایت اُن کے عقیدہ باطلہ کے خلاف آجائے تو وہ حجت بھی نہیں ہوتی، اور اس کا ضعف بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو بگوش ہوش سنا چاہیے اور اچھی طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بخاری شریف کی روایت کو ضعیف کہہ دینا غلطی کا گھر نہیں ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کی یہ بھی معلوم معلوم ہونا چاہیے کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے مقیاس ص ۲۲۴ میں جہالت کا ثبوت دیا ہے بلکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے اور یہ روایت بخاری میں تین دفعہ ہی مذکور نہیں جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس ص ۲۲۳ میں لکھا ہے، بلکہ یہ روایت صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں آٹھ دفعہ مذکور ہے اور آٹھ ہی جگہوں پر اس کی صحت ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو (ص ۶۶ و ص ۶۷ وغیرہ وغیرہ) اور یہ روایت تنہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ یہ روایت بخاری (ج ۲ ص ۹۴ و ص ۱۰۴) میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور (ج ۲ ص ۹۴ و ص ۱۰۴) میں حضرت ابوسعید بن الخدریؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴) میں حضرت انس بن مالکؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴) میں حضرت ابوہریرہؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴ و ص ۱۰۴) میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے اور (ج ۲ ص ۹۴) میں اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ اور ثمت ہیں۔ اہل سفیان ثوریؒ وغیرہ سے اُن کی روایات میں خطا ہو جاتی رہی ہے (ملاحظہ ہو تنزیب التذیب ج ۹ ص ۵۳) مگر یہ روایت سفیانؒ کے طریق سے نہیں ہے۔ پھر اگر مولوی محمد عمر صاحب کو لان کے ساتھ کوئی کہے تو ہم مجرم نہیں کرتے۔ بخاری ج ۱ ص ۴۴ و ص ۴۹ و ج ۲ ص ۶۹۳ و ص ۶۹۶ و ص ۹۴ و ص ۹۵ وغیرہ ملاحظہ کریں نہ ان میں محمد یوسف فریابیؒ ہیں اور نہ بقول مولوی محمد عمر صاحب حدیث ضعیف ہے، اور ان میں سے اکثر روایات میں شیخ الاسلام الحافظ الحجۃ الثقتہ اور اثبت شعبۃ بن الحجاجؒ بھی نہیں ہیں جن پر مولوی محمد عمر صاحب کا تخطیہ فی الاسماء کا الزام ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا ایک اور کمال یا کرامت دیکھئے وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں محمدؒ

بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی جو مشکلم فیہ ہے بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر العبیدی ابو عبد اللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی غرض فاسد کے تحت، جہالت یا خیانت سے محمد بن کثیر قرشی الکوفی پر خیر سے جرح نقل کمرنی شروع کر دی اور اس طرح انہوں نے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کیا، اور دوسری خیانت یہ کہ ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری الحافظ الامام اور الحجة کا نام تو ٹھیک لکھا مگر جس ہشام بن عبد الملک بن عمران الیضی الحمصی پر امام ابو داؤد نے جرح کی ہے وہ اور ہے اور اس کی کنیت ابو الولید نہیں ہے۔ اس سے بڑا کمال اور علمی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ نام کسی کا لیا اور کنیت کسی کی لی اور اس پر جرح نقل کر کے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کر دیا گیا۔ سچ کہہ لیا ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کتبہ جوڑا۔ افسوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کی اس علمی لیاقت اور دیانت پر جس کی وجہ سے وہ مخلوق خدا کو فی حوالہ ایک غلطی پر صدر یہیہ الغام کا جھوٹا اور نمکاڑا نہ جلیج کرتے ہیں۔ دیکھئے مقیاس صحت (۱) اور خیر سے تمیز اتنی نہیں کہ حضرت ابو سعود (عقبہ بن عمرو البدری) اور حضرت ابن مسعود (الہذلی) میں فرق کر سکیں۔ (دیکھئے مقیاس ص) اور ما شاء اللہ تعالیٰ علمی قابلیت یہ ہے کہ مشکوٰۃ مصنف (جو دراصل الشیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی) ہیں، وقد فرغ من مشکوٰۃ ص ۴۳۷ مولوی محمد عمر صاحب خطیب بغدادی (الحافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۷۲۳ھ) کو بنائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف جو متعصبین ثوراف سے شمار کئے گئے ہیں فرماتے ہیں، بلفظ مقیاس ص ۲۵ طبع چارم)۔ یہ ہیں خیر سے فریق مخالفت کے علمی کوششے اور کارنامے۔ ذوا اسفا! اور اس پر ان کو شرم بھی محسوس نہیں ہوتی، واللہ تعالیٰ در القائل ع۔ چہ دلاور است ذمے کہ بھٹ چراغ دارد۔

قارئین کرام! ارادہ توبہ تھا کہ دوسرا احادیث اس مسئلہ پر عرض کی جائیں اور وہ سب حدیثیں یکجا جمع کی ہوئی سلسلے میں موجود بھی ہیں۔ مگر اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اگر وہ سب حدیثیں پیش کی جائیں تو کتاب بہت لمبی ہو جائے گی اور جہاں پڑھنے والے اس کے پڑھنے سے اکتا جائیں گے وہاں اس گرائی اور منگائی کے زمانہ میں اس کی کتابت اور طاعت وغیرہ کے مصارف بھی اٹھانے مشکل ہو جائیں گے اس لیے بہر دست انہی پچیس احادیث پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ہاں صرف ایک حدیث اور عرض کی جاتی ہے۔ ہم قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ اس کو عرض کرتے ہیں، اس لیے کہ پہلے

ہی کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا ہے اور ابھی ہم نے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے ابھی تک نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں مگر حدیثیں جو دوسرے مختلف ابواب کے علاوہ صرف اس باب میں پیش کی ہیں وہ پچیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ حدیث جبرائیلؑ جو کم و بیش دس حضرات صحابہ کرام سے نقل کی گئی ہے وہ اصول حدیث کے تحت ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اور اسی طرح حدیث ہوض بھی ہم نے دس حضرات صحابہ کرام کے حوالہ سے نقل کی ہے اور فن حدیث کے اعتبار سے یہ ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اسی طرح دوسری حدیثوں کا حال بھی سمجھئے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے مختلف ابواب میں نفی علم غیب پر ہمیش کی ہوئی احادیث کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر ہم نے ایک خاص مصلحت اور سہولت کے پیش نظر نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں۔ مٹانے والے اور منصف مزاج آدمی کے لیے ایک بھی کافی ہے۔ البتہ معاذ استغقب اور بھروسے کے لیے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

حضرت زید بن ارقم (المتقی ص ۶۶) سے روایت ہے کہ جناب بنی
۲۶ چھبیسویں حدیث | کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں یہ بھی فرما کرتے تھے کہ ۱۔

اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع الحیث لے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے
 مسلم ج ۲ ص ۲۵۵ و سنائی ج ۲ ص ۲۴۳) جو نافع نہ ہو۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے (سنائی جلد ۲ ص ۶۶) و مستدرک ج ۱ ص ۵۴
 و ترمذی ج ۲ ص ۱۸۱ و قال حسن صحیح) اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے (سنائی ج ۲ ص ۲۵۵) و مسند
 طیارسی ص ۲۶۸) اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے (سنائی ج ۲ ص ۲۶۸) و طیارسی ص ۳۵۳ و ابن ماجہ
 ص ۲۸۱ و الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۱۸۱ قال الحاکم والنسائی صحیح) اور یہ روایت حضرت جابرؓ سے بھی
 مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۱) اور نیز یہ روایت حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن اوفیؓ
 سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۱) و فروی حدیث عائشہؓ الطبرانی فی الاوسط و حدیث ابن ابی
 اوفیؓ الامام احمدؓ فی مسندہ)۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔
 سلوا اللہ علماً نافعاً و تعوذوا باللہ من علم لا ینفع (ابن ماجہ ص ۲۸۱)
 تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور اللہ سے علم
 پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں فرمائے گئے بلکہ آپ نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے حالانکہ جمیع علوم ماکان و مایکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں۔ خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ، یا غیر نافع ہوں جیسے علوم سفلیہ خسیہ۔ اور آجکل اس فلمی اور موسیقی اور مکرو خدایہ وغیرہ کے دور میں شرعاً علوم غیر نافعہ کا سمجھنا جہل و غلہ نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی ہے جن سے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور محفوظ رکھا ہے، اور ان غیر نافع علوم سے آپ کا محفوظ رہنا ہی آپ نے اپنا کمال سمجھا ہے مگر فریق مخالفت ان غیر نافعہ علوم کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ اس پر متصر ہے اور اس میں اس کو کمال نظر آتا ہے۔ ع۔

بہیں تفاوت راہ است از کجاست کہ

فریق مخالفت کا جواب فریق مخالفت کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی علم غیر نافع ہے ہی نہیں اور بعض جہلا کا کہنا ہے کہ من علم لا ینفع قضیہ سالیہ ہے اور اس کے لیے وجود موضوع ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا دنیا میں غیر نافع علم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ نفس علم کسی شے کا بڑا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بڑی چیزوں چوری اڑنا، جادو، استعار کا علم نہیں تھا، کیونکہ ان کا جانا عجیب ہے۔ بات خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ الخ

اور اس سے قبل لکھتے ہیں کہ: اسی طرح جادو کی ممانعت ہے دفع جادو کے لیے الخ (اور اس پر مقدمہ شامی کا حن ذمیرۃ الناظرۃ کا حوالہ پیش کیا ہے)۔ (جماد الحق ص ۲۸)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: ”ادنی شیء کا علم ادنی نہیں ہوتا۔ شیئی ادنی ہو تو ہو لیکن اس کا علم ادنی نہیں ہوتا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہر شیء کا علم نفع دینے والا ہوتا ہے۔ مثلاً ادنی شیئی کا علم اگر آپ کو نہ ہو تو اس میں بھی نفع نہیں کیونکہ دہائی کو اعتراض کا موقع مل جائے گا کہ آپ کو ادنی شیئی کا علم حاصل نہیں (مقتباس ص ۴۶)

جواب فریق مخالفت کا یہ جواب نہ اہل لہ اور معاندانہ ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا اولاً اس لیے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر نافع علوم سے پناہ مانگی ہے

تو یہ خود اس کی دلیل ہے کہ دنیا میں کچھ علم ضرور ایسے بھی ہیں جو نافع نہیں ہیں، ورنہ معدوم محض سے محض کاپناہ مانگنا بے معنی اور عبث ہوگا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور من علیہ لا ینفع قضیہ سالیہ نہیں بلکہ قضیہ موجبہ سالیہ المحمول ہے جس کے لیے وجود موضوع ضروری ہے۔

وثانیاً، کئی علم کے دینی نقطہ نظر سے غیر نافع ہونے کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے جس شخص کو بھی دین میں کچھ بصیرت حاصل ہے وہ بالیقین جانتا ہے کہ بہت سے علوم ایسے ہیں جن کا دین میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایسے علوم کا جاننا مکلف اور پابند شرع مخلوق کے لیے عیب ہے۔ رہا باری تعالیٰ کا معاملہ تو وہ مکلف نہیں ہے لَا یُسْئَلُ عَنْهَا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُونَ۔

وثالثاً، ہم بعض ایسے علوم و فنون کی نشان دہی کرتے ہیں جو شریعت میں مذموم اور قبیح ہیں اور ہر لحاظ سے غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-
 من اقتبس علماً من النجوم اقتبس
 جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس
 شجرة من السمر زاد ما زاد (ابوداؤد ج ۱۸)
 و ابن ماجہ ص ۲۴۳ و رجال سناؤ ثقات الدلیل الطالب ص ۱۵۸
 کیا سو زیادہ کیا۔

اور حضرت شاہ عبدالغنی المجدوی المحنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-
 وادخل صاحب الدفی العلم المحرام علم
 صاحب مدر نے حرام علم میں علم فلسفہ، شعبہ
 الفلاسفة والشعبۃ والتنجید والرمل وعلوم
 نجوم، رمل، علم طبیعیات، جادو اور کائنات سب
 الطباعین والسحر والکھانة (المجروح الحاجہ ص ۲۴۳)
 کہ شامل کیا ہے۔
 اور علامہ خطابی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

علم النجوم المنہی عنه ہر ما یدل علیہ
 اهل التنجید من علم الکوائن والحوادث
 جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ وہ علم ہے جس
 سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع
 لیتی ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے زلخ کی
 التي لم تقع کہ جی الامطار وتغیر الاسماء
 واما ما یعلم بہ اوقات الصلوة وجہۃ
 وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقات نماز
 اور حجت قبلہ کا تعین ہوتا ہے، وہ ممنوع علم نجوم
 القبلة تغیر داخل فیما نہی عنه (معالم السنن ج ۳ ص ۳۶۱)

کذا فی تعلیق المصنوع ج ۲ ص ۱۸۹

میں داخل نہیں ہے۔

امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی الشافعی (المتوفی ۳۸۸ھ) کی اصل عبارت یوں ہے۔

حسن علم نجوم سے منع کیا گیا ہے وہ وہ علم نجوم ہے جس کا نجومی دعوے کرتے ہیں کہ مستقبل زمانہ میں یہ

یہ حادثات رونما ہوں گے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئے مثلاً ان کا ہواؤں کے چلنے بارش کے نازل

ہونے گرمی اور سردی کے ظاہر ہونے اور اس طرح کے دیگر امور کی خبر دینا جس کے بارے میں وہ یہ

دعوے کرتے ہیں کہ وہ ان حوادث کو سیاروں کے اپنے راستوں پر چلنے اور ان کے اجتماع

واقعتاً سے جان لیتے ہیں اور وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان سیاروں کی سفیات میں تاثیر ہے

اور وہ سیارے اپنے حکموں پر تصرف کرتے اور اپنے موجبات کے فیصلوں پر چلتے ہیں اور یہ ان

کی علم غیب پر سہینہ زوری ہے اور ایسے علم پر دست اندازی ہے جس کے ساتھ صرف

پرو و گاہی متفرد ہے اور اس کے سوا غیب کوئی بھی نہیں جانتا، راہ علم نجوم کا وہ شعبہ جو مشاہدہ اور جس کو کلیتہ

سے اخذ کیا جاتا ہے مثلاً زوال کا وقت اور حجت قبلہ معلوم کرنا تو وہ نبی میں داخل نہیں ہے۔

جادو کا سیکھنا اور سکھانا تو نزل حرام ہیں۔

علم النجوم المنہی عنہ هو ما يدعيه اهل التنجيم من علم الكوائن والحوادث التي لم تقع وستقع في مستقبل الزمان كاخبارهم باوقات هبوب الرياح ومجيئ المطر وظهور الحروب والبرد وتغير الاسعار وما كان في معانيها من الامور يزعمون انهم يبدكون معرفتها بسير الكواكب في مجاريها واجتماعها واقتربانها ويدهون لهما تأثيرا في السفليات وانها تتصرف على احكامها وتجرى على قضايا موجباتها وهذا منہم تحكم على الغيب وتعاط لعلم

امتاشر الله سبحانه به لا يعلم الغيب احد سواه فاما علم النجوم الذي يدرك من طريق المشاهدة والحس كالذي يعرف به الزوال ويعلم به جهة القبلة فانه غير داخل فيما نهى عنه الله

واعلم السنن ج ۵ ص ۳۴۲ و ص ۳۴۳ طبع مصر

اور امام نووی الشافعی لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلمه (ای العلم) وتعليمه فحرام (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ والدلیل ص ۱۵۶)

اور اس کی حرمت اہل سنت والجماعت کے دائرہ خصوصیت سے حضرات اخوان کے اعتبار میں مسلم امام ابو منصور ماتریدیؒ (المتوفی ۳۲۳ھ) سے بھی منقول ہے (الدلیل ص ۱۵۶) اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلّمہ وتعلیمہ فحرام (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸۳)
اور علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ :-

فجعلت الشریعة باب التعلّم والطلّمات و
الشعوذة بابا واحدا لما فیہا من الضرر
نقصته بالخطر والتحریم (مقدمہ ص ۱۵۶)
شریعت نے جادو، طلسم اور شعبہ بازی کو ایک
ہی میں رکھ کر اس کو بالخصوص ممنوع اور حرام
قرار دیا ہے۔

ادفصل البطلان صناعت نجوم میں صناعت نجوم کی پُر زور عقلی اور نقلی تردید کرتے ہوئے یہ بھی تحریر
فرماتے ہیں کہ :-

والنبوءات ایضا منكرة لثان النجوم وتأثیراتها
واستقراء الشرعيات شاهد بذلك
(مقدمہ ص ۱۵۲)
یعنی مزاج نبوت بھی علم نجوم اور اس کی تاثیرات
ہے اور شرعی دلائل کے استقراء سے یہی کچھ
معلوم ہو چکا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ :-

هذا هو الواجب علی من عرفت مفسد
هذا العلم ومضاره - (ص ۱۵۲)
جو شخص علم نجوم کے مفسد اور مضرات سے آگاہ ہے
یہی اس پر واجب ہے (کہ وہ اس سے الگ ہے)

اور حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ :-

واما تعلیمہ وتعلّمہ ففیہ ثلاثة اقوال
الاول ان یعمّم الذی قطع به الجمهور
انہما حرامان والثانی انہما مکروہان و
الثالث انہما مباحان :
(شرح فقہ اکبر ص ۱۴)
جادو کی تعلیم و تعلم میں اختلاف ہے۔ پہلا قول جس
پر جمہور علماء اسلام قطعی متفق ہیں اسی صحیح ہے کہ جادو
کامیبت اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔ دوسرا قول یہ
ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ
یہ دونوں مباح ہیں۔

اور مولانا عبدالحی کسٹویؒ لکھتے ہیں کہ :- اتفاق دارند بریں کہ سحر حرام و کبیرہ است و بعض المہ

فقہ الملاق کفر ہم بدل کر دہ است حتی کہ تغا زانی در حواشی کثافت اجماع نقل میکند "الما (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص ۱۲)۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :-

داما علمہ النجم فانہ لا یضر جملة علم نجوم کی جمالت بالکل غیر معسر ہے۔

(حجة اللہ البالغة ج ۲ ص ۱۹۵)

اور اب صدیق حسن خاں صاحب غیر متقلدین کے مسلم پیشوا لکھتے ہیں کہ :- "تعلیم این علم و عمل بدل حرام است مثل تعلم سحر و عمل بدل سواء بسواء (الدلیل الطالب ص ۱۵۷)۔

اور علامہ ابن خلدون "صناعة السیما کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :-

فمن قبیل السحر (مقدمہ ص ۹۷) وہ جادو کی قسم سے ہے

اور علم موسیقی کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

تلحین الموسیقی الصنای فانہ لا یدلغی فن موسیقی کی راگ اور لے تو اس کے ممنوع اند نہی ان یختلف فی حظہ اذ صناعتہ مباحیۃ غنہ ہونے میں اختلاف کرنا مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ فن للمقران من کل وجہ (مقدمہ ص ۲۵) موسیقی ہر لحاظ سے قرآن کریم کے عاف ہے ۔

اور فلسفہ کی قباحث بتلاتے ہوئے فلسفیوں کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں کہ :-

استناد ہم الموجدات کلھا االی عقل الاقل کہ وہ تمام موجودات کو عقل اول کی طرف منسوب (مقدمہ ص ۵۱۶) کرتے ہیں ۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقل اول مخلوق ہے ۔ اگر تمام موجودات مخلوق کی طرف منسوب

ہیں تو پھر خالق مطلق کا کیا کام ؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت امام غزالی (دالموتی ص ۵۰۵) غیر شرعی علوم کی دو قسمیں کرتے ہیں ۔ ایک وہ جس پر کوئی اچھا اور مفید نتیجہ مرتب ہو اور لکھتے ہیں کہ وہ علم مقبول اور محمود ہوگا اور دوسری قسم وہ ہے جو اس کے خلاف ہو ۔

پھر آگے علم مذموم کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

داما المذموم منہ تعلمہ السحر ۱۰ الطلسمات و بہر حال مذموم علوم میں سے جادو اور طلسمات اور شعبہ

علم الشريعة والتبیین (اجید العلوم ج ۱ ص ۱۸۱) اور تبیین و مذاکرہ کا علم بھی ہے۔

اور فلاسفہ کے مسائل اور مذاہب کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

بعض ما کفر وبعضا بدعة (ص ۱۹) بعض ان میں سے کفر اور بعض بدعت ہیں۔

اور علم طبعیات کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ:-

وبعضا مخالف للشرع والدين الحق فهو جمل (ص ۱۹) اس کا بعض حصہ شرع اور دین حق کے سراسر خلاف

ہے لہذا وہ جمل ہے علم نہیں ہے۔

ولیس جلد (ج ۱ ص ۱۹)

اور علوم مظہرہ اور مضمرہ اور محمودہ و مذمومہ پر لبوط سے کلام کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

فالقسم المذموم منه قليله وكثيره هو ماله

فائدة فيه في دين ولا دينا اذ فيه ضرر

علم مذموم کی قسم سے جس کا محذور اور زیادہ حصہ

يغلب نفعه كعلم السحر والطلسمات

سب مذموم ہے وہ ہے جس میں دین اور دنیا کا کوئی

والنجيم فبعينه لا فائدة فيه اصلا

فائدہ نہیں کیونکہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے جیسے

وصرف العمر الذي هو نفس ما

جادو طلسم اور نجوم کا علم ان میں سے بعض کا تو سکے

يملكه الانسان اليه اضرار

سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور ان میں کسے عجز

اضاعة النفس مذمومة ومنه

کا صرف کرنا جو انسان کی نفس تیز ترین دولت

ما فيه ضرر سيؤيد على ما يظن انه

ہے سراسر نقصان ہے۔ کیونکہ عمدہ چیز کا مائع

يحصل به من قضاء وطرف الدنيا

کرنا ضرر مذموم ہے اور ان میں کچھ وہ علوم ہیں کہ ان

فان ذلك لا يعتد به بالاضافة

کا نقصان اس نفع سے زیادہ ہے جس کا گمان کیا جاتا

الى الفسر المحاصل عنه -

ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی فائدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ حیر

سا فائدہ اس سے حاصل شدہ نقصان کے مقابلہ میں

بالکل ہیچ ہے۔

(ج ۱ ص ۲۲)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا میں درخت تو بہت زیادہ ہیں مگر پھلدار درخت

کم ہیں اور پھل بھی بکثرت ہیں مگر میٹھے ان میں بہت کم ہیں وما اکثر العلوم و لیس کلمہ نافع۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۸) اور علوم بھی بہت زیادہ ہیں لیکن سب کے سب مفید نہیں ہیں

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ:-

وَالْتَعْلَمَهُ وَقِيلَ لَهُ كَفَرٌ (بِجَزَائِهِ فَتَحَ الْمَلِكُ ج ۲۵۵) جادو کا سیکھنا اور سکھانا نہ نازل کفر میں۔

بلاشبک علم نسب بشرطیکہ افراط و تفریط سے محفوظ ہو ایک مفید علم ہے اور اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت نے اس کی تلقین کی ہے لیکن اہل عرب کی طرح اتنا علو کہ حضرت آدم علیہ السلام تک و ثوق سے نسب نامہ بیان کرنا، اور اسی طرح گھوڑوں، اونٹوں، اگے حمل اور چمروں بلکہ کتوں تک پشت و پشت تک نسب محفوظ رکھنا ایک غیر مندرجہ اور غیر مفید علم ہے۔ چنانچہ یسعی ہی نسب کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ۱۔

عِلْمُ النَّسَبِ عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ وَجِهَالَتُهُ لَا تَنْصُرُ عِلْمُ نَسَبٍ أَيْكٌ غَيْرُ نَافِعٍ عِلْمٌ هُوَ اور اس کا نہ جاننا (رواہ ابن عبد البر عن ابی ہریرۃ ر ۶) اور اس سے جاہلی رہنا کوئی مضرت نہیں ہے۔

(کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا نسب جب محدثین عنان تک بیان فرماتے تو ۱۔
ثَمِيمُكَ وَيَقُولُ حَذِبَ السَّابِلِينَ قَالَ پھر دُک جلتے تھے اور فرماتے تھے کہ (و ثوق سے
اللہ تعالیٰ وقرونا بین ذالک کثیرا۔ پورا نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔
(اخرجه ابن سعد عن ابن عباس ر ۶) حق تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان کے درمیان بہت سے

(کنز العمال ج ۴ ص ۲۹) قرن گزرے ہیں (وَلَا يَخْلُقُ اللَّهُ إِلَّا اللَّه)

مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن پاک نے مبہم رکھا ہے، اس کی صحیح اور پوری تفصیل و ثوق سے کون بیان کر سکتا ہے؟ لہذا حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

الحاصل یہ اس سابق بحث کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات بالکل آشکار ہو گئی ہے کہ جادو،

علم نجوم، اہل، کمانت، طلسم، شیعہ، بازی، ہیما، علم طبعیات، فلسفہ، موسیقی، اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور یہی کچھ شریعت کی نوح سے حاصل ہوا ہے۔ اور جادو وغیرہ کا سیکھنا اور سکھانا تو جمہور اہل اسلام کے نزدیک حرام ہے۔

تعجب اور حیرت پر حیرت ہے مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ پر جو مرجوح اور غیر مفتی بہ قول کوئے کر جادو کا سیکھنا واجب قرار دیتے ہیں اور حضرات جمہور کے قول کو نظر انداز کرتے ہیں۔ عجیب سنا اور نزاع حکمہ استفتاء ان کے لٹھا آیا ہے! مفتی صاحب یہ تو فرماتے کہ جن مسلمانوں نے جادو وغیرہ نہیں

سیکھا، کیا آپکے فتوے کے دوسرے وہ تارک واجب اور گناہگار نہ ہوں گے؟ کچھ تو لب کثانی فرمائیے۔
 یتواذہروا۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مفتی صاحب جادو کے علم کو واجب کہیں اور خود نہ سیکھیں
 ضرور مفتی صاحب نے جادو کا علم سیکھا ہوگا اور لوگوں کو ضرور وہ سکھاتے بھی ہوں گے۔ اس لحاظ سے مفتی
 احمد یار خاں صاحب نے مفتی ہی نہیں بلکہ ساحر عظیم اور جادو گر بھی ہیں۔ سچ ہے ع
 جادو وہ جو کسر پر چڑھ کر بولے

وخاصاً اگر کوئی صفتی اور کجرو انسان ان سابق حوالجات پر مطمئن نہیں ہوتا تو ہم اس کو مجبور نہیں
 کرتے۔ آئیے کہ ہم اس کو بریلی کا بنا ہوا سمرہ ہی بتا دیں۔ شائد کہ اُس سے اُس کی آنکھیں منور اور روشن
 ہو جائیں اور یہی شائد اس کے لیے اکیسرا بت ہو۔ خالصاً صاحب بریلی علم سیمیلو (جو بقول ابن خلدون رح جادو
 کی قسم ہے) کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-
 (مفوضات حصہ دوم ص ۶)

”نہایت ناپاک علم ہے“
 لیجئے اب تو مان جائیے کہ اس دنیا میں ایسے علوم بھی ہیں جو نہ صرف ناپاک ہیں بلکہ نہایت ناپاک
 ہیں۔ افسوس ہے اہل بدعت حضرات پر کہ وہ ایسے ایسے گندے اور ناپاک علوم اس پاک ہستی کی طرف
 منسوب کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ
 کہ نہ تو ہم نے ان کو علم شعر عطا کیا ہے اور نہ وہ
 آپ کی شالی رفیع کے مناسب ہی ہے۔

مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ان کے نزدیک تمام غیر مناسب اور نالائق باتوں
 کو امام الانبیاء خاتم البقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا عین ایمان، عشق اور محبت ہے
 فوالسعد والی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

چل بیٹے آپ دل کو تڑپا کر
 کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

ارادہ تھا کہ جو حدیثیں ہم نے نفی علم غیب پر پیش کی ہیں (اور یہ ایک واضح
 حقیقت ہے کہ یہ جملہ روایات اپنے معنوم میں بالکل واضح ہیں اور اثبات مدعی
 کے لیے نص صریح اور بالکل کافی ہیں) ان کو سن کے لحاظ سے ترتیب وار لکھا جائے، مثلاً پہلے اسے

تنبیہ ضروری

میں پیش آنے والے واقعات کی حدیثیں درج ہوں اور پھر سلمہ کی اور علی بن ابی القیاس بالآخر سلمہ کی
 مگر ایک خاص اہم اور ضروری مصلحت کے ہمیشہ نظر ہم نے یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی جیسا کہ اہل علم پر مخفی
 نہیں ہے۔ بہر حال اصل مدعی بالکل عیاں ہو چکا ہے، اب ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ قرآن کریم
 اور صحیح احادیث کے سابق پیش کردہ دلائل اور براہین کو ٹھنڈے دل کے ساتھ پڑھا جائے اور پھر ان
 پر عقیدہ رکھا جائے۔ ہر ایک کی قبر کا سوال ہے یہ خداوند عباد کا مقام نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنا ہی نقصان
 ہو اور اس بے اساس کی تلقین کی پھر کوئی صورت بھی نہ ہو، واللہ داللقائل ۛ

اپنی تو اب تمام ہوئی کائناتِ عجم
 دوا شک تھے سو دیدۂ تر سے گزر گئے

باب ہفتم

گذشتہ الجواب میں آپ نفی علم غیب پر قرآن کریم کی نصوص قطعہ اور ان کی تفسیر میں محترم اور مستند حضرات مفسرین کرام کی عبارات نیز متعدد صحیح احادیث اور ان کی تشریح میں ذمہ دار محترم شراح حدیث کے اقوال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب اس باب میں ہم اس ترتیب سے چند اہم مسائل ذکر کرتے ہیں کہ عقائد میں غلطی اور غلط فہمی سے کوئی شخص معذور و متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مواخذہ سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء اسلام کے نزدیک کن مسائل میں تکفیر کی جاتی ہے اور معیار تکفیر کیا ہے؟ اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء کرام کا گروہ نہایت مختلط اور سنجیدہ واقع ہوا ہے۔ وہ بلاوجہ کسی کلمہ گو کی ہرگز تکفیر نہیں کرتا اور غلط انحصار معاصی کی وجہ سے تو کسی ایک فرد کی بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ بھی بیان ہو گا کہ جناب امام الانبیلہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل ترین تہذیب و تہذیبی بالاتفاق کفر ہے اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کا دینی اعتقادی اور حلال و حرام وغیرہ کے مسائل میں معتبر ہونا حضرات محدثین کرام کے نزدیک بھی ایک بڑی حقیقت ہے۔ مگر حضرات فقہاء کرام کا یہی مختلط اور سنجیدہ گروہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر تسلیم کرتا ہو اور اسی طرح ہندوگان دین کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھنا بھی ان کے نزدیک کفر ہے، اور ان عبارات پر فوج مخالف کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کے جوابات بھی عرض کر دیے جائیں گے، اور اکابرین علماء و دلوہند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کا عقیدہ بھی واضح کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

عقائد میں غلطی | کسی مجتہد سے نیک نیتی کی وجہ سے واقع ہوا قابل مواخذہ نہیں ہے، اور نہ صرف

یہ کہ ایسا شخص معذور تصور ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ مآثر بھی ہوگا۔ جیسا کہ اس پر صحیح اور صریح حدیث موجود ہے۔ (دیکھئے بخاری ج ۲ ص ۱۹۱ و مسلم ج ۲ ص ۱۶۰ وغیرہ) لیکن اصول دین، ضروریات دین اور عقائد کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے کیونکہ ان میں دیانت کے ساتھ غلطی بھی قابل عتو نہیں ہے اور نہ اس باب میں جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر کوئی شخص معذور سمجھا جاسکتا ہے اور اسی طرح قرآن کریم حدیث مشورہ اجماع اور قیاس جلی کا مخالفت بھی معذور نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ شخص اپنے دعوے پر خیر غریب بھی پیش کرتا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعی لکھتے ہیں کہ:-

لان المنحط فی الاموال والعقائد یعتاب بل یعزل او یکفر لان الحق فیہا واحد
اجماعاً۔ (التلویح ص ۱۶)

اصول اور عقائد میں خطا کرنے والا سزاوار گرفت ہے بلکہ اس کی تفصیل یا تنقیح کی جائے گی اس لیے کہ عقائد اصول میں حق صرف ایک ہی ہے (اور فروع کی طرح ان میں حق متعدد نہیں ہے تاکہ موجب عتاب نہ ہو)

اور علامہ حاکم الدین الحنفیؒ (المتوفی ۵۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

او عمل بالخریب من التثۃ علی خلاف
الکتاب اذ التثۃ المشہورۃ محدود باطلین
بجذر اصلہ (حاشیہ ۱۵ بحث قیاس)

اور علامہ الشیخ احمد بن محمد الحموی الحنفیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ:-

والجہل بالضروریات فی باب المفکرات
لا یسکن عندا بخلاف غیرہا فاندہ یکون
عند اعلیٰ المفتی بہ (شرح حموی ص ۲۶)

اور حضرت طاعون القاریؒ لکھتے ہیں کہ:-

انہ اتی بلفظہ الکفر وہو یجوز انہ
اتی بہا عن اختیار یحضر

داگر کسی شخص نے اپنے قصد اور ارادہ سے کفر کا کوئی کلمہ زبان سے صادر کیا تو اکثر علماء کے نزدیک وہ کافر

عندما علماء خلافا لبعض ولا يعذر بالجهل۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۲۶ کا پوری)
تصور ہو گا بعض نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے اور وہ شخص جہالت اور لامی کی وجہ سے معذور نہ ہوگا۔

اور علامہ عبداللطیف الشرنوبی (المتوفی ۱۳۹۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

لان الاجتهاد في الاصول ممنوع عند المحققين فياثم من اخطأ فيه (البراقع والجوامع ص ۲۱)
محققین کے نزدیک اصول میں اجتہاد ممنوع ہے سو ان میں جو خطا واقع ہوتی ہے وہ موجب گناہ ہے۔
اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

فان حان مخالف للقرآن العظيم والمشهور من الحديث او الاجماع او القياس الجلي لم يكن معذورا قط۔ (رقعیات الہیہ ص ۱۵۵)
اگر کوئی شخص قرآن کریم حدیث مشہور یا اجماع یا قیاس جلی کا منکر ہے تو وہ معذور نہیں ہو سکتا۔

امام سیوطی رحمہ لکھتے ہیں کہ:-

وما خالف القرآن والمتواتر من السنة وجب تأويله وان لم يقبل التأويل كان باطلا (البناء الذکیہ ص ۱)
کہ جو حدیث قرآن کریم اور متواتر حدیث کے مخالف ہو اس کی تاویل کرنی واجب ہے۔ اگر تاویل ممکن نہ ہو تو وہ حدیث خود باطل ہو جائے گی۔

ان تمام اقتباسات سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اصول دین اور عقائد میں اور اسی طرح قرآن کریم، حدیث مشہور، اجماع اور قیاس جلی کے مقابلہ میں اگرچہ خبر غریب بھی پیش کی جاتی ہے تو تب بھی وہ باطل اور مردود ہوگی اور اس باب میں مخالفت یا غلطی ہرگز معذور نہیں ہو سکتا۔

حضرت فقہاء اسلام کا وہ غلط گروہ ہے کہ جو اپنی احتیاط کی بنا پر بعض باطل فرقوں کی عدم تکیہ کی وجہ سے بعض حضرات محدثین کو امام کے نزدیک متساہل تصور کیا جاتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک خوارج و معتزلہ اور اسی قسم کے بعض دیگر فرقوں کے بارے میں حضرات فقہاء کو امام اور حضرات محدثین عظام کا مسلک اور اختلاف پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کو امام کے نزدیک موجب تکیہ شرائع اسلام ضروریات دین، اصول دین اور قطعی دلائل (مثلاً کتاب اللہ، حدیث متواتر اور اجماع قطعی) کا انکار یا اس کی تاویل ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد (المتوفی ۱۸۹ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ:-

ومن انكوشيتا من شرائع الاسلام جس کسی نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا

فقد ابطال قول لا اله الا الله
بھی انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کے قول کو
باطل کر دیا۔ (سیر الکبیر ج ۴ ص ۳۶۵)

حافظ ابن ہمام الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-
الاتفاق علی ان ما علان من اصول الدین وضوئیۃ
اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین میں جو
یکھڑ مخالف فیہ (مسئلہ ج ۲ ص ۲۱۷ مصری)

اور علامہ الباقیؒ محمد بن احمد ضیاء النوریؒ (المتوفی ۸۵۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-
ولا نزاع فی اکتفاء منکر شیئی من ضروریات
جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی
البدین۔ (کلیات ابی البقاء ص ۵۸)

اور علامہ شمرانیؒ کہتے ہیں کہ :-
الکفر هو الکذب لانه مخالفة لنص مقطوع به او
کفر کا مطلب تکذیب ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ نص قطعی یا اجماع
کی مخالفت واقع ہوتی ہے (ادبیہ کفریہ)

اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاویؒ (المتوفی ۹۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-
اذلا نکمرا حذا من اهل القبلة الا بانکلا
ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر اہل جب
قطعی من الشریعة۔
کوئی شخص شریعت سے ثابت شدہ کسی قطعی دلیل کا

رفع المغیث ص ۱۲۳)
انکار کرے۔
اور مشہور شہساز قاضی عبدالرحمن الایجیؒ (المتوفی ۸۵۴ھ) کہتے ہیں کہ :-
الکفر هو خلاف الایمان فهو عندنا عدم
کفر ایمان کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک کفر جہاں

تصدیق الرسول فی بعض ما علم بحیثہ ضروری
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن ضروریات
(المواقف مع الشرح ص ۶۲)
دین کا ثبوت ہو چکا ہے ان میں سے کسی کا انکار کرنا ہے۔

اور علامہ ابن حزمؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-
او حید شیعاً صم عنده بان التبی صلی اللہ
یا وہ شخص کا کفر ہے جو کسی ایسی چیز کا انکار اور تجہود کرے
جس کا ثبوت اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قالہ فهو کافر
علیہ وسلم سے ہو چکا ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے۔
(الفصل فی الملل والنحل ص ۱۲۴)

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-

لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام
وان كان من اهل القبلة المواظب طول عمره
على الطاعات كما في شرح التقرير
(رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۴)

حضرات فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے
کہ جو شخص ضرورتاً اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ
اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس کے طاعات
اور عبادت میں گزار دی ہو۔

اور دوسرے مقام میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

البدعة التي تخالف الدليل القطعي للوجوب
للعلم اي الاعتقاد والعمل لا تعتبر شبهة
في نفى التكفير عن صاحبها وفي الاختيار
وعمل بدعة تخالف دليلاً يوجب العلم و
العمل به قطعاً فهي كفر وعمل بدعة لا يثبت
ذلك وانما تخالف دليلاً يوجب العمل ظاهراً
فهي بدعة وضلال وليس بكفر
(رسائل ابن عابدین ص ۳۶)

وہ بدعت جو دلیل قطعی کے مخالف ہو یعنی ایسی دلیل
کے مخالف ہو جو موجب اعتقاد اور عمل ہے تو ایسی بدعت
کے مرتکب کی تکفیر میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا اور
اختیار میں ہے کہ ہر ایسی بدعت جو ایسی دلیل کی مخالفت
ہو جو قطعاً طور پر موجب علم و عمل ہے تو وہ بدعت کفر ہوگی
اور جو بدعت ایسی نہ ہو بلکہ وہ ایسی دلیل کے مخالف
ہو جو موجب عمل ہی ہے تو وہ بدعت اور گمراہی تو ہوگی
مگر کفر نہ ہوگی۔

علامہ محقق الحافظ محمد بن ابوالاسیم الوزير البانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۸۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

لان الكفر هو جحد الضروريات من الدين
او تاويلها (اشار الحق على الحق ص ۲۴)

کفر ضروریات دین کے انکار یا ان کی تاویل کا
نام ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیم العیسیٰ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ :-

والحق انه لا يحفر احد من اهل
القبلة الا بانكار متواتر من الشريعة
عن صاحبها فانه حينئذ يكون مكذباً
للشرع وليس مخالفته القواطع ماخذاً
للتكفير وانما ماخذ مخالفة السمعية

حق بات صرف یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں
کی جاسکتی تاؤ فیکہ وہ کسی ایسی دلیل کا انکار نہ کرے جو
تواتر کے ساتھ صاحب شریعت سے ثابت ہوئی ہو
کیونکہ اس صورت میں وہ شرع کا کذب ہوگا اور محض
عقلی دلائل کا انکار موجب تکفیر نہیں ہو سکتا۔ تکفیر کا موجب

القطعية طريقاً ودلالة

تو ایسی سمعی دلائل کا انکار ہے جن کا ثبوت بھی قطعیت کے ساتھ ہو چکا ہو اور جن کا مدلول بھی قطعی ہو۔

(احکام الاحکام ۲۶ ص ۹۹)

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

وكذلك يقطع بتكفير من كذب

یہی ہی اس شخص کا کفر قطعی طور پر ثابت ہوگا جو شریعتِ حق کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب یا انکار کرے اور اسی طرح نقل متواتر سے منقولہ انکار کرے۔

او انكر قاعدة من قواعد الشروع وما عرفت يقيناً بالنقل المتواتر. شفا ص ۲۵۸

اور علامہ سعد الدین لقنازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:-

اہل قبلہ میں سے حق کا مخالف کافر نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا مخالف نہ ہو۔

مخالف الحق من اهل القبلة ليس بكافر ما لم يخالف ما هو من ضروریات الدين.

(مقاصد مع الشرح ۲۶ ص ۲۶۸)

اس کی شرح میں علامہ لقنازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

اہل قبلہ میں سے اس شخص کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے جس کی ساری زندگی عبادت میں گزر چکی ہو جبکہ وہ قدمِ عالم و حشرِ اجساد کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات کے علم کی نفی کرتا ہو اور اسی طرح اگر کوئی اور چیزِ موجبہ کفر میں سے اس سے صادر ہوگئی تو اس کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔

فلا نزاع في كفر اهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفى حشر الاجساد ونفى العلم بالجزئيات ونحو ذلك وكذا البصودر شيء من موجبات الكفر.

(شرح مقاصد ص ۲۸۷)

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۲۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وہوچوں ایں فرقہ مبتدعہ اہل قبلہ اندر تکفیر آہنا جرات نہاید ہنودنازمانیکہ انکار ضروریاتِ دینیہ نمایندور و متواترات احکام شرعیہ نکلند و قبول ما علم مجبیہ من الدین بالضرورة نکلند

(مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۲۸۱، ۸ ج ۱ ص ۱)

علامہ الخفاجی رحمہ اللہ اور حضرت ملا علی نقاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ (واللفظ لاقل)

وقع الإجماع من علماء الدين على تكفير
 حل من دفع نص الكتاب أي منع و نزع
 فيما جاء صريحاً في القرآن كـ بعض الباطنية
 الذين يدعون لها معلنين أخذ غير ظاهرها
 أو خص حديثاً عاماً منطوقه مجتمعا على نقله
 عن ثقة الرواة مقطوعاً به في دلالة على
 صريحه مجتمعا من العلماء والفقهاء على
 جملة على ظاهره من خبر تاويل وتخصيص
 ولا نسف فانه تلاعب مؤيد للفساد شرح شفاء خواجه
 ج ۴ ص ۱۵۷ و شمس شرح ملا علی القاری علی ما مشہد

علاء دین کا اس پر اجماع اور اتفاق واقع ہو چکا ہے۔
 کہ وہ شخص کافر ہے جو نص کتاب کو جو کہ صراحۃً ساتھ
 قرآن میں آچکی ہے رد کرے جیسے بعض باطنیہ جو ان کے
 غیر ظاہری معانی کا اداء کرتے ہیں یا کسی عام اور صریح
 حدیث کو رد کر دے جو وثوق سے ثقہ راویوں سے
 ثابت ہو چکی ہے اور اس کا مدلول بھی قطعی ہو اور علماء
 اور فقہاء کا اس کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع بھی واقع
 ہو چکا ہو کہ نہ تو اس میں تاویل و تخصیص آئی ہے اور نہ
 نسخ کیونکہ ایسا کرنے والا انصوص قطعیہ سے کیلتا ہے اور
 خدا کا دروازہ کھولتا ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رقمطراز ہیں کہ:-

و اگر از فرقہ ثانی است مبتدع است اگر بر خلاف قرن اول عمل میکن پس در بدعت
 او ملاحظہ باید نمود اگر مخالف اولہ قطعیه است یعنی نصوص متواترہ و اجماع قطعی است
 اور اگر با خبر باید شمرود اگر مخالف اولہ ظنیہ قرینہ الیقین است مانند اخبار مشہورہ و اجماع
 عرفی گمراہ توائل نمید و عل الکفر (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۵۶)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہ کے نزدیک
 ہر چیز کا انکار یا ہر مخالفت موجب کفر نہیں ہوتی بلکہ صرف ان اشیاء کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت
 اولہ قطعیه سے ثابت ہو اور جو امور ضروریات دین اور اصول دین میں سے ہوں صرف ان کا انکار کرنا
 یا ان کی تاویل کرنا کفر ہے۔ اور ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات فقہاء کرام رحمہ جب بھی کسی
 شخص کی کسی مسئلہ میں تکفیر کرتے ہیں تو مسئلہ کے ثبوت کے دلائل پر اچھی طرح سے
 نگاہ رکھ کر اور قطعی اور ظنی اور ضروریات دین اور غیر ضروریات کا فسرق ملحوظ
 رکھ کر تکفیر کرتے ہیں۔

کیا ضرورت دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے

ضرورت تو نہیں کہ ہم اس ساقی بحث کے بعد کچھ اور بھی
عرض کریں، کیونکہ ان پیش کردہ عبارات میں بعض کے اندر
صراحت سے یہ بات گزر چکی ہے کہ ضروریات دین کے اندر
تاویل بھی محمود اور انکار کی طرح خالص کفر ہے۔ مگر ہم مزید وضاحت کے لیے چند حوالے اور سپرد قلم
کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ النجاشی (المتوفی ۸۷۰ھ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۷۰ھ)
فرماتے ہیں:- (والفظ لم)

والتاویل فی ضروریات الدین لا يدفع الکفر
(خیالی ص ۱۴۶ مع الحاشیہ)

اور شیخ الصوفی عی الدین ابن عربی (المتوفی ۶۲۸ھ) بھی تاویل فاسد کو کفر قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ
ہو فتوحات کعبہ ج ۲ ص ۸۵ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:-

ثم التاویل تاویل ان تاویل لا یخالف قاطعاً
من الکتاب والسنة واتفاق الأمة
وتأویل یصادم ما ثبت بالقاطع فذلك
الزندقة -

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وان اعترف به ظاهراً لكنه یفسر بعض
ما ثبت من الدین بخلاف ما فسده القمابة
والتابعون واجمع علیہ الامة فهو
الزندقة (مسوی ج ۲ ص ۱۰۹)

اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ:-

”تاویل آنت کہ مخالف نص کتاب یا سنت مشہورہ یا اجماع یا قیاس علی واقع شود“ (ازانہ المختار ص ۸)
اور علامہ وزیر میانی (ر) لکھتے ہیں کہ:-

تَعْلَمُ مَعْنَةً بِالضَّرُورَةِ مِنَ الدِّينِ بِمِثِّ يَكْفُرُ بِخَالِفِهِ
 فِهَذَا اِجْمَاعٌ صَحِيحٌ - (اِثْبَاتُ الْحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ ص ۱۳۳)
 یعنی جس چیز کا ضروریاتِ دین سے ہونا صحت کے ساتھ
 ثابت ہوا اسکے مخالف پر اجماع صحیح سے کفر عائد ہوگا۔
 اور یہی بزرگ رقمطراز ہیں کہ :-

مَذْهَبُ الْاِكْثَرِيْنَ مِنَ الْاُثْمَةِ وَجَاهِلِيَةٍ
 علماء الأُمت وهو التفصيل والقول بان القول
 اکثر ائمہ اور جمہور علماء امت کا مذہب اور تفصیل
 قول یہ ہے کہ قطعیات کے اندر تاویل کھنسر سے
 فی القطعیات لا یمنع الکفر (تحف ج ۲ ص ۱۳۱)
 نہیں بچا سکتی۔

اور حضرت علامہ السید محمد الزہرہ صاحب کشمیری ثم دیوبندی (المتوفی ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ :-
 التَّوِيلُ فِي ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ لَا يَقْبَلُ
 ضروریاتِ دین میں تاویل قابلِ قبول نہیں ہے اور
 ضروریاتِ دین میں تاویل کرنے والے کی باقاعدہ
 تکفیر کی جائے گی۔
 (اكتفاء الممدين ص ۵۸)

اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ :-
 و احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات
 بھی کفر نہ ہے۔
 پھر اگے لکھتے ہیں کہ :-

۱ شفاء شریف میں ہے ادعاه التَّوِيلُ فِي لَفْظِ مَسْرَاحٍ لَا يَقْبَلُ، صریح لفظ میں تاویل
 کا دعویٰ نہیں سنا جاتا، مشرع شفاء قاری ۷ میں ہے ہو مردود عند قواعد الشرعية
 ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔ لیسیم الیامق میں ہے لَا يَتَعَنَّ لَشَلْهُ وَيَعْدُ هَذَا
 ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہدیان سمجھی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ و فصول عمدتہ
 و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے وَاللَّفْظُ لِلْعَهْدِ مَنْ قَالَ اِنَّهُ سَوَّلَ اللهُ
 اَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ مَنْ يُعْذِرُ بِمِثْرِ يَدٍ مِنْ بَيْتِهَا مِ بَرْمٍ يَكْتُمُ لَعْنِي اِنْ كَرِهَ كَوْنِي
 شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد
 ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا، یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔ فاحفظہ ! بلقلم۔

(حسام الحرمین ص ۲۶ و ص ۲۸)

غرضیکہ اس قاعدہ پر حضرات فقہا کرام اور موافق و مخالف سبھی متفق ہیں کہ ضروریات دین اور قطعیات میں اور اسی طرح صریح الفاظ میں تاویل ہرگز قابل سماعت نہیں ہے اور ایسی تاویل کسی کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ قائل بہر حال کافر ہو گا۔ لاشک فیہ ولاریب۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم اور اجماع ائمہ کے خلاف کسی چیز کی تفسیر کرنا مذکورہ اور الحاد ہے اور اسی تحریر اور الحاد پر اہل بدعت کی عداوت قائم ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رح فرماتے ہیں کہ:-

مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعدوا الى القرآن فتاقلوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لا في رأيهم ولا في تفسيرهم۔

جیسے اہل بدعت کئی گروہ پہلے غلط عقائد اختیار کرتے ہیں اور پھر ان کی ترویج کیلئے قرآن کریم سے دلائل لاتے ہوئے اپنی باطل رائے کے اثبات کے لیے تاویلات کا کام لیتے ہیں حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم تو ان اہل بدعت کی رائے سے متفق ہیں اور نہ ان کی تفسیر سے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان محطاً في ذلك بل مبتعاً لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کے مذہب اور ان کی تفسیر سے ہٹ کر مخالفانہ پرکھتے ہوئے تو وہ یقیناً ضلالت کا دروازہ کھولتے ہیں کیونکہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم اور معانی کو سب سے بہتر جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو بہت خوب جانتے تھے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۸۷ طبع مصر

اور نیز فرماتے ہیں کہ:-

والمبتدع ليس له قصد الاحتراف الفيات وتوسيتها على مذهبه الفاسد بحيث انه متى لاح له شارحة من بعيد اقتنصها او وجد موضعاً له فيه ادنى مجال سارع اليه۔

بدعتی کا مقصد یہی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کہ وہ آیات کو بدل کر اپنے باطل مذہب پر چپا ل کر لیتا ہے اگر کہیں دوسرے کوئی اور پر اشارہ بھی اس کو نکار کرنا پڑے تو اس سے بھی وہ باز نہیں آتا اور اگر کہیں وہ ادنی ترین جگہ بھی دیکھ لے گا اس کی محسوس کرتا ہے تو بہت

(ج ۲ صفحہ ۱۹)

جلد وہ اپنے جبل پر اتر آتا ہے

لطیفہ

قارئین کرام ٹپے حیران اور متعجب ہوں گے کہ اہل بدعت کو قرآن کریم اور صحیح احادیث کے وہ معانی اور مطالب جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد ہے کیوں سمجھ میں نہیں آتے؟ لیکن حیرت کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد سمجھنے کے لیے جن شرائط کی ضرورت ہے، ان میں سے ایک شرط بھی اہل بدعت میں موجود نہیں ہے اور جن موانع کا ازالہ اور خدا کی ضروری ہے وہ ایک ایک مانع اہل بدعت میں موجود ہے، پھر بھلا ان کو صحیح معنی کی کچھ آئے تو کہاں سے؟ اور خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد تک وہ رسائی حاصل کریں تو کیسے؟

علامہ عبد الوہاب شرعی رہ شیخ اکبرہ کے خوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام والسلام اور اولیاء کرامہ کی باتوں کو سمجھنے کے لیے وسیع اور نہ فی الدنیا شرط ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ:-

جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو جائے تو اس کو باریکچوں کی سمجھ کی کبھی توفیق ہی نہیں ہو سکتی۔

واما مع ميله الى الدنيا فلا يسيل له الى فهم الغوامض ابدًا (البرقوت للخواجہ رحمہ اللہ)
اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:-

برہان میں کہہ رہے کہ جتنا چاہیں گے کہ ناظر کو وحی کے معانی کی سمجھ نہیں آسکتی اور نہ اس پر اس کے بھید کھل سکتے ہیں جب تک اُس کے دل میں بدعت تکبر اپنی رائے اور حب دنیا مانگن میں ہو یا وہ گناہ پر مقرب ہو یا ایمان ثابت نہ ہو یا تحقیق کا نکتہ ہو یا کسی ایسے مفسر پر اعتماد کرے جو جس کے پاس علم صحیح نہ ہو یا مفسر اپنی عقل نارسا سے کام لیتا ہو یہ امور سب کے سب موانع ہیں ان کی موجودگی میں وحی الہی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اہل ان موانع میں درجہ بدرجہ فرق ضرور ہے۔

قال في البرهان اعلم انه لا يحصل لناظر فهم معاني الوحي ولا يظهر له اسراره و في قلبه مبدعة او كبر او حوى او حب الدنيا او هو مصر على الذنب او غير متحقق بالايان اضعيف التحقيق او يعتمد على قول مفسر ليس عنده علم او راجع الى معقوله و هذه كلها حجب وموانع بعضها آكد من بعض

(تقریر افغان ج ۲ صفحہ ۱۸۱)

اہل قبلہ کون ہیں؟ سابق عبارات میں اہل قبلہ کا ذکر ہوا ہے بعض اہل علم کو یہ شبہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے، بلا شک اہل قبلہ کی تکفیر جائز اور صحیح

نہیں ہے، اور حضرات آئمہ اسلام کے بعض اقوال پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر ہم نہیں کرتے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اگرچہ بعض سابق عبارات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے کہ اہل قبلہ جو اصول دین اور ضروریات دین کے منکر اور ماؤل نہ ہوں تو وہ کافر نہیں ہیں اور اگر وہ ضروریات دین کے منکر یا ماؤل ہوں تو اگرچہ ان کی ساری زندگی ہی عبادت میں گزر چکی ہو وہ بہر حال کافر ہیں مگر ہم مزید اطمینان اور تشریح کے لیے چند عبارات اور اقوال اور عرض کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ملا علی القاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروریات الدین الا شرح فقہ اکبر (۱۸۹) ہاں تا پہلے بیٹے کہ اہل قبلہ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق اور ان کے قائل ہوں۔

اور علامہ عبدالعزیز الفریادیؒ (المتوفی بعد ۱۲۳۹ھ) اہل قبلہ کے جملہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وفی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التي علم ثبوتها فی الشرع واشتہر فمن انکر شيئاً من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وحلم الله سبحانه بالجنریات وفرضية الصلوة والصوم لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهداً فی الطاعات وكذلك من باشر شيئاً من امارات التکذیب کمجرد الصنم والادھانة بامیر شرعی والا ستمزاء علیه فیس من اهل القبلة ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة الا لا

اور حضرات متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو ضروریات دین یعنی ایسے اُمور کی تصدیق کرتا ہو جنکے ثبوت اور شہرت کا علم شرع سے ہو چکا ہو پس جس شخص نے یہی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کیا۔ مثلاً حدث علم یا حشر الاجساد یا الله تعالیٰ کے علم عزیزیات کا یا فرضیت صلوٰۃ و صوم کا تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ وہ عمارت میں محنت کرتا ہو اور اسی طرح جس شخص نے تکذیب کسی نیکو عمل میں سے کسی کلمہ کا ارتکاب کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا یا کسی شرعی کام کی امانت اور استنزا کی تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا معنی یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اور نیز مخفی اور غیبی مشرور

یکفر بارتکاب المعاصی ولا باتکار اود مسد
الحفیة غیر المشہودۃ هذا ملحقۃ المحققون
فاحفظہ انتھی (نبراس ص ۵۳)

امور کے انکار کی وجہ سے اس کی تکفیر
نہ کی جائے گی یہی حضرات محققین کی تحقیق ہے
سواس کو محفوظ کرلو۔

اور ایسے ہی منکر ضروریات دین کی تکفیر کی گئی ہے دیکھئے شرح عقائد جلالی ص ۱۸ وغیرہ اور یہ ضروری
نہیں کہ خارج از اہل قبلہ کھٹے طور پر اسلام کا مخالفت ہو اور عبادت اود تقویٰ وغیرہ ترک کر دیے۔ چنانچہ
حافظ الدین امام ابو جرح عسقلانی رحمہ اللہ در حدیث غوراج کے فوائد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وفیه ان من المسلمین من ینخرج من
الدین من غیر ان یقصد ومن غیر
ان ینتار ویطاعنی دین الاسلام الی ان قال
وفیه انه لا یمکن فی التعذیل بظاهر
الحال ولو بلغ المشہود بتعدیلہ الغایۃ
فی العبادۃ والتقویٰ والودع حتی
یمتکیز باطن حالہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے بعض
دین اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ خیر
کا نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی اور دین کو دین اسلام کے مقابلہ میں پسند کرتے
ہیں۔ پھر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
تعدیل میں کسی کے ظہری حلال کو دیکھ کر اکتفا نہیں کیا
جاسکتی۔ اگرچہ وہ شخص انتہائی درجہ کی عبادت اور سادہ
زندگی اور دیر وقت تقویٰ کے مطابق وقت گزار رہا ہو
تاوقتیکہ اس کے عقیدہ کا امتحان نہ کر لیا جائے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بعض لوگ اسلام کا نام لے کر اور بزرگ خود اسلام میں رو کر
اور اسلام کو پسند کرتے ہوئے اور حتیٰ کہ عبادت اور دیر وقت تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی
اہل قبلہ سے خارج تصور ہوتے ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا گرویدہ اور شیعیان کی سمجھتے ہیں محض
اس لیے وہ دائرہ اہل قبلہ اور حلقہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ضروریات دین میں سب سے
چیز کے منکر ہوتے ہیں یا اس کی تاویل بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت
امام محمدی رحمہ اللہ اہل قبلہ کی یوں تعریف اور تفسیر کرتے ہیں کہ:-

ولنمی اهل قبلتنا مسلمین مومنین ماداموا
ماجاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم
والہ معترفین ولہ بكل ما قلنا واخبر مصداقہ

ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومنین کہتے ہیں جب تک کہ وہ اس
چیز کا اعتراف کرتے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے امت سے پہنچی ہے اور جب تک کہ وہ آپ کی ہر

(عقیدۃ الطحاوی ص ۵)

بات اور ہر خبر کی تصدیق کرنے والے ہوں۔

ان عبارات سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ محض قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نہ تو کوئی شخص مسلمان اور مومن ہوتا ہے اور نہ اہل قبلہ، تاوقتیکہ وہ تمام ضروریات دین کا اقرار اور تصدیق نہ کرے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی پیش کردہ شریعت کا من و عن تسلیم کرنے والا نہ ہو۔ ویسے وہ صرف عبادت اور وضع و تقویٰ کی بنا پر حضرات فقہاء اسلام اور متکلمین کے نزدیک ہرگز اہل قبلہ کہلائے کا مستحق نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ۔ وکانیکہ منکر ضروریات دین باشند از اہل قبلہ نہ خواہند بود پس تکفیر ایشال خواہ شد (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۳۸۸)۔ سچ ہے :-

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا عمل بنایا ہے بُت پست دار کو اپنا خدا توڑنے

حضرات فقہاء اسلام کا وہ محتاط اور بخندہ گروہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں
احتیاط حضرت افتخار کرام | کئی احتمالات نکل سکتے ہوں ایک ان میں اسلام کا ہوا اور باقی کفر کے

ہوں تو اس کے قائل کی تکفیر حضرت فقہاء کرام اس لیے نہیں کرتے کہ شاید اس قائل کی مراد ہی وہ پہلو اور احتمال ہو جو اسلام کا پہلو ہے، البتہ کہ وہ قائل کفر ہی کے پہلو کو متعین کرے تو پھر اس کو کسی مفتی کا فتویٰ ہرگز کفر سے نہیں بچا سکتا۔ چنانچہ امام زین العابدین ابن نجیم المصری الحنفی رد المحتار ص ۹۷ لکھتے ہیں کہ۔

وفي الملامتہ وغیرہا اذا اعلان فی المسئلۃ

وجوبہ لتوجب التکفیر وجہ واحد یمنع

التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ

الذی یمنع التکفیر تخمیناً للظن بالمسلم

زاد فی البزازیۃ (اذا ادا مصرع بارادۃ موجب

التکفیر فلا ینفعہ التأویل حیثئذ)

(البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵)

اور اس موقع پر بعینہ ہی عبارت فتاویٰ علیگیری ج ۲ ص ۳۰ طبع مصر میں مذکور ہے، ملاحظہ کیجئے

اور ہزازیہ کا حوالہ ج ۶ ص ۳۹ علی الہندیہ میں ہے۔

اور حضرت علامہ علی النعمانی رد ارقام فرماتے ہیں کہ :-

وقل صلح المضامات عن الذخيرة
ان في المسئلة اذا كان وجوه توجب التكفير
وجوه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان
يسئل الى الذي يمنع التكفير تحسينا للظن
بالمسلم ثم ان كان نيته القائل الوجه
الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كان
نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه
فتوى المفتي ولو مر بالنتبة والتجريح عن
ذلك وتجديد النكاح بينه وبين
امراته (شرح فقه اکبر ص ۲۴)

اور صاحب مضامات نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے
کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو کفر کے اور صرف ایک
پہلو عدم کفر کا ہو تو مفتی کو منع تکفیر کے پہلو کو لینا چاہیئے
کیونکہ اسی میں مسلمان کے حق میں حسن ظنی رہ سکتی ہے
پھر فرمایا کہ اگر قائل کی نیت وہ پہلو ہے جو اسلام
کا ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی مراد وہ پہلو
ہے جو کفر سے ہے تو اس کو مفتی صاحب کا
فتویٰ فائدہ نہیں دے گا، ایسے شخص کو توبہ اور رجوع
کا حکم دیا جائے گا اور اس کا اس کی بیوی کے ساتھ
از سر نو پھر نکاح کیا جائے گا۔

اور فریق مخالفت کے اعلیٰ حضرت کو بھی حضرات فقہاء کرام رحمہ کے اس اصول سے کئی اتفاق ہے۔ البتہ
انہوں نے حضرت ملا علی نقی القاری رحمہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ایک کلمہ میں نافرمانی احتمال کفر
کے اور صرف ایک احتمال اور پہلو اسلام کا ہو تو اس کے قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی الا یہ کہ قائل کی نیت
ہی کفر کے پہلو کی ہو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

”شرح فقه اکبر میں ہے۔ قد ذکرنا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و
تسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه فلا دلي للمفتي والقاضي ان يعمل بالاحتمال
النافي - فتاوى خلاصة وجامع الفصوليين ومحيط وفتاوى عالمگیریہ وغیرہ جات میں ہے اذا كانت
في المسئلة وجوه توجب التكفير وجوه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي والقاضي ان
يسئل الى ذلك الوجه ولا يمتنى بكثره تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كانت نيته القائل
الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان لم يكن لا ينفعه، محل المفتي كلامه
على وجه لا يوجب التكفير۔ اسی طرح فتاویٰ ہزارہ و بحر الرائق و مجمع الانوار و مدلیقہ مذہبہ وغیرہ
میں ہے۔ تا آثر خانہ و بحر و سل المحام و تبیہ الولاہ وغیرہ میں ہے لا یکفر بالمعتل لان الکفر
نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ مع الاحتمال لانہایۃ۔ بحر الرائق و تہذیب الاما

وحدیقہ مذہب و تنبیہ الولاة و سل الحام و غیر ہا میں ہے۔ طندی تحریر۔ انہ لا یفتی بعذر مسلم
۱۔ ممکن حمل کلامہ علی حمل حسن الا بلفظہ۔ (حام المحرمین ص ۲۵ و ص ۲۶)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ باقر وکیل فریق مخالف حضرات فقہاء کرام یہ کہتے محتاط ہیں کہ اگر ایک کلمہ کے
تواپلو اور احتمال ہو سکتے ہیں، تنازعہ کفر کے اور صرف ایک ہی اسلام کا ہو تو وہ فرماتے ہیں کہ قائل
کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بایں وجہ کہ شاید قائل کی مراد وہ پہلو اور احتمال ہو جو اسلام کا ہے، ہاں اگر وہ
خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کرے تو پھر کسی مفتی اور قاضی کا فتویٰ اسے کفر سے نہیں بچا سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین تنقیص تو ہمیں بھی کفر ہے۔
یہ بات خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام نے جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی ادنیٰ ترین کو بھی موجب کفر قرار دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی اور تساہل سے مطلقاً کام نہیں
یا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ ہ ارقام فرماتے ہیں کہ :-

ایما رجل مسلم سب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی مسلم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم اور کذبہ اوعاہہ اور کو گالی دی یا تکذیب کی یا آپ پر کوئی عیب لگایا یا
تنقصہ فقد کفر بالله تعالیٰ و بامت منه آپ کی تنقیص کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کافر ہو جائے
امراتہ فان تاب و الا قتل۔ لگا اور اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اگر اس نے
توبہ نہ کر لی تو وہاں ورنہ اُسے قتل کیا جائیگا۔

(کتاب الخراج ص ۱۸۲ طبع مصر)
اور قاضی عیاضؒ رقم فرماتے ہیں کہ :-
اجمع العلماء علی ان شاتم الذی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم المتقص کافر و الوعيد علیہ جاز بعذاب اللہ
تعالیٰ و حکمہ عند الامّة القتل و من شاک فی کفرہ
و عذابہ کفر (الشفاء ص ۱۹)

حضرت ملا علی نقاریؒ رقم فرماتے ہیں کہ :-
روی ان ابایوسفؒ ذکر انہ علیہ الصلوة
والتسلم حال یحب الہ باد فقال رجل انما ما
حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت کی گئی ہے کہ
انہول نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

اجما فحکمہ باستعداد

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۶)

علیہ وسلم کو پسند فرمایا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا
میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا اس پر حضرت امام ابو یوسف
نے اس شخص کے ارادہ کا فیصلہ صادر فرمایا۔

یعنی اگرچہ طبعی طور پر بعض حلال چیزیں بعض لوگوں کے مزاج کے موافق نہیں ہوتیں، یہ بات الگ ہے
مگر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی نے کسی ایک چیز کی خوبی بیان کی گئی ہو
تو اس کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے تعادل کی ضرورت پیدا کر کے موجب تغتیب و تلوہ میں جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے، جو بجائے خود کفر ہے لہذا قائل مرتبہ ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)
بغیر اتمام فرماتے ہیں کہ:-

امام محمد بن یحییٰ نے فرماتے ہیں کہ علماء کرام کا اس پر اتفاق
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم
کرنے والا اور آپ کی تغتیب کرنے والا کافر ہے جو شخص
اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے

وقال محمد بن یحییٰ عن اجمع العلماء علی
ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستثنی
لہ کافر من شدتی کفر و عدایہ کفر۔

(شرح فہرست اعلیٰ النہج ص ۲۹۳)

اور امام قاضی خاں کہتے ہیں کہ:-

جب کوئی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہو جائے گا بعض علماء نے
کہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بال مبارک کی تصغیر نکال کر چھٹا سا بال کہے تو وہ بھی کافر
ہوگا اور امام ابو یوسف البکیر فرماتے ہیں کہ جس نے جناب نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کسی ایک بال
پر بھی کوئی عیب لکھا تو بلا شک وہ کافر ہے اور اصل میں ذکر
کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنا
کفر ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو جہنم ہو گیا تھا تو اور
الاصول میں لکھا ہے کہ وہ شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

بذا غاب الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی شیئ کان کافرا قال بعض العلماء لول
شعر النبی صلی اللہ علیہ شعیرا فقد
کفر وعن ابی حنبلہ الکیبر و من
غاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بشعر من شعراتہ فقد کفر و ذکر فی الاصل
ان شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کفر و لو قال جن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذکر فی نوادر الاصول انه کفر

(فتاویٰ قاضی خاں ج ۴ ص ۸۸۲ زکفر)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ:-

قال القاضي عياض رحمه الله عليه وسلم: اوعابه او الحق به نقصا في نفسه او نسيه او دينه او خصلته من خصاله او عرض به شبهة بشي على طريق التبله والذلول عليه او البغض منه و العيب له فهو سائب له والحكمه فيه حكم المات يقتل (المصارم المسلوله ۵۲۸)

اور علامہ الحاجی ر لکھتے ہیں کہ:-

ان من قال ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لونه اسود يقتل لكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولون السواد يضر في حقير واهانة له ايضاً وقال الحنفاجي: لان اثبات منقر له صلى الله عليه وسلم غير منقته لا يحسن الاثبات مشعرة بنقص لان صفاته لا يتصور احصل منها بل كل ما اثبت له غير ما كان نقصاً بالنسبة لها.

(حنفاجي شرح شفاء ۴۶ ص ۵۲۸)

اور حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:-

دروی ابن وهب عن مالك رحمه الله قال ان رداء النبي صلى الله عليه وسلم دروي

جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سیاہ تھا تو وہ (تعزیرات اسلام کی رو سے) قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ کہا ہے اور سیاہ رنگ معیوب ہوتا ہے اور اس میں تخریر اور توہین بھی پائی جاتی ہے اور حنفا جی کہتے ہیں کہ آپ کے لیے کسی ایسی صفت کا اثبات جو آپ کے لیے ثابت نہ تھی مشعر تفتیش ہی ہوگا اس لیے کہ آپ کی صفات سے اکل اور اعلیٰ کوئی اور صفت ہو ہی نہیں سکتی بلکہ آپ کے لیے آپ کی صفات کے علاوہ کسی اور صفت کا ثابت کرنا محض آپ کی تنقیص و توہین ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

امام ابن وهب نے حضرت امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جس نے یہ کہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر

برہدہ و نسخہ و ادبہ عیبہ قتل

میلی تھی اور اس سے اس کی مراد عیب ہے تو ایسا شخص ۔
(قانون اسلامی میں) قتل کیا جائیگا ۔

(الصارم ص ۵۲۹)

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ادنیٰ ترین توہین اور تنقیص بھی حضرات فقہاء کرام کے نزدیک موجب کفر ہے اور یہ کہ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ اس شخص کو قتل کر دے اور یہ بھی بعصمت گذر چکا ہے کہ جو صفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں ہے اس کا آپ کے لیے اثبات یقیناً موجب توہین و تحقیر ہے مگر مسئلہ ظلم غیب میں ان کی تحقیق آپ بخوبی ملاحظہ کر لیں گے کہ حضرت فقہاء کرام کا یہ محاطہ اور سنجیدہ گمراہ کیا کتاب ہے ۔

منا مختصر سی ہے مگر تمیز طولانی

یہ بات بالکل تنگ و شبہ سے بالاتر ہے کہ روایت و درایت
حضرات فقہاء کرام کا تفوق

چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ کسی ایک سے بھی صرف نظر کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا محال ہے مگر علم حلال و حرام اور احکام و محافی میں جو تحقیق و رائے حضرات فقہاء کرام کی ہو سکتی ہے وہ حضرات محدثین عظام کی نہیں ہو سکتی ۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت سیال بن مہران الاشمی (المتوفی ۵۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ محدثین کرام ہنساری ہیں جن کے پاس طرح طرح کی قیمتی بوٹیاں (مدیشیں) موجود ہیں مگر ان کے خواص و مزاج سے صرف حضرات فقہاء کرام ہی واقف ہیں جو طیب و ذاکر ہیں ۔ (کتاب العلم ص ۲۷) اور حضرت امام ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ) صاحب الجامع ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

وَكَذَلِكَ قَالَ الْعُقَلَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي
الْحَدِيثِ (تسفی ص ۱۵۸)

اور ان کی اسی فوقیت اور برتری کی وجہ سے حضرات محدثین کرام یہ روایت اور سند میں بھی حضرات فقہاء کرام کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ حضرت امام حاکم (المتوفی ۴۰۱ھ) صاحب مستدرک مشہور و معروف محدث امام وکیع بن الجراح (المتوفی ۱۹۴ھ) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ
 (معرفة علوم الحديث ص ۱)
 وہ حدیث جس کو حضرات فقہاء کرام در روایت کریں
 اس حدیث سے بہتر اور عمدہ ہے جس کو صرف حضرات
 محدثین اور شیوخ در روایت کرتے ہوں۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-
 فان علم الحلال والحرام انما يتلقى من
 الفقهاء (فتح الباری ج ۱ ص ۳)
 یہ تحقیق حلال و حرام کا علم تو صرف حضرات فقہاء کرام در
 ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے

یہ تو عام حضرات فقہاء کرام در کا ذکر خیر تھا لیکن علی الخصوص حضرات فقہاء احناف کثر اللہ عما تمتم
 کے تفقہ اور اجتہاد کا ہر دور اور ہر زمانہ میں جو شہرہ رہا ہے وہ کس نصف مزاج اہل علم سے پوشیدہ نہ ہے؟
 مجموعی طور پر جس محنت و مشقت اور جس حزم و احتیاط اور جس متانت اور سنجیدگی سے قرآن کو کلمہ اور حدیث
 رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تشریح اور تفصیل انہوں نے کی ہے۔ وہ صرف اپنی کا حصہ ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ حضرات فقہاء احناف در آسمان علم و تحقیق کے چاند اور سداۃ فقہ و اجتہاد کے آفتاب
 مہتاب اور متفقیں جزئیات کے درخشندہ ستارے ہیں جو اپنی چمک و شک سے تاریک دنیا کو علم و تحقیق
 کی کرنوں سے منور کرتے اور ابراہیم بن کربلا کی خاک کی زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں۔
 مگر کاش کہ اس پُر فتن دور میں کچھ خود غرض اور نفس پرست، کچھ فریب خوردہ اور حرام نصیب ان اکابر کی
 خدمات جلیلہ کو ہونہر خاک کرنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں جنہوں نے اپنی عزیز زندگی خلق خدا کی بھلائی میں
 صرف کردی اور جو بزرگان حال یہ کہہ رہے ہیں۔

میں خود غرض نہیں میرے آنسو کچھ کے دیکھ

فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

گو مسئلہ زیر بحث میں دیگر حضرات فقہاء کرام (موالک، شوافع در اور غالبہ وغیرہ) کا بھی وہی فیصلہ
 ہے جو حضرات فقہاء احناف در کا ہے اور ان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ان کا ہے۔ مگر میں چونکہ ایک
 ایسے طبقہ اور گروہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو خود کو حنفی کہلاتا ہے (بلکہ بزرگم خود خفیت کا بلا شرکت غیرے
 واحد ٹھیکیدار ہے) اس لیے ہم صرف حضرات فقہاء احناف در ہی کی چند عبارات اور اقوال پر اکتفا کرتے
 ہیں اور ہر متین سنجیدہ سرشت اور بالانصاف مسلمان سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ بغور و انصاف اس عقیدہ اور

مسئلہ کو حضرت فہمید احناف کے الفاظ میں پڑھے اور پھر حق کو اپنائے۔

چنانچہ فقیہ کبیر شیخ القاضی الامام الاجل الزاہد الباسم امام الفقہاء حسن بن منصور المعروف بہ قاضی خان (المتوفی ۵۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کہہ دی کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں، حضرت فہمید کلام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب بتلے جانتے تھے تو وفات کے بعد بجا غیب کیسے جانتے ہیں؟ اور علامہ عبد الرشید البوافتح حکیم الدین الرواسی الحنفی (المتوفی ۹۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا مگر گواہ نہ تھے اس شخص نے عورت سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا کہ میں تیرے ساتھ خدا تعالیٰ اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں تو وہ شخص کافر ہونے لگا۔ اس لیے کہ اس شخص نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کیونکہ جس کو واقعہ کا علم نہ ہو۔ وہ گواہ کیسے بن سکتا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو وہ کافر ہے۔

شیخ العلامة المدنی ابن قیم (المتوفی ۷۵۰ھ) رقمطراز ہیں کہ:- فتاویٰ قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح تو درست ہے مگر یہ اعتقاد ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد

رجل تزوج امرأة بغیر شهود فقل المرتجل للمرأة خدائی ولم یحضر شاهد فقالوا لا یکن کفرًا لانہ اعتقد ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم الغیب وهو ما کان یحضر الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (فتاویٰ رضویہ ص ۸۸۲ مطبوعہ دار الفکر)

تزوج امرأة ولم یحضر شاهد فقال تزوجتک بشهادة الله ورسوله ینکر لانه یعتقد بان النبی صلی الله علیہ وسلم یعلم الغیب اذ لا شهادة لمن لا یموت معہ ومن اعتقد هذا کفر۔

(فتاویٰ دواجمیہ) وکذا امیری زارہ الحنفی (المتوفی ۱۱۹۹ھ فی بیری حاشیہ التباہ ص)

وفی الخاتمة والحلاصة لوتزوج بشهادة الله ورسوله لا ینتقد الفکاح ویکفر لا یمتداده ان النبی یعلم الغیب۔

(نجر الرائق ج ۳ ص ۸۸)

کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب حائے میں
حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے پانچ سو ذمہ دار حضرات فقہاء کرام سے
ہندوستان کے لیے کتابی شکل میں اسلامی آئین، شرعی قانون اور محمدی دستور مرتب کرایا تھا۔ اس میں بھی یہ
تصریح موجود ہے کہ:-

تسروح رجل امرأة ولم تحضر الشهود
وقال خدائے را و رسول را گواه کردم او قال
خدائے را و فرشتگان را گواه کردم یکصد
ولم قال فرشته دست راست را
گواه کردم و فرشته دست چپ
راہ گواه کردم لا یکصد۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۹۵ طبع مصر)

حافظ ابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب محقق علی الاطلاق ہیں اور حضرت علامہ علی بن
الحدی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں (واللفظ لہ) کہ:-

ثم اعد ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم
يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما علمهم
الله تعالى احيانا وذكر الحنفية تصرحوا
بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه
الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعادضة
قوله تعالى قل لا يعلم من في
السموات والارض الغيب الا الله كذا
في المسامرة)

(مسامرة المسامرة ج ۲ ص ۸۵ طبع مصر وشرح

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۸۵ طبع کراچی)

پھر جان لے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
مغیبات کا علم نہیں رکھتے تھے مگر صرف اس قدر جبکہ علم
اللہ تعالیٰ نے ان کو احیاء عطا فرمایا ہے حضرات فقہاء
احناف نے صراحت کیے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والے کی تکفیر
کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب
ثابت کرتا اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سرسری معنی ہے کہ
آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین
میں ہے۔ ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف
اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے اور بس۔

اور حضرت ملا علی بن القاریؒ دوسرے مقام پر اس طرح لکھتے ہیں کہ :-

وقد صرح علمائنا الحنفية بتكفير من
اعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم
يعلم الغيب او (شرح شفاء) ص ۴۶۹
یہ تحقیق ہمارے علماء احناف صریحاً ساتھ اس شخص
کی تکفیر کی ہے جو اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم غیب کا علم رکھتے ہیں۔

اور الامام عالم بن علیؒ الحنفیؒ (المتوفی ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

تنویر لبشادة الله ورسوله لا ينعقد النكاح
ويكفر لا عقاد ان النبي صلى الله عليه
وسلم يعلم الغيب - (فتاویٰ تاتارغانیہ جو یکم
خان اعظم تاتار خانؒ لکھا گیا۔
جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو گواہ
قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور وہ
شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

اور معروف فتاویٰ جواہر اخلاطیہ میں ہے کہ :-

ان زعم ان النبي صلى الله عليه وسلم
يعلم الغيب يحكر فضاظنك بغيره
(جواہر اخلاطیہ ص ۴۰۰)
اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علم غیب جانتے ہیں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا بھلا کسی دوسرے
کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والا کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے؟

علامہ ازہر امام فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، محقق، مناظر، زاہد علی بن ابی بکر الحنفیؒ (المتوفی ۵۹۳ھ)
صاحب ہدیہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹ میں اور علامہ عظیم النظیر فرید الدھر مجتہد فی المسائل طاہر بن احمد الحنفیؒ
(المتوفی ۵۹۲ھ) خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴۲ میں اور فقیہہ وقت جامع علوم امام عبدالرحیم الحنفیؒ (المتوفی ۵۹۵ھ)
فصول عمادیہ ص ۶۴ میں اور علم وقت امام محمد بن محمد الخوارزمی المشہور بالبزنزیؒ (المتوفی ۵۸۲ھ)
فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵ میں اور المحدث الکامل علامہ بدر الدین العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) بحمدہ القاری
ص ۱۱۵ میں اور علامہ ابن عابدین الشافعیؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۵ میں اور علامہ
مفتی نصیر الدین الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۰۰ھ) فتاویٰ برہنہ ص ۱۲۳ میں اور اسی طرح دیگر معبر اور مستند
حضرات فقہاء احنافؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علم غیب حاصل ہے یا آپ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا شخص دائر اسلام سے خارج ہے اور ایسا شخص قطعاً
کافر ہے۔ آخر میں ہم مفسر قرآن محدث زمانہ بیقی وقت حضرت قاضی شاد اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۵ھ)

کی عبارت پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوفؒ لکھتے ہیں کہ:-
 ”اگر کسے بدولن شہود نکاح کر دے وگفت خدا و رسول خدا را گواہ کر دم یا فرشتہ را گواہ کر دم
 کافر شود“ (الابتنہ ص ۶۶)

اور نیز لکھتے ہیں کہ:-

”اگر کوئی کہے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہ ہیں، وہ کافر ہو جاتا ہے“
 (ارشاد الطالبین ص ۷۰)

قائدین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات فقہاء احناف، مہدیین، شیعہ اور متین گروہ (جو ضروریات
 دین اور اصول دین کے منکر کے علاوہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اور اگر ایک حکم میں سوا احتمال ہوں صرف
 ایک اسلام کا اور تناوے کفر کے تو پھر بھی حضرات فقہاء کرام، مسلمان کے بارے میں حسن ظنی کرتے ہوئے
 اس کی تکفیر سے بقت سان ہی کرتے ہیں اور اس کو کافر نہیں کہتے کہ شاید اس کی مراد وہ پہلو ہو جو اسلام کا
 پہلو ہے (الایہ کہ وہ قابل خود ہی کفر کا پہلو متعین کر دے تو گذر چکا ہے کہ اس کو کسی مغنی کا فتویٰ نہیں چھو سکتا)
 کس بے باکی کے ساتھ بغیر خوف و مہملہ لائم کے اس شخص کی تکفیر کی صراحت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظلم غیب ثابت کر دیا یا آپ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ گویا حضرات فقہاء کرام کے نزدیک
 یہ مسئلہ اصول دین سے بھی ہے اور ضروریات دین سے بھی اور اس کا ماعدہ ضرور قطعی بھی ہیں۔ اور اہمیت
 کا اجماع قطعی بھی۔ اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک اتنا واضح، صاف اور بے غبار ہے کہ تکفیر کرتے وقت
 کسی قید اور شرط کا پیرہن بھی ساتھ نہیں لگاتے۔ اگر اتنے روشن دلائل اور براہین کی موجودگی میں بھی کوئی شخص
 اپنے نفس کو دھوکہ دے کر اپنے نفس امارہ کی تلکین کا سامان بہم پہنچاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو
 ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ ولقد صدق اللہ وهو صدق الصادقین فلنأمر انفسنا
 اللہ قلنہ بیہمہ۔

شکوہ کرنا ہو تو اپنا کرم و کرم خود عمل تیرا ہے صدمت گرتی تصویر کا

حضرت فہمہ کرام کی یہ صریح عبارت اور فریق مخالفت کے یک جوابات

اس دار فانی اور عالم آب و گل میں ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ سو فیصد قطعی اور حق بات کے جوابات بھی پیش کئے گئے ہیں اور اس پر اعتراضات کرنے والوں نے بزعم خود ایک نہیں بلکہ بیسیوں سوالات بھی اٹھائے ہیں۔ کیا مشرکین نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا بزعم خود جواب نہیں دیا؟ اور کیا مشرکین عرب نے قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کو رد نہیں کیا؟ اور کیا حدیث شریف پر اعتراضات نہیں کئے گئے؟ اور کیا حضرات صحابہ کرامؓ اور خصوصیت سے حضرات خلفاء اربعہؓ کا ایمان ووافض اور خواص کے نزدیک محذوش نہیں رہا؟ اور کیا ختم نبوت جیسے قطعی اور حتمی عقیدہ کو رد کر کے اجرائے نبوت کے خاتمہ ساز دلائل نہیں تراشے گئے؟ باطل پرستوں اور گمراہ فرقوں نے حق کو مٹانے کے لیے کیا کسر اٹھا رکھی ہے؟ مگر دیکھا یہ ہے کہ کیا واقعی یہ جوابات یا اعتراضات درست اور صحیح ہیں؟ کون احمق اس کو باہر کرے گا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے برحق رسولوں کی پیش کردہ تعلیمات کے مقابل میں جواباً یا ان پر کئے گئے اعتراضات صحیح ہو سکتے ہیں؟ بعینہ اسی طرح فریقی مخالفت کے طوط حضرت فہمہ کرامؓ کی ہن بتا کر کے جواباً بھی تراشے گئے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ انیس ایک جواب بھی کسی منصف مزاج کی لکین قلم کی زد میں نہیں بن سکا، ہم ان سوالات کو اپنی عبارت میں نقل کر کے ان کے جواباً عرض کرتے ہیں۔

کہ امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ لفظ قائلو سے بیان کیا ہے اور حضرت فہمہ کرامؓ پر کھنڈ اور ضعیف قول کو دوسرے قول پر محمول کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اس کی نسبت کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ شرح مینہ المصطفیٰ اور شامی ج ۵ ص ۴۵ میں سہمہ و محملما۔

(مولوی احمد رضا خاں صاحب، بحوالہ علم غیب رسول مشکا، اور دیکھئے ہدای الحق ص ۱۲۶ وغیرہ)

یہ اعتراض سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے لفظ قیل یا قیل وغیرہ ترمیم کے صیغہ سے امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ نہیں بیان کیا بلکہ لفظ قائلو سے بیان کیا ہے جو مجموعہ حضرات فہمہ کرامؓ کے نزدیک بیان حال واقعی کے لیے آتا ہے جس میں پوری ذمہ داری سے وہ نقل کرتے ہیں، یہاں لکے دو لکے کی ذاتی رائے کا سوال نہیں ہے۔

و ثانیاً اگر بالفرض امام قاضی خاں کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے تو کیا جن حضرات فہمہ کرامؓ سے امام قاضی خاں نے یہ مسئلہ لفظ قائلو سے نقل کیا ہے، ان کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے؟

اور وہ بھی اس کے قائل نہیں؟ وہ تو یہ حال اس کے قائل ہیں اور ان کا یہ مفتی ابہر قائل ہے۔
مثلاً اوسکیا حافظ ابن ہمام اور حضرت ملا علی القاری وغیرہ بھی لفظ قالوا استعمال کرتے ہیں؟ وہ
تو پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ:-

وذكر الحنفية تصریحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب (مسأله ۲۷ ص ۱۸۸ وشرح فقہ اکبر ص ۱۸۵) حاصل ہے، کفر ہے۔
حضرات فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ اعتقاد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب

اور حضرت ملا علی القاری کی یہ عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ:-

وقد صرح علمائنا الحنفية بتكفير من اعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب - (شرح شفاہ)
بہ تحقیق ہمارے حضرات علماء حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا تو وہ کافر ہے۔

دیکھا آپ نے کہ کس تصریح اور ذمہ داری سے یہ دونوں بزرگ یہ بات بیان کر رہے ہیں اور خود تو یہ کبھی
کہ کس طرح اور وضاحت سے حضرات فقہاء احناف نے یہ مسئلہ نقل فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے، کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔ رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ مخالفین بھی
تو حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں، لہذا وہ بھی کافر ہوئے۔ کیونکہ ان عبارت میں کل یا بعض
کا تو ذکر ہی نہیں الخ (جاء المحی ص ۱۲۱) تو یہ مفتی صاحب کی زری جہالت ہے۔ پہلے با دلائل یہ بات گند
پھی ہے کہ جزئیات غیب میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور مطلق الغیب سے علم کلی ہی مراد ہے کیونکہ یہی فرق
کابل ہے اور اسی کو حضرات فقہاء کرام پیش نظر رکھ کر ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکمیل کرتے ہیں۔

وایکجا ہم نے جو متعدد حوالجات پیر و قلم کئے ہیں، ان میں تو انہوں نے امام قاضی خاں کی طرح
لفظ قالوا استعمال نہیں کیا کیا یہ سب عبارتیں فریقین مخالفت کے نزدیک ضعیف ہیں؟ اور ناپسندیدہ
ہونے کی بنا پر قابل رد ہیں؟ اگر یہی حال ہے تو بنیائے کہ فقہ حنفی کی کتابوں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ مگر
جواب ہوش و حواس سے دینا ہو گا، بیٹو! تو جبراً

کہ بعض حضرات فقہاء کرام نے اس تکفیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے گواہوں کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مِنْكُمْ رہتاری جنس سے آدمی

دوسرا اعتراض

اور النان) ہوں اور جو شخص خدا تعالیٰ اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہے تو گویا اس معبود طریقہ کے علاوہ ایک اور طریقہ نکاح کی حقیقت سمجھتا ہے، لہذا وہ کافر ہے۔

(علم غیب رسول ص ۱۶۹ اور مقیاس حقیقت ص ۴۴۹ وغیرہ)

جواب یہ تاویل قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اس لیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے بطریق مذکور نکاح کرنے والے کی تکفیر کی خود وجہ بھی بیان کی ہے اور انہوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ شخص صرف اور صرف اس لیے کافر ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کا اعتقاد کیا ہے۔ حالانکہ آپ کو زندگی میں علم غیب حاصل نہ تھا تو وفات کے بعد آپ کو علم غیب کمال سے اور کیونکر حاصل ہو گیا؟ تمام حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات میں تکفیر کا مرکز ہی نقطہ ہی صرف یہ ہے، دوبارہ عبارات کا مطالعہ کر لیجیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ کیا فرماتے ہیں۔ بغیر جنس کے گواہوں کا حضرات فقہاء کرامؒ کی ان عبارات کے ساتھ مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ تو بصیر العقول ببالا میری بہ قائلہ ہے جو یقیناً مردود ہے۔

تفسیر اعترض کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے شخص کی تکفیر محض تشدید اور تخریص کے طعنے پر کی ہے۔

جواب اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب اور حاضر و ناظر کی صفت ثابت کرنا گناہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے تو ہمارے مسئلہ پھر بھی واضح ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا آپ حاضر و ناظر ہیں ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے، ورنہ حضرات فقہاء کرامؒ نہ تو اس کو گناہ سمجھتے اور نہ تشدید اٹھاتے ہی کرتے، کفر نہ بھی سہی، بہر حال اتنا تو قطعاً اور یقیناً ثابت ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز اسلامی نہیں ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ تو اسلامی ہے مگر حضرات فقہاء کرامؒ نے بلا وجہ تکفیر کی ہے تو یہ تمام حضرات فقہاء احناف، خود کافر اور مرتد ہو گئے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو جو اسلامی عقیدہ رکھتا ہے کافر کہتے ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا بجائے خود کفر ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیا واقعی فریقِ مخالفت کے نزدیک یہ حضرات فقہاء کرامؒ کافر اور مرتد ہیں؟ نیز اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا اسلامی ہے۔ تو حضرات فقہاء کرامؒ نے تکفیر کی طبع آنٹائی اس مسئلہ پر کیوں کی ہے؟ تشدید یہ کیوں نہیں

کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والا بلکہ ہر قسم کا اسلامی عقیدہ رکھنے والا اور ہر قسم کی نیکی کرنے والا کافر ہے؟ اور پھر حضرات فقہائے کرام سے پوچھتے کہ آپ نے زانی، شرابی، چور، کاذب اور دیگر جرائم پیشہ مجرموں کو کیوں کافر نہیں کہا؟ کیا آپ کو مہربانی تکفیر کے لیے صرف علم غیب اور حاضر و ناظر ہی کا مسئلہ دستیاب ہوا ہے۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ بات پہلے باحوالہ صراحت کے ساتھ عرض کر دی گئی ہے کہ حضرات فقہاء کرام و مسئلہ تبیین تکفیر میں بڑی احتیاط کرتے ہیں اور اصول دین اور ضروریات دین کے بغیر جو قطعیات ثابت ہیں کسی اور مسئلہ میں اور خصوصاً علی ذنوب اور آثام میں تکفیر نہیں کرتے چنانچہ سراج اللامۃ حضرت امام البیہقی المتوفی (۵۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ:-

ولا نکفر اهل القبلة بذنوبهم اهل قبلہ کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے

(بجائزہ شرح التحرير ج ۲ ص ۲۱۵ ونحوہ فی فقہ اکبر ص ۱۵۷ مع الشرح)

اور وکیل احناف حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

ولا نکفر احدًا من اهل القبلة بذنوبهم اهل قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے
مالہ یستحلہ (عقیدۃ الطحاوی ص ۱۵۷)

اور حضرت ملا علی بن القاریؒ حضرات فقہاء کرام سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

بانا نکفر احدًا بذنوب بل یقاتل لا نکفرهم ہم اهل قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے
بکل ذنب کما یفعله الخواص
(شرح فقہ اکبر ص ۱۵۷)

اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:-

ونحن اذا قلنا اهل السنة متفقون علی ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی تو ہماری مراد اس سے (عقائد نہیں بلکہ) معاصی اور گناہ ہیں مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ۔
انه لا یکفر بالذنوب فاما مزیہ بہ المعاصی
كالزنا والشرب
(کتاب الایمان ص ۱۲۱)

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر تسلیم کرتا ہوں اور گواہ بناتا ہوں۔ بالفاظ دیگر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا ہوں۔ کیونکہ جو حاضر نہ ہو اس کو علم کہاں سے ہوگا؟ انقطاع کلام کے لیے گواہوں کا مجلس میں حاضر ہونا شرعاً ضروری ہوتا ہے (شہادت علی التامع وغیرہ کا یہ مسئلہ نہیں ہے اس کی ضروری بحث تبرید النواظر میں ملاحظہ کیجئے) اور تاویل کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شاید قائل کی یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہو اور آپ کو اس کا علم ہو گیا ہو؟ کیونکہ اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس کو وجہ القبول بجا لایسویا جہ قائمہ کو کون مستحب ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار حضرات فقہاء اخافہ اس لایعنی اور بے کار توجیہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور پوری ذمہ داری سے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔

پانچواں اعتراض کہ حضرات فقہاء کرام نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذاتی طور پر علم غیب ثابت کرتا ہو جس پر دلیل نہ ہو اور ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔ (محصلہ علم غیب رسول ص ۱۸۰ و جاد الحق ص ۱۷۵ و مقیاس ص ۱۸۰)

جواب یہ تاویل یا جواب بھی محض باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اگر واقعی علم غیب ذاتی کی بناء پر حضرت فقہاء کرام جیسے شخص کی تکفیر کرتے تو ان کی نظر بصیرت بڑی دور رس ہوتی ہے، ہر مسئلہ میں اس کی جملہ شرائط و قیود و حدود کو ملحوظ رکھ کر اور ان کو بیان کر کے فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اس مقام پر انہوں نے ایسی کوئی شرط نہیں بیان کی اور نہ اس کی طرف کوئی ہلکا سا اشارہ ہی کیا ہے۔ صرف یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ فریق مخالفت کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اپنی خانہ زاد قیود سے حضرات فقہاء کرام کی عبارات کو مجبور ہے؟

علامہ ازیں یہ بات بھی اچھی طرح قابل غور ہے کہ فریق مخالفت تو حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات کو بزعم خود ضعیف اور کمزور سمجھتا ہے کہ کبھی تو لفظ قائل کو ضعیف اور مرجوح قرار دیتا ہے (دیکھئے علم غیب رسول ص ۱۸۰ و جاد الحق ص ۱۷۶ وغیرہ) اور کبھی لفظ قیل سے اس کا ضعف ثابت کرتا ہے جو شامی میں ایک جگہ آیا ہے (دیکھئے جاد الحق ص ۱۷۶ وغیرہ) مگر ہمارا استدلال لفظ قیل سے نہیں ہے۔ ہم نے تو حضرات فقہاء اخافہ کی صاف اور بالکل واضح تصریحات پیش کی ہیں مگر دیکھا یہ ہے اگر فریق مخالفت کے نزدیک حضرات فقہاء کرام کی یہ عباراتیں علم ذاتی سے متعلق ہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ گویا مخالفین کے نزدیک ذاتی علم غیب

کے قاتل کو بھی کافر کرنا ضیعت و مرجع ہے اور غیر مغنی بہ قول ہے۔ تعجب اور حیرت ہے اس منطق پر پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں گزر چکا ہے کہ غیر اللہ کے لیے ایک حرف ذاتی علم کا تسلیم کرنا بالفاق و یقین کفر ہے (محصلاً)

باقی حضرات فقہاء کرام میں سے جنہوں نے تکفیر نہیں کی تو ان کی عبارت کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ اگر کوئی شخص بعض علم غیب کا اختیار رکھتا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے الحجۃ اور الملتقط وغیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ:

وان المرسل یعرفون بعض الغیب اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام والسلام بعض غیب جانتے تھے۔ (جاء الحق ص ۱۲۶)

لہذا وہ شخص کافر نہ ہوگا۔ لیکن جو شخص علم غیب کمالی کا اختیار رکھتا ہو تو وہ بہر حال کافر ہوگا اور اس میں حضرات فقہاء کرام کا مطلقاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ تصریحات حضرات فقہاء کرام سے یہ تکفیر نقل کی جا چکی ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کی مغالطہ آفرینی اور خود فریبی دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں کہ:-

”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا دلیلی انکار کرتے ہیں اور اخاف بنی صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں۔ اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا دہلوی؟“ بقلمہ (مقیاس ص ۲۹)

حضرات فقہاء احناف کی ان صریح عبارت کے پیش نظر مولوی محمد عمر صاحب کو خود سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ حجۃ کلک مانیز زبانی دہلوی داروہ

ہمارا فریق احناف سے مطالبہ ہے کہ وہ کم از کم دو ذمہ دار اور معتبر حضرات فقہاء احناف کے حوالے پیش کر دے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ذاتی علم غیب کی قید لگائی ہے! کیا ہے کوئی مرد میدان جو اس علی ارحار کو ختم کر دے؟۔ دیدہ باید۔

باقی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کو حنفی تصور کر کے ان کے حوالوں سے قرینی مخالف شوق سے اپنے دل ماؤت کو لٹکین دیتا ہے لیکن ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے۔

وثانیاً ہم اسی کتاب میں ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک بھی ذاتی نہیں تو علم وغیرہ کی صفت ذاتی کہاں سے ہوگی؟ اور اگر علم غیب ذاتی

وجہ تکفیر ہے تو آپ کی نبوت اور رسالت وغیرہ بھی تو ذاتی نہیں بلکہ خداوند عزیز کا خالص عطیہ ہے لہذا اس میں اور اس میں کوئی بقیہ و جہر فرق بیان کرنی چاہیے کہ اس میں ذاتی اور عطائی کا سوال حضرات فقہاء و کرام کے کیوں پیش نظر نہیں رکھا؟ اور کیوں یہ نہیں کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی اور رسول کہنے والا کافر ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی تو نہ تھی بلکہ عطائی تھی۔ و علیٰ ذہ القیاس اگر کوئی مرتد یہ کہتا ہو کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریعی نبی تو کسی کو تسلیم نہیں کرتا مگر امتی نبی اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، کیا ایسا شخص فریقِ مخالفت کے نزدیک مسلمان ہے گا؟ اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اسی طرح اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الہ و خالق کائنات اور معبود تسلیم کرتا ہوں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا کسی اور بزرگ، ہستی کو عطائی طور پر الہ و خالق جہاں اور معبود تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان ہے گا؟ اگر ہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر مسلمان نہ ہے گا تو کیوں؟ اس نے تو اللہ تعالیٰ کا ذاتی خاصہ تو کسی میں تسلیم نہیں کیا تاکہ کفر اور شرک لازم نہ آئے۔

وثالثاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شعبے ہیں، ذاتی و محیط تفصیلی امدان میں سے کسی پہلو اور شعبہ کو بھی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے۔ العرض فریقِ مخالفت کی طرف سے حضرات فقہاء و کرام کی ان عبارات کا کوئی معتد بہ جواب نہ تو آج تک ہو سکا ہے اور نہ تا قیامت ہو سکے گا بطبع آزمائی شرط ہے۔ دیدہ باید۔

فریقِ مخالفت سے مطالبہ

ہم فریقِ مخالفت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء و احناف کے اس مسئلہ پر پیش کر دے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کئی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان۔ کھیل میں متباہ و بے؟ اخبار غیب اور انباء غیب کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے، اور نہ مولوی احمد رضا خان صاحب بیہ بدعت نواز حنفی ہیں۔ یہ بات بخوش ہوش سن لیں اور تا قیامت پوری جماعت طبع آزمائی کر دیکھے۔

پہلے جو بحث گزری ہے وہ یہ تھی کہ
عام حاضر مشائخ کبار نے میں حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ
 جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ غیر اسلامی ہے اور لغوی قرآنہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کی خلاف ہے حتیٰ کہ حضرات فقہاء احناف نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کسی اور کے بارے میں ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اگرچہ ان عبارات کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر محض تکمیل فائدہ کے لیے مجموعہ فقہ حضرات فقہاء احناف کے حوالے سے عرض کرتے ہیں کہ وہ بصراحت یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:

من قال ادواح المثنیٰ حاضرة قلعه جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی اور
یکھن درقاویٰ بزازیہ ۲۶ و بکر اللائق ج ۵ ص ۱۲۵ و ہمارے حالات کو جانچی ہیں تو ایسا شخص
مجرمہ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۵ و ج ۲ ص ۵) کافر ہے۔

مشارح کا لفظ ایسا جامع اور وسیع ہے کہ اس میں حضرات صحابہ کو امام، اولیادہ اور شہداء عظام وغیرہم سبھی داخل ہیں اور اس عبارت میں صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر مان دین کی ادواح کو حاضر و ناظر سمجھنا اور ان کے لیے ہر جگہ کے حالات کا علم ثابت کرنا کفر ہے۔ اور لطفت کی بات یہ ہے کہ کہنے والے بھی ذمہ دار حضرات فقہاء احناف ہیں۔ حضرات فقہاء کو امام "مشکلیں" اور آئمہ دین نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ امام شہداء بن حکیم (المتوفی ۷۱۰ھ) کا ایک خاص موقع پر ایک مخصوص قسم کا جھگڑا اپنی بیوی سے پیش آیا۔ بیوی نے ان پر الزام لگایا کہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ شہداء نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا۔ جب بیوی بضد ہوئی تو:

قال لها شہاد قہلین الغیب قتالت شہداء نے کہا کیا تو غیب جانتی ہے؟ وہ بولی، ہاں ،
نعم فوقع فی قلب شہاد من ہذا شیئ غیب جانتی ہوں۔ شہداء کے دل میں اس سے
فکتب الی محمد بن الحسن فاجاب محمد بن شہید پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت امام محمد کو خط لکھا،
الحسن ان محمد النکاح فانہا کفرت انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی کافر ہو چکی ہے
(جواب المصنیہ ج ۲ ص ۲۵۵ و فتاویٰ قاضی خاں ج ۲ ص ۴۲۲) لہذا نکاح کی تجدید ہوگی۔

حضرت امام محمد نے ذاتی اور عطائی کا کوئی سوال نہیں اٹھایا اور مطلق دعوئے علم غیب کو کفر قرار دیا ہے اور تجدید نکاح کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ بنیادی حنفی ہی بنائیں کہ امام محمد کا اور ان کے فتویٰ کا فقہ حنفی میں کیا مقام اور درجہ ہے؟

امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ:-

امراة قالت لزوجها تو سر خدا وانی ؟ کسی صحبت لے اپنے خاوند سے کیا تو خداوند تھلے
 فقال نعم قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل کاراز اور بھید جانتا ہے۔ وہ بولا ہاں جانتا ہوں ، تو
 يكفر الرجل لان السر والغيب واحد و الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ وہ شخص
 من ادعى علم الغيب كان كاذبا۔ کافر ہو جائے گا کیونکہ سر اور غیب ایک ہی چیز ہے اور جس
 (قاضی خان ج ۲ ص ۸۴)

میاں بھی ذاتی اور عطائی کا بیہ بنیاد فرق نہیں چھڑے گا کیونکہ یہ فرق جس معنی میں فریق مخالفت لیتا ہے یہ
 ان کا اپنا خانہ زاد ہے۔ حضرات فقہاء کرامؒ کے کان اس سے یقیناً نا آشنا ہیں۔
 علامہ صدر الدین الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

ومن ادعى علم الغيب كان من الكافرين اور جس نے بھی علم غیب کا دعویٰ کیا تو وہ کافروں کے
 (شرح عقيدة الطحاوی ص ۱۹) زمرہ میں شامل ہو جائے گا۔
 اور علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں کہ:-

ولمذا ذكر في الفتاوى ان قول القائل وليذا ذرية هالة القمر يكون مطر ممسيا علم الغيب لا يعلمه كافر (شرح عقائد ص ۱۲۲)
 یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی قائل کا چاند کے ارد گرد حلقہ دیکھ کر یہ کہنا کہ بارش ہوگی اگر
 علم غیب کے دعوے کی وجہ سے ایسا کہتا ہے تو کافر ہے اور اگر اس علامت سے کہتا ہے تو کافر نہیں ہے۔

اور علامہ ابن نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

بجمل من ادعى علم الغيب فانه كافر (مجموع الفتاوى ج ۱۶) بخلاف دعوائے علم غیب کے کیونکہ وہ خالص کفر ہے۔
 ان تمام عبارت سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اپنے لیے بھی علم غیب کا دعویٰ (عام اس
 سے کہ وہ مدعی مولوی ہو یا پیر ہو) خالص کفر ہے اور ایسے مدعی کی اور خصوصیت سے گندہ اشیاء اور چوری
 وغیرہ میں منہم اور کاہن (جو غیب کی خبریں بتانے کا مدعی ہے) وغیرہ کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے۔ صریح
 حدیث کے علاوہ عقائد وغیرہ کی کتبوں میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ علامہ نجم الدین ابو الفضل
 عمر بن محمد النسفی الحنفیؒ (المتوفی ۵۲۷ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وقصديق الكاهن بها يخبر عن الغيب
كفر (عقائد نسفی مع الشرح ص ۱۷۲)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ :-

وقال يوسف الرعيني: اجمع العلماء
بالقبول ان علي بن ابي طالب
المرتدين والرافقة لما اظهروا
من خلاف الشريعة وقال ابن
خلكان: وقد عايناهم على علم
الغيبات واخبارهم في ذلك المشهورة
حتى ان العزيز معد يرومان المنبر فرأى
ورقة فيها مكتوب :-

شعر :-

بالظلم والجور قد رضينا
وليس بالكفر والحماقة
ان كنت اُحملت علم الغيب
بين لنا جانب البطاقة
(تاريخ الخلفاء ص ۸)

کابہن کی ان اُمور میں تصدیق کرنا جن میں وہ غیب کی
خبریں بتا رہے، خالص کفر ہے۔

یوسف رعینی یہ کہتے ہیں کہ ملک قیروان کے علماء کا اس
پر اجماع واقع ہو چکا تھا کہ یوحسید کا حال مرد و اولاد
زندہ بقول کا سہ ہے، کیونکہ انہوں نے خلاف شرع
بائیں ظاہر کی تھیں۔ علامہ ابن خلکان کہتے ہیں کہ انہوں نے
مغیبات کے علم کا دعویٰ بھی کیا تھا اور اس دعوئے علم
غیب میں ان کے واقعات بڑے مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک
دن راجم وقت (عزیز نے جب منبر پر قدم رکھا تو منبر پر
اسے ایک رقمہ ملا جس میں یہ شعر لکھے ہوئے تھے :-

ہم دہم مجبوری ظلم و جور پر تو راضی ہو گئے ہیں مگر کفر اور
سماقت پر راضی نہیں ہو سکتے۔
اگر تجھے واقعی علم غیب عطا کیا گیا ہے (جیسا کہ تیرا دعوئے
ہے) تو میں تو بھی بتاؤں کہ یہ رقمہ کس نے
لکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے، ماسوائے اللہ تعالیٰ کے لیے علم غیب کا دعویٰ
تمام علماء اسلام کے نزدیک کفر ہے۔ عام اس سے کہ کوئی شخص حضرات انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے لیے علم غیب کا دعوئے کرے یا حضرات مشائخ عظام کے لیے یا خود اپنے لیے یا کسی اور کے لیے اور ان
میں سے ایک ایک اس کا باقاعدہ ثبوت ہم حوالوں سے عرض کر چکے ہیں اور یہی ایک مسلمان اور مومن
کا عقیدہ ہونا چاہیے اور نجات بھی صرف اسی میں ہے: ”بحر حروف محبت نہ ترکی نہ تازی“

فقہاء احناف کے حوالے تو قارئین کرام نے ملاحظہ کر لی
لیے ہیں، اب ہم اکابرین علماء دیوبند کے صرف چند

حضرات علماء دیوبند اور مسلمہ علم غیب

فقہے جن پر تمام ذمہ دار اہل کابریں علماء دیوبند کے دستخط ثبت ہیں۔ عرض کرتے ہیں تاکہ ایک طرف تو ان لوگوں کی آنکھیں روشن ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی حنفی نہیں ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) اور دوسری طرف ان لوگوں کو سوچے کہ موقع مل سکے جو اکابرین علماء دیوبند کے عقیدہ کو کما حقہ، نامہ نود نہیں سمجھے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سال کے چند سوالات مذکور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے:-

پہنجم۔ بعض لوگ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ماسوی اللہ اس آیت سے جو سورۃ قل اوحیٰ میں ہے (وَاللّٰهُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنۡ اَرٰتْکَی مِنْ رَّسُوْلٍ اٰیٰتِہٖ) ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں، مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہو گیا نہیں؟ (ملفوظ، فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۷۵)۔

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:-

۵۔ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا وَعِنْدَنَا مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یُعْلِمُہَا اِلَّا هُوَ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اُس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ مگر ہاں جوابات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے، اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہ کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلادیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورہ جن سے معلوم ہوا۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اُس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے، نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہو دیں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَکَذٰلَکَ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبِ لَا سَتَکْثُرٰتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَنَّبٰنِی السُّوْءُ (ترجمہ) کہہ مے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدا تعالیٰ چاہے اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں، اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا۔ خود دوسری آیت میں موجود ہے لَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بٰی وَلَا یُکْمِرُ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے

ساتھ۔ پس صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو مرکز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات و احادیث شامد ہیں، تو خلاف اس عقیدہ کے کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح علی ہووے گا۔ معاذ اللہ، حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسد سے نجات دے۔ آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا، اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دُور سے سنتے ہیں۔ بسبب علم غیب کے تو خود کھڑے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کھڑے نہیں، مگر کلمہ مشابہ بکھڑے ہے، البتہ اگر اس کلمہ کو دُور و شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کہے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں، اور ایک صنف ملائکہ کی اسی خدمت پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد

۱۳۰۱

الاجوبۃ میحکمہ - محمد یعقوب النانوتوی
محض عنہ - مدرس اَوَّل، مدرسہ عالیہ دیوبند

کتبہ الراجی ربہ رشید احمد گنگوہی

الاجوبۃ میحکمہ - ابو الخیرات سید احمد
مدرس دوم، مدرسہ عالیہ دیوبند

محمد یعقوب

الاجوبۃ کلہا میحکمہ
عزیز الرحمن دیوبندی

وکل علی العزیز
الرحمن

الاجوبۃ کلہا میحکمہ
ابوالمکارم محمد اسماعیل فرخ آبادی محض عنہ

محمد اسماعیل

سید احمد

الاجوبۃ میحکمہ - احمد ہزاروی محض عنہ

احمد

الاجوبۃ میحکمہ
عبد اللہ الانصاری محض عنہ

الاجوبۃ میحکمہ محمد عسکری محض عنہ
مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

الہی عاقبت محمد مگر وال

دوسرے فتویٰ مع جوابات کے یوں منقول ہے :-

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء محققین احناف رحمہم اللہ مسئلہ ہائیں کہ زید کہتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا کل غیب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں یہاں تک کہ پھر کے پڑھانے کا بھی آپ کو علم ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی آواز خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں نبات خود سن لیتے ہیں پس یہ عقیدہ کیا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر مشرک ہو گیا ؟ بیتنا والحمد للہ -

جواب شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے ۔ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے (اس قول پر حاشیہ میں یہ عبارت درج ہے ملا علی

القاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضوعات کبیرہ ص ۱۱۹ میں تحریر فرمایا ہے ومن اعتقد تسوية علمه الله تعالى ورسوله بغير اجتماعا كما لا يخفى انتهى لمقتضيه - صنف صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں ، وہ یقیناً کافر ہے ، اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے اس واسطے کہ اشراک فی اللہ یعنی تعدد الہیہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہو گا ۔ شامی نے رد المحتار کی کتاب الارث میں صاف طور سے ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے ، اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماد کوثر ہونے کا احتمال اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا انک لا تدري ما احدثوا بعدك - اخراج البخاري الحديث فقط

اصاب من اجاب

محمد رياض الدين عفي عنه

مدرسة اسلاميه ميرٹھ

الجواب صحيح

اصاب الجيب عزيز الرحمن عفي عنه

مفتي مدرسه عاليه ديوبند

محمد رياض الدين

وكوكل على العزيز الرحمن

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند
الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم بہار پور

الہی عاقبت محمد و گداں

خلیل احمد

محمد ناظر حسن

ناظر حسن دیوبندی

الجواب صحیح
فاکار سراج احمد عفی عنہ میرٹھ

الجواب صواب
عبد المؤمن مدرس مدرسہ میرٹھ

سراج احمد

عبد المؤمن

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی
تاویل سے دو سکر پر اطلاق کرنا ایہام شرک
سے خالی نہیں۔

ہذا هو الحق وماذا الجدا الحق الا الضلال
احمد حسن الحسینی الامروہی عفرلہ

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اسمہ احمد

رشید احمد گنگوہی

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ۳۶ و ۳۷)

یہ دونوں فتوے جن پر اکابرین علماء دیوبند کے جن میں حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی
اور مولانا شیخ السند محمود الحسن صاحب اور مفتی دارالعلوم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حضرت
مولانا خلیل احمد صاحب بہار پوری وغیرہ وغیرہ کے دستخط ثبت ہیں، مزید کسی تفسیر کے محتاج نہیں
ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے ان حضرات پر جو اکابرین علماء دیوبند کا ملک نہ سمجھتے ہوئے کچھ کچھ کہہ
جیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بیت
سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح
شرک ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۱۸)

اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ :-

”جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت، مودت سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گلگویی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۶۱) اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

”جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرنا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ محرم ۱۳۱۸ھ (اور حاشیہ پر درج ہے -
لانہ کفر فلا یصلح الا قتداء بہ اصلہ کما فی الدر المختار بلفظ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۴)

غرضیکہ یہ مسئلہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت اور حضرات فہمہ اسلام اور خصوصیت سے حضرات فہمہ احناف کے نزدیک اتنا واضح ہے کہ حضرات فقہاء کرام قدیم و جدیدانہ عقیدہ رکھنے والے کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، بلا تامل اور بلا تردد تکفیر کرتے ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز و اقتداء کو بالکل حرام بتاتے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو اسلام کا عقیدہ سمجھتا ہے تو اس کی مرضی۔ ایک دن مفرد آئے گا جس میں وہ احکم الحاکمین کی کجی عدالت میں پیش ہوگا اور اس کو دینی کا حساب بے باق کرنا ہوگا۔ ہم نے اہل السنۃ والجماعت کے دلائل پیش کرنے میں حتی السبع کوئی کمی نہیں کی۔ ہدایت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

گو نالہ نارسا ہونہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

ہم اس باب کو اسی بحث پر ختم کرتے ہیں اور آئندہ فریقِ مخالفت کی طرف سے پیش کردہ اصولی دلائل کو نقل کر کے ان کے جوابات عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کو رام فریقین کے دلائل کا معیار اور توازن بھی بخوبی معلوم کر سکیں۔ اور بقبل شخصے ع ”وہ بھی دیکھا ہے یہ بھی دیکھ“ کا لطفت اٹھائیں۔
فریقِ مخالفت کی طرف سے مسئلہ علم غیب پر جو دلائل پیش کئے گئے یا کئے جاسکتے ہیں، وہ اصولی طور پر تین حصوں میں منقسم ہیں :-

اول، قرآن کریم سے انہوں نے اپنے مدعی پر خام استدلال کیا ہے۔
دوم، احادیث سے بھی ناکام احتجاج کیا ہے۔

سوم، حضرات بزرگان دین کے اقوال اور عبارت سے بھی مطلب برآری کی بے جا کوشش کی ہے چونکہ حضرات بزرگان دین کے اقوال کے بارے میں ہم اسی کتاب کے مختلف ابواب میں بقدر ضرورت بحث کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کسی کا کوئی قول حجت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ قول خود قابل تاویل ہوگا، تاویل نہ ہو سکی تو مردود ہوگا جیسا کہ امام سیوطی رحمہ وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے، اور بقول قلندر لاہوری رحمہ

اٹھا کر پھینک دو یا ہر گلی میں

پر عمل کیا جائے گا۔ لہذا اصولی طور پر ہم فریقِ مخالفت کے استدلال و صرف دو باتوں میں عرض کریں گے آپ ان کو بغور اور بالانصاف ملاحظہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

باب نہم

اس باب میں ہم فریق مخالف کے وہ دلائل عرض کر کے پھر ان کے جوابات عرض کرتے ہیں جو انہوں نے قرآن کریم سے پیش کیے ہیں۔

فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب (اور اسی طرح مولوی محمد نعیم صاحب) مراد آبادی دیکھئے المکیۃ العلیار مد اور مفتی احمد یار خان صاحب ملاحظہ ہو

دلیل اول

جاد الحق ص ۵۷ اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص ۲۹۴ وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ :-

” بیشک حضرت عزت عظمیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا شرق یا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السموات والارض کا شاہ بنایا، روز ازل سے روز آخر تک کا سب ماکان و مایکل انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اُن سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر، ہر طب و دواء جو پتہ گمراہ ہے زمین کی اندھیر لیل میں جو دائرہ میں پڑا ہے سب کو مددِ امداد تفصیلاً جان لیا اَلِیْ اِنْ قَالَ تَوْجِدُ اللّٰہُ قُرْآنَ عَظِیْمٍ خُودِ شَہِدِ عَدْلٍ وَحُکْمٍ فَصْلٌ هُوَ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اُناری ہم نے تم پر کتاب جو ہم چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و بشارت

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْكَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَ هُدًی وَ رَحْمَةً وَ بُشْرًی لِّلْمُسْلِمِیْنَ ۝

وقال الله تعالى

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ يَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ

وقال الله تعالى

مَا فَتَرَ طَنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ
شَيْءٍ
ہم نے کتاب میں کوئی چیز اضافہ نہیں کی
بلقلم انباء المصطفیٰ ص ۳۰

اور پھر آگے یوں لکھتے ہیں کہ :-

۱۔ نحوہ حیث نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔
اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل
کی اجازت نہیں و نہ شریعت سے امان اٹھ جائے الخ (ص ۳۱)

اور مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب نے بھی یہی کہا ہے کہ لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر
مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ بلقلم۔ (دیکھئے رد واداجوئے مناظرہ تون ص ۲۸)

فریق مخالفت کا ان آیات سے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ملتی علم
جواب غیب کا دعویٰ سو فیصدی باطل اور قطعاً مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ پہلی دلیل پچھ سوۃ نحل رکوع ۱۲ کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سوۃ نحل مکی ہے
اور دوسری دلیل سوۃ یوسف رکوع ۱۲ (پچھ) کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سوۃ یوسف بھی مکی
ہے اور تیسری دلیل پچ سوۃ الغام رکوع ۴ کی آیت کا ایک جزو ہے اور سوۃ الغام بھی مکی ہے۔
(اور اس میں فی الکتاب بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک سورع محفوظ مراد ہے، قرآن کریم مراد نہیں
ہے جیسا کہ فریق مخالفت کے بے اثر وکیل کا دعوئے ہے) اگر فریق مخالفت کے نزدیک ان مکی آیات
سے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہے اور ان دلائل
کی وجہ سے آپ عالم الغیب ہیں یا آپ کے لیے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوتا ہے تو اس کے
بعد آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی چاہیے تھی کیونکہ کل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطا ہو ہی چکا تھا
حالانکہ اس کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود ہے، قرآن کریم بھی باقاعدہ نازل ہوتا رہا۔ کیا وہ حقیر ضروری
مخالفت کے نزدیک ماکان و مایکون اور غیب میں داخل نہیں ہے؟ علاوہ بریں اس کے بعد مکی سورتوں
میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح آیاتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان میں سے بعض اہل حق کے دلائل
میں پیش کر چکے ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے فریق مخالفت پر کہ وہ مکی آیات سے جمیع ماکان و مایکون
کا علم ثابت کرتا ہے جب کہ بے شمار اُمور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو مدنی زندگی میں بتلائے

اور بعض امور کی نفی کا ثبوت بھی اس کے بعد قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ ربی خان صاحب بریلی کو یہ کہنا ہے
 ۱ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً تکمیل شئی ہوئے نے دیا ہے اور پڑھا ہر کہ یہ وصف تمام
 کلام مجید کہ ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو کہ نقصان حلیک یا منافقین کے باب میں فرمایا
 جائے لا تعلم ہم ہرگز ان آیات کے منافی اور اعطاء علم مصطفویٰ کا منافی نہیں الخ۔

(ابتداء المصطفیٰ ص ۱۷)

تو یہ ایک خالص مجتہد و ائمہ مخالف ہے جو سراسر مردود ہے۔ خان صاحب انجمنان سے اپنے متبعین پر
 کرم فرمائی کرتے ہوئے اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہوئے یہ فرمادیں کہ قرآن کریم کی وہ کون سی
 آیات ہیں جو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور جمیع ماکان و مایکون کا
 علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور وہ نہ نقصان حلیک کے بعد نازل ہوئی
 ہیں؟ اور نیز وہ کون سی آیات ہیں جو منافقین کے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور لا تعلم ہم کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ تبیاناً تکمیل شئی وغیرہ کی
 آیات سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کے بعد ہی تو نہ نقصان حلیک اور لا تعلم ہم کا نزول
 ہوا ہے اور ان کے خلاف قرآن کریم میں ایک حرف بھی موجود نہیں ہے۔ خان صاحب کس سادگی سے کہتے
 ہیں کہ ہرگز ان آیات کے منافی نہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ وہ آیات کون سی ہیں اور کس سورت میں موجود ہیں
 جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح منافقین مدینہ کے پورے تفصیلی حالات کا علم جناب
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں؟ محض آیات کا نام لے لینا ہرگز کفایت نہیں کرتا
 نہ نقصان حلیک اور لا تعلم ہم کی پوری تشریح پہلے عرض کی جا چکی ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر
 لی جائے۔

و ثانیاً خان صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک تبیاناً تکمیل شئی کی آیت سے ہر مردہ
 کا اور ہر مرتد کا علم ثابت ہو تا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں ہر مرتد کا علم ہے
 اور محض بیان ہی نہیں بلکہ روشن بیان اور پرفہم مجمل ہی نہیں بلکہ مفصل۔ چنانچہ خان صاحب کہتے ہیں
 کہ جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل (ابتداء المصطفیٰ ص ۱۷)

تو برائے محرم اس الحاد کے فصد میں جب منکرین حدیث نمازوں کی اور زکوٰۃ وغیرہ کی پوری تفصیل اور عدد رکعت اہل اسلام سے قرآن کریم کے حوالہ سے چلا چلا کر پوچھتے ہیں تو بتائیے کہ ان کے یہ سوالات قرآن کریم کی کتب سے حل ہوں گے؟ اجمالی بیان نامافی ہوگا، بیان روشن ہو اور بالکل مفصل کیا ہے فریق مخالفت کے کسی غیر اہل دل میں یہ ہمت کہ کم از کم منکرین حدیث کا یہ سوال اور اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوالات قرآن کریم سے حل کر دے اور حل بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل؟ فرمائیے تفصیلاً ﴿کُلُّ شَيْءٍ﴾ کی آیت سے علم غیب پر استدلال کرنے والوں پر کیا ہوتی؟

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر واقعی فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل، تو بتائیے حضرات فقہاء اسلام کو حدیث، اجماع، اُمت اور قیاس کی کیا ضرورت پیش آتی؟ اور کیوں پیش آتی؟ بقول خان صاحب فرقان مجید میں تو ہر شے کا روشن اور مفصل بیان مذکور ہے اور قرآن کریم کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے اور خصوصیت سے اجماع، اُمت اور قیاس واجتہاد کی کیا حاجت باقی رہی؟ اور کیا حضرات فقہاء اسلام کی یہ کھلی غلطی اور جرات نہ ہوگی کہ فرقان مجید کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں وہ غیر معصوم اقوال اور قیاس واجتہاد کے غلطی قلعہ کے اندر پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ فریق مخالفت کو صاف اور دھڑلے بات کرنی ہوگی۔ ع۔ یا سر اسر موم ہو یا سنگ ہو۔

وَنَاقِئًا اِنَّ آيَاتِ سِ اسْتِدْلَال اور اجتہاد کرنے میں فریق مخالفت کی اصل غلطی لفظ کل کو محرم میں نص قطعی سمجھنا ہے اور اسی غلط نظریہ پر ان کے استدلال کا ملبہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ خان صاحب فریق دار الفاظ میں لیول لکھتے ہیں کہ ۱۔ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستقل ہی نہیں ہوتا، (ابن اللطیف) اب ہم قرآن کریم، صحیح احادیث اور ائمہ لغت بلکہ خود خالصہ کے حوالے سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ کریں اگرچہ لفظ کل اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض معنوم و مخصوص دونوں کے لیے برابر آتے ہیں اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کے لیے آتے ہیں تب بھی موقع محل اور داخلی و خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کیل استغراق عرفی و اضافی اور بعضیت کے لیے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ چند دلائل مزید کئے جاتے

ہیں بغیر ملاحظہ کریں۔

① اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا کہ:-
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُمْ جُزْءًا
پھر ان کو فستہ چوٹیوں کی ایک ایک جزیرہ پہاڑ
پر رکھ دیں۔ (پہلے رکوع ۳)

یہ ظاہر امر ہے کہ علیٰ کُلِّ جَبَلٍ کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے اور بڑے قریب و بعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہالیہ اور نالنگا پرست و غیرہ کی چوٹیوں پر کو فستہ چوٹیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کا مکلف ہوا گیا تھا۔ اس موقع پر علیٰ کُلِّ جَبَلٍ سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے کفر و شرک اور دیگر معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر بطور تنبیہ بعض آفاقی اور انفسی تکلیفیں مسلط کیں تاکہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آجائیں لیکن جب انہوں نے اشد پندیری کا ثبوت نہ دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

فَنَحْنُ عَلَيْهِمُ الْبَرَائَاتُ كُلُّ شَيْءٍ رُپَ (الغام - ع) تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیے۔
یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ یہ کہ نبوت مرثیٰ اور مقبولیت و ولایت اور رضا وغیرہ کے۔

③ اللہ تعالیٰ مکر مکرم اور وادعی غیر ذی ذرع کی مقبولیت کا یوں تذکرہ فرماتا ہے:-
يُحْيِي اِلَيْهِ مُسْرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رُپَ (قصص - ع) کچھ آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے۔
اس دور ترقی میں بھی جب کہ غفلت طرق سے میوے خشک کر لیے جاتے ہیں اور نقل و حرکت کے تیز رفتار اسباب فراوانی سے موجود ہیں مگر بایں ہمہ اہل مکہ بعض بعض پھلوں کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس مقام پر بھی لفظ کُل سے بعض ہی مراد ہے۔

④ حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالیٰ نے باد صرصر اور تیز و تند ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے۔
ثُمَّ رُپَ (سجۃ - احقاق ۲۰ ع) یعنی جو ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی بھی ہرگز تباہ نہ ہوئے تھے یہاں بھی لفظ کُل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

⑤ تورات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ دہل (۱۷۷-۱۷۸) کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی۔ یہ بات بالکل آشکار ہے کہ نہ تو واقعہ تورات میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اُس میں صریح ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکام تورات میں صریح تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شرح محمدی (علی صاحبہ العتیمہ) کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی؟ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا هُوَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ
تَعَالَى فِي التَّوْرَةِ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَالْأَمَلُ
فِي الْعُمُومَاتِ التَّفْصِيلُ بِمَا يَنْسَبُ -
ہم کہتے ہیں کہ فتجلی لی کل شیئی کی حدیث ایسی ہی ہے
جیسے تورات کی بابت وارد ہوا ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ حالانکہ ہر چیز کی تفصیل اس میں کہاں؟ اور
اصل عموماً میں مقام کے لحاظ سے تفصیل ہی ہے۔
(تفہیمات النبی ص ۲۵)

⑥ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو پیش نظر رکھ کر توحید پر بالکل ارشاد فرمایا کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دہل (نل - ۷۲) اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ نبوت و رسالت خلافت اور سلطنت اور دیگر جو ساز و سامان ان کی شایان شان تھا وہ ان کو عطا کیا گیا تھا لیکن بے شمار اشیاء کے علاوہ نہ تو ان کو قرآن کریم عطا ہوا تھا اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت شان اور نعم نبوت ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ جیسے صحابہ کرام ان کو مرحمت ہوئے تھے۔

⑦ حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا دہل (نل - ۷۲) اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔

یہ واضح بات ہے کہ وہی سامان ان کو ملا ہوگا جو ان کے حال کے مناسب ہوگا، نہ یہ کہ آج کل کے زمانہ سائنس کے آلات و اسلحہ اور ہلاکت خیز ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور مصنوعی سیارے وغیرہ بھی ان کو ملے تھے۔

⑧ ملکہ سبا (بلیقیس) کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دہل (نل - ۷۲) اور ہر ایک چیز اس کو عطا کر دی گئی تھی۔

اس کو بہت کچھ ملا ہوگا مگر نبوت و رسالت اور ملک سلطنت تو ہرگز نہیں ملا تھا، بلکہ علامہ ذہبیؒ تو لکھتے ہیں کہ کیا بلیغین کو مردانہ خصوصیات اور داڑھی بھی مل گئی تھی؟ (مذکورۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۵۴)

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ کل ہمیشہ اور ہر مقام پر کل ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ عموم اضافی و عرفی اور بعض کے لیے بھی آتا ہے اور یہ اُس کے مواقع استعمال ہیں جو مضمون ہیں بہت ممکن ہے کہ کسی کو تاہم فہم کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ آخر میں پیش کردہ تینوں مقامات میں لفظ کل پر حرف من داخل ہے، جو بعض کے لیے آتا ہے لہذا بعضیت تو صرف من سے ثابت ہوئی نہ کہ لفظ کل سے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ لفظ کل کو ہمیشہ اور ہر مقام پر عموم کے لیے نص قطعی سمجھتے ہیں، ان کو ان مقامات پر حرف من کا بہانہ بھی چنداں مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں من حَلّ شئی کا معنی یہ ہوگا کہ ہر چیز سے کچھ کچھ اور بعض بعض ان کو عطا ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہوگا کہ دنیا کے جتنے مرد گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی داڑھی کا کچھ کچھ حصہ بلیغین کو عطا ہوا تھا؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا کچھ حصہ اور آپ کی جلالت شان کا بعض حصہ اور اسی طرح قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے کچھ کچھ حصہ ان کو مرحمت ہوا تھا؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کو ہر ایک بنی اور رسول کی نبوت اور رسالت سے کچھ کچھ حصہ ملا تھا؟ کون اس جھیلے میں پڑے، بہت سی چیزیں کہنے کی بھی نہیں ہیں سمجھدار آدمی خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر چیز سے کچھ اور بعض ملنے کا مضمون کہاں تک وسیع ہے اور اس سے کیا کچھ مراد نہیں لی جاسکتی؟ اب آپ دو تین حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

① اس مضمون کی ایک روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں ایسی سخت اور زیادہ بارش ہوئی کہ حصّۃ کلّ شئی (بخاری ج ۱ ص ۱۳ وغیرہ) کہ اس نے ہر چیز کو تیغ و بُن سے اکھاڑ دیا۔ کافی نقصان ہوا ہوگا۔ لیکن یقینی امر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اسی طرح دیگر انسان اور جاندار بلکہ مدینہ طیبہ کے مکانات اور مسجد نبوی وغیرہ اس تباہی و بربادی سے یقیناً محفوظ رہے تھے۔

② حضرت ابوسعید الخدریؓ کا بیان ہے کہ ایک خاص موقع پر ہم ایک قوم کے حمان بنے۔ مگر ان لوگوں نے ہماری ضیافت وغیرہ کی مطلقاً کوئی پروا نہ کی۔ خدا تعالیٰ کا کونا یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑے رنر

کو کوئی نہ ہر مٹی چیز ڈس گئی۔ انہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کرنے کے لیے اپنی جگہ بڑی ہمت اور کوشش کی فعوالہ
 بکلی شئی (دھاری ج ۱ ص ۲۰ وغیرہ) حتیٰ کہ انہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کے صلہ میں ہر چیز دینے کی کوشش
 کی۔ یہ بالکل نمایاں بات ہے کہ نہ تو انہوں نے اپنی بیویاں اور بچے دینے کی کوشش کی ہوگی اور نہ وہ چیزیں
 جو ان کے ملک میں نہ تھیں بلکہ وہ چیزیں بھی ہرگز دینے کی کوشش نہ کی ہوگی جو ان کے ملک میں تھیں۔
 جن میں بدن کے تمام اعضاء بھی داخل ہیں سمجھو آدمی خود سمجھ سکتا ہے مگر یہاں بھی لفظ حل شئی کا استعمال
 کیا گیا ہے۔

(۳) ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یومہ کلہ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)
 سارے ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔ امام ترمذی نقل کرتے ہیں کہ دوسری احادیث کے پیش نظر
 حضرت امام عبد اللہ بن المبارک نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لفظ کل سے یہاں اکثر
 مراد ہے (کل اور کوم حقیقی مراد نہیں ہے) اس قسم کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقصد دلائل
 کا استیعاب نہیں ہے۔

علامہ عبد الباقی فیروز آبادی لفظ کل کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وقد جلد بمعنی بعض منه" لفظ کل کبھی بعض کے لیے بھی آتا ہے اور یہ اہل میں

(القاموس ج ۴ ص ۴۵) ہے (کہ دونوں صیغہ دوں میں استعمال ہوتا ہے)

اور ملا جیوں سے لکھتے ہیں کہ :-

وکلمۃ کل یحتمل المخصوص (رد الانوار ص ۱۸) اور کلمہ کل خصوص کا احتمال رکھتا ہے۔

اور مشہور حنفی امام (الفقیہ الاصولی النظار ابو یوسف محمد بن احمد بن ابی سہل) (الشرح ص ۱۸۱ المتوفی ۱۸۱ھ)
 تحریر فرماتے ہیں :-

وکلمۃ کل وہی تحتمل المخصوص وکلمۃ من ادھ اور کلمہ کل کلمہ من کی طرح خصوص کا احتمال

(اصول شرحی ج ۱ ص ۱۵۷) رکھتا ہے۔

اور علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ :-

وقد جلد استعمالہ بمعنی بعض الی ان قال لفظ کل کا استعمال کبھی بعض کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

قال شیعنا وجعلوا منه ایضاً قوله لعلنا پھر فرمایا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ ان لغت نے فکلی من

فَكُلُّ مَنْ حَلَّ الثَّمَرَاتِ وَأَوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
(التاج العروس ج ۸ ص ۸۰)
علامہ محمد طاہر الحنفی ؒ کہتے کہ :-

فی قول عثمان بن عفان: أَيْبَا مُبْرَكٌ هَذَا؟ فَقَالَ
عَلَّ ذَالِكَ أَيْ بَعْضُهُ مِنْ أَمْرِ
بَعْضِهِ بَغِيرُ أَمْرٍ وَهَذَا أَنْبَاءُ عَلَى
أَنَّهُ قَدْ يَسْتَعْمَلُ عَلَّ الْمَوْضُوعِ
لِلإِحَاطَةِ بِبَعْضِ الْبَعْضِ -

ر مجمع البحار ج ۲ ص ۲۴۰ و مثله فی التاج ج ۸ ص ۸۰

اور مشہور معسر علامہ غازی ؒ حَلَّ فَعْنَيْنِ ذَا لِقَةِ الْمُؤْتِیَةِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جو رو غلمان اس وقت جنت
میں موجود ہیں مگر ان پر اس کثرت کے پیش نظر موت نہیں آئے گی اس لیے کہ :-

لَفْظَةُ كُلٌّ لَا تَقْتَضِي الشَّمُولَ وَالْإِحَاطَةَ بِدَلِيلِ
قَوْلِهِ تَعَالَى وَأَوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَمْ تَلَوْثْ
مَلِكٌ سِلَاحَانِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (تفسیر ج ۸ ص ۳۸۶)

غیر مقتدین حضرات بھی جن کی بعض مقامات میں گاڑی ہی لفظ کل کی تعمیم سے جلتی ہے اس کو ماننے پر
مجبور ہیں کہ کبھی لفظ کل اکثر کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس وقت اس سے استعراق حقیقی مراد نہیں ہوتی۔
دیکھئے پرچہ الحدیث امر سر یکم ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ) اور ان کے مشہور عالم مولانا عبدالرحمن صاحب مبلکہ کوئی
لکھتے ہیں کہ :-

والمراد بالكل اکثر وهو مجاز قليل الاستعمال
مراد کل سے اکثر ہے اور وہ مجاز ہے قلیل الاستعمال
(تحفۃ الاسخفی ج ۲ ص ۵۱)

علامہ فیروز آبادی ؒ لفظ کل کو اضداد سے مانتے ہیں لہذا ان کے نزدیک لفظ کل بعض کے لیے مجاز
نہیں بلکہ حقیقت ہی ہے اور دیگر حضرات اس کو بکثرت بعض کے لیے متعلل تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب ؒ تو اصل ہی تخصیص قرار دیتے ہیں تو اس لحاظ سے عموم اور احاطہ خلاف اصل ہو گا۔

اور اتنے کثیر استعمال کے باوجود بھی اگر مبارک پوری صاحب کے نزدیک قلیل الاستعمال ہے تو شاید قلیل الاستعمال اور کثیر الاستعمال الفاظ کے لیے ان کے نزدیک قاعدہ اور اصطلاح ہی جدا ہو گئی۔ ج

رکھ لیا ہے نام اس کا آسمان تحسیر میں
لیجئے اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں خالص بریلی کو خود ان کے حوالہ سے لفظ کل کا غیر محیط اور
غیر مستغرق ہونا مزایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں کہ :-

مکمل بھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے۔ (خاوی رضویہ جلد اول ص ۷۴)

عزیز کیجئے کہ خالص صاحب کا یہ غلط دعوے لکھ ۲ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل
ہی نہیں ہوتا۔ انباء المصطفیٰ ص ۷۷ کتنا غلط اور باطل ہے اور دیگر دلائل کے علاوہ خود خالص صاحب کے حوالے
سے اس کا بطلان ثابت ہو گیا، اور خان صاحب کی سب سے زیادہ پھیری کی منطق کا ذرہ ہو گئی۔ سچ ہے ۔

ہو رہے دعویٰ کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماو کنعال کا

وَرَأٰ بَعْدَ ضَرُورَتٍ تَوَنِيْنٌ كِه اس بحث کے بعد ہم کچھ اور بھی عرض کریں مگر محض تکمیل بحث کے لیے
یہ بیان کئے دیتے ہیں کہ حضرات مفتبرین کرامؒ نے تبیاناً لکلی شیئی اور اسی مضمون کی دوسری آیات
کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔
علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ :-

تبیاناً لکلی شیئی یتاہم الیہ من الامور والنہی
والحلل والحرام والمحدود والاحکام
(معالم التنزیل ۲/۲۱۲)
اور علامہ ابوالبرکات نسفیؒ کہتے ہیں کہ :-

تبیاناً لکلی شیئی سے امور دین کا بیان مراد ہے احکام
منصوصہ میں تو بالکل ظاہر ہے اور اسی طرح جو احکام سنت
یا اجماع یا قول صحابی یا قیاس سے ثابت ہیں کیونکہ ان سب کا
مرجع کتاب اللہ ہی ہے کہ اس میں ہیں آنحضرت صلی اللہ

تبیاناً لکلی شیئی من امور الدین امانی الاحکام
المنصوصة فظاہر وکذا فیما ثبت بالسنة
او بالاجماع او بقول الصحابی او بالقیاس
لان مرجع الكل الى الكتاب حيث امرنا

تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع اور طاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ۶۔

تبیاناً لکل شیئی بیاناً بلیغاً لکل شیئی محتاجون
الیہ من امور الدین۔
(جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۲)
اور علامہ غازیؒ کہتے ہیں کہ:-

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شیئی سے مامور بہ
اور منی عنہ مراد ہے اور اہل معانی فرماتے ہیں کہ تبیاناً
لکل شیئی سے امور دین مراد ہیں یا تو نصوص کی وجہ سے
اور یا اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد
سے اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ نے قرآن کریم کے
پیش کردہ احکام اور حدود اور حلال و حرام اور تمام
امورات اور منہیات بیان فرمائے ہیں اور اجماع امت کے
ساتھ جو کچھ ثابت ہے وہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ
اجماع بھی علوم دین کی ایک اصل اور منہج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مامور بہ ومنی عنہ کو
علی سبیل الاجمال بیان فرما دیا ہے سو کوئی چیز ایسی
نہیں جس کی حاجت لوگوں کو امور دین میں پیش آئے
جس کا کوئی یا چھوڑنا واجب ہے مگر اس کا بیان اس
آیت میں کر دیا گیا ہے۔

امور دین کی واضح تشریح اس میں موجود ہے۔

فیہ باتباع رسولہ وطاعۃ الاموال (المذکورہ ص ۲۳۲)

اور علامہ معین بن صفیؒ کہتے ہیں:-

تبیاناً لکل شیئی بیاناً بلیغاً لکل شیئی محتاجون
الیہ من امور الدین۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۲)

اور علامہ غازیؒ کہتے ہیں کہ:-

قال مجاہدؒ یعنی لما امر بہ وما نہی عنہ
وقال اهل المعانی تبیاناً لکل شیئی یعنی
من امور الدین اما بالنص علیہ اور بالاحوال
علی ما یوجب العلم بہ من بیان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقین ما فی القرآن من الاحکام والمحدد والحلال
والحرام وجميع الامورات والمنہیات و
اجماع الامت فہر ایضاً اصل وفتح
لعلوم الدین (تفسیر غازیؒ ج ۴ ص ۹)
نیز وہ کہتے ہیں کہ:-

یقین فی ہذہ الذیۃ المامور بہ والمنہی عنہ
علی سبیل الاجمال فہا من شیئی محتاج
الیہ الناس فی امر دینہم ما یجب ان یؤتی
بہ او یترک الا وقد اشتملت علیہ ہذہ الذیۃ
(غازی ج ۴ ص ۹)

قاضی بیضاویؒ کہتے ہیں کہ:-

تبیاناً لکل شیئی من امور الدین (تفسیر بیضاویؒ ج ۱ ص ۲۳۲)

دکذا ما اخبرت به هذه الآية من
بعث الشهاداء ربعته عليه الصلوة
والسلام فانتظام الآية بما قبلها
ظاهر والدليل على تقدير الوصف
المخصص للشئ المقام وان بعثة
الانبياء عليهم الصلوة والسلام
انما هي لبيان الدين اه
(روح المعاني ج ۴ ص ۲۱۸)

آئے اور اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت
کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی کیسے ہوگی؟ اس اعتبار سے
آیت کا مابقی کے ساتھ ربط بھی بالکل ظاہر ہے اور
کل شئی سے امور دین کے وصف مخصوص کی ضرورت
بجانب تمام ضروری ہے علاوہ بریں حضرات انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین
کے لیے ہوتی ہے لہذا امور دین کی قید لگائی گئی ہے۔

یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں تمام معتبر اور مستند ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مسلم مفسرین
ان کے علاوہ معتزلہ اور شیعہ بھی اس آیت میں اصول عمریت اور دیگر شرعی قواعد کے پیش نظر امور دین اور
امور شرع کی قید لگانے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین عمری لکھتے ہیں کہ:-
تبياناً لكل شئى المعنى انه بين من امور
الدين اه (كشف ۲ ص ۲۲۸)

تبیاناً لکلی شئی المعنی انہ بین من امور
الدين اه (کشف ۲ ص ۲۲۸)

اور مشہور شیعہ مفسر ابو علی الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسی (المتوفی ۵۲۰ھ) لکھتا ہے کہ:-
ومعناه ليبين حل شئ يحتاج اليه من
امور الشروع اه (مجمع البيان ج ۲ ص ۲۲۸)

اور مشہور شیعہ مفسر ابو علی الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسی (المتوفی ۵۲۰ھ) لکھتا ہے کہ:-
ومعناه ليبين حل شئ يحتاج اليه من
امور الشروع اه (مجمع البيان ج ۲ ص ۲۲۸)

فارہین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ تبياناً لکلی شئی کی آیت سے حسب تصریح حضرات مفسرین کرام اہل
السنت والجماعت (بلکہ مجمع معتزلہ اور شیعہ کے) صرف امور دین مراد ہیں عام اس سے کہ حلال و حرام سے
مشعلق ہوں یا اوامر و نواہی سے، مابقی کے حالات ہوں یا آئندہ کے، دنیا میں پیش آنے والے ہوں یا آخرت
میں وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت سے بغیر شرعی امور اور غیر دینی احکام کا اثبات بھی کارے دارد اچھ جائیکہ اس
سے علم غیب ثابت ہو جس میں بقول احمد رضا خان صاحب کوئی ذرہ معذور کے علم سے باہر نہ رہے۔
(انبار المصطفیٰ ص ۱۸) خان صاحب کا تو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ہر ایک چیز کا بیان ہے اور قرآن کریم جن
علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہیں مگر امام سیوطی لکھتے ہیں کہ:-

واعلم ان علوم القرآن ثلاثة اقسام الاول
علم لا يطلع الله عليه احدا من
خلقه وهو ما استشر به من علوم
اسرار كتاب من معرفة كنه
ذاته وغيبه التي لا يعلمها
الا هو وهذا لا يجوز لاحد الكلام فيه
برجه من الوجه اجماعاً۔

(اتقان ج ۲ ص ۱۸۲)

اور نیز کہتے ہیں کہ۔

واما ما لا يعلمه الا الله تعالى فهو
يجري مجرى الغيب نحو الوى المتضمنة
لقيام الساعة وتفسير الروح والحروف
المقطعة وكل متشابه في القرآن
عند اهل الحق فلا مجال للاجتهاد
في تفسيره۔

نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں کہ۔

ومتشابه لا يعلمه الا الله تعالى ومن
ادعى علمه سوى الله تعالى فهو كاذب۔

(ج ۲ ص ۱۸۲)

تو جان لے کہ علوم قرآن تین قسم کے ہیں، اول وہ قسم
ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی
ایک کو بھی مطلع نہیں کیا اور وہ ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
نے اپنی کتاب کے رموز میں اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار
اور ان غیب کو جن کا علم اس کے بغیر اور کسی کو نہیں
صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اس قسم کے
علم میں کسی جبر سے کسی کے لیے کلام کرنے کی گنجائش
نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیب
کی مد میں ہے مثلاً وہ کہتے ہیں جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف
متقطعات مثل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ تشابہات کا بھی اہل
حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل
نہیں ہے اور ان کے حامل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ
وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت کے حامل ہوں
اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے)

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر متشابه کو اور کوئی نہیں جانتا اور بخیر
اللہ تعالیٰ کے کوئی اور متشابه کے علم کا معنی ہو تو وہ سراسر
جھوٹا ہے (یعنی مطلق جو مختلف فیہ ہے نہ کہ قطعی)

مفتی احمد یار خان صاحب کی حبالت ملاحظہ ہو۔ وہ کہتے ہیں (وَمَا يُفْلِحُ تَأْوِيلُهُ) (الآلہ) جواب
اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے تشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں اِلَّا اِنْ قَالَ اِسى لے حنفی مذہب
کا متفقہ عقیدہ ہے حضور علیہ السلام تشابہات کو جانتے ہیں بلکہ (عبارۃ الحق ص ۱۸۲) خفیول کا یہ عقیدہ اور

وہ بھی اتفاقی؟ لاجل ولاقہ الا باللہ اس میں خاصا اختلاف ہے۔ مفتی صاحب کو صرف تو مفتح ہی دیکھ
 لینی چاہیے جس میں یہ تصریح موجود ہے ولہ یظهر احداً من خلقہ علیہ (مثلاً) کہ اللہ تعالیٰ
 نے مشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔ اور حامی مثل میں ہے دھوم لا طریق لہ کہ
 اصلہ و متشابہ وہ ہے کہ اس کے حامل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو۔

خان صاحب نے ان اقوال سے گلوغلامی کی جتنا کام کو شش کی
خالصا کی مطلب پرستی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ چنانچہ ملفوظات حقہ سوم میں لکھا ہے۔
 ”عمر من بہت سے مقامات پر آئمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے مثلاً قاضی بیضاوی نے یا اور آئمہ مثلاً
 خازن وغیرہ نے بتایا کہ شیخ کو مخلص بتایا ہے، ارشاد قاضی بیضاوی ”یا خازن وغیرہ آئمہ تفسیر نہیں،
 کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات۔ آئمہ تفسیر صحابہ نہیں اور تابعین
 میں بھی عظام کی تخصیص ہے“ بلغظہ۔

خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ تیرہویں صدی کا ایک مفسر صاوی تو آپ کے نزدیک مفسر ہے اور اس
 کی بات بھی حجت ہے اور اسی طرح حبل وغیرہ مفسر ہیں اور ان کی تفسیر حجت ہے مگر قاضی بیضاوی وغیرہ اور
 خازن وغیرہ مفسر نہیں ہیں جن کو تمام اہل السنۃ والجماعت بالاتفاق مفسر تسلیم کرتے ہیں اس کی کوئی محذور
 صحیح وجہ بتائیں۔ اور کیا خالصا جب کے نزدیک علامہ بخوی، حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرہ بھی آئمہ تفسیر
 میں شامل ہیں یا نہیں؟ سوچ کر بتائیے گا؟ اور کیا حضرت مجاہد بن جبر جوتا تابعین عظام میں سے ہیں وہ بھی آئمہ تفسیر
 میں ہیں یا نہیں؟ تمام اہل سنت تو ان کو تابعین میں درجہ اول کا مفسر مانتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن، سنت اور حضرات صحابہ کرام سے نہ مل سکے۔
 فقد رجع کثیر من الذمۃ فی ذالک الی اقوال التوبۃ سے آئمہ دین نے حضرات تابعین کے اقوال کی طرف
 التابعین کہ مجاہد بن جبر وغیرہ فانہ کان ایۃ رجوع کیا ہے جیسے حضرت مجاہد بن جبر کیونکہ وہ درجہ
 فی التفسیر۔ (ج ۱ ص ۶)

اور امام سیرطی نقل کرتے ہیں کہ:-

فمن المبرزین منہم مجاہد قال الفضل بن میمون سمعت مجاہداً یقول
 حضرات تابعین کے اندر فن تفسیر میں گئے بسقوت لہ جانے
 طے حضرت مجاہد بن جبر و فضل بن یونان کہتے ہیں کہ میں نے

عرضت القرآن علی ابن عباس
ثلاثین مرة وعنه ایضا قال عرضت
المصحف علی ابن عباس ثلاث
عرضات اقف عند كل آية منه
واسأله عنها فيما نزلت وكيف
كانت وقال خفيف كان اعلمهم بالتفسير
بجاهد وقال النوری اذا جاءك التفسير
من مجاهد فنبك به قال ابن تیمیہ
ولهذا يعتمد علی تفسیر الشافعی
والبخاری وغیرهما من اهل العلم
(تفسیر القان ج ۲ ص ۱۸۹ طبع مصر)

حضرت مجاہد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے تین
مرتبہ قرآن کریم حضرت ابن عباسؓ پر پیش کیا ہے اور
نیز فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباسؓ پر اس طرح
قرآن کریم پیش کیا کہ ہر آیت کے پاس ٹھہر جاتا اور اس
شان نزول اور مطلب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے
پوچھتا جاتا۔ ضعیف کا بیان ہے کہ تمام حضرات تابعین
میں حضرت مجاہدؓ فریق تفسیر کے بڑے عالم تھے۔ امام نووی
فرماتے ہیں کہ جب مجاہدؓ سے تجھے تفسیر پہنچ جائے تو تجھے
بس ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت
مجاہدؓ کی تفسیر پر حضرت امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ
وغیرہ اہل علم مکمل اعتماد کرتے ہیں۔

یہ حافظ ابن تیمیہؒ وہی ہیں جن کی فتاہست کو اگرچہ نہیں مانتے مگر وسعت علمی کے بارے میں خالصتاً
کہتے ہیں کہ علامہؒ ابن تیمیہؒ کو لکھا ہے حلیہ اکبر من عظم اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ علم
نافع وہ جس کے ساتھ فتاہست ہو (دفعات حتمہ اقل ص ۱۸) اور اگر چہ کہ ہے کہ حضرت مجاہدؓ نے ایک
روایت میں اس آیت میں کل شیء کی تفسیر حلال اور حرام سے اور دوسری میں مامور بہ اور منہی عنہ سے
کی ہے۔

اور کیا خالصتاً سب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی معتبر ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اسلام تو ان کو
حضرات صحابہ کرامؓ میں درجہ اہل کا معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۷ وغیرہ)
اور امام نوویؒ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ فریق تفسیر میں وہ حضرات خلفائے راشدینؓ سے بھی بڑے
ہوتے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور حضرت ابن مسعودؓ تو بوقتِ حلیہ حافظ ابن کثیرؒ قتیانا لکل مشی
کی تفسیر ہر علم نافع سے اور حلال و حرام اور اخبارِ غیب کے علاوہ ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی لوگوں کو دینی اور دنیا
اور معاش و معاد وغیرہ میں ضرورت ہو اور علومِ غیر نافعہ کی بحث ہم نے پہلے باحوالہ عرض کر دی ہے اور یہ
وہی ابن مسعودؓ ہیں جو امیرِ خرم کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تسلیم نہیں کرتے

خالص صاحب! آپ اگر بتیانا لکل شی کی اپنی خود ساختہ اور خانہ ساز تفسیر کے بغیر اور کسی مفسر کی تفسیر نہیں سننا چاہتے تو صاف یہ فرمادیں کہ میرا قلب تھراٹ اپنی خانہ ساز تفسیر کے علاوہ کسی اور تفسیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر یہ عذر لگ کیا ہوا کہ قاضی بیضاویؒ اور علامہ خاںؒ وغیرہ ائمہ تفسیر مفسر ہی نہیں ہیں؟ اور اس لحاظ سے یقین کیجئے کہ خان صاحب کے نزدیک کوئی مفسر مفسر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سو فیصدی حضرات مفسرین کرام بتیانا لکل شی کا معنی اجمالاً یا تفصیلاً امور دین یا ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی دین اور دنیا معاش و معاد میں لوگوں کو حاجت پیش آئے۔

اس مبسوط بحث کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر مختصر طریقہ پر سورۃ یوسف اور سورۃ النعام وغیرہ کی آیتوں کی بطور نمونہ چند تفسیریں عرض کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے۔ چنانچہ امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل حل شیئ مما یتاج العباد الیہ من الحلال والحرام والامور والنہی (مجامع ج ۲ مثلاً) اور امام جلال الدینؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل تبیین حل شیئ یتاج الیہ فی الدین۔ (جلالین ص ۲) اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:-

وتفصیل حل شیئ من تحلیل وتحریم محرم ومکروہ وغیرہ فالحل من الامور والاطاعات والواجبات والمسقیات والنہی عن المحرمات وما شاکلہا من المکروہات والایثار عن الامور الجلیۃ وعن العیوب المستقبلة المجلۃ والتفصیلیۃ والایثار عن الرب تبارک وتعالیٰ بالاسماء والصفات وتنزہہ عن مماثلۃ المخلوقات (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۹۸)

تفصیل کل شیئ سے حلال و حرام، مجزب و مکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات و مستحبات اور محرمات یعنی اور اسی طرح مکروہات وغیرہ سے کن و کشی کونا وغیرہ مراد ہے اور نیز بڑے بڑے امور کی خبر دینا اور اسی طرح عیوب مستقبلہ کے بارے میں کچھ اجمالی اور کچھ تفصیلی خبریں دینا اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور اس کے مخلوقات کی مماثلت سے منزہ اور متبرک ہونے کی خبریں دینا اس میں شامل ہیں۔

اور سورۃ الفام کی آیت کا محکم بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک لوج محفوظ سے متعلق ہے دیکھئے
ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۱ و جلالین ص ۱۵۵ وغیرہ

اور جو حضرات الکتاب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں وہ بھی اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اس میں من
شیئ سے کل اشیاء مراد نہیں چنانچہ حضرت امام رازیؒ کہتے ہیں کہ :-

مَا خَرَّ ظَنَّا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَحِبُّ أَنْ يَكُونَ مَخْرُوطًا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ كَالْفَرْغِ
مخصوصاً ببيان الاشياء التي يحب معرفتها -
ہے وہ عام نہیں ہے بلکہ اس کا ان اشیاء کے تخصیص کر دینا
واجب جن کی معرفت اور علم لایہی اور ضروری ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۵)

اور علامہ البراء السعد الحنفیؒ کہتے ہیں کہ :-

ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشياء المهمة
ہم نے قرآن کریم میں اشیاء مهمہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں
چھوڑی جس کا بیان ہم نے نہ کر دیا ہو۔
(تفسیر الی السعد ج ۲ ص ۹۷)

اور امام جلال الدین سورۃ نبی اسرائیل (جو کئی ہے) کی ایک آیت کے اس ٹکڑے وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلَهُ
الایۃ کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

وَحَلَّ شَيْئٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فَضْلُهُ تَفْصِيْلًا
وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلُهُ تَفْصِيْلًا
کی حاجت پڑتی ہے ہم نے اس کی تفصیل کر دی ہے۔
(جلالین ص ۲۳۱)

اور امام رازیؒ کہتے ہیں کہ :-

وَحَلَّ شَيْئٌ فَضْلُهُ تَفْصِيْلًا اِیْ حَلَّ شَيْئٍ
بعد الیہ حاجۃ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷۷)
ہر وہ چیز جس کی تمہیں حاجت تھی ہم نے بیان
کر دی ہے۔

اور سورۃ اعراف میں قورات کے بارے میں تَفْصِيْلًا لِكُلِّ شَيْءٍ آیا ہے اس کی تفسیر میں امام بغویؒ
کہتے ہیں کہ :-

لِكُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
کُلِّ شَيْءٍ سِوَا مَنِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ، حَلَالٍ وَحَرَامٍ أَوْ مَعْدُودٍ وَحَاكِمٍ
مِلَّ الْمَحْدُودِ وَالْحَاكِمِ (معالم ج ۲ ص ۲۸۵)
مراد میں -

اور امام جلال الدینؒ کہتے ہیں کہ :-

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّينِ (جلالین ص ۱۷۱)
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سِوَا مَنِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ، حَلَالٍ وَحَرَامٍ أَوْ مَعْدُودٍ وَحَاكِمٍ

اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ ۱۔

وان الله كتب له فيها مواظداً حكاماً مقفلة
مبينة للحلال والحرام -

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات میں
مواظد و احکام مقفل طور پر بیان کئے جن میں حلال و حرام
کی پوری تفصیل موجود تھی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶)

اور نیز کہتے ہیں ۲۔

وتفصيلاً لكل شئ لما يحتاج اليه في شريعته
(رج ۲ ص ۱۹۱)

کہ تفصیلاً لکل شئی سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی حضرت
موسیٰ کی شریعت میں ضرورت تھی۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ۱۔

وتفصيل لكل ما يحتاجون اليه من
الحلال والحرام -

تفصیل لکل شئی سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی طرف
لوگوں کو حلال و حرام میں ضرورت پڑتی ہے اس میں مفصل
بیان کر دی گئی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۲۸۵)

یہ ہیں تفصیلاً لکل شئی وغیرہ کی وہ آیات جن سے فریقِ مخالف نے علمِ غیب گئی پر استدلال کیا
ہے اور اپنے معنی پر اہل اُلفت والجماعت کے کم از کم دو معتبر اور مستند حضرات معتمدین کرامؒ کے
اقوال سے تائید و پیش کرنے سے سراسر عاجز و قاصر ہے، دو تو یہ ہے بجائے خود کسی ایک معتبر اور مستند
مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علمِ غیب گئی کا قیامت تک اثبات محال ہے۔ دیدہ و بایہ۔

رہی یہ بات کہ ہر چیز ہی دین ہے جیسا کہ فریقِ مخالف کے بعض بے باک مناظر کہہ دیا کرتے ہیں تو یہ
ایک نہایت محل اور فرسودہ بات ہے کیونکہ ہم پہلے مختلف البواب میں امور دین اور دنیا کا فرق بنز
ہمد و کمانت، شعبہ، بنجوم اور سیماء وغیرہ کے غیر دینی اور غیر مفید ہونے کا پورے دلائل سے ثبوت
پیش کر آئے ہیں۔ فریقِ مخالف ہی ازراہ انصاف و دیانت یہ بتلائے کہ ہر ایک انسان و حیوان حتیٰ
کہ کتے کے سر اور بدن کے بالوں کی تعداد کے جاننے کو دین سے کیا تعلق ہے؟ اسی طرح اس بات کا
معلوم کرنا کہ آج کتنی کھٹیاں اور مچھڑ اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے اور کتنے سرے، بتلائیے کہ ان معلومات
کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اور یہ کہ گدھے اور کتے وغیرہ وغیرہ لا تعداد جانور اتنی اتنی دفعہ زندگی میں جنسی
کریں گے اور اتنی دفعہ اور اتنے قطرات پیشاب کریں گے وغیرہ وغیرہ ان لالچوں کا دین سے کیا

لگاؤ ہے؟ اور ان کا ثبوت قرآن کریم کی کس کس صورت اور کس کس آیت سے ہو سکتا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ! الغرض تفصیل بلکہ شیعہ و غیرہ کی آیات سے علم غیب کئی پر استدلال کرنا قرآن کریم، صحیح احادیث اجماع اُمت اور عقل صریح کے بالکل خلاف ہے جو یقیناً مردود ہے۔

اکتی ہے اک آواز مجھے دل کی طرف سے
منزل کا بلا واسطہ یہ منزل کی طرف سے

تعلیف :- جس طرح غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ سراسر غیر اسلامی اور شیعوہ شیعہ وغیرہم سے مستعار ہے اسی طرح تین کتابیں بھی شیعہ سے اس پر دلیل قائم کرنا بھی اہل تشیع سے مستعار ہے۔ چنانچہ ان کی مشہور و معروف کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف یہ بحث خوب کی گئی ہے کہ :-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لو كنت بین
موسىٰ وخضر لا أخبرتهما انی
اعلم منهما انی لا علم ما فی
السموات وما فی الارض
واعلم ما فی الجنة واعلم ما فی
النار واعلم ما صلت وما یحون
فری اب ذالک صبر علی من
سمعه فقال علمت من کتاب اللہ
فیہ تبیان کل شیء۔

امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور
حضرت خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتلا دیتا
کہ میں ان دونوں سے بڑا عالم ہوں (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ
میں آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو جانتا ہوں
اور جنت اور دوزخ کی چیزوں کو جانتا ہوں اور
جو کچھ ہو چکا ہے بعد آئندہ ہو گا میں اس کو بھی جانتا
ہوں۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ لوگوں پر یہ دعویٰ
گراں گزرا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے یہ سب
کچھ قرآن کریم سے معلوم کیا ہے کیونکہ فیہ تبیان کئی
کئی اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

(اصول کافی منکلا)

لیجئے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا عقیدہ مکلفہ والوں کا قارورہ کس قدر سے جا بڑا
ہے کیا خوب ہے

ہمارے شوق کی منزل نہ پوچھائے ہاتھ
دل اپنا راہ مناسبہ بدرِ صحرے کے چلے

دلیل دوم

فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب مکی کریموں کی قیاس یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب چیزوں کے نام بتائیے تھے اور ایک آیت کا یہ ٹکڑا اس کی دلیل ہے کہ۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (پ۔ لقرو۔ رکوع ۴)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر اُس نے وہ سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس طرح تمام دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے لہذا آپ کو بطریق اولیٰ ان سب چیزوں کے نام اور ان کے علوم حاصل ہوں گے۔ اور جب آپ کو ماکان و مایکون کا علم حاصل ہو گیا تو ہر نامی ثابت ہو گیا۔ (محصلہ۔ دیکھئے خالص الاعتقاد صلا و طاء الحق از منہ تہذیب فریق مخالف کا یہ استدلال بھی قطعاً باطل ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا وثانیاً یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے اور کبھی خاص ہو کر استعمال نہیں ہوتا اور ہم اس کی بالائزہ علیہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ نظریہ باطل ہے اور بتا چکے ہیں کہ یہ بعض اور اکثر کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

وثالثاً اگر وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلی علم غیب مل چکا ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کہتا ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر کیوں ان کو پھیلایا؟ حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابلیس مردود کا یہ مکر بعد کو پیش آیا تھا کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے ہوئے خباہت کے فریب میں آگئے؟ اور ہم قدرے تفصیل کے ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں کہ ان کو علم غیب حاصل نہ تھا قرآن کریم اور صحیح حدیث سے کچھ حوالجات درج کر آئے ہیں، وہاں ہی ملاحظہ کر لیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ابغی الاسماء کلمہ کی حضرات معززین کرام نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں۔ چنانچہ علامہ خازنؒ لکھتے ہیں کہ:-

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا فَقَالَ يَا آدَمُ
هَذَا جَعِيرٌ وَهَذَا فَرَسٌ وَهَذِهِ شَاةٌ
حَتَّىٰ آتَاهُ عَلَىٰ الْخَرَمِ وَقِيلَ عَلَّمَ آدَمَ أَسْمَاءَ
الْمَلَائِكَةِ وَقِيلَ أَسْمَاءَ النَّبِيِّ وَقِيلَ
عَلَّمَهُ اللَّغَاتِ كُلَّهَا
(تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲)

علامہ ابن عربی رح فرماتے ہیں کہ :-

حضرت ابن عربی رح اور مجاہد رح اور قتادہ رح نے فرمایا کہ
ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم رح کو بتلادیا حتیٰ کہ کتے
اور چھوٹے پتے تک کے نام ان کو بتائے گئے اور کہا گیا ہے
کہ سابقہ اور قیامت تک ہونے والی ہاشیدہ کے نام ان
کو بتائے گئے اور ربیع بن انس رح کہتے ہیں کہ فخر شریک
کے نام ان کو بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ان کو اولاد کے
نام بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ہر چیز کی صنعت اور
حرفت کی تعلیم ان کو دی گئی اور اہل تاویل نے کہا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم رح کو جمیع لغات کی تعلیم
دی ہے ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرقہ نے ایک خاص لغت
کے متعلق اختیار کیا اور مختلف شہروں میں بکھیر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم رح کو سب ہاشیدہ کے نام
بتائے یعنی ان کی ذریعہ تک کے نام بتائے اور کہا جاتا ہے کہ بارہ
وغیرہ کے نام بتائے گئے حتیٰ کہ بڑے اور چھوٹے پتے اور
رکابی تک کے نام ان کو بتائے گئے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا فَقَالَ يَا آدَمُ
هَذَا جَعِيرٌ وَهَذَا فَرَسٌ وَهَذِهِ شَاةٌ
حَتَّىٰ آتَاهُ عَلَىٰ الْخَرَمِ وَقِيلَ عَلَّمَ آدَمَ أَسْمَاءَ
الْمَلَائِكَةِ وَقِيلَ أَسْمَاءَ النَّبِيِّ وَقِيلَ
عَلَّمَهُ اللَّغَاتِ كُلَّهَا

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲)

علامہ ابن عربی رح فرماتے ہیں کہ :-

قال ابن عباس رح مجاہد رح و قتادہ رح
علم آدم كل شيء حتى القمصة
والقميصية وقيل اسم ما حاك و
ما يحكون الى يوم القيمة و
قال الربيع بن النضر اسماء للملائكة
وقيل اسماء ذريتہ وقيل صنعة كل شيء
قال اهل التاويل ان الله عز وجل علم آدم
جميع اللغات ثم يتكلم كل واحد من
اولاده بلسنة ففترقوا في البلاد واختص
كل فرقة منهم بلسنة۔

(معالم التنزيل ج ۱ ص ۱۲)

اور علامہ البوطاہ رح محمد بن یعقوب رح فرماتے ہیں کہ :-

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا أَسْمَاءَ الْمَلَائِكَةِ وَ
يَقَالُ أَسْمَاءُ الْأَرْبَابِ وَغَيْرَ ذَلِكَ حَتَّىٰ
الْقَمِصَةِ وَالْقَمِصِيَّةِ وَالْكَرْبَجَةِ۔

(توضیح الغموض ج ۱ ص ۱۲)

اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ:-

عن ابن عباسؓ عن (بروایۃ المدنی) وعلم آدم الاسماء کلہا قال علمہ اسماء ولدہ انسانا انسانا و الدواب فقیل هذا الممار وهذا الجبل و هذا الغرس وقال الضمکاء عن ابن عباسؓ وعلم آدم الاسماء کلہا قال ہی هذه الاسماء التي يتعارف بها الناس انسان ودواب و سماء وارض و سہل و بحر و خیل و حمار و اشیاء ذالک من الادم و غیرہا الی ان قال عن ابن عباسؓ وعلم آدم الاسماء کلہا قال علمہ اسم کل دابة و کل طیر و کل شیء و کذلک روی عن سعید بن جبیر و قتادہ و غیرہ من السلف انہ علمہ اسماء کل شیء وقال الربیع فی روایۃ عنہ اسماء الملائکۃ وقال حمید الشامی اسماء النجوم وقال عبد الرحمن بن زید علمہ اسماء قدسیتہم کلہم واختار ابن جریر انہ علمہ اسماء الملائکۃ واسماء النورۃ الی ان قال العیثم انہ علمہ اسماء الاشیاء کلہا ذواتہا وصفاتہا و افعالہا الخ (تفسیر ابن کثیرؒ ص ۳۶)

اور علامہ نسفی الحنفیؒ کہتے ہیں کہ:-

ومعنی تعلیمہ اسماء المسمیات انہ تعالیٰ اراء الاجناس التي خلقتها وعلمہ ان هذا اسمه

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان کی اولاد اور حیوانی میں سے ایک ایک انسان اور حیوان کا نام بتایا سو کما گیا یہ کہہ جاتے یہ اونٹ ہے یہ گھوڑا ہے اور حضرت عفاکؓ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کے نام بتائے یہی نام جن سے لوگ متعارف ہیں۔ مثلاً انسان اور جانور، آسمان و زمین، خشکی اور دیا، گھوڑا اور گدھا وغیرہ ذالک من الادم۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ہر چوپائے اور ہر پرندے اور ہر چیز کا نام بتا دیا۔ اور اسی طرح سعید بن جبیرؓ اور قتادہؓ اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بتا دیا اور ربیعؓ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام بتائے اور حمید شامیؓ کہتے ہیں کہ ستاروں کے نام بتائے۔ اور عبد الرحمن بن زیدؓ کہتے ہیں کہ سب اولاد کے نام بتائے اور ابن جریرؓ نے اسس کو اختیار کیا ہے کہ فرشتوں کے اور ذریت آدمؑ کے نام بتائے۔ پھر ابن کثیرؓ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کی فطرت و صفات اور افعال بتائے۔

اسماء مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان جنسوں کا علم دے دیا جو خدا تعالیٰ نے

خروس و هذا اسمہ بعیر و هذا اسمہ کذا و
 هذا اسمہ کذا و عن ابن عباس رفا علمہ اسم
 عل شئ حق القصعة والمغرفة
 (دارک ج ۱ ص ۱۷)

اور مفتی محمد عبدہ المقرئ کہتے ہیں کہ:-
 ای اودع فی نفسہ علمہ جمیع الاشیاء من
 غیر تحدید ولا تعین -
 (المنار ج ۱ ص ۱۷۳)

ان تمام تفسیر کو پیش نظر رکھنے کے بعد بخوبی یہ امر واضح ہو جائے کہ الاسماء کلہا کی تفسیر میں حضرت
 ائمہ تفسیر کے اقوال کتنے مختلف ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ مگر قدر مشترک سب میں یہ ہے کہ حضرت
 آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کے نام بتائے جن کی ان کو ضرورت اور حاجت پیش
 آسکتی تھی اور فرشتوں کے حال سے ان اشیا کی مناسبت نہ تھی۔ آخر فرشتوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی ضرورت
 اور بھریوں کی، پیالوں اور کایوں کی، ہانڈیوں اور پھول کی مہلا ضرورت بھی کیا ہے؟ کہ جب وہ نہ نکلتے
 ہیں اور نہ بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں تو گھوڑے اور پیالے اور کبابی و ہانڈی اور چمچے کو وہ کیا کریں گے؟
 مگر ان اشیا پر علم اسباب میں حضرت آدم اور ان کی ذریت کی زندگی موقوف تھی اس لیے ان کو ان کے
 ناموں کی اور ان کی ذوات و صفات اور افعال کی تشریح بنا دی کہ یہ چیز اس کام کی ہے اور یہ اس کام
 آتی ہے، اور پھر صاحب مارک وغیرہ کی تفسیر میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو
 جو علم عطا فرمایا تو ان اشیا کی اجناس کا علم تھا مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ اونٹ ہے، اور یہ فلاں چیز
 ہے اور یہ فلاں چیز ہے، اور یہ انسان ہے اور یہ بکری ہے۔ رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے تمام
 جزئی حالات تو ان کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور اگر ہر انسان کا اور حیوان کا نام بھی بتایا گیا ہو تو ہر انسان
 اور حیوان وغیرہ کے تمام تفصیلی حالات پھر بھی الگ رہیں گے۔ غرض کہ اس آیت سے غیر ضروری اور غیر متعلق باتوں
 اور حالات کا علم حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح اور قرین قیاس نہیں ہے۔
 آخر فریق مخالف کے وکیل خالص صاحب بریلی، علامہ عبد العزیز و داغ رہ (المتوفی بعد ۱۱۹۹ھ) کی ایک طویل

عبارت میں جو عَلَّمَ اَدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں انہوں نے لکھی ہے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ:-
 والمراو بقولہ تعالیٰ الاسماء کلہا، الاسماء التي
 یعطیہا آدم ویحتاج الیہا سائر البشر ولہم
 جن کی حضرت آدم کو طاقت تھی اور جن کی سب کو حاجت
 تھی اور جن اشیا کے ساتھ لوگوں کا تعلق تھا۔
 (خالص الاعتقاد ص ۷)

اس معنوم میں جتنی بھی وسعت پیدا کر لی جائے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور آسمان سے لے کر
 زمین تک اور دنیا سے لے کر آخرت تک اور جنت سے لے کر دوزخ تک اور پہاڑوں سے لے کر
 دریاؤں تک اور درختوں سے لے کر پتوں تک اور ناطق سے لے کر جامد تک کچھ ہی لے لیا جائے مگر اتنی
 بات تو آخر کتنا ہی پڑے گی کہ ان اشیاء کی حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو ضرورت اور حاجت بھی ہو
 اور ان اشیاء کا ان سے تعلق بھی ہو غیر متعلق اور غیر ضروری چیزیں مثلاً جاودہ کائنات، شعبہ، طلسم، عالم
 نجوم وغیرہ وغیرہ جس کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے، ان سماء کلہا کی مد میں ہرگز ہرگز شامل نہیں ہیں۔
 جیسا کہ کسی بھی ذی علم اور صاحب ایمان اور اہل ذوق پر یہ مخفی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود اور تفسیر روح البیان وغیرہ سے کچھ عبارتیں
 نقل کر کے اپنی لافعلی یا خیانت کی وجہ سے ان کو اپنا مندرجہ قرار دیا ہے حالانکہ وہ سب ان کے باطل مدعی
 کے خلاف جاتی ہیں۔ ہم عربی عبارت تو بخوبی طوالت نقل نہیں کرتے، مگر ان کا ترجمہ ہم مفتی صاحب
 کی زبانی عرض کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

”تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور
 ان کے حالات سکھائیے اور یہ جی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کے جنس کے
 سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے جن کو اولاد آدمؑ آج تک بول رہی ہے،
 عربی، فارسی، اردی وغیرہ تفسیر ابو السعود میں اس آیت کے ماتحت ہے، کہا گیا ہے کہ حضرت
 آدمؑ کو گذشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتادیے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام
 بتادیے عقلی حتیٰ خیالی و ہمہ چیزیں بتادیں اور ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے غامض
 ان کی سچائی علم کے قواعد منہروں کے قانون ان کے اوزادوں کی تفصیل اور ان کے استعمال

کے طریقے کا علم حضرت آدمؑ کو الہام فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت ہے اور حضرت آدمؑ کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی اور دنیوی نفع ہیں وہ بتائے اور ان کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور عبادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہر و گاؤں کے نام، پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہو گا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت وغیرہ ہر چیز کے نام بتائیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو سات زبانیں سکھائی گئیں۔ انتہی بلغظہ (جاء الحق ص ۴۲ و ۴۳)

ان تفاسیر کا بھی وہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ الہام و کلام سے ہر وہ چیز مراد ہے جسکی ضرورت حضرت آدمؑ علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیش آنے لگی تھی اور اس میں دینی اور دنیوی منافع بھی ہیں جیسا کہ خط کشیدہ عبارت اس کو ظاہر کر رہی ہے۔ یہی وہ تعظیم جس کے اثبات کے درپے مفتی صاحب ہیں تو وہ ہرگز ان عبارات سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ ان حضرات مفسرین کرام رحمہم کی وہ مراد ہے اور نہ صحیح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔

گر ناید گنجش و رغبت کس بر رسولان بلاغ با شد و بس

خان صاحب بریلی، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے

دلیل سوم | ہیں والفظ لاخرہ۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

اس کے بعد تفسیر کبیر تفسیر غفران جی، خازن اور روح البیان کی وہ تفسیریں جو ان کے مدعی کے سر اہر خلاف ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ :-

وہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا نے قدر کس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا، اب کیلئے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔ انتہی بلغظہ (جاء الحق ص ۵۵ و ۵۶ و خالص الاعتقاد ص ۲۸ و مقیاس

حقیقت ص ۲۶)

فریقِ مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں اگر اس کو آخری سورت بھی تسلیم کر لیا جائے (حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، دیکھئے تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۵) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال و حرام اور حدود وغیرہ تو اسے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا کیا فریقِ مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علمِ غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور پھر مکی سورتوں میں علمِ غیب کی نفی کیوں آئی ہے؟ جواب کے لیے تو صرف یہی ایک بات ہی کافی ہے۔

وثانیاً فریقِ مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے۔ کئی علمِ غیب یا بعض علمِ غیب۔ بصورتِ ثانی ان کا مدعی باطل ہو جائے گا اور بصورتِ اول اسی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

قُلْ اِنْ اَدْرٰی اَقْرَبُ مَا تَعْدُوْنَ لَیْسَ عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا اِشْرَافٌ (آپ اعلان کریں کہ میں نہیں جانتا کیا قرآن مجید کے لیے جو چیزیں کاظم سے وعدہ کیا جا رہے ہیں یا اس کیلئے پروردگار کی رحمت

مقرر کرے۔

مَا تَعْدُوْنَ سے بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک عذاب اور بعض کے نزدیک قیامت مراد ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز یا کان و یا یحیٰں میں ایسی ضرور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ اعلان کر دیتا ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بالکل متصل اور پیوستہ ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب علمِ غیب بتا دیا ہے جس میں عذاب اور قیامت بھی داخل ہے۔ آخر فریقِ مخالف ہی لب کشائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک میں یہ اختلاف اور تضاد بیان کیوں ہے؟ کہ ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ آپ کہہ دیں کہ مجھ کو عذاب یا قیامت کا علم نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتا دیا ہے۔ خدا کچھ تو ضروری انصاف کرے اور خدا تعالیٰ کی اس مظلوم کتاب پر یہ ظلم روانہ رکھے۔ لہذا اس سے کئی علمِ غیب قطعاً باطل اور سرسمر و دودھ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تعارض و تضاد ہے اور نہ

وا احتمال ہے

نویس را تاویل کن نے ذکر را

مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء | مولوی صاحب نے جب دیکھا اور کئی مرتبہ مناظروں پر اہل حق سے لاجواب ہو کر سننے کی کھاتی تو آؤ دیکھانہ تو اگلے خدا تعالیٰ کی حکم کتاب کی تحریف

کرنے اور جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے (العیاذ باللہ تعالیٰ) چنانچہ کہتے ہیں کہ:-
 ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اللہ تعالیٰ نے قیامت کے جھگڑے میں ذلیل نہ ہونے کی ترغیب دلا کر
 قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمْدًا سے کھنڈ کو ٹالا لیکن پھر اسی خصوصی غیب
 علم قیامت کو اپنے رسل کے خواص پر مطلع ہونے کا اظہار بھی فرما دیا تاکہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ نبی خود بھی بے خبر
 ہے، میں ویسے ہی اس کی خبریں سنا سکا کر ڈرا تا ہے“ (ملفوظہ مقیاس ص ۲۹)

ایسا صریح بہتان اور خالص افتراء اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کسی عیبی اور یہودی نے بھی نہیں تراشا جو
 مولوی محمد عمر صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ مولوی صاحب ہوش و حواس کو قائم کر کے یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ
 نے امام الانبیاء اور سید الرسل اور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یہ خلاف واقع بیان
 کیوں دلوایا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آپ کو علم تھا، اور کیا اس جھوٹ کے بغیر اللہ تعالیٰ کفار کو کسی اور اس
 طریقہ سے نہیں ٹال سکتا تھا؟ کیا خدا تعالیٰ اور قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے کہ اندکچھ ہو اور زبان سے ٹالنے
 کے لیے اور کچھ کہہ دیا جائے؟ لاجل ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ! (العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ)
 وثالثاً حضرات مفسرین کرام نے اس جگہ کئی غیب تئیں بلکہ بعض غیب مراد لکھے۔ چنانچہ قاضی بیضاویؒ
 کہتے ہیں کہ:-

قَدْ يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا أَيْ عَلَى غَيْبِهِ
 الْمَخْصُوصِ بِهِ عِلْمُهُ إِلَّا مَنْ ارْتَضَىٰ لِعِلْمِهِ
 بَعْضُهُ حَتَّىٰ يَكُونَ لَهُ مَجِزَةٌ
 (بیضاوی ج ۶ ص ۲۴۹)

اور علامہ نسفیؒ کہتے ہیں کہ:-

إِذَا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ أَلَا رَسُولًا قَدْ
 ارْتَضَاهُ لِعِلْمِهِ لِعِلْمِهِ الْغَيْبِ لِيَكُونَ أَخْبَارُهُ عَنْ
 الْغَيْبِ مَجِزَةً لَهُ فَإِنَّهُ يُطْلَعُهُ عَلَى غَيْبِهِ مَا شَاءَ
 یعنی الآسن ارتضیٰ میں رسول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ
 اس کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو

(مذکر ج ۶ ص ۳۴۹)

اور علامہ البوطاہ رحمہ بن یعقوب لکھتے ہیں کہ:

إِلَّا مَنْ أَرْقَضَ مِنْ رَسُولِ الْأَمْنِ اخْتَارَ
 مِنَ الرِّسَالِ فَانَّهُ يَطْلَعُ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ
 (تنویر المعباس ج ۶ ص ۳۴۹)

علامہ خازن رو لکھتے ہیں کہ:

إِلَّا مَنْ أَرْقَضَ مِنْ رَسُولٍ يَعْنِي إِلَّا مَنْ
 يَصْطَفِيهِ لِرِسَالَتِهِ وَنُبُوَّتِهِ فَيَطْلَعُ عَلَى
 مَا يُشَادُّ مِنَ الْغَيْبِ حَتَّى يَسْتَدِلَّ عَلَى نُبُوَّتِهِ
 بِمَا يَخْبِرُهُ مِنَ الْمَغِيبَاتِ فَيَعْلَمُ ذَلِكَ
 مَعْجَزَةً لَهُ وَآيَةً دَالَّةً عَلَى نُبُوَّتِهِ
 (خازن ج ۶ ص ۳۴۹)

اور اسی کے قریب قریب الفاظ معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۹۱ میں ہیں۔

ابو حنیفہ ابن عجرہ لکھتے ہیں کہ:

إِلَّا مَنْ أَرْقَضَ مِنْ رَسُولٍ فَانَّهُ يَتَقَنَّى أَطْلَعُ
 الرِّسُولَ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ (فتح البہی ج ۸ ص ۳۹۵)
 اور علامہ قسطلانی رو لکھتے ہیں کہ:

أَوْ رَسُولًا قَدْ أَرْقَضَهُ لَعَلَّهُ يَطْلَعُ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ
 لِيَكُنْ أَخْبَارًا عَنِ الْغَيْبِ مَعْجَزَةً لَهُ
 (ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۱۵)

اور علامہ البواسعودی لکھتے ہیں کہ:

أَوْ رَسُولًا أَرْقَضَهُ لِأَظْهَارِهِ عَلَى بَعْضِ غَيْبِهِ
 الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهِ (البواسعودی ج ۸ ص ۳۴۳)

اپنے غیب پر متناہی چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے

الْأَمْنِ الرِّقَضِ مِنَ رَسُولٍ سَعْدٌ مَرَادٍ يَسَعِدُ كَمَا يَسَعِدُ رَسُولُ
 فِيهِ مَنْ كَوْنَهُ لَعَلَّ يَتَقَنَّى لِيَتْلُوهُ. اس کو بعض
 غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

یعنی الْاَمْنِ الرِّقَضِ مِنَ رَسُولٍ سے وہ رسول مراد ہے
 جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کے
 لیے انتخاب کر لیا ہو سو اس کو غیب میں سے جس حد
 پر چاہے مطلع کر دیتا ہے تاکہ جب وہ غیب کی
 خبریں بیان کرے تو یہ اس کی برزت کی دلیل اور بطور
 معجزہ کے واضح عجت ہو۔

مگر جس رسول کو اللہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی ہے
 کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو۔

مگر جس رسول کو اللہ چاہے بعض علم غیب کی تعلیم
 کے لیے تاکہ اس رسول کی غیب سے خبر اس
 کا معجزہ ہو۔

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے بعض غیب پر مطلع کرنے کے
 لیے منتخب کر لیا ہو جو اس کی رسالت متعلق ہیں۔

اور علامہ آلوسی الحنفی لکھتے ہیں کہ:-

ای لیکن الرسول المرتفعۃ ینظرہا جل و علا
علی بعض الغیوب المتعلقة برسالاتہ
(روح المعانی ۲۹ ص ۶۹)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

پس مطلع نبی کند بر غیب خاص خود هیچ کس را بوجہی کہ رفع تبصیر و اشتباہ خطا بجلی
در اں حاصل شود و احتمال خطا و اشتباہ اصلاً نماند مگر کسی را پسند می کند و آل کس رسولی
باشد خواه از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد
و موسی و عیسیٰ علیہم السلام کہ اور اخبار بر بعضی از غیوب خاصہ خود می فرماید:-

(تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ ص ۲۵)

اور خالص صاحب وغیرہ کی خود پسند تفسیر روح البیان میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ:-

ای الا رسولہ ارتضاء واختاره لا ظہارہ
علی بعض غیوبہ المتعلقة برسالاتہ
یعنی مگر وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا اور چن
لیا ہوا کہ اس کو بعض ایسے غیوب پر مطلع کر دے جو اس کی
رسالت سے متعلق ہیں۔

اور ان کی معتبر تفسیر صاوی میں ہے کہ:-

الا رسولہ ارتضاء لا ظہارہ علی بعض غیوبہ
اہ (دلائل جلالین ص ۴۴)

قاریین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات معتمدین کرام روایت کے اس حصہ سے بعض علم غیب ہی
مراویہ لیتے ہیں کل ملوہ نہیں لیتے۔ حتیٰ کہ وہ حضرات معتمدین کرام روایت بھی مثلاً علامہ ابوالسعود، شاہ عبدالعزیز
اور صاحب روح البیان وغیرہ بھی جن کی تفسیر ول سے مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے غلط استدلال
کیا ہے، تعجب ہوتا ہے ان لوگوں کی مغالطہ آفرینی اور بددیانتی پر کہ وہ کس طرح عبادت میں قطع و برید
کرتے ہیں لیکن حقیقت پر کب تک پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔

آخر شب تو نے دیکھا ظلمت شب کا مال یوں ہی مٹ جاتی ہے اک دن گئی کارِ جیتا

خوٹ :- خانصاحب اور ان کے اتباع و اذنا بنے فلا یظہر کے معنی ابو مسئلہ کے کہتے ہیں وہ ان کا ایک تجدیدی اور خانہ ساز کا زنا مرہبہ۔ لغت میں ظہر پیدا شدن و چہرہ شدن کے معنی میں آتا ہے اور اظہار پیدا کردن و چہرہ گر دانیدن کے معنی میں آتا ہے۔ (دیکھئے صراح ص ۱۲۹ وغیرہ) اس میں تسلط کا سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا علاوہ بریں اگر بالفرض اس کا معنی تسلط ہی کا ہو تب بھی دلائل قطعیہ اور حسب تصریح حضرات مفسرین کرامؒ اس مقام پر بعض علم غیب مراد ہے تو بعض علم غیب پر رسول مقرر فی کا مسئلہ ہونا بھی فریق مخالف کو چندان مفید نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، لہذا ظہر علیہ اذا غلب علیہ کی تفسیر بھی سود مند نہیں ہو سکتی۔

خانصاحب لکھتے ہیں کہ :-

دلیل چہارم

”اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں جس میں استعداد پاتے ہیں اُسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو کیا مفاد ہوا لہذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں و بلغظہم (الملفوظات حصہ اول ص ۱۲) نیز لکھتے ہیں کہ :-

”ہم خانہ ساز اور مصنوعی - مصنف - اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو علم غیب عنایت فرمایا۔ رب عز وجل فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں تفسیر معالم و تفسیر خازن (خازن) تو خانصاحب کے نزدیک مفسر نہیں تھے خدا معلوم یہاں خان صاحب کو کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ ان کی تفسیر سے بھی احتجاج و استدلال کی مثال لی ہے اور خالص الاعتقاد ص ۲۵ میں خصوصیت سے خازنؒ اور بیضاوی سے تفسیر لیتے اور ان کی تفسیر سے استدلال کرتے ہیں۔ شاید خان صاحب کے نزدیک یہ قاعدہ ہو کہ مفید مطلب تفسیر کسی کی بھی ہو وہ معتبر ہے اور اپنی رائے مبارک کے خلاف کیا ہی معتبر مفسر کچھ کیوں نہ کہے وہ قابلِ غور نہیں بقول شخصے گنگا گئے تو گنگا رام جہانگئے تو جہانگس مصنف میں ہے یعنی حضورؐ کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضورؐ کو نہیں اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں ولعنة اللہ علی الکاذبین، پہلے مانگتے

بَدْعًا مِّنَ التَّوْهِيلِ الْآیۃ کی تفسیر میں ہم اہل حق کے دلائل پیش کر گئے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا، وہ تو نبوت کے پہلے ہی دن اپنے ناجی ہونے کا کامل یقین رکھتے تھے۔ البتہ خالص صاحب بریلی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کو تقریباً انیس سال تک اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ الْآیۃ نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا کما مر مفقلاً۔ مضر، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حصہ کے لیے علم غیب کا ماننا مشرک ہے۔ اور بلغظم (الملفوظات حصہ اول ص ۵۵ و نحوہ فی خالص الاعتقاد ص ۲۵)۔

اد مفتحی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِيحٍ اور یہ نبی غیب بننے میں پخیل نہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔ (بلغظم جاد الحق ص ۵۶ و ص ۵۵)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَرِيحٍ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب پرخیل نہیں۔ اگر آپ کے پاس عطائی غیب کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یہ کلام معاذ اللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہی میں اُس پر پخیل کیا لہذا ثابت ہوا کہ آپ کے پاس غیب تو ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی ہے۔“ بلغظم (مقیاس ص ۳۳)

فریقِ مخالف کا اس سے احتجاج بھی قابلِ سماعت نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ جواب آیت سورۃ تکوین کی ہے اور یہ سورت حسب تصریح امام سیوطی مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی تھی (دیکھئے القرآن ۲۵۱) اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ:-

سورة تکوین۔ مکیۃ بلا خلعت (مدح المعانی ج ۲) کہ سورہ مخویر بالاتفاق مکی سورت ہے

اگر فریقِ مخالف کے نزدیک اس آیت سے تمام علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم مراد ہے تو وہ یہ بتاتے کہ اور تو چھوڑیئے اس کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سورتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ اور پھر ان سورتوں میں سے بعض کے اندر بصراحت علم غیب کی نفی کیوں ہے؟

وثانیاً اس لیے کہ ہُو کے مرجع میں حضرات مفسرین کرامہ کا اختلاف ہے۔ اکثر اس کا مرجع جانا

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو قرار دیتے ہیں اور بعض ہو کامر جمع ایک تفسیر کے مطابق قرآن کریم کو بتائے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

یعنی نیست اس قرآن بہ بیان علم غیب بخل
یعنی یہ قرآن کریم علم غیب کے بیان کرنے میں بخل نہیں
در زہد و قصود کنند ہر چہ آدمی را در معاش و
بر تہا اور نہ کوئی کمی کرتا ہے جو کچھ آدمی کو معاش و
معاذ علم و عمل میباید دلالت کو تا ہی ندارد
معاذ میں علم و عمل کی ضرورت پڑتی ہے قرآن کریم اس
(تفسیر عزیزی پارہ ۴ ص ۵۶)

اور مولانا عبدالحق حقانی (المتوفی ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں کہ قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں بخل اور کمی نہیں کر رہا ہے۔ (تفسیر حقانی ج ۸ ص ۵۵)

مثلاً اس لیے کہ اس آیت میں الغیب کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کا بیان مختلف ہے حضرت قتادہ رحمہم شہور تابعی وغیرہ الغیب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمہم اور حافظ ابن کثیر رحمہم نقل کرتے ہیں، واللفظ لہ

وقال قتادہ: کان القرآن غیباً فأنزلہ
اللہ علی محمد ففاضنق بہ علی
الناس بل نشرہ وبلغہ و بذلہ لکل
من اراد و کذا قال عکرمہ و
ابن زیدہ وغیر واحد۔

حضرت قتادہ رحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم غیب تھا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کیا اور اس کو بیان کرنے میں لوگوں سے کوئی بخل نہیں کیا بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں پوری کوشش کی جس نے بھی اس کو لینے کا ارادہ کیا اس کو آپ نے دینے میں کوئی کمی نہ کی اور اسی طرح حضرت عکرمہ رحمہ اور ابن زیدہ رحمہ اور بے شمار حضرات مفسرین کرام نے کہا ہے۔

(معالم بر این کثیر ج ۹ ص ۱۳۲ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸)

اس لحاظ سے الغیب صرف قرآن کریم ہوا اور اس کے علاوہ جوا احکام احادیث وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئے اور خصوصیت سے وہ امور جن کا تعلق دین اور منصب رسالت سے کچھ بھی نہیں ان کا ثبوت اس آیت سے ہرگز نہیں ہوا جیسا کہ قرین مخالفت کا دعویٰ ہے۔

اور بعض دیگر حضرات مفسرین کرام نے وحی، بعض نے دیگر غیوب قصص اور انباء وغیرہ بھی مراد لی ہے چنانچہ علامہ غازی لکھتے ہیں کہ:-

وما هو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نہیں ہیں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب

پر بخیل یعنی وحی اور آسمان کی خبر اور ہر اس
چیز پر جو قصص اور اخبار وغیرہ سے آپ کے علم
سے غائب تھی الا۔

علی الغیب ای الوحی وغیر السماء وما اطلع
علیه مما کان غائباً عن علمه من القصص
والانباء الا وضمن ۶۶ وضمنی المعلوم ۶۷ ملاحظہ

اور علامہ ابو طاهر محمد بن یعقوبؒ کہتے ہیں کہ :-

اور نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم غیب یعنی وحی پر الا (بخیل)

وما هو یعنی مہمۃ اصلی اللہ علیہ وسلم
علی الغیب علی الوحی الا (تزیل القیاس ۶۶ ملاحظہ)
اور علامہ نسفیؒ کہتے ہیں کہ :-

یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی پر بخیل نہیں
جیسا کہ غیب کی خبریں بتانے والے کا ہر بخل سے کام لیتے ہیں
آکہ لوگ ان کو اس پر کچھ شرمی دیں بلکہ آپ کو تعلیم دیتے
ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے اور جن اشیاء کا آپ کو علم ہے
اُس کے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں چھپائی۔

وما هو علی الغیب بضئین وما محمد علی
الوحی بضئین. بخیل من الضئ وهو البخل
لا یفضل بالوحی کما یفعل الکھان رغبۃ
فی الخدوان بل یعلمہ کما علمہ ولا یکتم شئاً
مما علم (مدارک ۶۶ ملاحظہ)

اور امام جلال الدینؒ کہتے ہیں کہ :-

نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
غیب پر یعنی اُس چیز پر جو وحی اور خبر سما سے مخفی اور
غائب ہے۔ (بخل کرنے والے)

وما هو ای محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
علی الغیب ما غاب من الوحی و
خبر السماء الا (جلالین ص ۷۹)

اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ :-

اور نہیں ہیں وہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب پر
یعنی اس چیز پر جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے اور وہ اس
کی خبر دیتے ہیں، بخیل یعنی آپ وحی کی تبلیغ و تعلیم کے ارے
میں کوئی بخل نہیں کرتے۔

وما هو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب
ای علی ما یخبر ما یوحی الیہ بضئین..... ای ہو
ببخیل من تبلیغ ما یوحی الیہ وتعلیمہ
(تفسیر تلمیذی ۱۰۶ ملاحظہ)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کہتے ہیں کہ :-

یعنی تمہارے بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر غیب پر تمہیں

یعنی وغیرہ شاہ بر امر غیب متہم

کہ چیزے رائے بنید و بگوید کہ من دیدہ ام زیرا
کہ در امور جزئیہ سہل بزرے تمت دروغ
نذرید بر این امر عظیم چہ قسم اذہار دروغ نسبت
خواہید کرد و تمت خواہید نمود۔
(عزیزی ص ۱۰)

ہیں کہ جو چیز اپنے نہ دیکھی اور نہ معلوم کی ہو اس کے متعلق
یہ فرمادیں کہ میں اس کو جانا ہوں۔ کیونکہ جب آپ پر
سہل ترین امور جزئیہ میں تم لوگ تمت دروغ نہیں قلم
کر سکتے تو اس وحی جیسے امر عظیم پر کس طرح آپ پر تم جھوٹ
کی تمت قائم کر سکتے ہو۔

الغرض یہ جملہ تفسیروں اس امر کو متعین کر دیتی ہیں کہ اس آیت میں الغیب سے وحی قصص اور اخبار
وغیرہ ایسے امور مراد ہیں، جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ باقی سہم وہ امور جن کا منصب
نبوت اور تبلیغ و تعلیم سے کوئی تعلق اور لگاؤ ہی نہیں تو یہ آیت ہرگز ان کو ثابت نہیں کرتی اور یہی
فرق مخالفت کا مدعی تھا جو باطل ہوا۔

دراںجا حضرات مفسرین کرام نے یہاں دو قرائتیں بیان کی ہیں۔ ایک ضاد کے ساتھ بظنیں کی
جس کے معنی بخل کرنے والے کے ہیں اور دوسری ظاد کے ساتھ جس کے معنی مشتم کے ہیں چنانچہ جو ابھی
ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر نقل کی ہے وہ بظنیں ہی کی تفسیر ہے اور متعدد حضرات
مفسرین کرام نے بظنیں بھی پڑھا ہے۔ چنانچہ تفسیر المقتاس ج ۶ ص ۶۶۶۔ مدارک ج ۶ ص ۶۶۶، بیضاوی
ج ۶ ص ۶۶۶ خازن ج ۶ ص ۶۶۶ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۴ وغیرہ میں یہ قرائت بھی ذکر کی گئی ہے اور حافظ
ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وکلاهما متواتر ومعناه صحيح (۲ ص ۵۸۵)

یہ دونوں قرائتیں متواتر ہیں اور اس کا معنی صحیح ہے۔

اور ثانی یعنی بظنیں کا معنی حضرت شاہ صاحب سے نقل کیا جا چکا ہے کہ جب معمولی معمولی باتوں میں
تم لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غلط بیانی اور جھوٹ کا اتمام نہیں رکھتے تو اتنے بڑے معاملوں
بجلا وہ کیسے جھوٹ کہہ سکتے ہیں؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور علامہ نسفی لکھتے ہیں کہ :-

ای بستمہ فینقص شیئاً مما اوجی الیہ
او ینید فیہ من الظنۃ وہی التہمة
یعنی وہ اس میں متہم نہیں تاکہ وحی میں کسی چیز کی کمی یا اضافہ
کریں یہ لفظ ظننتہ سے ہے جس کے معنی تمت کے
ہوتے ہیں۔ (مدارک ج ۶ ص ۶۶۶)

اور اس کے قریب قریب اس کا مطلب دوسرے حضرات مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے حیرت

اور حجت ہے فربق مخالف کی دیانت پر کہ وہ مفسرین (ضاد کے ساتھ) کی قرأت کو تو ذکر کرتے ہیں مگر بطریق کا نام تک نہیں لیتا حالانکہ وہ بھی متواتر قرأت ہے مگر چونکہ اس قرأت سے ان کا باطل مطلب برآمد نہیں ہوتا، اس لیے وہ اس کو فیر اور سمجھ کر مضموم کر رہا ہے، لاجل ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔

یہ ہیں فربق مخالف کی تحقیق اہل حق کے ساتھ ہائے خال صاحب (دو غیرہ) کے خالص الاعتقاد اور انباء المصطفیٰ وغیرہ میں جو عادی اور سرخیال ملاحظہ کیجئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جبر میں کا ہلر لہول رہا ہے۔ مگر جب دلیل بیان کرتے ہیں تو اس سے ان کے باطل معنی کا عشر عشر بھی ثابت نہیں ہوتا اور کیوں نہ ہو۔ ایں کار از تو آید و مرداں چہیں کنند۔

غرضیکہ اس آیت سے بھی اُن کا مدعی کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی معجز مفسر نے اس سے علم غیب نکلی اور جمیع ماکان و مایکون مراد ہی لی ہے۔

خالص صاحب حمام الحرمین ص ۱۸ اور محفوظات حصہ اول ص ۲۸ وغیرہ میں اور مولوی محمد

عمر صاحب مقیاس ص ۲۳۵ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب جلد الجمع ص ۵۸

دلیل پنجم

میں لکھتے ہیں، واللفظہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغُيُوبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ دُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ

(اس کے بعد چند تفسیروں کے حوالے پیش کئے ہیں جن میں سے ایک بیضاوی اور دوسری خازن بھی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر عربی عبارت نہیں نقل کرتے۔ ہاں ترجمہ مفتی صاحب ہی کا عرض کئے دیتے ہیں) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

”خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتے گا کہ مطلع کرے اُس کو اور ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لیے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اُس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی اُن کو خبر دیتا ہے یا ان کے لیے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر رہبری کریں تفسیر خازن میں ہے: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس اُن کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر الو

پھر لگے لکھتے ہیں کہ :-

” اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے انتہی بالغظہ (جاء الحق ص ۹۹)

اور بعض نے یہ بھی کہلے کہ الغیب میں الف اور لام استغراق کے ہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سب غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ بل اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو سب غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں میں چنے ہوئے ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ آپ کو کل غیب حاصل تھا۔ (محصلہ)

اس آیت سے بھی فریقِ مخالف کا جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی غیب پر جواب استدلال بالکل مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو سوال ۲۷ میں پیش آیا تھا اور یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے جس کے بعد قرآن کریم کی سورۃ سوزش نازل ہوئی ہیں (دیکھئے اتقان ج ۱ ص ۲۵ وغیرہ) اگر اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو مناسب یہی تھا کہ اس کے بعد ایک حرف بھی قرآن کریم کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ صرف قرآن کریم کی سورۃ سوزش اس کے بعد نازل ہوئی ہیں، پھر یہ بات کس طرح مافی جاسکتی ہے کہ اس آیت سے کل علم غیب مراد ہے؟ اور اگر واقعی اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو اس کے بعد نفی علم غیب کی کوئی آیت نازل نہ ہوتی حالانکہ سورۃ نساء سورۃ النور سورۃ المنافقون اور خصوصیت سے سورۃ التوبہ (جو سب آخری سورت ہے) میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح متعدد آیات موجود ہیں جن کی پوری تفصیل پہلے عرض کر دی گئی ہے۔

وثانیاً حضرات مفسرین کرام نے بھی اس آیت سے بعض علم غیب مراد لی ہے۔ تمام علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم اس آیت سے کسی کے نزدیک مراد نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اور علامہ خازن کی عبارتوں کے ترجمہ ہم نے بحوالہ مفتی احمد یار خان صاحب پیش کر دیے ہیں کہ ان میں بعض المغیبات اور علی بعض علم الغیب کی قید موجود ہے، ان کو دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور امام بخاری رحمہ لکھتے ہیں کہ ۱۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُكَ مِنْ رَسُولِهِ مَنْ يَشَاءُ
اور لیکن اللہ تعالیٰ چاہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا

ہے سو اس کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتے ہیں اور اس کی نظیر یہ
 اے سچے عالم الغیب فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا اور سچے کہیں کہیں
 اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب
 پر مطلع نہیں کرتا لیکن اُن کو اللہ تعالیٰ نے چاہے یا ہے
 (یعنی لیکن سے استثناء منقطع ہے متصل نہیں)

فَيُطْلِعُهُ عَلَىٰ بَعْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ نَظِيرُهُ قَوْلُهُ
 تَعَالَىٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا
 وَقَالَ السَّيِّدُ مَعْنَاهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ يُطْلِعُ مَجْمَعًا
 عَلَىٰ الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ اجْتَبَاهُ
 (معالم ج ۱ ص ۱۸۵)

اور علامہ محدث بن سبئی کہتے ہیں کہ:-

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چاہے
 ہے تو ان کو بعض اغیبات کی خبر دے دیتا ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُ مَنْ يُرِيدُ مِنْ رُسُلِهِ مِنْ شَأْنٍ وَمِنْ غَيْرِهِ
 بِبَعْضِ الْمَقْبُولَاتِ (جامع ابیان ص ۱۸۵)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

اور لیکن اللہ تعالیٰ چاہے اپنے رسولوں میں سے جس
 کو چاہے تو اس کو ایماناً بعض علوم غیب پر مطلع کر دیتا ہے
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (احمد کے موقع پر بعض) منافقین کے
 حالات پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُخَبِّرُ مَنْ يُرِيدُ مِنْ رُسُلِهِ مِنْ شَأْنٍ وَمِنْ غَيْرِهِ
 عَلَىٰ الْبَعْضِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ إِحْيَانًا كَمَا أَطْلَعَ
 نَبِيَّهٖ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ أَحْوَالِ الْمُنَافِقِينَ
 (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۵)

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے بعض علم غیب مراد ہے اور یہی دوسرے دلائل اور براہین
 کے پیش نظر حق اور متعین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا ہرگز جائز اور صحیح نہیں ہے۔

رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور
 کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے، تو یہ جہالت یا خیانت کا ایک مفہم کہ خیر اور حیرت کا مظاہر
 ہے کیونکہ ہم پہلے یا حوالہ عرض کر چکے ہیں کہ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق الناس
 اور بندوں کے علم سے غائب ہو اور شہادہ وہ جو ان کے علم اور مشاہدہ میں ہو۔ چنانچہ علامہ الشافعی الحنفی
 کہتے ہیں کہ:-

عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں سے جو چیز
 غائب ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو لوگوں کے
 مشاہدہ میں ہے اس کو بھی جانتا ہے۔

عالم الغیب ما یغیب عن الناس والشہادۃ
 ما یشاہد وہ۔

(ملاک ج ۲ ص ۱۹۴)

اور علامہ ابو حامد محمد بن یعقوبؒ لکھتے ہیں کہ:-

عالم الغیب ما غاب عن العباد ویقال
ما یحسون و الشہادۃ ما علمہ العباد
عالم الغیب کا معنی یہ ہے کہ جو چیز بند دل سے غائب اللہ
اس کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہ گاہیکہ کہ جو آئندہ ہوگا اور الشہادۃ
کا معنی یہ ہے کہ جس کو بندے جانتے ہیں اللہ اس کو بھی جانتا
ہے، اور یہ بھی کہ گاہیکہ کہ جو کچھ ہو چکا ہے۔
(تنویر المباحس ج ۲ ص ۱۹۲)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علم غیب سے علم الہی کے مقابلہ میں بعض مراد نہیں ہے بلکہ بعض سے وہ بعض مراد
ہے جو انسان اور العباد کے علم غیب سے بعض ہے کہ ان کو تو اس غیب کا علم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے
برگزیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہے اس پر مطلع کر دے تو علم الہی کے بعض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ
مراد ماکان و مایکون سے بعض ہے اور الناس اور العباد سے جو غائب ہے اس سے بعض مراد ہے۔ مگر کیا کیا
جائے مفتی صاحب کو تو غیب و زلا مکتہ افتاء ہاتھ آئی ہے اور ان کے ماننے والے بھی نزلے ہی ہیں۔
وزیرے چنیں شمر یارے چنیں !

ربط یہ سوال کہ الغیب میں الف و لام استعراق کے لیے ہے تو یہ بھی باطل اور مردود ہے۔ اس
لیے کہ علماء و معانی اور عربیت نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جب کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو اصل
الف اور لام میں عہد خارجی ہے نہ کہ استعراق۔ چنانچہ امام عربیت علامہ لغت افغانی لکھتے ہیں کہ:-
التعریف لا یمیز ان یحون للاستعراق بل العہد
هو الاصل (التلویح منقول)
الف اور لام میں عہد خارجی ہی ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

فمنقول الاصل ای الراجح هو العہد الخارجی
لانہ حقیقۃ التعیین و کمال التمییز
الاستعراق اھ (التلویح ص ۱۹۲)
ہم کہتے ہیں کہ اصل اور راجح الف اور لام میں صرف عہد
خارجی ہی ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر متعین اور کامل طور پر ممتاز
ہے۔ اس کے بعد پھر استعراق کا رد یہ ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن وقیف العید (المتوفی ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ الف اور لام پر جب محمود معین
کا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر یہ عموم کے معنی میں ظاہر ہے۔ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۱۷)
اور علامہ عہد الحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ:-

فالادمل فیہ العهد والجنس (حاشیہ مطول ص ۱۲) اصل لام تعریف میں عہد اور جنس ہی ہے۔

اور یہی علامہ دوسرے مقام پر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ وہ۔

انما الضرق دای بین المجلس والاد استغراق بیان کہ جلس اور استغراق میں فرق یہ ہے کہ جنس میں مقام خطاب المجلس لا یمتجح الی مؤنثہ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ عبد الغفور ص ۱۲) کے کہ وہ قرینہ کا محتاج ہوتا ہے

حاصل یہ نکلا کہ لام تعریف میں اصل اور راجح یہی ہے کہ وہ عہد خارجی اور جنس کے لیے ہے بلکہ اس کو کسی قرینہ کی حاجت اور ضرورت بھی پیش نہیں آتی بخلاف استغراق کے کہ وہ محتاج قرینہ ہے اور جو محتاج قرینہ ہے، وہ غائب ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حقیقت اور اصل کو چھوڑ کر مجاز کو لیا جائے؟ اور لطیف یہ کہ وہ بھی بلا قسریۃ صاف اور اس مقام پر کوئی قطعی الدلالتہ قرینہ ایسا موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے الغیب میں استغراق مراد ہو اور اس کے خلاف بے شمار قرائن بلکہ قطعی البتوت اور قطعی الدلالتہ دلائل اور براہین موجود ہیں جیسا کہ کہنے اس کتاب کے مختلف ابواب میں ان کا مطالعہ کیا ہے لہذا خلاف اصل بات صریح سے قابل سماعت ہی نہیں ہے۔ ان ہوائی قنوں میں رہنا فوسلنی عن العت ہی کو زیبا ہے۔

ہوا پر ہے قیام مبسم خاکی بنا اپنے مکال کی ہے ہوا پر

علاوہ ازیں اگر الغیب میں الف اور لام استغراق کے لیے بھی ہوا جس قاعدہ کے مطابق کہ مصدر پر الف اور لام کبھی استغراق کے لیے بھی آتا ہے۔ تب بھی اس سے فروع مخالف کا استدلال باطل ہے کیونکہ اس لحاظ سے اس آیت کا معنی یہ ہوگا اور نہیں اللہ تعالیٰ کہ تم میں تمام غیب پر اطلاع ہے اور لیکن رسولوں میں سے جن کو چاہتا ہے پھر لیت ہے۔ اور وہ چنانچہ اخبار غیب اور انباء غیب کے لیے ہے کل غیب کے لیے نہیں کیا متر مفعلاً یعنی متثنیٰ منہ کی جانب مستغرق غیب ہے اور متثنیٰ کی جانب استغراق ملحوظ نہیں فی الجملہ غیب ہے جیسا کہ حضرات معتبرین کو ام نے تصریح فرمادی ہے۔

دلیل ششم مفتی احمد یار خان صاحب د وغیرہ لکھتے ہیں کہ وہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (پ۔ الناز۔ ۱۷) اور تم کو سکھایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد انہوں نے چند تفسیروں کی عبارتیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ہم ترجمہ مفتی صاحب
 ہی کا پیش کرتے ہیں (جلالین - یعنی احکام اور علم غیب - تفسیر کبیر - اللہ نے آپ پر قرآن
 اُتارا اور حکمت اُتاری اور آپ کو ان کے مصیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا - خازن
 یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں
 جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور مغل
 کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتائیے - ملاکت، دین اور شریعت کے امور سکھائے
 اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے الخ
 پھر آگے لکھا ہے :-

”اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات
 کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ مآعرنی زبان میں غم کے لیے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ
 شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی
 آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا (یہ تحصیل حاصل کیوں؟ صفا) اس میں یہ قید لگا کر اس
 سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے
 عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا“ انتی بلفظ

(جاء الحق ص ۵۰۴۹ و نحوه فی المقیاس ص ۴۳)

اس آیت سے بھی علم غیب کلمی پر فریقِ خلافت کا استدلال بالکل خام ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ یہ آیت اعلیٰ سکھ میں نازل ہوئی ہے اور یہ سورۃ النسا کی آیت
 ہے جس کے بعد کئی سورتیں جن میں سورۃ التوبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، نازل ہوئی ہیں۔ اگر سب
 کچھ غیب اس آیت سے ثابت ہوتا تو اس کے بعد کسی حکم اور کسی سورت کے نازل ہونے کی مطلقاً کوئی
 ضرورت ہی پیش نہیں آئی چاہے یہ بھی حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اصل بات یہ ہے
 کہ طعمہ بن ابیرق نامی منافق کے ایک مخصوص واقعہ میں منافقین کی ایک گمراہی اور ناپاک سازش کی حقیقت
 اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور اس موقع پر دیگر آیات کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ایہ
 الگ بات ہے کہ کوئی آیت اپنے شانِ نزول پر بند نہیں ہوتی مگر اس سے یقیناً وہ عموم اور استغراق

ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس کا فروعی مخالفت دعویٰ کرتا ہے۔

وَقَالُوا يَا اِسْتِثْلَالُ كَلِمَةُ مَعْمُومٍ اور استغراق حقیقی پر مبنی ہے۔ حالانکہ متعدد دلائل اس پر گواہ ہیں کہ ہر مقام اور ہر جگہ پر کلمہ مَعْمُوم اور استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُونَ ۝ اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم

نہیں جانتے۔

(پٹ۔ بقرہ۔ مکتہ ۱۱۸)۔

دیکھئے اس آیت کریمہ میں اگر مَعْمُومِ واستغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بلا واسطہ امد تمام اُمت کے لیے بالواسطہ تمام علم غیب کئی ماننا پڑے گا۔ امد دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:-

وَعَلَّمَكُم مَّا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَا اَبَاكُمْ

یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ ددا جانتے تھے۔

(پٹ۔ النعام۔ لا ح)

واضح ہے کہ اکثر حضرات مفسرون کرام کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ اوپر سے خطاب یہودی سے چلا آ رہا ہے اور اگر اس کے مخاطب مسلمان ہی مروجہ جائیں اور مَعْمُوم اور استغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو بھی اس سے فروعی مخالفت کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی صحت میں یہ لازم آئے گا کہ عند نبوت میں جو یہودی اس کے مخاطب تھے ان کو بھی علم غیب کئی حاصل تھا، ورنہ مسلمانوں کے لیے تو سہر حال علم غیب کئی تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ اور سنیئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ

نہیں جانتا تھا۔

(پٹ۔ اقرؤ۔ لا ح)

انسان سے اس مقام پر بعض کے نزدیک ابو جہل اور اکثر کے نزدیک جنس انسان ہے جیسا کہ ابن کثیر ج ۴ ص ۵۷۸ سے ظاہر ہے اور امام جلال الدین نے تو تصریح کر دی ہے کہ الانسان سے مراد الجنۃ (جنس انسان) ہے۔ (جلالین ص ۵۷۸)

اگر مَعْمُومِ استغراق حقیقی میں نص قطعی ہو تو لازم آئے گا کہ ہر انسان عالم الغیب موعوم اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مرتد ہو یا مشرک، مرد ہو یا عورت وغیرہ وغیرہ، اس کا کون قابل ہے؟ ممکن ہے

فریق مخالف کرشن کنیا کی طرح ہر ایک انسان کے لیے بھی یہ صفت مانتا ہو ورنہ بعد فیہ عندہم۔
اور علامہ ابوالبرکات الحنفی رحمہ فرماتے ہیں کہ :-

وما ومن یختلفن العوم والخصوم و ما اور من عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔
اصلہما العموم والمنار مع نزولہما (مکمل)

مطلب واضح ہے کہ اگرچہ اصل وضع میں دونوں عموم کے لیے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے عموم اور خصوص دونوں میں برابر ہیں لہذا استعمال کے اعتبار سے یہ عموم میں نفس قطعی نہ ہوئے بلکہ امام عربیت مشہور نحوی اور مکمل سید شریف الجرجانی الحنفی رحمہ اور مآ وغیرہ موصولات کے بارے میں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ :-

قلنا الموصولات لم توضع للعموم بل هي
للبس تحتل العموم والخصوص۔
ہم کہتے ہیں کہ موصولات عموم کے لیے وضع ہی نہیں کئے گئے بلکہ یہ جس کے لیے وضع کئے گئے ہیں جو عموم اور خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتے ہیں۔
(شرح مواقف ص ۱۲ طبع نذکرہ)

یہی مفتی احمد یار خان صاحب! آپ اپنا یہ قول بھی دیکھ لیجئے کہ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لیے ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کے سابق مواقع استعمال کے علاوہ المنار اور خصوصیت سے امام عربیت سید سند کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کر لیجئے اور پھر قلم استقنا کو ہاتھ لگائیے۔ قاریین کرام آپ نے ملاحظہ کیا کہ فریق مخالف کبھی تو لفظ کل سے اور کبھی لفظ شے سے اور کبھی کلمہ ما کے عموم سے علم غیب کلی پر استدلال کرتا ہے جو سرسراطل ہے اور اہل حق دلائل و براہین کی روشنی میں ایسے بے بنیاد استدلال کو پرکاؤ کی حیثیت بھی نہیں دیتے :-

گم میں مکتب است و ایں ملا کار طفل لال تمام خواہ شد
و ثالثا جملہ معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ کی مد میں درجہ اقل میں احکام اور امور دین وغیرہ کو شمار کرتے ہیں اور بعض کتاب و سنت کو، جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی جلالین کبیر اور خازن و مدارک کے حوالہ سے لکھا ہے اور بالشیعہ باقی امور اس میں آتے ہیں اسی لیے ان کو بھی بعض ترمیم کے صیغہ سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً بغویؒ لکھتے ہیں کہ :-

وَعَلَمْتُ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ من الاحکام و علمک ما لم تکن تعلم سے احکام مراد ہیں اور یہ بھی کہ گیا ہے

وقیل من علم الغیب (معالم ج ۱ ص ۲۵۵) کہ علم غیب مراد ہے۔

اور علامہ غازی کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (بحوالہ مفتی صاحب)

وقیل علمک من علم الغیب (غازی ج ۱ ص ۵۹۶) اور کہا گیا ہے کہ علمک، اس سے علم غیب مراد ہے۔

اور بعض نے علمک ماکہ فکُنْ تَعْلَمُ سے قرآن و سنت وغیرہ مراد لیا ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے الکتاب والحکمہ کے لفظ نقل کئے ہیں اور حافظ ابی کثیرؒ کہتے ہیں کہ:-

وما افضل علیہ من الکتاب وهو القرآن والحکمۃ اور جو کچھ کہ آپ پر کتاب اور سنت اللہ تعالیٰ نے نازل کی السنۃ وعلمک ماکہ فکُنْ تَعْلَمُ ای قبل من قبل
خالدؒ (تفسیر ابی کثیر ج ۱ ص ۵۵۷) نزول سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور علمک مراد سنت ہے جیسا کہ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ اور مقاتلؒ بن حیانؒ اور ابو مالکؒ وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (تفسیر ابی کثیر ج ۱ ص ۱۸۷) اور حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابی قیومؒ وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے رسالہ امام شافعیؒ المنصفین مع اللام ج ۱ ص ۷۷ و کتاب المریح ص ۱۷ لابن القیمؒ)۔

مفتی صاحب! ان حضرات معصومین کرامؒ سے پوچھئے کہ آپ نے اپنی طرف سے احکام اور امور دین وغیرہ کی قید کبوں لگائی ہے؟

باتی جن بعض حضرات معصومین کرامؒ نے علم غیب اور خفیات الامور اور خفاۃ القلوب کا ذکر کیا ہے تو وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ بعض امور غیب اور خفیات الامور اور دلول کے اسرار پر اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا ہے اس کا کس کو انکار ہے؟ لیکن ان حضرات معصومین کرامؒ کی عبارتوں سے کلی علم غیب وغیرہ مراد لینا اور دیگر قصور منقطع علیہ علاوہ خود ان کی اپنی تصریحات کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس توجیہ القول بالایضاحیہ قائمہ کو یا بغاظر! پکڑی سست اور گواہ چست یا کاسہ از آتش گرم تر، کو ہرگز کوئی سُننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

فریق جماعت نے فادھی الی عبیدہ ما اوحیٰ کی آیت سے بھی علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے مگر بے سود ہے۔ کلمہ ماکہ عدم عموم کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں ارشاد معراج کی رات کا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی رات سب کچھ دیا جا چکا تھا۔

دلیل ہجرت

نومر ارج تو ہجرت سے بھی پہلے واقع ہوئی تھی۔ اس کے بعد پھر اور کچھ نہ سہی تو قرآن کریم ہی کیوں نازل ہوا؟ اور اہل علم جانتے ہیں کہ اکثر حلال و حرام کے مسائل اور احکام اس کے بعد جب کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے، نازل ہوئے ہیں، کون باور کر سکتا ہے کہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے علم غیب کئی ثابت ہے۔ اس قسم کی اور بھی کئی آیات سے فریق مخالفت نے علم غیب کئی کا مسئلہ کشید کیا ہے مگر ہم بخوف طوالت ان کو نظر انداز اور قلم انداز کرتے ہیں کیونکہ ان سے کسی ادنیٰ سمجھ والے کو بھی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ جن دلائل سے عوام الناس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو سکتا تھا اور جن پر فریق مخالفت کے اس غلط اور بے بنیاد دعوے کی پادریا عمارت کھڑی تھی وہ ہم نے عرض کر دیے ہیں اور ان کے مسکت جوابات بھی ساتھ ہی مدیہ قارئین کو ام کر دیے ہیں، ہاں البتہ صرف ایک دلیل ان کی اور عرض کئے جیتے ہیں، ہاں البتہ صرف ایک دلیل ان کی اور عرض کئے دیتے ہیں جس سے انہوں نے سردال کیا ہے تاکہ ان کے غیر ناطق دلائل کے لیے ڈھانچہ انفعاج کا مضموم پورا ہو جائے۔

دلیل ششم | مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

اَلْوَحْيُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْاَلْبَانَ ۝ رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایحون کا بیان اس کو سکھایا۔ دھڑ آگے چند تفسیروں کے حالات نقل کئے۔ ہم ان کا ترجمہ مفتی صاحب کی ذبانی عرض کئے دیتے ہیں (تفسیر معالم التنزیل و حقیقی، یہ ہی آیت اللہ نے الان یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری الگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھادیا۔ تفسیر خازن یہ ہی آیت۔ کما گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھادیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔ روح البیان، یہ ہی آیت۔ یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھادیے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھادیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔ کما گیا ہے کہ اس آیت میں الان سے مراد حضور علیہ السلام اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے الی ان قال ان آیات اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔ انتہی بلفظہ درجاء الحق ص ۵۳۲ و نحو فی مقیاس

اس سے بھی مفتی صاحب وغیرہ کا استدلال درست نہیں ہے۔

جواب

اولاً اس لیے کہ اگر اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کئی ثابت ہے تو آپ کا انسان ہونا بھی ثابت ہے، پھر نور وغیرہ کے دور از کار جھگڑے کیوں؟ انحراف تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ آدمی، بشر اور انسان ہیں۔

دثانیاً سورۃ رحمن کی ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹ و جلالین ص ۴۳ وغیرہ) اور اگر آپ کیلئے ان آیات سے کئی علم غیب ثابت ہے تو اس کے بعد قرآن کریم کے نزول کا کوئی معنی نہیں؟ حالانکہ سورۃ بقرہ جیسی لمبی سورتیں تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں اور ان بعض سورتوں میں صاف طور پر علم غیب کی نفی بھی مذکور ہے۔

وثالثاً اکثر حضرات مفسرین کرامہ الانسان سے جنس انسان مراد لیتے ہیں (دیکھئے جلالین ص ۴۳ وغیرہ) اور قرین قیاس بھی یہی ہے کیونکہ نہ تو لفظ البیان اور النطق جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ لفظ البیان غیب اور ماکان و مایکون کا مقتضی ہے، اپنی مرضی سے اس میں یہ قیود لگانا کیونکر درست اور صحیح ہے؟

ورابعاً اگر اس مقام پر الانسان سے جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہو اور بیان سے ماکان و مایکون مراد ہو تب بھی درست ہے، آپ کے ماکان اور مایکون کی باتے خبریں بتاتی ہیں۔ اس کا کہے انکا ہے؟ ہاں جمیع ماکان و مایکون اور کلی علم غیب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور یہی فروعی مخالفت کا بے سرو پا دعوے ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی جن جن آیات سے فروعی مخالفت نے اپنے مزعوم دعوے پر احتجاج کیا ہے وہ ہرگز ان کی مؤید نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف جاتی ہیں، اور کیوں نہ ہو قرآن کریم حق اور صداقت ہے اور حق و صداقت کبھی باطل اور جھوٹ کی تائید نہیں کر سکتا۔ فروعی مخالفت کو اب یہ شعر پیش نظر رکھنا چاہیے۔

چسپ نہیں سکتا چسپالے سے یہ حال اضطراب
فاش ہو کر رہ گئی شانِ ثباتِ ناشاب

باب دوم

اس باب میں ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جن سے فریق مخالفت نے از روئے جہالت یا غیبت جناب امام الانبیاء خاتم النبیین شیخ المذنبین محمد مصطفیٰ احمد عجلتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور پھر ان احادیث کا صحیح مطلب اور معنی بھی صحیح احادیث کی روشنی میں اور معتبر علم اُمت کے اقوال اور شراح حدیث سے نقل کر دیا جائے گا تاکہ کوئی خلیماں باقی نہ رہے۔

خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللہ للقل صبیح بخاری

پہلی حدیث | وسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما
ما ترک شیئا یكون فی مقامہ ذلک الی قیام
الساعة الا حدّث بہ حفظہ من حفظہ و
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم
میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا
تھا سب بیان فرما دیا کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رکھ
یاد رکھا، جو بھول گیا بھول گیا۔

یہی مضمون احمدی مسند بخاری نے تاریخ طبرانی نے کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ بلغظہ (انبار المصطفیٰ ص ۶۷) و جاء الحق ص ۶۲

دوسری حدیث | خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللہ للقل صبیح بخاری شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:-
قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما
فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة
منازلہم و اهل النار منازلہم حفظ
ذلک من حفظہ و لہیہ 'من لہیہ'۔
ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر
ابتداء آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت اور دوزخوں
کے دوزخ جانے تک کا کل حال ہم سے بیان فرمایا یاد
رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

بلغتہ انباء المصطفیٰ ص ۷۰ جاد الحق ص ۶۲ و مقیاس ص ۲۶۵

تیسری حدیث خان صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللغظ الاول صحیح مسلم شریعت میں حضرت عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا غلہ بونا بھاہو کاٹن الی یوم القيمة فاعلمنا بحفظنا اس میں سب کچھ بیان فرمایا۔ جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم اُسے ہے جسے یاد رہا۔ بلغتہ (انباء المصطفیٰ ص ۷۰ جاد الحق ص ۶۲ وغیرہ و مقیاس ص ۲۶۵)

چوتھی حدیث فریق مخالف کی طرف سے یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ:-

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ایک دن عصر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وخطباً بعد العصر فلم یدع شیئاً یحکون الی سلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا قیام الساعة الا ذکرہ حفظہ من حفظہ ونبیہ پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس میں سے کوئی چیز اپنے ایسی نہ چھوڑی جو اپنے بیان نہ کر دی ہو جس نے اس کو یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

ان مجملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کئی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کی روایت کی شرح میں علامہ عینیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:-
وفیہ دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد اس میں اس امر کی دلالت ہے کہ اپنے ایک ہی مجلس بجمیع احوال المخلوقات من ابتدا انہا میں مخلوقات کے جمیع احوال ابتداء سے لے کر انتہاء الی انتہا شہادۃ (معدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۷) تک بیان فرمائیے۔

اور حافظ ابن حجرؒ کا یہ ارشاد بھی پیش کیا ہے کہ:-

ودل ذلك علی انه اخبر فی المجلس الواحد ادیہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اپنے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال بیان کر دیے جب سے دنیا پیدا ہوئی اور جب فنا ہوگی اور پھر

الی ان تفتی الی ان تبعث -

(فتح الباری ج ۷، ص ۱۸۱)

جب دوبارہ کھڑی کی جائے گی۔

اور اپنے خیال کے مطابق ان عبارات سے بھی انہوں نے اپنے دعوے کی تائید تلاش کی ہے۔ دیکھئے

جاد الحق ص ۶۷ وغیرہ

ان جملہ روایات سے فریق مخالف کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی **جواب** روایت سے تو اس لیے کہ اس میں مائتہ شیناً الخ سے استخراق حقیقی اور عوم قطعی مراد نہیں ہے (اور عادیۃ دین یا دین کے کسی حصہ میں تمام امر کا بیان ممکن بھی نہیں ہے) اولاً اس لیے کہ خود حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ :-

واللہ ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من قائم فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یسلخ
من معہ ثلاثۃ فضاء الا قد سماہ لنا
باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ
(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۷)

بمجاہد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام
دنیا تک کوئی ایسا قائم فتنہ نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو
اور تین سو سے زائد لوگ شامل فتنہ ہوں مگر آپؐ اپنے ہمارے
سامنے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے
قبیلہ کا نام بیان کیا ملیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ
صرف فتنے تھے اور فتنے بھی اس عزم کے ساتھ بیان نہیں کئے کہ ہر کہ و مہ فتنہ بیان کیا ہو بلکہ فقط وہی فتنے بیان
کئے جن میں لوگوں کی گمراہی کے اسباب زیادہ پائے جاتے ہوں اور قائم فتنہ کی مکاری اور جلیہ سازی سے اس کے
چیلے پانٹوں کی تعداد تین سو اور اس سے زائد تک پہنچ سکتی ہو۔ اور حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت میں یوں
آیہ ہے :-

واللہ انی لاعلم بکل فتنۃ ہی کائنت فیما بینی و
بین الساعة الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۲۸۸)

خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہر مہوے
و لے فتنہ کو بخوبی جانتا ہوں۔

اور وہ اکثر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتنوں کی بابت ہی پوچھا کرتے تھے چنانچہ خود ان کا اپنا
بیان ہے کہ :-

قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن الخیر وکنت استأله عن

لوگ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیر کے بارے
میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپؐ سے فتنہ اور شر کی بابت

الشَّرْحُ خَافَةَ أَنْ يَدَّ دُكْحَى الْكُتُبِ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۱) پوچھا کرتا تھا محض اس خوف سے کہ کہیں بے خبری میں
وقال متفق علیہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ (مسلم ص ۱) اس کا شکار نہ ہو جاؤں۔

اور یہ انہی فتن اور اشرط ساعت کی بجزرت معلومات حاصل ہونے کی وجہ سے حضرات صحابہ کرامؓ
میں معروف و مشہور تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:-

ایکھ یحفظ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ فقلت انا احفظ الحدیث مشکوٰۃ
و قال متفق علیہ بخاری ج ۱ ص ۱۰۷ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۱) تم میں فتنہ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی حدیثیں کس کو سب سے زیادہ یاد ہیں؟ تو حضرت
عزیزؓ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ یاد ہیں۔

ان سب روایات کے ہمیشہ نظر یہی امر متعین ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے
ہو مع کلم میں اگرچہ وقت یسیر کے اندر واقعات کثیر و بیان فرمائے مگر تمہ وہ فتن اور اشرط ساعت و علامات
قیامت ہی کے بارے میں نہ کہ ہر ہر چیز کے بارے میں جس کا تعلق آپ کے منصب ہی سے نہ تھا۔
و ثلثاً حضرت عزیزؓ کا خود اپنا بیان ہے کہ:-

فلخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما
هو کائن الی ان تقوم الساعة فما منه شیء
الا قد سألته الا انی لم اسأله ما یخرج من اهل
المدینة من المدینة (مسلم ج ۲ ص ۲۹۱ منہ احمد ج ۵
ابرواؤ و طرابلسی ص ۸۵ و مترک ج ۴ ص ۶۷) مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر وہ چیز
بتائی جو قیامت تک ہونے والی تھی امدان میں کوئی چیز
ایسی نہیں جس کے بارے میں میں نے خود آپ سے دریافت
نہ کیا ہو مگر میں آپ سے یہ نہیں پوچھ سکا کہ وہ کون
فتنہ ہو گا جو اہل مدینہ کو مدینہ سے نکال دے گا۔

لیجئے اس صحیح روایت نے تو معاملہ اور صاف کر دیا کہ جس جس شر اور فتنہ کے بارے میں حضرت عزیزؓ
نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے اُسی کا جواب دیا اور اسی کے متعلق واضح
اور روشن نشانیاں اور علامات بیان فرماتے رہے مگر حضرت عزیزؓ نے آپ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ حضرت وہ
فتنہ کون سا ہو گا اور وہ کون سی شہر ہو گی جس کی وجہ سے اہل مدینہ کو مدینہ طیبہ حبشہ پاک مقام ترک کرنا
اور چھوڑنا پڑے گا؟ اور فتنوں کا تو سر سے قصہ ہی چھوڑیئے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے تمام فتنہ اور علامات بھی بیان نہیں فرمائے تھے، اور حضرت عزیزؓ
بوجود اہم حدیث فتن کے باب میں احتفظ ہونے کے یہ نہیں جان سکے کہ وہ کون سی مصیبت اور فتنہ ہو گا جو

اہل مدینہ کو نکلنے پر مجبور کر دے گا۔

وقال الشَّاهُ علامہ ابن خلدون المغربی (المتوفی ۸۰۸ھ) حضرت منزلیہؓ اور حضرت البوسعیدین الخدیؓ وغیرہ کی مذکورہ روایات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ :-

وهذه الاحادیث كلها محمولة على ما ثبت في الصحيحين من احادیث الفتن والاضطرابات لا غير لانه المعهود من الشارع صلوات الله وسلامه عليه في امثال هذه العمومات (مقدمہ ۳۲۳)

یہ سب کی سب مدینیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی احادیث میں وارد ہے صرف فتن اور علامات قیامت پر محمول ہیں کوئی اور چیز ان سے مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے عموماً کچھ بارے میں ہی منصب ہوا کہ جو ان کی شایان شان ہوں صرف وہی ائمہ بیان فرمائیں

حضرت علامہ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب اسی کا مقتضی ہے کہ آپ صرف وہی کچھ بیان کریں جو رسالت اور نبوت کے مناسب ہے اور وہ ایسے فتنے ہیں جن سے آگاہ کرنا آپ کا مقام تھا۔ اور آپ نے ایسے اکثر فتنے بیان فرمائیے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

وقد بینَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر الفتن (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۲) بیان فرمائیے ہیں۔

کیا فریقِ مخالف کا ضمیر اور ایمان اس کو گوارا کرتا ہے کہ اس خطہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کی مردم شناسی تمام چھوٹے بڑے انانوں، کافروں اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، پھر بندوں، پھر بندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، پتنگوں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں کی تفصیل تعیناد اور ان کے مکمل اور مفصل حالات بیان کئے تھے کہ وہ کیا کھلتے پیتے ہیں اور کتنی مرتبہ جنتی اور پشیمانی و پافانہ کرتے ہیں اور ان امور کا منصب نبوت اور دین سے آخر کیا تعلق ہے؟ کیا واقعی فریقِ مخالف کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے؟ بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا اور اگر نہیں تو پھر ان کو بروقت اس کا علاج کرنا پڑے گی

قریبت یافتہ نفس بفضله تعالیٰ خطرہ سے محفوظ رہتا ہے ۔

کوئی حملہ بھی طوفان کا ڈبو سکتا نہیں اس کو
میا جو نئے ساحل پہ ہر موج رواں کرے

رہی حضرت عمرؓ کی روایت تو اُس سے بھی معلوم اور استغراق حقیقی مراد لینا باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت عمرؓ سوؤ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی ولم
یفسر حالنا الحدیث (ابن ماجہ ۱۶۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے وفا پا گئے اور
آپ نے سوؤ کو ہمارے سامنے کھول کر بیان نہ کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم
یبینہ لنا الحدیث (رواہ الحاكم وابن عدی ابن)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے اور
آپ نے ہمارے سامنے سوؤ کو بیان نہ فرمایا۔

کثیر ج ۱ ص ۲۸۵

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:-

ثلاث اذن یحسون النسب صلی اللہ علیہ وسلم
سلمت بینهما لنا احب الی من الدینا وما فیہا

تین چیزیں اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہم کو سامنے بیان فرمائیے تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ
محبوب ہوتیں۔ ایک خلافت دوسری کلامہ (کی وراثت)

قال الحاكم والذہبی علی شرطہما والطیالسی (م)

اور تیسری چیز سوؤ (کی پوری تشریح)۔

یعنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارات و کنایات اور طرز عمل سے حضرت ابو بکرؓ
کا خلیفہ ہونا ظاہر کر دیا تھا مگر بطور نص کے نامزد نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے مشورہ
سے یہ عقدہ حل ہوا اور اسی طرح کلامہ یعنی لا ولد کی وراثت اور ربوہ و سوؤ کے اصول تو قرآن کریم اور احادیث
میں بیان کئے گئے ہیں۔ مگر وہ بقول حضرت عمرؓ نہ ہند۔ عجل ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے کھول کر ان کو بیان نہیں فرمایا۔ علاوہ بریں اگر حضرت عمرؓ کی حدیث سے ہر چیز کا علم جناب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہوتا تو حضرت عمرؓ کو بعض بعض مسائل اور احکام میں
دیگر حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے کی اور بعض احکام میں خود اجتہاد و قیاس کرنے کی کیا ضرورت
اور حاجت تھی؟ باقی رہا حدیث عمرؓ کی روایت میں علامہ عینیؒ اور شاہین مجرہؒ کے اس قول جمیع احوال الحدیث سے علم تکلیفی ثابت کرنا تو بیزیرق
مخالفت کی نری خوش فہمی ہے کیونکہ ہم علم تکلیفی اور ظاہر بن محمدؒ کی حدیثی تصریح سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غریب کے بار
میں پوری تفصیل پہلے عرض کر چکے ہیں۔ عربی زبان میں اختلاف جمیع اور جمع کسی سبب معنی میں اور کسی اکثرا اور کجا کے معنی میں آتا ہے۔

چنانچہ صراحۃً وغیرہ میں ہے جمیع عند متفرق الہ کہ جمیع کا لفظ متفرق کی ضد ہے۔ جمیع کو اس مقام پر ایسا ہی سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا مَدْرَئَیَ جَبَّهَقْمَ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ جَمْعُہُمْ
(پکا - سورہ ہود - ۱۰۷) یعنی ہم جوں اور انسانوں کو اکٹھا کرنے کے ان سے جہنم کو پڑ کریں گے۔

یعنی دوزخ میں انسان و جن دونوں سزا میں لکھے ہوں گے یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام انسان و جن دوزخ میں پہلے جائیں گے ورنہ پھر جنت میں کون جائے گا جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں سے بھی زیادہ ہے؟ مگر

اُسے کیا قدر ہوگی میری شان بے نیازی کی وہ پابند ہوس جو آستان پر آستان پہ
اور علماء اصول نے لفظ مفرق کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

فَجَبَّہُ الْمَلَائِکَةُ لَمَّا جُمِعُوا جَمْعُہُمْ ○ (کہ سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا)

میں لفظ اجمعون اس تاویل کے سد باب کے لیے آیا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تو سب فرشتوں نے کیا مگر الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ کیا کیونکہ لفظ اجمعون میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سب فرشتوں نے مل کر اور اکٹھے ہو کر سجدہ کیا تھا۔ (دیکھئے حامی ص ۷۷ و ۷۸ الاذکار ص ۷۷ وغیرہ) تو اس لحاظ سے علحدہ یعنی وہ اور حافظ ابی جبرہ کی عبارت کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں غلوقات کے کچھ احوال (جو فتن و اشراطِ ساعتِ ساعت وغیرہ پر مشتمل تھے) اکٹھے بیان کئے تو اس سے قبل اور بعد کو بھی آپؐ نے کچھ کچھ حالات بیان فرمائے لیکن وہ متفرق تھے۔ اتنے اکٹھے حالات آپؐ نے صرف اسی معرودہ مجلس میں بیان فرمائے۔ اور اگر کسی کو لفظ جمیع کے بمعنی کل ہونے پر ہی اصرار ہو تو ہماری بات سے، وہ اسی کتاب میں لفظ کل کی بحث ملاحظہ کر لے جس میں خالصاً صاحب کا حوالہ بھی شامل ہے، کہ نہ بینک لگے نہ پھٹکڑی

شش جابت گستاخاں میں گئے گا وہ انقلاب

غنیہ پڑمردہ ہوگا جس سے خذل ایک دن

اور اسی سابق بحث کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطابؓ الفزاریؓ اور حضرت ابوسعیدؓ الخدریؓ

کی احادیث کا جواب سمجھنا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ان حدیثوں کا بھی صرف یہی مطلب لیتے ہیں کہ آپؐ

اُمرو دین، کلیات دین اور اسی طرح اہم متن وغیرہ بیان فرماتے تھے نہ کہ دنیا کا ہر فرقہ۔ چنانچہ حضرت ابوسعید
الخدریؓ کی روایت میں فلسفہ یدیع شینڈا کی شرح میں حضرت ملا علی نقوی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ
ای مہایتعلق بالمدین مہالاید منہ یعنی آپ نے اس خطبہ میں دین کی ہر ضروری بات
درمقات ج ۵ ص ۵۷) کر بیان فرمایا تھا۔

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-
ای مہایتعلق بالمدین ای کلیاتہ اوہو مبالغۃ یعنی آپ نے اس خطبہ میں دین کی ہر ضروری
اقامۃ لاکثر مقام الکمل بات کو بیان فرماتے یا مبالغہ کے طور پر اکثر
(ملعات دانش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۳۷) چیزوں کو مکمل کہا گیا۔
نیز لکھتے ہیں کہ:-

فلسفہ یدیع شینڈا پس نگداشت چیز را از قواعد مہات دین میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی جو بیان نہ فرمادی اور یا
آزایا این مبالغہ است بگردانیدن اکثر در حکم کل المذ یہ مبالغہ ہے جس میں اکثر کو کل کے معنی میں کر دیا
(اشعة المباحات ج ۲ ص ۱۸۱) گیا ہے۔

یہجے اب تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ یہ وہی حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں جن کی بعض محل عبارت
اور لفظ کئی، تہر، جمیع اور کل وغیرہ سے فریق مخالفت علم غیب کئی پر استدلال کیا کرتے تھے مگر حضرت شیخ
صاحبؒ نے خود بیان فرمادیا کہ ایسے عام لفظ کو کبھی مبالغہ اکثر کے معنی میں لیا جاتا ہے اس سے ہر مقام پر
کل حقیقی اور عدم استغراقی ہی مراد نہیں ہوتی اور جس جس مقام پر ایسے عام الفاظ آتے ہیں، ان سے دیگر
دلائل کی روش سے یہی مطلب اور معنی لیا جائے گا کہ مبالغہ اکثر کو کل کے معنی میں لیا گیا ہے۔ کیا خوب ہے

چھپائے راز دل اپنا دہاں کوئی نہیں ممکن
کہ جس محل میں خاموشی بھی شرح ذاتاں ٹھہرے

خان صاحب اور مفتی صاحب لکھتے ہیں، واللفظ لاقل:-

پانچویں حدیث | جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطریق
متواترہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

فَرَأَيْتُمْ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ
كَفَتَيْ فَوْجِدَتِ بَرْدَانَا مَلْهَ بَيْنَ
شَدَى فَجَمَلِي لِي عَلَى شَيْءٍ وَعُرِفَتْ

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اُس نے اپنا دست ہڈ میری
پشت پر رکھا کہ میرے پیلے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی
اسی وقت ہر چیز چہرہ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح سألنا محمد بن اسماعیل عن هذا الحديث فقال صحيح۔
یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی معراج منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فعلمت
مافی السموات والارض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔ (بلغفہ انباء المصطفیٰ
صک و جاد الحق ۶۲-۶۳)

اور مولوی محمد عمر صاحب بزعم خود اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فَجَمَلِي لِي عَلَى شَيْءٍ تَوَكَّلْتُ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَسَطُهُ رُشْنٌ هُوَ كُنِيَ وَعُرِفَتْ اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ اللہ
لَعَلَّاهُ نَبِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنَهُ دَسْتُ قَدَرْتُ سَے وہ علم کلی عطا فرمادے لیکن منکر پھر بھی آپ کے علم
کلی کے عقیدہ رکھنے والے کو فتویٰ شرک لگا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کلی کی تقیص کرے اھ (مقیاس)
اس حدیث سے فریق مخالفت کا استدلال غلط ہے :-

جواب

اَوَّلُ اس لیے کہ اگرچہ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تحمیل اور تعییم نقل کی ہے
لیکن یہ ترمذی کے متن میں نہیں بلکہ جاشعیر پر ایک نسخہ کا حوالہ دے کر یہ عبارت ببح سند و متن حدیث کے
نقل کی گئی ہے (دیکھئے ترمذی ج ۲ ص ۱۵۶ اور یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۲۶۸ میں
بھی ہے اور حضرت مشافہ بن جہل کی روایت میں (جو کہ امام بخاری سے تعییم و تحمیل نقل کی گئی ہے) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہے بعض
ان کو صحابی بتایا ہے۔ لیکن امام ابوجاہم کہتے ہیں کہ جس نے اس کو صحابی کہا ہے اس نے غلطی کی ہے اور امام
ابوزرعہ کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ :-

له حدیث واحد (وهو حدیث الرؤیة) الا
انهم يضطربون فيه - وقال الذهبي وحديثه
عجيب وغريب (تذیب التذیب ج ۶ ص ۲۰ و
ان سے صرف حدیث رؤیت ہی منقول ہے مگر حضرات
محمد بن کرام اس میں اضطراب کرتے ہیں اور علامہ
ذہبی یہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث بڑی عجیب

و غریب ہے۔

میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۸۰ محصلہ

اور مضطرب حدیث فی اصول حدیث کے روئے ضعیف ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اہم بخاری کی تصحیح و تحجین خود متعارض ہو کر ساقط ہو جائے گی اور امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے بعض طرق کو لکھ کر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

قد روی من طرق كلها ضعفات في ثبوتها
نظر في كتاب الاسماء والصفات ص ۲۲ طبع الہ آباد
اس کی ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔

اور یہی عبارت علامہ خازن رحمہ اللہ نے ج ۶ ص ۵۵ طبع مصر میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر در منثور ج ۵ ص ۳۱۹ میں نقل کی ہے۔ لہذا ایسے اہم معاملہ اور بنیادی عقیدہ میں اس کو پیش کرنا اصول کے لحاظ سے درست نہیں ہے

و ثانیاً اس روایت میں اس کا بھی ذکر ہے کہ آپ کو ملا را علی کا علم ہو چکا تھا حالانکہ قرآن کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ :-

مَا كَانَ لِیْ مِنْ عَلَیْمٍ بِالْمَلَكَةِ الَّتِیْ رَاَدَتْ
يَحْضُرُونَ ○ (پ ۳ - ص ۶۵)

چونکہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ملا را علی کا عدم علم ثابت کرتی ہے اور حدیث مذکور کہ اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد ہی ہوگی اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار امار سے استناد محض ہرزہ باقی (ہے) را بناء المعصیۃ ص ۱۸۰ لہذا کیونکر یہ حجت ہو سکتی ہے؟

و ثالثاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :-

ثم ليعلم انه يجب ان ينفي عنهم صفات
الواجب جل مجده من العلم بالغيب و
القعدة على خلق العالم الى غير
ذلك وليس ذلك ينقص رتبة
ان قال بعد عدة اسطر و

پھر جانا چاہیے کہ واجب ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام سے باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہان کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے (پھر کہی سلوک کے بعد فرمایا کہ) اور اگر کوئی شخص آپ کے علم غیب پر فتیلائی لی عمل شیئی۔

ان استدلال بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
والسلام فجعل لی حل شیئ قلنا هو
بمنزلة قوله تعالى فی التوراة
تفصیلا لکل شیئ وان صل فی العمومات
التخصیص بما یناسب المقام ولو سلم
فهذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفیه
ثم لما سری عنه ذالك فلا بعد من
ان یحکم تعلیم تلك الامور ثانیاً فی
حالة أخرى الا

(تغیبات اللہ ج ۱ ص ۲۵۷)

ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب ہم کیا کہ گئے ہیں؟ مولوی محمد عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی نفی کرنے والا تعقیص کرتا ہے مگر حضرت شاہ صاحب رہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی توہین و تنقیص نہیں ہے اور فجعل لی حل شیئ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی پر استدلال کرنے والے کو حضرت شاہ صاحب نے یوں جواب دیا کہ اس میں لفظ کل عموم حقیقی کے لیے نہیں ہے بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شیئ آیا ہے اور گذر چکا ہے کہ اس سے مراد امور دین اور احکام وغیرہ ہی ہیں ہر ہر ذرہ مراد نہیں ہے اور حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ خود اسی روایت میں اس کا قرینہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا کہ ملا اعلیٰ (یعنی مقررین فرشتوں) کا اختلاف اور اختصام کس بات میں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کے دونوں شانوں اور گتھن پر رکھا۔ اور اس کے بعد آپ سے پوچھا کہ ملا اعلیٰ کی خصوصیت کس امر میں ہو رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا وہ کیا امور ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پاؤں پر چل کر مسجدوں میں برائے نماز

پہنچنا اور مسجدوں میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا اور تکالیف میں بھی وضو کی تکمیل اور اسباغ کرنا اور اس کے علاوہ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں۔ نماز پڑھنا وغیرہ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۷) وقال رواہ الترمذی وقال حسن صحیح (یہی روایت خود اس کو واضح کرتی ہے کہ ملا علی کی جس بحث و تمحیص اور مکالمہ اور گفتگو کا آپ کو پہلے علم نہ تھا وہ یہی کلمات وغیرہ تھے جن کا ذکر ابھی ہوا اور باری تعالیٰ کے دست قدرت کے اثر سے یہی سب اہم اور آپ پر منکشف ہو گئے اور فَجَلَّتْ لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ كَامَصْدَاقٍ پورا ہوا اور یہی چیز ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اپنی سابق عبارات میں بیان فرما رہے ہیں اور تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۲ میں محدث ابن حجر طبرانی رحمہ اور ابن مردودہ کے طریق سے حضرت ابوامامہ رحمہ کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ شِدَّتِي وَفَعَلْتُ فِي مَنَامِي جب اللہ تعالیٰ نے میری چھاتی پر ہاتھ مبارک رکھا تو میں نے ذلک ماسألنی عنہ من اموال دنیا والآخرۃ اپنے اسی خواب میں دنیا اور آخرت کی وہ چیزیں جان لیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا تھا۔ (الحديث)

اور دوسری چیز حضرت شاہ صاحب نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جتنے وقت تک آپ کی پشت مبارک پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت رہا اتنے عرصہ تک ہر چیز آپ پر اجمالی صورت میں منکشف ہو گئی اور جب دست قدرت اٹھا تو وہ حالت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری حالت اور اوقات میں آپ کو ضرورت کی ہر ہر چیز کی تفصیلی طور پر باقاعدہ خلونہ کریم کی طرف سے بذریعہ وحی تعلیم ہوتی رہی جیسا کہ نصوص قطعیہ متواترہ اس پر شاہ عدل ہیں۔ اور یہ وحی آخر وقت تک ہوتی رہی اور اس کے ذریعہ آپ کو احکام اور حالات کی اطلاع دی جاتی رہی۔ حضرت شاہ عبدالحق صاحب نے اس حدیث کی تشریح میں جو یہ فرمایا کہ در عبارت تست از حصول تمامہ علم کلی و جزوی و احاطہ آل، تو اس میں بھی کئی حقیقی و استغراقی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت شیخ رحمہ کی متعدد عبارتیں جیسا کہ مختلف ابواب میں عرض کی جا چکی ہیں، اس کے خلاف جاتی ہیں اور نیز حضرت شیخ صاحب اکثر کو مبالغہ کُل پر محمول کرنے کے بھی قائل ہیں۔ گما مضمناً مولانا سید محمد برکات احمد صاحب ٹونٹی نے اس حدیث کی تشریح اور جواب میں کئی باتیں فرمائی ہیں۔ مختصاً ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اول یہ کہ تجلی لی کل شی اگر اپنے محمول پر ہو تو چاہیے کہ آپ کو حقیقتہً گنہ باری تعالیٰ پر بھی اطلاع ہو

تو ضرور (یہ) عام مخصوص البعض ہوگا اور مخصوص اس کا عقل ہے جیسے اُفْتِيتُ مِنْ حُلِّ شَيْءٍ میں
 مخصوص جس سے۔ ثانی یہ کہ اگر تسلیم کریں کہ تجلی لی کل شئی اس پر دال ہے کہ ہر شے آپ پر تجلی ہوتی مگر اس
 پر دال نہیں ہے کہ ہر شئی ہر وجہ سے متعلق ہوتی جائز ہے کہ ہر شے آپ پر بوجہ اجمالی متعلق ہوتی ہو نہ بوجہ تفصیلی یا
 ہر شے آپ پر بعض الوجہ متعلق ہوتی ہو نہ بكل الوجہ پس اگر ہر شے بعض الوجہ متعلق ہوتی تو بعض الوجہ بھی بعض
 الاشیاء میں پس علم آپ کو بعض اشیاء کا ہر انہ کل الاشیاء کا بجھتے لَمْ يَعْرِضْ عَنْهُ بِشَقَالٍ قَدَوْنَ فِي الْأَفْئِنِ
 وَلَا فِي السَّمَاءِ - ثالث یہ کہ آماد میں سے ہے پس کیونکہ ناسخ و عندہ مَقَاعِ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ
 کی ہو سکتی ہے پس لامحالہ تجلی لی کل شئی اپنے عموم پر باقی نہیں ہے۔ رابع یہ کہ ملا علی قاری نے شرح شغابیں
 تصریح کی ہے کہ علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض المغیبات ہے قال فی الشفا ومن ذلک ما اطلع
 علیہ من الغیوب ما کان وما یحون والحادیث فی هذا الباب بمر لا یدل قعرہ ولاینفرد
 غمرہ وھذہ الجملۃ من جملۃ معجزاتہ المعلومۃ علی القطع الراصل الینا خبرھا علی التواتر
 کثرت رواۃھا واتفق معانیھا الدالۃ علی الاطلاع علی الغیب قال الشارح العلی القاری ای اطلعہ
 علی بعض المغیبات علامہ ابن حجر مکی نے بعض اقوال کی تردید میں کہا ہے فان بعض من لم یوسم فی الایمان
 یظن ذلک حتی کان یری ان صحۃ النبوة تستلزم اطلوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات
 پس معلوم ہوا کہ راسخین فی الایمان کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کو بعض المغیبات کا علم ہوا تھا مگر یہ بعض وہ ہیں
 کہ لا یدری کنند۔ ہمارے غرض رفع الحجاب کلی ہے نہ کہ بعض بمعنی اقل کما یتوہم من قلیل غائب یہ کہ تجلی
 لی کل شئی پر تصریح فعلت ما فی السموات والارض اس پر دال ہے کہ آپ کو علم ما فی السموات والارض
 کا ہوا اور جو ما فی السموات والارض نہیں ہے جیسے کنند باری تعالیٰ یا جو اشیا وارد السموات والارض ہونگی
 ان پر بھی علم محیط ہے؟ یہ ثابت نہیں پس معلوم ہوا کہ تجلی لی کل شئی اپنے عموم پر نہیں بہر حال ہمارے نزدیک
 جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا جو کسی کو نہیں دیا گیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم الاولین و
 الآخرین عطا فرمایا ہے اور ما کان وما یحون کا علم آپ کو دیا ہے إلا ما حصتہ النصوص الفرائیہ مگر نہ تو
 آپ کو علم غیب ہے جیسے نصوص قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے اور نہ آپ کو ہر شے کا علم ہر وجہ سے ہے ظاہر ہے
 کہ آپ کو اگر ہر شے کا علم ہر وجہ سے ہوتا تو تساوی معلومات ذاتیہ اور معلومات عرضیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں لازم آدیتی جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے (افضل الخطاب فی العلم بانساب طبع الحلل دہلی)

خالصا صاحب نے خلاص الاعتقاد ص ۲۴ و ۲۵ اور انبار المصطفیٰ ص ۱۸ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاد الحق ص ۸۲ میں حضرت شاہ صاحب کی فیوض الحرمین سے چند حوالیات نقل کیے ہیں کہ جب کوئی بندہ اور عارف مقام قدس اور مقام حق تک پہنچتا ہے۔
 فیجئلی له حل شئی
 تو ہر شے اس پر روشن ہو جاتی ہے۔
 و نیز لکھا ہے کہ وہ :-

والبلغ الی حقیقة حل علم وحال
 ہر علم اور حل کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔ اس سے خالصا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کئی پر استدلال کیا ہے مگر بے مورد ہے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب نے تفہیمات کی سابق اور واضح عبارت میں یہ بیان کر دیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور فیجئلی له حل شئی کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں لفظ کل مضموم اور استغراق کے لیے نہیں ہے جیسا کہ قرأت کے بارے میں تفصیلاً تحلل شئی استغراقی حقیقی کے لیے نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی لفظ کل کے بارے میں اس اصطلاح اور تصریح کو معلوم کر لینے کے بعد کون عقلمند اور منصف مزاج دھوکا کھا سکتا ہے؟ اسی طرح فعلیت مافی السموات والارض میں لفظ مآ سے استغراقی حقیقی مراد لینا بھی غلط ہے۔ ہم لفظ مآ کی بحث پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں۔ اس حدیث کا مفاد بھی صرف اتنا ہے کہ میں نے آسمانوں میں ملائکہ اعلیٰ اور فرشتگان مقررین کی بحث و تمیص اور دربارہ مسائل اختصام و اختلاف کو جان لیا اور زمین میں مشی الاقدام الی المساجد اور معنوی الحاکم اور المعام الطعام اور لین الکلام وغیرہ کے مسائل جان لیے جیسا کہ خود اس حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس سے وہ مطلب لینا جو قرنی مخالفت نے لیا ہے ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ کا ابطال ہوتا ہے جو بکائنات خود یقیناً باطل اور مردود ہے۔

خالصا صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ کہتے ہیں۔ واللفظ لا تاول :-

چھٹی حدیث امام احمد مند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بلند بیستم حضرت ابو ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور ابو بکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :-

لقد ترک رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حال پر چھوڑا کہ جو

سلم وما يجرن طائر جناحيه في السماء الا
ذكر لنا منه علماً۔ میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے
ہمارے سامنے بیان نہ فرما دیا ہو۔

نیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض و شرح زرقانی للعلویب میں ہے۔
هذا تمثيل لبیان علی شیءٍ تفصیلاً تارةً یہ ایک مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
واجباً اُخروی۔ ہر چیز بیان فرمادی کہی تفصیلاً کہی اجمالاً۔

او دلفیظہ انباء المصطفیٰ ص و ماہد الحق ص ۶۳

اس سے بھی فرق مخالفت کا احتجاج درست نہیں ہے۔

جواب اولاً اس لیے کہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۲ وغیرہ میں اس کی سند یوں آتی ہے ان عیشنا
منذنا اشیاخ من التیم قالوا قتل البوذریہ ابو معلوم نہیں کہ یہ اشیاخ کون اور کیسے تھے؟ ثقہ یا
ضعیف تھے؟ ایسی مجہول سند سے حضرات محدثین کو رام احتجاج کرنے پر مرکز آمدہ نہیں ہیں چہ
جائیکہ باب غناد میں خالص صاحب کا بحوالہ مسند احمد اس سند کو صحیح کہنا عجیب جہالت یا خیانت ہے۔
وثانیاً خود حضرت ابو ذر رضی کی روایت اس محل روایت کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن
کثیر لکھتے ہیں کہ:-

عن ابی ذرؓ قال ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما من طائر یقلب جناحيه في
السواء الا وهو یذكر لنا منه علماً قال و
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یفزع
شیء یغرب من الجنة ویباعد من النار الا
وقد یتمن لکم۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ہمیں اس حالت میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ ہوا میں پر
ہلانے والا ایسا نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس سے ہمارے لیے
کچھ علم بیان فرما دیا اور نیز حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ
جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز
ایسی باقی نہیں جو تمہیں جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کرتی

ہو مگر وہ تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۳)

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے عمدتائہ اور معسرانہ صنیع سے یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ پرندوں کے کچھ حالات
آپؐ کے لیے بیان کئے (مثلاً حلال و حرام ہونے وغیرہ کے) جن پر عمل پیرا ہو کر جنت حاصل کی جاسکتی اور جہنم
سے اجتناب کیا جاسکتا ہے اور منہ علماً اس کا واضح قرینہ ہے اس سے علم غیب پر استدلال یقیناً

باطل ہے۔

وَتَاللَّهِ لَأَشْمُورُ حُفْنِي مَحْدَثٌ عَلَامَةُ مُحَمَّدٍ ظَاهِرٌ رُكَّعَتِهِ هِيَ كَذِبٌ۔

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا
طائر یطیر الذہن نامنہ علیہ یعنی استغفر
بیان الشریعۃ حتی لا یبق مشغل
فصریہ مثلاً وقیل اراد انہ
لم یتترک شیئاً الا بقیۃ حتی
احکام الطیر وما یحل وما یحرم و
کیف وما الذی یفدی منہ المہدم
اذا اصاحبہ وغیرہ۔

رجوع الجمار ۲ ص ۲۷۴

کفارہ لازم آتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس صریح جہاد کے معلوم ہوا کہ پرندوں کے متعلق آپ نے صرف وہ احکام بیان فرمائے ہیں جو
حلال و حرام وغیرہ احکام سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا شریعت میں بیان کرنا ضروری ہے اور یہ کہ محرم
بجائے احرام اگر کسی جانور اور پرندے کو قتل کرے تو اس پر کیا فدیہ عائد ہوگا وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے
کہ یہ جملہ شرعی احکام ہیں اور منصب نبوت اور رسالت کے عین مطابق ہیں نہ یہ کہ وہ جانور پیشاب
پاخانہ کس طرح کریں گے؟ اور حنفی وغیرہ کیسے کریں گے؟ العباد باللہ تعالیٰ! ان امور کا منصب رسالت
سے بھلا تعلق ہی کیا ہے؟

مولوی محمد نضر صاحب بحوالہ بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ اور مفتی احمد یار خان صاحب

ساتویں حدیث بحوالہ بخاری و حاذن ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی

صاحب کی زبانی یوں ہے کہ ۱۔

• حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے
واقعات ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھے۔ قسم خدا کی جب تک
ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ بن خدا نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا خدا۔ پھر بار بار فرماتے ہیں کہ پوچھو پوچھو۔

خیال ہے کہ جنتی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے؟ (مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے اور بحث پہلے معقل گذر چکی ہے کہ اہل حق کا جھگڑا اہل بدعت سے علوم خمسہ کے جزئیات میں نہیں ہے وہ تو باذن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء و کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور حضرات اولیائے عظام کو کشف اور الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں، جھگڑا صرف کلیات میں ہے اور اس میں فریقِ مخالف کے پاس ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ میدان وسیع ہے۔ طبع آزمائی کر دیکھیں۔ مقدمہ) یہ ایسی بات ہے کہ جن کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے آجائے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔ انتہی بلغظہ۔ (جاء الحق ص ۶۶ و مفتی ص ۶۶)

اس روایت سے بھی فریقِ مخالف کا علم غیب کلمی پر استدلال باطل ہے۔

جواب اولاً اس لیے کہ آپ کا یہ فرمانا سنونی کہ مجھ سے سوال کرو، الظہار ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ لوگوں نے دُور از کار اور لایعنی سوالات کرنے شروع کر دیے تھے اس لیے آپ نے بطور عفتہ اور ناراضگی کے یہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ۱۔

قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن اشياء كرهها فلما اكثروا عليه المسألة
غضب وقال سنوني الحديث

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جن کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے جب لوگوں کے سوالات بڑھ گئے تو آپ نے طیش میں

آکر فرمایا پوچھو مجھ سے الخ

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۸ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۴)

جب بعض لوگوں نے آپ کی منشاء کو نہ سمجھا اور سوالات شروع کر دیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ان کے جوابات آپ کو بتلائے جاتے ہیں، نہ یہ کہ آپ کو معنیات کا علم تھا۔ چنانچہ امام نوویؒ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ۱۔

قال العلماء هذا القول منه صلى
حضرات علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ قول جناب رسول اللہ صلی

سَلَّمَ مُحَمَّدٌ عَلَىٰ أَنَّهُ أَرْحَمُ إِلَهِ
وَأَوْفَلَا يَعْلَمُ كُلُّ مَا يَنَالُ عَنْهُ
مِنَ الْمَغْشِيَّاتِ إِلَّا بِأَعْلَامِ اللَّهِ تَعَالَى
قَالَ الْقَاضِي وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ أَنَّ
قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَوْنِي
أَنَّمَا كَانَ غَضَبًا كَمَا فِي الرَّوَايَةِ
الْأُخْرَى سَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا
فَلَمَّا أَكْثَرَ عَلَيْهِ غَضَبٌ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ
سَلَوْنِي وَكَانَ اخْتِيَارُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُتْرَكُ تِلْكَ الْمَسَائِلِ لَكِنْ وَافَقَهُمْ فِي
جَوَابِهَا لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ رَدُّ السُّؤَالِ
لِمَارَأَةٍ مِنْ حَرَمِهِمْ عَلَيْهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِغُضِّهِ

(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۲)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس بات پر عمل ہے کہ آپ کو اس
کی وحی ہوتی تھی ورنہ آپ کو تمام مغیبات کا جن کے
بارے میں آپ سے سوالات ہوتے تھے کوئی علم نہ تھا ہا
مگر جتنا خدا تعالیٰ چاہتا تھا اطلاع دے دیتا تھا حضرت
قاضی عیاض رحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ
اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کا سلونی فرما انہما
ناراضگی پر مبنی تھا کیونکہ دوسری روایت میں موجود ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بکثرت ایسی
چیزیں پوچھی گئیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے تھے تو
آپ نے غصہ میں اگر لوگوں سے فرمایا مجھ سے پوچھو
آپ صرف اسی امر کو پسند کرتے تھے کہ یہ سوالات نہ
ہوں لیکن جب لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کیا تو
آپ نے ان کو جواب دینے میں زلف و خلاق کر دیں کیونکہ لوگ
جب پوچھنے پر مجبور ہیں واقع ہوئے کہ آپ کے لیے یہ ممکن نہ تھا
کہ ان کو بے نیل سرام واپس کر دیتے

حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ جلیل القدر صحابی جو صحیح معنی میں مزاج شناس رسول تھے انہوں نے اس موقع
پر آپ کی ناراضگی کا گہرا احساس کرتے ہوئے

فَبَرَكَ عَشْرًا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ
رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِعُمْدَةِ دَسْوَلَا قَالَ
فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِينَ قَالَ عُمَرُ ذَلِكَ

(بخاری ج ۲ ص ۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۲)

یہ سنا تو پھر آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔
ان جملہ صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلونی الخ فرمانا

اس امر پر مبنی نہ تھا کہ آپ کو علم غیب تھا اور آپ اس کا اظہار لوگوں پر کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ارشاد آپ نے لوگوں کے للہ یعنی اور بے کار سوالات کا دروازہ بند کرنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔

وَقَائِلًا: اگر اس ارشاد کو غصے پر محمول نہ بھی کیا جائے تب بھی صحیح روایات میں اس امر کی واضح اور روشن دلیل موجود ہے کہ آپ نے امور عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت دی تھی، نہ یہ کہ ہر کہ وہ امر کی اجازت آپ نے لوگوں کو دی تھی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک کی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قام علی المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امورا عظيمة ثم قال من احب ان يسأل عن شيء فيسأل عنه فوالله لا تسألوني عن شيء الا اخبرتك به مادمت في مقامى هذا الحديث

منبر پر کھڑے ہوئے تو آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا اور یہ بیان فرمایا کہ قیامت سے قبل بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے جو شخص کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے بخدا جب تک میں اس مقام پر موجود ہوں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھو گے۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

تو میں تم کو بتا دوں گا۔

ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور شاہد و تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی سن لیجئے:-

وخص رسول الله صلى الله عليه وسلم

الاجاب الغيب وقال سلوني فلا تسألوني عن شيء الا نبأكم به (الحديث)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کے بعض ابواب اور امور کی تفصیص فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھو تم مجھ سے جو کچھ بھی (ان مخصوص امور غیب میں سے) سوال کرو گے تو میں تمہیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔

(ابوداؤد طیبی ص ۵۸)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابواب غیب کی ان باتوں کو بیان کرنا یا پہلی صورت میں ناپسندیدہ اور للہ یعنی امور کے جوابات سے اجتناب کرنا اور بصورت اصرار مسائل بذریعہ وحی اس کا جواب دینا آپ کے منصب نبوت سے متعلق تھا۔ جیسا کہ امام نووی رح کی عبارت میں اس کی تصریح گزر چکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اسی کا متقاضی ہے:-

لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ اِنْ تَبَدَّلَكُمْ تَوَدَّكُمْ وَاِنْ تَسْأَلُونِي عَنْهُمْ حِينَ يَنْزِلُ

مت سوال کرو تم ایسی اشیاء کے بارے میں کہ جب وہ تم پر ظہور کر دی گئیں تو تم پریشان ہو گے اور اگر تم اس وقت

الْفُرَّانُ مُبْدَلُكُمْ آلَاةِ
 (پ - مائدہ - ۵۴)

ان کے بارے میں سوال کرو گے جس کے قرآن کریم نازل ہو
 رہا ہے تو وہ اشیاء تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔

اور نزول قرآن کے زمانہ سے نزول وحی کا زمانہ مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں کہ :-
 ای وان تسألوا عن هذه الاشياء التي نهيتكم
 عن السؤال عنها حين ينزل الوحي على رسول
 الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم تبين لكم
 (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸)

یعنی اگر تم ان اشیاء کے بارے میں سوال کرو گے جس سے
 تمہیں روکا گیا ہے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 پر وحی نازل ہو رہی ہے تو وہ اشیاء ضرور تم پر واضح کر دی
 جائیں گی (اور پھر تم پر نشان ہو گے)

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلوئی منوروی مسائل دریافت کرنے کے لیے
 بھی ارشاد فرمایا ہے مگر صرف وہ امور جن کی لوگوں کو حاجت تھی اور وہ منصب نبوت کے مناسب
 بھی تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر سلوئی کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ :-
 قوله صلى الله عليه وسلم سلوني - هذا
 ليس بمخالفة للنهي عن سؤاله فان هذا
 المأمور به هو فيما يحتاج اليه وهو موافق لقوله
 تعالى فسئلو اهل الذكر انتي بلغفم
 (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھ سے پوچھو
 یہ اُس قول کے خلاف نہیں ہے جس میں آپ نے سوالی سے منع کیا
 تھا کیونکہ جس سوال کی آپ نے اجازت دی تھی وہ تو صرف ان
 امور میں ہے جن کی لوگوں کو حاجت ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے
 اس ارشاد کے موافق ہے کہ اہل علم سے پوچھو۔

ان تلم دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سلوئی الہ سے علم غیب کئی کائنات خدا تعالیٰ
 اور اُس کے جناب رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علماء امت کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔
 حافظ ابن حجرؒ اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

واشد من ذلك في كثرة السؤال بالبحث عن
 امور مغيبة ورد الشرع بالايان بها مع ترك
 كيفيتها ومنها ما لا يكون له شاهد في عالم الحس
 كالسؤال عن وقت الساعة وعن الروح وعن
 مدة هذه الامة الى امثال ذلك مما لا

اور اس سے بڑھ کر کثرت سوال میں وہ بحث سچو ایسے
 امور غیبیہ کے بارے میں ہو جن کے بارے میں شریعت نے صرف
 ایمان لانے کا حکم دیا ہے بغیر اس کے کہ ان کی کیفیت معلوم
 کی جائے اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جن کی علم حق میں
 کوئی مثال ہی نہیں جیسے قیامت کے وقت کا علم اور روح

يعرف الا بالنقل العرف والكثير لم
يثبت فيه شيء فيجب الايمان
به من غير بحث۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۲۵)

اور شیخ الاسلام علامہ بدر الدین علیی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:-

فان قلت من اين عرف رسول الله
عليه الصلوة والسلام انه ابنه قلت
اما بالوحي وهو الظاهر او بحكم الدراسة
او بالقياس او بانه مستلحاق

اور یہی ظاہر ہے یا فراست یا قیاس یا استلحاق کے حکم سے

(عمدة القاری ج ۹ ص ۵۰)

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملے حاصل ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا یہ بیاد دعویٰ ہے تو جب حضرت عبداللہ بن خدا فر نے سوال کیا تھا مَنْ ابی کہ میرا باپ کون ہے؟ اور آپ نے فرمایا کہ خدا فر، تو شیخ الاسلام علییؒ کو صاف یہ فرما دینا چاہیے تھا کہ چونکہ آپ کو یہ ملے غیب تھا اس لیے یہ فرما دیا۔ انہوں نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اس وقت آپ پر وحی آئی تھی اور اس کے مطابق آپ نے حضرت عبداللہؓ کو یہ جواب دیا اور فرماتے ہیں وہو الظاهر کہ ظاہر بات صرف یہی ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی تھی اور نیز فرماتے ہیں کہ یا آپ نے فراست یا قیاس یا استلحاق کے اصول کے پیش نظر جواب دیا جس کو علم غیب ملے حاصل ہو اس کو فراست اور قیاس وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟ غرضیکہ فریق مخالف کا اس روایت سے علم غیب ملے پر استدلال کرنا سو فیصدی باطل ہے وَمَاذَ ابْعَدُ الْحَقِّ إِلَّا الصُّلْحُ

مفتی احمد یار خان صاحب تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذِلَّ آيَةً ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی، اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدمؑ پر پیش ہوئی تھی۔ ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لاوے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی ہم

لہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ میں اسی روایت میں ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ غَضَبَانُ وَخَنَ نُبَيَّ أَنْ مَعَهُ جِبْرَائِيلُ... الخ

تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔ (بلفظ جاد الحق ص ۱۱)

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بے سرو پا روایتوں سے یہ مورچہ ہرگز فتح نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کی سند مبارک یوں ہے قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الحدیث (دیکھئے معالم و نظری وغیرہ) اور لَا تَعْلَمُہُمْ عَنْ تَعْلَمُہُمْ کی تشریح میں ہم سنی کا ذکر غیر کر چکے ہیں کہ حضرات محدثین کرام کے نزدیک اس کا روایت میں کیا پایہ ہے؟ پھر سنی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کتنے راوی ہیں؟ اور ہیں وہ کیسے؟ ثقہ یا ضعیف؟ ان کے سماع مفاد اور جنگلات کو یک جنبش پھانڈ کر آگے چلا جانا مفتی صاحب اور ان کی لائق جماعت ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

قال الشیخ جلال الدین السیوطیؒ: لم اقف امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس روایت کی علیٰ ہذا الروایۃ اور (تفسیر منظر ص ۲۶ مش ۱۸۵) سند و محنت پر مطلع نہیں ہو سکا۔

ممکن ہے مفتی صاحب کو بطور کشف و الہام اس روایت کی سند اور اس کی صحت پر آگاہی حاصل ہو گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو دین کی سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت کے ساتھ دین کی سمجھ حاصل ہی کہاں ہو سکتی ہے، کما تر عن السیوطی۔ مفتی صاحب کو ارشاد الساری کا وہ حوالہ جس میں نبی کے لیے علم غیب کا ضروری ہونا منافقوں کا نظریہ قرار دیا گیا ہے اور پھر حضرات فقہاء احناف کی تکفیری عبارات بخوبی ملاحظہ کرنی چاہئیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت بالکل صاف ہو کر سنٹر پر آجائے گی۔

مفتی احمد یار خان صاحب مشکوٰۃ باب المعجزات سے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ۔ "شکادی آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک

صاحب (حضور علیہ السلام) دوسیدانوں کے درمیانی تختستان (مدینہ) میں ہیں اور تم کو گدشتہ اور آئندہ کی خبریں ملے رہے ہیں؟ انتہی بلغظم (جاد الحق ص ۶۹)

اس روایت کا صحیح مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ نے ماضی اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتا دی ہیں مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال لفظ مآ کے عموم استغراقی پر مبنی ہے۔

جواب کیونکہ روایت کے یہ الفاظ ہیں (یعنی ہر کہہ مآ مضی و مآ ہو کائن بعد کہہ) اور ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ مآ عموم میں نص قطعی نہیں ہے۔ ۱۔ عادیہ کی ضرورت نہیں ہے و ماں ہی ملاحظہ کر لیں آپ نے دیکھا کہ فریق مخالفت کی گاڑی اکثر چار سپیوں پر چلتی ہے لفظ کئی، لفظ مآ اور لفظ شئی وغیرہ کا عموم اور انہی سمجھ، اور اس گاڑی کے اوپر جو ڈھانچہ ہے وہ توحید و سنت اور حق اور اہل حق سے نفرت اور گریز ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ فلما زاعقوا انک انما اللہ تکرہم۔

مولوی محمد عمر صاحب ترمذی ۲۶ ص ۳ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے

نوٹیں حدیث ایک روایت نقل کر کے پھر اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ؟ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباد کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے، تو ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا ہمیشہ تک۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباد کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے نہ ان میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ کے لیے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور تمام دوزخیوں کی فہرستیں اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہوئی ہیں جن میں ان کے اعمال بھی شامل ہیں، اب تم کہو کہ آپ کو غیب کئی نہیں تو تمہاری بات کو سمجھانا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو۔ بہر صورت اس حدیث پاک کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر مسلمان کو علم غیب کئی تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔ انتہی بلغظم (مقیاس ص ۶۷)

جواب

اس سے بھی قرین مخالفت کا استدلال باطل ہے۔ آؤ اس لیے کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی تھیں یا غرض مثالی؟ شراح حدیث نے دونوں قول نقل کئے ہیں دیکھئے مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۱ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں اسناد حسن کہہ کر اس قول کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی تھیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دیکھی تھیں (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۱) مگر ان دونوں کتابوں کے مثالی ہونے کا بھی انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔ اور حضرت شیخ محدث عبدالحق صاحب تحریر فرماتے ہیں: ودران تمثیل و تصویر کرد معنی حاصل را در قلب شریعت را بچشمی کہ گویا در دست اوست و حال آنکہ در خارج کتابی نیست و نوشته نہ الحواشی الملعات ج ۱ ص ۱۹۴ طبع نوکشتہ لکھنؤ) جب ان کتابوں کے حسی اور مثالی ہونے میں ہی شراح حدیث کا اختلاف ہے تو قرین مخالفت کا دعویٰ ان کو علی التبعین حقیقی اور سمجھ کر کیسے صحیح ہوگا؟

وٹائیا اگر یہ دونوں کتابیں حسی بھی ہوں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا بھی ہو تب بھی اس روایت میں صرف اس کا ذکر ہے کہ جنتیوں کے اور ان کے آباد کے اور ان کے قبیلوں کے نام اور اسی طرح دوزخیوں کے اور ان کے آباد کے اور قبیلوں کے نام درج تھے۔ اس میں اس کا ذکر کہاں ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات بھی ان میں درج تھے اور اس کا ذکر اس میں کہاں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کتابوں کے اندر درج شدہ پورے ناموں کی مکمل تفصیل کا بھی علم تھا؟ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کتابوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کے درج شدہ تمام ناموں کا آپ کو تفصیلی علم تھا تو قرین مخالفت بتائے کہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں وغیرہ کا جو غیر مکلف مخلوق ہے اور جنت اور دوزخ میں نہیں جائیں گے (الا اذا ثبت فی البعض) تو ان کا ذکر ان کتابوں میں کہاں ہے؟ علم غیب نکلے صرف مکلف مخلوق کے ناموں اور ان کے اجمالی و تفصیلی حالات ہی کا نام تو نہیں ہے بلکہ علم غیب نکلے تو زمین کے ہر مردہ اور درخت کے ہر پر پتہ اور دریا کے ہر قطرہ وغیرہ کا نام ہے اور اس ہدایت سے ان کے بارے میں علم غیب کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہوتا جیسا کہ بالکل عیاں ہے۔

وٹائیا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التبعین نام معلوم تھے تو آپ نے ابوطالب اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ کے لیے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دوزخی تھے کیوں محضرت کی دعا کی؟ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور نئی کیوں نازل ہوئی؟ کیا آپ نے جان بوجھ کر دوزخیوں کے

یہ دلائل منفرد کی؟ الحاصل اس روایت سے علم غیب کمالی ثابت کرنا نرا جنون ہے بشرطیکہ کسی کو سمجھ اور انصاف سے کچھ حصہ ملا ہو۔

دوسری حدیث | خان صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:-
واللفظ، مخرج مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے:-

إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَاللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَهْزِلْ سَائِرَ الدُّنْيَا كَبُشِ فَرَادِيسِ
إِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا
أَنْظُرُ إِلَى كَيْفَى هَذِهِ
ہم اس دنیا کو ایسا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(جہاد الحق ص ۶۳۔ انباء المصطفیٰ ص ۷۷ و مقیاس ص ۷۷)

البتہ خان صاحب اس میں بحوالہ طبرانی اور کتاب الفتن لنعیم بن حماد اور طبری لابی نعیم کے حوالہ سے کئی حدیث کے بعد یہ ٹکڑا بھی زیادہ روایت کرتے ہیں کہ:-

جليلنا من الله جلده، لِنُعِيْمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمَا جَلَدَهُ لِلْبَيْتِ
اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرائض جیسے محمد سے پہلے انبیاء کے لیے روشن کی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشن کہ سموات والارض اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس کا علم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عز جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا مثلاً شرق سے غرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اھ (بلفظہ انباء المصطفیٰ)

یہ روایت حلیہ لابی نعیم ص ۶۷ میں سعید بن مسنان الرضاوی کی سند سے مذکور ہے

جواب | بلا شک یہ روایت فوقی مخالفت کے لیے بڑی کارآمد جگہ اکسیر تھی مگر کاش کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثانیہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ؟ اکثر اہل احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشہ اند بکمال اعلیٰ برخلاف انہما منعہ گشتہ (مجاہد نافذہ مک) جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ اور امام ابو نعیم کی جملہ تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں جن کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ اس حدیث قابل اعتناء و مستند کہ دراثبات معتدہ یا علی بائہا تک کردہ شود

(ایضاً مک) نہ صرف یہ کہ یہ روایت محض طبقہ ثالثہ اور رابعہ کی ہے بلکہ ضعیف بھی ہے چنانچہ مشہور متقی محدث حافظ علی متقی (المتوفی ۹۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ سند ضعیف (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۸) کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور علامہ نور الدین علی بن ابی بکر الحیثمی (المتوفی ۸۰۸ھ) اتاد حافظ ابن حجر طبرانی کے حوالہ سے یہ روایت حضرت عمر فاروق سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں جس میں کئی ہذا کے الفاظ بھی موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے باقی راوی توثیق ہیں مگر علی ضعف کثیر بن سعید بن سنان الرضاوی (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۴) اس میں سعید بن سنان الرضاوی بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ اور ضعیف حدیث کی جنب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور پھر اس سے نصوص قطعیہ کے خلاف عقیدہ ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ خانصاحب نے ایک مقام پر کیا ہی خوب کہا ہے کہ: حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لیے ثبوت چاہیے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں؟

ظہ (عرقان شریعت حصہ سوم ص ۲۴)

اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں اور نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ قارئین کرام! فریق مخالف کی طرف سے اس کے علاوہ بھی بعض احادیث پیش کی گئی ہیں جن کا اکثر حصہ ہم نے غندہ علمہ الساعۃ کی تشریح اور دیگر مختلف ابواب میں نقل کر کے جوابات دے دیے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بعض حدیثیں باقی ہیں مگر ان سے کسی کو علم غیب کے اثبات پر بہت کم شبہ ہو سکتا ہے۔ جن روایات پر فریق مخالف کے دعویٰ کا مدار تھا وہ ہم نے عرض کر دی ہیں اور ساتھ ہی جوابات بھی عرض کر دیے گئے ہیں تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اب ہم فریق مخالف کو ایک عمدہ اور جائز رد دیتے ہیں وہ صبح و شام اس کو پڑھا کرے، اور یقین رکھے کہ وہ مرد ناجائز نہیں ہے۔ وید مبارک یہ ہے اسے

اے میرے باغ آرزو، کیا ہے باغ ہائے تو

کلیاں تو گو کہ ہیں چار سو، کوئی کلی کھلی نہیں

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و فضلاء کرام و محدثین عظام و اہل سنت و اہل فہم کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو نور تجید اور شمع سنت سے منور کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اور عادت ہے کہ اگر

کوئی اُس سے لینے والا ہو تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔ اکبرؑ نے کیا خوب کہا ہے سے
 سرور و نور و جہد و حال ہو جائے گا سب پیدا
 مگر لازم ہے پہلے ہو ترے دل میں طلب پیدا
 نہ گنہگار کفر کی ظلمت سے تو اے نورؑ کے طالب
 وہی پیدا کرے گا دن بھی کی ہے جس شب پیدا

وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وجميع امتہ الی یوم القیامۃ
 آمین

وانا العبد الاحقر ابوالزاهد محمد سرفراز خان صفدر الہزاروی تولدوا السواتی
 نبأ والحسینی مشرباً والد یوبندی مسلماً

خطیب جامع گلہر ضلع گوجرانوالہ و مدرس مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ

مؤرخہ ۱۹ محرم الحرام
 ۲۶ جولائی
 سنہ ۱۳۷۹ھ
 ۱۹۵۹ء

